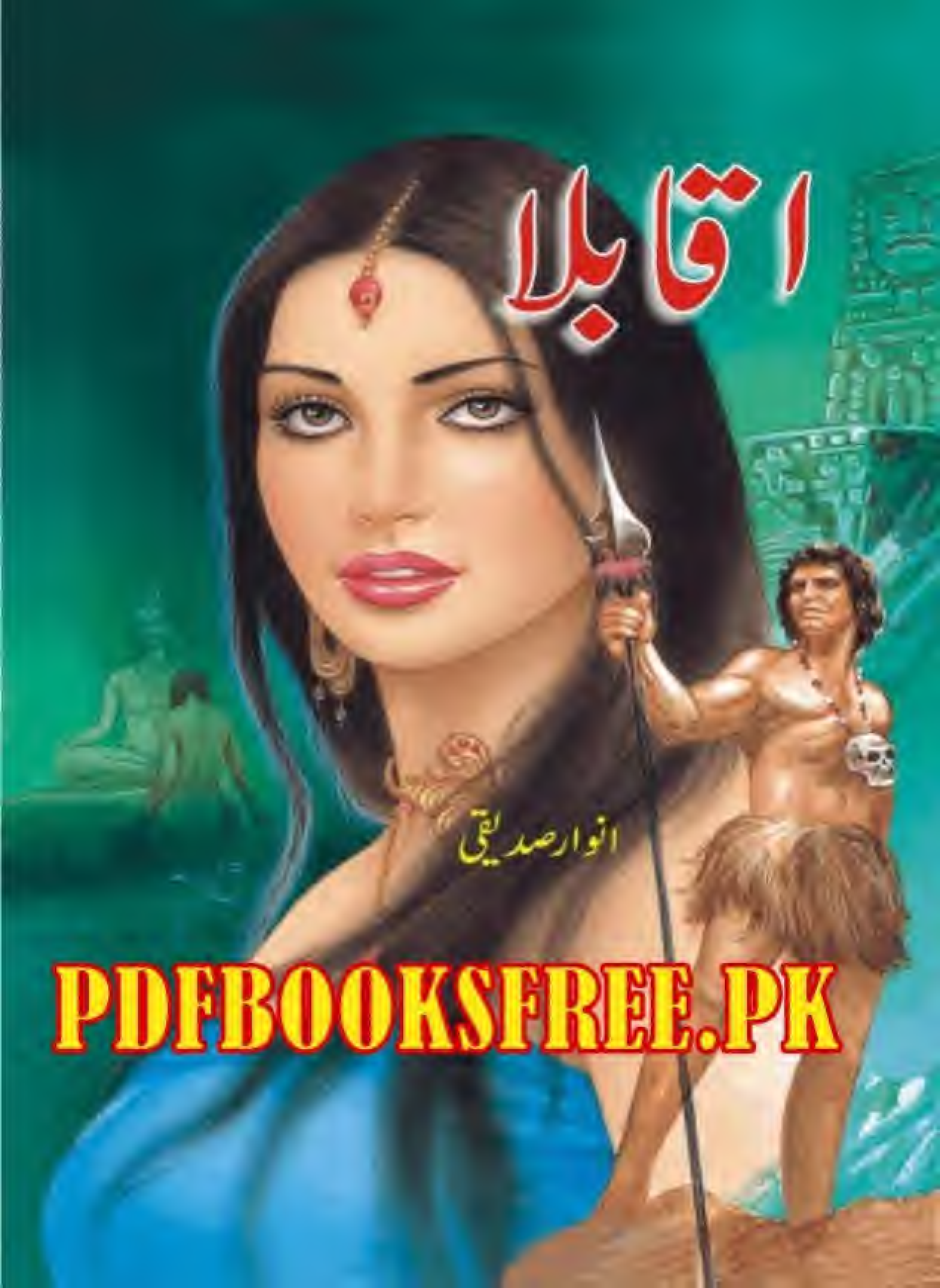
اقابلا
انوار صدیقی
PDFBOOKSFREE.PK

اقابلا......تاریک اور پراسرار برِاعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ......
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے......انور صدیقی کے جادوں بیاں قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

اقابلا

مصنف : انور صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

ٹبہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

نوٹ:

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف (انور صدیقی) اور پبلشرز (آفتاب پبلی کیشنز) محفوظ ہیں۔ ادارہ نے اردو زبان اور ادب کی ترویج کیلئے اس کتاب کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے، جس کیلئے ہم انکے بے حد ممنون ہیں۔

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرِ عام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بارِ خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آجاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُر خلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں اُبھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آجاتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا...... جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیار ہی پیار تھا...... اپنائیت تھی...... پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی...... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی...... زباں و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے...... تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی...... دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں...... رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے...... ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا...... انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا...... اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں...... اسے لوگوں کو پذیرائی کبھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور...... ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یاران طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں...... لیکن...... ذرا ٹھہریے......

کون صحیح ہے اور کون غلط؟...... اس کا فیصلہ کون کرے گا؟...... اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے......!!

انوار صدیقی

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے، ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

عرض مکرر۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہو رہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح ''انکا''۔''اقابلا''۔''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

کوئی ایک ماہ اسی عالم نزع میں گزر گیا۔ کابن اعظم سمورال کی آمد کا ایک مرتبہ گجر بھی بجا اور وہ میرے محل میں آیا بھی مگر چند رسمی جملوں کے علاوہ میں نے اس سے کلام نہیں کیا، میں نے اسے وہ تمام عزت دی جو اس کے مرتبے کا مقصود تھی اور جو میری سرداری کے لیے واجب تھی۔ میں نے اس سے کوئی شکایت بھی نہیں کی۔ نہ ساحرانہ علوم کی نکتہ آفرینیوں پر اس سے بحث کی اور اقابلا کے متعلق بھی اپنے جذبوں کا اظہار نہیں کیا۔ سمورال عزت واحترام سے رخصت ہو گیا۔ جب وہ آیا تھا تو میں نے اپنا سینہ نوادر سے سجا لیا تھا۔ بعد میں، میں نے یہ سب کھلونے اتار دیئے۔ اکثر راتوں کو جولیا، مارشا نے میرے پاس آنا چاہا مگر جب انہوں نے میری طرف سے کوئی جذبہ خیزی محسوس نہیں کی تو اداس چلی گئیں۔ ایرانی لڑکی فروزیں میری خیریت پوچھنے نہیں آئی۔ سربتا اکثر آتی اور مجھے جھنجھوڑ کے چلی جاتی۔ میری بے دلی نے ایک دن مجھے اکسایا کہ میں توری کی بستی دوبارہ جھونپڑوں میں تبدیل کر دوں کیونکہ محلات کے در و بام سے مجھے وحشت ہونے لگی تھی۔ جس دن سمورال گیا تھا، اسی رات میں اپنی چوکی پر پڑا ماضی و حال کے غیر واضح خیالوں میں گم تھا کہ اچانک میں نے اپنے قریب خوشبوؤں کا اندازہ کیا۔ یہ مہک اقابلا کی کنیزوں کے بدن سے آتی تھی۔ میرا قیاس درست نکلا۔ میرے گرد اقابلا کی دو حسین کنیزیں۔ اتنی ہی حسین جتنی اقابلا کے قصر میں ہو سکتی ہیں۔ سر بسر تمکنت، سر بسر شباب، ان کا بدن پھولوں سے ڈھکا ہوا نہیں تھا۔ صاف و شفاف، بے داغ، سانچوں میں ترشے ہوئے خد و خال، سرخ بال، سرخ رنگت، ابھی چھیڑو تو خون نکل آئے، ابھی چھیڑو تو ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ ان کے نقش و نگار موسیقی تھے، شعر تھے۔ وہ ایک باغیچہ تھیں۔ خوشبوؤں سے مہکتا ہوا لالہ زار۔ ان کی شوخ نظریں مسکرا رہی تھیں۔

''ہمیں اس نے بھیجا ہے سیدی جابر، معزز سردار!'' انہوں نے اپنا ترنم ایوان میں گھول دیا۔

''خوب۔ اسے میرا خیال ہے۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''اے آتش نواؤ! تمہیں کس مقصد سے بھیجا گیا ہے؟''

''اس نے ہمیں متبرک وصال کے لیے بھیجا ہے۔''

''متبرک وصال؟'' میرا قہقہہ نکل گیا۔ ''یہ اصطلاح اسمار میں عام ہے، متبرک وصال۔ کیا دلچسپ مذاق ہے۔'' وہ سراسیمہ ہو کے میرا چہرہ دیکھنے لگیں جیسے میں کوئی انوکھی بات کہہ رہا ہوں، ہنستے ہنستے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری لاش حاضر ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ ''آؤ۔ مجھے سنگ بار کرو۔ میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا کیونکہ تمہیں اس نے بھیجا ہے۔ میری آسودگی کے لیے ارسال کیا ہے اور متبرک وصال کے لیے۔''

وہ مجھ سے دور ہٹنے لگیں جیسے میں کوئی دیوانہ ہوں جس پر ہذیان کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ ''آؤ آؤ۔ اے قصر اقابلا کی نادرہ کار دوشیزاؤ۔ دیر نہ کرو، ورنہ مزاج خسروی برہم ہو جائے گا۔ جو حکم ملا ہے اس کا اطلاق فوراً ہونا چاہیے۔ آؤ۔ اپنے شباب کے دلکش مناظر دکھاؤ۔ میں اس کے عطیے سے انکار کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں؟ جالموش بینزنار میں اپنے طلسمی عکس نما میں دیکھ رہا ہو گا کہ جابر بن یوسف سعادت مندی سے متبرک وصال میں مصروف ہے۔ متبرک وصال۔'' میری آواز بلند ہو گئی۔ ''اس رسم کے افتتاح کے لیے مجھ سے بہتر اور کون شخص ملے گا؟''

پھر وہ میرے ساتھ ہی رہیں یا یوں کہیے کہ میں ان کے ساتھ رہا۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ قصر اقابلا کی دو پری چہرہ نازنینیں میری خلوت میں ہیں

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

کیونکہ وہ صرف میری حرارت کے لیے بھیجی گئی تھیں اور مجھی کو نظر آتی تھیں۔ ان کے آنے سے تنہائی کا احساس بڑھ گیا اور میں اپنی ذات میں کچھ اور محدود ہو گیا۔

زندگی میں کوئی تغیر رونما نہ ہوتا اگر ایک رات توری کی زمین کروٹ نہ لے لیتی۔ میں قصر اقابلا کی کنیزوں کے ساتھ ایوان میں مدہوش پڑا تھا کہ مجھے اپنا محل لرزتا ہوا محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی بادلوں میں گرج چمک پیدا ہو گئی اور گھڑگھڑاہٹ سے کان پڑی آواز سنائی دینا مشکل ہونے لگا۔ دونوں لڑکیاں زمین پر سجدہ ریز ہو گئیں۔ میں نے بہ عجلت تمام اپنے نوادر گلے میں ڈالے اور ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا۔ آہ سمندر سمندر میں چاروں طرف چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ شعلوں کا ایک بے مثال رقص جاری تھا میرے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ چھا گئی اور میرا جی چاہا کہ جلد از جلد محل میرے سر پر گر جائے۔ ذہن کو یک گونہ سکون حاصل ہوا کہ وقت تمام ہو گیا ہے اس سے پہلے میں نے اس قدر خوف ناک آوازیں نہیں سنی تھیں۔ یہ سارا انظام درہم برہم ہونے کو ہے۔ لمحوں میں اقابلا کی کنیزیں فضاؤں میں روپوش ہو گئیں اور میں ایوان میں تنہا رہ گیا۔ توری کی زمین لرز رہی تھی اور محلات کسی معلق شے کی طرح ڈول رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک ساکت کھڑا رہا اور ہربیکا کی آنکھوں میں سمندر کا نظارہ کرتا رہا، جہاں روشنیوں میں ایک ہول ناک جنگ برپا تھی۔ روشنی میں نہائے ہوئے نیزوں کی بارش ہو رہی تھی۔ محل میں چیخیں گونجنے لگی تھیں اور سریتا، فروزیں، شراڈ، جولیا، مارشا اور سیاہ فام لڑکیاں چیختی بین کرتی میرے پاس جمع ہو گئی تھیں،

''یہ کیا ہو رہا ہے سیدی جابر؟ باہر چلو۔ باہر چلو۔'' سریتا کی ہذیانی آواز سنائی دی۔

میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ میں نے مسکرا کے انہیں دیکھا۔ ''کوئی فیصلہ ہونے والا ہے۔''

''کیسا فیصلہ؟'' وہ ایک ساتھ بولیں۔

''شاید ہم سب کا وقت آ چکا ہے۔'' میں نے تحمل سے جواب دیا۔

''تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ باہر چلو۔ باہر چلو۔'' سریتا نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو یہ محل لرز رہا ہے۔ سب کچھ مسمار ہونے کو ہے۔''

''اوہ سیدی! یہ کیا عذاب نازل ہو رہا ہے؟ کیسا شور ہے؟''

صرف سریتا نہیں، دوسری لڑکیوں اور شراڈ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ مجھے کھینچ رہے تھے۔ ایک دیو قامت بت کو ہٹا رہے تھے۔ ایک نصب شدہ ستون زمین سے اکھاڑ رہے تھے۔ سریتا میرے قدموں میں گر گئی اور اس نے روتے ہوئے التجا کی۔ ''سیدی! اپنے لیے نہیں۔ ہمارے لیے۔ باہر چلو۔''

''باہر بھی یہی تماشا ہو رہا ہے۔'' میں نے سکون سے کہا۔ ''اب کہیں امان نہیں ہے۔ میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا ہے۔ سمندر ایک خوں رنگ منظر پیش کر رہا ہے۔ انگروما کے باغیوں نے ایک بار پھر یلغار کی ہے۔''

شراڈ نے میرا بازو پکڑ لیا۔ ''چلو سیدی!'' اس نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ تمام لڑکیوں نے مجھے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ چار و ناچار مجھے اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ وہ مجھے کھینچتے ہوئے محل سے باہر لے آئے۔ توری کی گلیوں میں میرے محل کے آگے دور تک لوگ سجدہ ریز تھے اور زمین ہل رہی تھی۔ بجلیاں چمک رہی تھیں، ہر طرف گھن گرج، شور، آہ و بکا اور فریادیں تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کا گریہ بڑھ گیا اور میرے دل میں ایک فشار اٹھا۔

http://kitaabghar.com

''اٹھو اٹھو اے وحشیو! اٹھو، جاراکا کا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اسے قربانی کی ضرورت ہے، میرے ساتھ آؤ۔ سمندر کی طرف چلو۔'' میں نے چیخ کر کہا اور مجمع چیرتا ہوا سمندر کی طرف بھاگنے لگا۔ میرے پیچھے ایک ہجوم آہ وزاری کرتا ہوا چل رہا تھا۔ ہم سب پاگلوں کے مانند جنگل عبور کر رہے تھے۔ تیز ہواؤں، درندوں کی چیخ و پکار اور پرندوں کے شور سے جنگل میں ہاہاکار مچی ہوئی تھی۔ کون کہاں ہے؟ اس کا ہوش کسی کو نہیں تھا۔ جو راستے میں گر جاتا تھا، لوگ اس کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ جاتے تھے میرے ساتھ شراؤ بھاگ رہا تھا جب ہم جنگل کے درمیان میں پہنچ گئے تو طوفان میں کچھ اور شدت پیدا ہو گئی اور میں نے ایک سمت سے سرنگا کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ بوڑھا جوانوں کی تیزی سے ہمارے قافلے میں شامل ہو گیا۔

''تم نے دیر کر دی سیدی!'' سرنگا نے بلند آواز میں کہا۔

''میں نے سوچا تھا کہ آج سارا قصہ ختم ہو جائے گا۔'' شور میں میری آواز کھو گئی مگر سرنگا نے سن لی۔

''انہیں اس وقت تمہاری ضرورت تھی اور تم سوچتے رہے، تم نے ان کے احسانوں کا بدلہ خوب چکایا۔'' سرنگا بھاگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں دیوی کی مورتی مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

سرنگا کی بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور بہت سے جوابات تھے لیکن یہ وقت بحث و تمحیص کا نہیں تھا۔ جیسے جیسے ہم راستہ عبور کرتے گئے، میرے دل میں انگروما کے خلاف نفرت کا غضب بڑھتا گیا اور مجھ پر تاخیر سے آنے کی پشیمانی غالب آتی گئی۔ جنگل میں غاروں میں بیٹھے ہوئے زاہد اپنے اپنے غار چھوڑ کے ہمارے ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ سمندر قریب آنے لگا تو ہر بیکا کی آنکھوں میں نظر آنے والے منظر کی دور ہی سے تصدیق ہو گئی، سارا ساحل جگمگا رہا تھا اور روح فرسا آوازوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ ہم سب کی رفتار تیز ہو گئی جب ہم ساحل پر پہنچے تو وہاں پہلے سے ایک خلقت جمع تھی۔ یہاں میں نے بوڑھے لوگوں کا ایک بڑا اجتماع دیکھا اور دور مسند پر جالوش کا چہرہ دیکھا، قارنیل کو دیکھا اور میں نے سمورال کو دیکھا۔ اس کا لڑکا جبرال بھی ساتھ تھا۔ یہ سب ساحری میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھ ہل رہے تھے۔ جالوش کے منہ سے ہیبت ناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ سمندر میں انگروما کے باغی کشتیوں پر بیٹھے شعلہ بردار نیزے پھینک رہے تھے اور توری کے چند لوگ انہیں اپنے ہاتھوں پر روک رہے تھے۔ جالوش کی مسند کی طرف نیزوں کی یورش ہو رہی تھی۔ توری کے لوگ زمین پر جھکے جاراکا کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور میں نے سیاہ فام لڑکیوں کو پکڑنے کے بعد بے دریغ ان کے جسموں میں خنجر اتارنے شروع کر دیئے، ساحل کی زمین خون سے لال ہونے لگی۔ زاہدوں نے جاراکا کی کھوپڑیوں کو اس میں غسل دینا شروع کر دیا لیکن انگروما کے باغیوں کا زور کم نہیں ہوا۔ جالوش کی انگلیاں فضا میں متحرک تھیں اور انگروما کی کشتیوں میں آگ لگ رہی تھی۔ جب میں خنجر مارتے مارتے اور زمین لال کرتے کرتے تھک گیا تو ان کی طرف سے آنے والے بہت سے نیزے میں نے اپنے ہاتھوں پر لے لیے۔ یہ نیزے ہم انہی کی طرف لوٹا دیتے تھے۔ جالوش کئی بار مسند سے گرتے گرتے بچا۔ ساحل پر تاحد نظر ساحرانہ کرشمہ کاریوں کا بازار گرم تھا۔ دونوں طرف سیاہ فاموں کی روحیں اپنے جسموں سے تائب ہو رہی تھیں۔ جالوش قہر بنا ہوا تھا۔ اس کے تمام شاگرد بڑھ بڑھ کے انگروما کے باغیوں کی طرف پتھر، نیزے، چنگاریاں اور عجیب و غریب ہیئت کی اشیا پھینک رہے تھے۔ بہت سے زاہد سمندر میں انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے کود چکے تھے۔ ان میں سے بعض راستے ہی میں ختم ہو گئے، بعض گرفتار کر لیے گئے۔ بوڑھے سرنگا نے اپنے ہاتھ سمندر کی

طرف پھیلا رکھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں دیوی کی مورتی تھی۔ رسیاں سمندر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہ رسیاں آدھے راستے پر جا کر جلنے لگی تھیں، انگرو ما کے باغی آج تمام تیاریوں کے بعد آئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ سرنگا کی دیوی اپنی اصل شکل کے ساتھ سمندر کی طرف اتر رہی ہے اور اس کے پورے وجود کا آگ نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ دیوی آگے بڑھ گئی اور اس نے انگرو ما کے عابدوں کی ایک کشتی الٹ دی۔ جالموش نے ایک ہول ناک چیخ ماری۔ انگرو ما سے جنگ چھوڑ کے بہت سے لوگ سرنگا کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے وہ چھوٹی مورتی چھیننے لگے۔ یکا یک دیوی سمندر میں غائب ہو گئی اور جالموش نے انہیں سرنگا سے دور جانے کا حکم دیا۔ سرنگا ہانپتا کانپتا ہوا میرے پاس آیا۔ سیدی! تم انگرو ما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے سمندر میں اتر جاؤ۔'' اس نے میرے کان میں زور سے سرگوشی کی۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''سنو سیدی! زیادہ بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ تم اپنے تمام علوم صرف کرتے ہوئے ان تک پہنچ جاؤ۔ وہ تمہیں آسانی سے نہیں مار سکیں گے ممکن ہے، وہ تمہیں گرفتار کر لیں۔ تم گرفتار ہو جانا اور انگرو ما چلے جانا۔ انکار مت کرنا۔ جو میں کہتا ہوں، وہی کرو، انگرو ما میں تمہیں کیا کرنا ہے؟ یہ بات خود تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔'' سرنگا تیزی سے کہہ رہا تھا۔

میں حیرت سے سرنگا کو دیکھ رہا تھا۔ اس جنگ نے اور خوف ناک شکل اختیار کر لی تھی۔ جالموش کی دہاڑ سب پر حاوی تھی۔ ہر طرف خون بہہ رہا تھا اور توری کے سارے درندے جالموش کی مسند کے قریب جمع ہو گئے تھے۔ وہ انہیں اپنے اشارے سے جلاتا اور ان کی خاک اپنے دراز ہاتھوں سے زمین سے اٹھاتا اور پھونک مار کے فضا میں اڑا دیتا۔ فضا میں ایک دھماکہ سا ہوتا اور سفاک آندھی کی طرح اڑتی ہوئی راکھ انگرو ما کے باغیوں کی طرف لپکتی۔ رفتہ رفتہ میں جالموش کے قریب ہو گیا تاکہ وہ میری صورت دیکھ لے لیکن اسے ہوش کہاں تھا؟ وہ تو بری طرح چیخ رہا تھا۔ اس کے اردگرد زمین پر زلزلہ آیا ہوا تھا۔ سمندر کی طوفانی لہریں اس کی مسند کی طرف اچھل اچھل کے حملہ کرتیں۔ وہ ان سب سے بے پرواہ تمام تر جوش سے سحر پھونکنے میں مصروف تھا۔ اس کے گلے میں ایک سنکھ لٹکا ہوا تھا جسے وہ بار بار بجاتا تھا تو دل دہل جاتے تھے۔

بوڑھے زاہد، جن کے جسموں پر ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں تھا، اپنی اپنی بساط کے مطابق سیاہ علوم کے ورد میں منہمک تھے۔ میں نے شپالی کی چنگاریاں دور دور تک پھیلا دی تھیں اور جالموش کے علاقے میں سیکھے ہوئے تمام علوم آزما رہا تھا۔ ہر شخص یہی کر رہا تھا۔ شراڈ بوڑھے زاہدوں کی مدد کر رہا تھا۔ سریتا، فروزیں، جولیا اور مارشا کا کہیں پتہ نہ تھا۔ لوگ بھاگ رہے تھے۔ دیوانہ وار چیخ رہے تھے اور موت سے نبرد آزما ہو رہے تھے۔ موت جو ہر طرف رقص کر رہی تھی۔ جالموش کا سحر تاریک براعظم کے لیے ایک ڈھال بنا ہوا تھا۔ ساری زمین سرخ تھی۔ آسمان سرخ تھا، ہاہاکار، ہاؤ ہو۔ زاہدوں کی ایک بڑی تعداد سمندر میں ڈوب چکی تھی اور کچھ زاہد انگرو ما کے باغیوں نے پکڑ لیے تھے۔ مجھے یقین تھا سریتا اور دوسری مہذب لڑکیاں بے ہوش ہو گئی ہوں گی۔ ساحر اعظم جالموش کے ہاتھ اتنے دراز تھے کہ وہ نیچے سے درندے اٹھا کے اور ان کے کلیجے نکال کے کوئی عمل پڑھتا تھا اور انہیں سمندر میں پھینک دیتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بیک وقت کئی کام لے رہا تھا۔ وہ آدمی اٹھا کے ان کے رخ بدل دیتا اور شطرنج کے کسی کھلاڑی کی طرح مہروں کے طور پر انہیں استعمال کرتا۔ اس ہجوم میں اقابلا موجود نہیں تھی۔ ادھر جالموش نے ایک اور عمل شروع کر دیا تھا، وہ سیاہ فام مردوں اور عورتوں کو اٹھا اٹھا کر ان

http://kitaabghar.com

کے سینوں میں خنجر بھونکتا اور انہیں سمندر کی نذر کر دیتا۔ اس کی طلسمی حرکات اتنی تنوع اور حیرت انگیز تھیں کہ میں بار بار اپنے سحر بھول کے اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ وہ بڑا مستعد تھا، یکے بعد دیگرے نئے نئے طلسمی مظاہرے کر رہا تھا۔ کبھی اس کے ہاتھوں کی گردش سے بڑے بڑے پتھر چٹانیں سمندر کی طرف لڑھکتی نظر آتیں کبھی عجیب عجیب شکلوں کے بچھو اور زہریلے ڈنک مارنے والے جانوروں کا ایک دستہ سمندر کی طرف کوچ کرتا۔ کبھی وہ ایک دیواری ساحل پر کھینچ دیتا جسے انگروما کے لوگوں نے توڑ دیا تھا۔ جالوش کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ آج غضب پر اترا ہوا ہے، وہ نامعلوم زبان میں چیختا دھاڑتا تھا اور اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ میں اس کی مسند کے قریب کھڑا اپنے تمام طلسمی عمل آزماتا تھا۔ جالوش کا جوش وخروش اور اس جنگ کا پانسا جالوش کے حق میں پلٹتے دیکھ کے میں بھی سمندر میں کود گیا اور نیزوں کی بوچھاڑ میں تیرتا ہوا انگروما کی کشتیوں کے قریب پہنچ گیا۔ انگروما کی کشتیاں تیزی سے واپس ہو رہی تھیں۔ میں نے ان پسپا ہوتے ہوئے لوگوں کا تعاقب کیا۔ جس کشتی کی طرف میں بڑھا، اس میں گورمے کھڑا تھا، جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اپنا ہاتھ بلند کیا۔ میں نے بھی دانستہ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا تاکہ میں اسے سمندر میں کھینچ لوں لیکن میری کوشش رائیگاں گئی۔ گورمے کشتی پر اکیلا نہیں تھا، میرے اندازے کی غلطی نے مجھے ایک بڑے خطرے سے دوچار کر دیا۔ گورمے کے ساتھ انگروما کے جید عالم تھے۔ انہوں نے گورمے کا جسم سنبھال لیا۔ اگر گورمے اکیلا ہوتا تو میں آسانی سے اسے کھینچ لیتا لیکن میں اپنی تمام مزاحمت کے باوجود ان کی جانب اٹھتا گیا اور کشتی میں دھر لیا گیا۔ وہاں میں نے دوبارہ سمندر میں چھلانگ لگانے کی بڑی جدوجہد کی۔ انگروما کے عالموں نے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور کشتی جالوش کی غضب ناک آوازوں، نیزوں، بچھوؤں، آگ سے بچتی بچاتی سمندر میں بھاگنے لگی۔

میں ایک بار پھر انگروما کے باغیوں کی قید میں تھا۔ میرے سامنے توری کا چمکتا ہوا ساحل تھا، جہاں سے پسپا ہوتے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے بلائیں لپک رہی تھیں۔ ساحل دور ہوتا گیا۔ کشتیوں کی ایک بڑی تعداد میری کشتی کے گرد اکٹھی ہو گئی اور یہ قافلہ انگروما کے پانیوں کی جانب سفر طے کرنے لگا جب توری کا ساحل نظروں سے اوجھل ہو گیا تو آسمان پر اڑتی ہوئی بلاؤں کی شدت میں بھی کمی آ گئی اور انگروما کے باغی مایوسی کے عالم میں کشتی میں بیٹھ گئے۔ وہ اپنے پیچھے پانی کاٹتے جاتے تھے تاکہ توری کی طرف سے ان پر کوئی حملہ نہ ہو جائے۔

سمندر کی لہروں کو اب قرار آ گیا تھا اور کشتی توری کے ساحل سے دور جالوش کے دائرہ طلسم سے باہر جا چکی تھی۔ انگروما کے باغی پہلے تو مختلف اعمال میں مصروف رہے پھر چپ چاپ بیٹھ گئے۔ ان کے چہروں پر بردباری، تحمل اور سنجیدگی تھی جیسے یہ پسپائی ان کی توقع کے مطابق ہو۔ جیسے وہ میدان کارزار سے نہیں کسی عبادت گاہ سے واپس آ رہے ہوں۔ کسی کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی، نہ اشارے، نہ کنائے۔ وہ گاہے گاہے میری طرف اچٹتی نظروں سے دیکھ لیتے تھے۔ ان میں میرے کئی شناسا چہرے تھے لیکن میں ان کے ناموں سے واقف نہیں تھا۔ میں بھی چند ساعتوں بعد انہی کی طرح اطمینان سے بیٹھ گیا پھر میں نے ان کی پُراسرار خاموشی توڑنی چاہی اور نرم گفتاری سے نہایت دل نشیں لہجے میں کہا۔ ''اے بزرگو! تم توری کے ساحل سے تو پسپا ہو گئے۔ اب مجھے اپنے ساتھ لے جا کے کسی سنگین غلطی کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہو؟''

وہ میرے طنز کی تہہ تک پہنچ گئے اور کسمسائے۔ ایک بوڑھا شخص کہنے لگا۔ ''کیا تمہارا حصول کسی جزیرے کی فتح سے کم ہے جابر بن یوسف!''

''یہ محض طفل تسلی ہے۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔ ''میں انگروما میں تمہارے لیے کوئی آسان آدمی ثابت نہیں ہوں گا۔ میری تمام ہمدردیاں

http://kitaabghar.com

توری کے ساتھ رہیں گی۔ تم ایک اژدہے، ایک سینگ والے خطرناک جانور کو ساتھ لے جا رہے ہو۔ یہ تمہاری بستی کے لیے کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔"

"تم ہمارے مہمان ہو جابر بن یوسف! اتنی عظیم شخصیت کو ہم قیدی کیسے بنا سکتے ہیں، یہ تو ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ تم ایک مرتبہ پھر انگروما میں آ رہے ہو اور اس بار پہلے سے زیادہ توانا ہو۔ ہم تمہارے تجربوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ انگروما کی ساری نعمتیں تمہاری دسترس میں ہوں گی۔" ایک اور بوڑھے نے متانت سے کہا۔

مجھے یاد آ گیا کہ یہ انگروما کے لوگ ہیں۔ تیز، چالاک، خوش خلق، سرد مزاج، شیریں بیان، پہلے بھی انہوں نے مجھے قید کیا تھا اور انگروما میں کھلا چھوڑ دیا تھا۔ یہ اپنی طاقت و حشمت کا اظہار انکسار سے کرتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے عالم اور ساحر موجود ہیں۔ وہ عالم جو جالوش جیسے ساحر سے مقابلے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ میں نے اپنی زبان کی بے لگامی پر قدغن لگائی۔ اس گفتگو سے کچھ حاصل بھی نہیں تھا۔ یہ طلسمی کشتی انہی کی تھی اور صرف یہی نہیں، اردگرد بے شمار کشتیاں ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ میں ان کا قیدی تھا میں تنہا سمندر میں کود کے ان سے کہاں تک بچ سکتا تھا۔ کشتیوں میں ہر طرف بوڑھے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے سمندر کی تہہ سے بھی نکال لاتے۔ میں تنہا اس پورے لشکر سے مقابلہ کرنے کی حماقت کیسے کر سکتا تھا؟ میں نے حالات کا جائزہ لیا، تمام ہوائیں مخالف چل رہی تھیں۔ ہاں معرکے کے درمیان سرنگا نے چند معنی خیز کلمات میری سماعت میں گھول دیئے تھے۔ جن کی تشریح اور تعبیر مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔

میں اس وقت نرغہ اعدا میں بیٹھا تھا حلیم الطبع دشمن، دانا دشمن میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ کشتی رواں دواں تھی، سب خاموش تھے، یکا یک میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "بہرحال یہ ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔"

انہوں نے یہ جملہ سنا تو سرد آہیں بھریں، کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گئے اور میں اپنی فکر میں مستغرق۔ میں نے اپنی ذہانت و فطانت کا استعمال اسی وقت سے ترک کر دیا تھا۔ اس لمحے میرے خیال میں سب سے بڑی آسانی یہی تھی کہ سوچنا چھوڑ دیا جائے چنانچہ میں نے گرد و پیش سے بے نیاز ہو کے سوچنا موقوف کر دیا تھا لیکن اب صورت حال بالکل مختلف تھی۔ میں سوچنے پر مجبور تھا۔ میں باقاعدہ جالوش کی معیت میں اس ہولناک معرکے میں شریک ہوا تھا۔ اگر میں پسپا ہوتے ہوئے انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے تیزی و طراری نہ دکھاتا اور توری کے ساحل پر رہ کے صرف ان کی واپسی کا منظر دیکھنے پر قناعت کرتا تو اس طرح پابند ہو کے نہ بیٹھتا۔ میں نے عملی طور پر اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لا کے انگروما کے لوگوں کا تعاقب کیا تھا۔ بے اختیار میرا جی چاہا تھا، میں سمندر میں کود جاؤں اور ان زاہدوں کی کم از کم ایک کشتی الٹنے کا سہرا اپنے سر باندھ لوں۔ ممکن ہے، میرا یہ اقدام بھی کسی طلسم کی ایما پر ہوا ہو؟ یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے اس طرف سرنگا نے دھکیل دیا ہو۔

مگر کیوں؟ جب میں نے اسے کے مضمرات پر غور کرنا شروع کیا تو دریچے روشن ہوتے گئے اور بے شمار خیالوں نے میرے دل و دماغ پر ضربیں لگانا شروع کر دیں۔ میرے خیالوں کے روبرو میرے ماہ و سال تھے۔ اس پُراسرار زمین پر آمد سے لے کر اب تک کے واقعات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ جیسے میں کوئی محاسبہ کر رہا ہوں۔ اس محاسبے میں سب سے روشن چہرہ اقابلا کا تھا کیونکہ میں نے جو کچھ کیا وہ اسی کے جلوے کی تحریک پر کیا۔ سرنگا کہتا تھا کہ یہ ایک سراب ہے مگر یہ کتنا منظم سراب ہے، یہ ایک خواب ہے مگر اس خواب میں اقابلا جیسی حسین و جمیل دوشیزہ کا چہرہ

بھی تو ہے اور پھر یہ زندگی کیا ہے؟ زندگی بجائے خود ایک سراب ہے جو زندگی سے موت تک جاری رہتا ہے۔ اس خواب میں آدمی کیسا ڈوب جاتا ہے۔ ہر کھیل ادھورا رہ جاتا ہے۔ جب موت آتی ہے، موت پر اختیار نہیں ہے تو زندگی کو ایک خواب سے زیادہ کیا اہمیت دی جائے؟ کوئی ارادہ شعوری نہیں ہوتا کیونکہ موت شعوری عمل نہیں ہے، وہ ضرور آتی ہے، تمام ارادے خواب کی دنیا کے عتبار ہیں، زندگی ایک طویل نیند، ایک طویل خواب۔ ایک بڑا جامع اور مکمل خواب۔ کبھی مختصر کبھی زیادہ۔ کبھی شیریں کبھی زہر آلود۔ آدمی یہ خواب نہ دیکھے تو موت ہے، عدم ہے اور موت آدمی کی تکمیل ہے، موت ایک صبح ہے، زندگی رات ہے اور سب سراب ہے، ہمارا ہونا، نہ ہونا ہے۔ یہ پُر اسرار زمین ایک طلسم ہے، ایک خواب ہے۔ یہ سحر کبھی ٹوٹ جائے گا مگر زندگی بھی تو موت پر منتج ہوتی ہے۔ زندگی کا سحر بھی تو ٹوٹ جاتا ہے۔ میں سرنگا کے اس خیال سے کبھی اتفاق نہیں کر سکا کہ یہ سب میری آنکھوں کا دھوکہ ہے۔ یہ دھوکہ کتنا خوب صورت کتنا تکلیف دہ ہے۔ اس میں اقابلا کا چہرہ ہے، جو سب سے دلکش، ہمارے زمانے میں عنقا ہے، اقابلا حسن و نور کا ایک مجسمہ۔ ایک خواب مگر کس قدر حسین۔ خواب میں ہر طلب جائز ہے۔ ہم اگر اس طلسم کے اسیر ہیں تو طلسم کی ہر شے ہمارے اعصاب پر اثر انداز ہوگی۔ اقابلا کیوں اثر انداز نہیں ہوگی۔

آہ وہ کتنی مشکل میں ہے۔ وہ انگروما کے باغیوں سے ہراساں ہے اور جاملوش اس کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ جاملوش نے اس زہد و عبادت کے لیے، اس ساحری کے لیے یقیناً اس سے کچھ وعدے لیے ہوں گے۔ جب اس نے میری طرف التفات کی نظر ڈالی تو وہ اسے اپنا وعدہ یاد دلانے آ گیا۔ اتنی عظیم الشان مملکت میں کتنے لوگ ہوں گے جو اس کی قربت کے طلب گار ہوں گے۔ اگر وہ صرف جابر بن یوسف کو نواز دے تو باقیوں کو کیا جواب دہی کرے گی کیونکہ وہ شاید جواب دہی کے لیے مجبور ہے کیونکہ اسے انگروما سے نمٹنے کے لیے ساحروں، عالموں اور زاہدوں کا اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ وہ کسی ایک کو رفاقت کے لیے منتخب کر کے دوسروں کے لیے مسئلہ بننا نہیں چاہتی، وہ اور انگروما پیدا کرنے کی خواہش مند نہیں ہوگی مگر اس کی آنکھوں، اس کے انداز اور اس کی شیفتگی سے اندازہ ہوتا تھا کہ جابر بن یوسف اس کی نظروں میں اہم شخص ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے بے پناہ جذبے موج زن تھے۔ سمندر کی ان لہروں کی طرح جو میرے اطراف اچھل رہی تھیں۔

مجھے سمورال کے وہ مبہم الفاظ یاد تھے جب اس نے میرے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن تاریک براعظم میں میرے اقبال کا ستارہ طلوع ہوگا۔ یہی جملے اسمار کی عبادت گاہ کے کاہن اعظم نے ادا کیے تھے اور یہی کچھ سرنگا نے بھی کہا تھا۔ کیا وہ سب بیک وقت جھوٹ بول رہے تھے؟ مگر اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاریک براعظم میں اکٹھے پندرہ جزیروں کا سردار کوئی نہیں ہے۔ کیا ان کی پیش گوئیاں، قیاس آرائیاں میری منزلت کی اس حد تک نشان دہی کرتی تھیں یا آگے کچھ اور بھی تھا۔ آگے جاملوش کا چہرہ تھا، ایک دیوہیکل، دیو قامت ساحر، ساحروں کا ساحر، جس کے علاقے میں پرندے تک ادب سے اڑتے تھے جس کی جنبش نگاہ سے طوفان آ جاتے تھے، جو صدیوں کا فاصلہ لمحوں میں طے کر لیتا تھا، جو بینزنار میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے بھی اقابلا کی مدد کے لیے لمحوں میں توری آ گیا تھا۔ جاملوش سے بڑھ کے کس کا سورج ابھرے گا؟ اس سے زیادہ سربلندی تک کون پہنچے گا؟ مگر انگروما۔ انگروما کے یہ دیوانے بار بار اس کے منہ آ جاتے تھے۔ انہیں اس کا کوئی خوف نہیں تھا یا انگروما میں جاملوش جیسے بڑے ساحر موجود تھے۔

http://kitaabghar.com

میں نے سوچا تو کسی ایک جگہ قیام نہیں کیا۔ میرے خیال کی گردش مجھے نہ جانے کہاں کہاں لے گئی۔ انہی گردشوں میں مجھے اپنے لیے چند راستے دکھائی دیئے۔ چند واضح راستے۔ اب میں انگرو ما کی سمت جا رہا تھا۔ انگرو ما سے ایک بار سرنگا کی دیوی نے نجات دلائی تھی۔ سرنگا کی دیوی اب بھی موجود تھی اور سرنگا میرا سب سے بڑا دوست تھا۔ اس بار انگرو ما والے میری سخت نگرانی کریں گے لیکن سرنگا نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی کہا ہوگا کہ مجھے خود کو انگرو ما کی قید میں دے دینا چاہیے۔

مہذب دنیا میں واپسی۔ اقابلا کا حصول، یہ دونوں متضاد باتیں تھیں، اول الذکر میں سرنگا یقین رکھتا تھا۔ ثانی الذکر میں، میں۔ دونوں متعدد کوششوں کے باوجود ناکام ہو چکے تھے پھر بھی اپنی سی کوششیں کیے جا رہے تھے۔ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر تھا۔ اس اندھیرے میں جو حوصلہ ہار دینے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ توری کے معرکے سے پہلے جو ایک غبار میرے ذہن پر چھا گیا تھا اور میں گوشہ نشینی کی حد تک سب سے منقطع ہو گیا تھا، وہ غبار دور ہو رہا تھا اور یوں بھی میرے اغماض میری سرد مہری، میری بے اعتنائی کا یہ محل نہیں تھا۔ میں انگرو ما کے لوگوں میں گھرا ہوا تھا جو توری کے باشندوں کے دشمن تھے۔ کیا یہاں بھی میں اپنے خارج سے بے نیاز ہو جاتا اور خود کو اپنی ذات میں محدود کر لیتا؟ کیا میں خود سے اس کی بے وفائیوں اور بے مہریوں کا شکوہ اس ہنگامی موقع پر بھی کرتا رہتا؟

کشتیاں دن چڑھے انگرو ما کے ساحل پر پہنچ گئیں۔ خشکی پر دور دور تک لوگ اپنے شکست خوردہ ساتھیوں کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انگرو ما کی لہلہاتی سر سبز زمین دھوپ میں چمک رہی تھی۔ جب کشتیاں ٹھہریں تو ایک ہجوم دیوانہ وار سمندر میں کود گیا۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ ان میں سے کسی کے چہرے پر کوئی ملال، کوئی تاسف نہیں تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ جیسے انہیں پہلے سے اپنی شکست کا یقین ہو۔ خلاف توقع مجھے نہایت تپاک سے اتارا گیا اور ایک مخصوص جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ ساحل پر تھوڑی دیر استقبالی ہجوم میں افراتفری رہی، پھر وہ ہجوم مسرت سے ناچتا گاتا رخصت ہو گیا۔ میں ایک قیدی تھا لیکن میرے پاس اب نگہبان کے طور پر کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ میں آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا اور پابندیاں ہوتیں، تو بھی میری حالت مختلف نہ ہوتی۔ میرا ذہن روشن تھا، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تمام غرور ماتھے پر سمٹ آیا تھا اور مجھے اپنا سینہ کچھ زیادہ ہی کشادہ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ مجھے آسانی سے ختم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جب بھی میں ختم ہونے کے قریب ہوتا، انگرو ما کے بہت سے لوگوں کا خاتمہ بھی میرے ساتھ ہوتا۔

میں بھی اس قافلے کے ساتھ آبادی کی طرف چلا۔ آبادی میں وہ گروہ علیحدہ ہو گیا جنہیں دوبارہ غاروں میں بیٹھ کے ریاضت کرنی تھی۔ استقبالی ہجوم پہلے ہی جا چکا تھا۔ انگرو ما کے سر برآوردہ لوگ رہ گئے اور وہ ان میں پہلی بار مجھے گرونا نظر آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور اس کے انڈے کے مانند سر پر آج بھی وہی خوں خوار نیولا نظر آ رہا تھا جس کی آنکھوں سے شعلے لپکتے تھے۔ جارا کا کا کی ایک رسمی مشترکہ عبادت کے بعد گرونا میرے پاس آیا اور میرا سینہ حسرت سے دیکھنے لگا۔ میں خاموش رہا اور میرے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی آواز میں تپاک تھا۔ ''جارا کا کا کی مقدس روح نے تمہیں دوبارہ انگرو ما میں بھیج دیا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا احترام اسی طرح ہم پر واجب ہے، جس طرح انگرو ما کے کسی عالم کا۔''

''گرونا!'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''لیکن میں اس سلطنت کا عالم ہوں جو مقدس اقابلا کے نام سے موسوم ہے۔ انگرو ما میں میری آمد کوئی اچھا

شگون نہیں ہے۔''

''جابر بن یوسف!'' گروتا نے غیر سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ''جو بھی وہاں سے آتا ہے یہی کہتا ہے ہم سارا معاملہ جارا کا کی مقدس روح پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہی سب سے اعلیٰ فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ آج سے انگروما تمہاری زمین ہے۔ تم پہلے بھی آئے تھے اور اپنی غیر معمولی طاقت کے سبب واپس چلے گئے تھے تم یقیناً دوبارہ بھی جا سکتے ہو مگر اس سے پہلے ہمیں اپنے قریب بیٹھنے کا موقع تو دو۔'' گروتا نے خوش اطواری سے کہا۔

''تم دلچسپ باتیں کرتے ہو، واقعی تم سب انگروما کے لوگ بڑے دلچسپ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ تم سب دیوانے ہو گئے ہو۔ میں تمہیں بتاؤں کہ میرے ارادے اچھے نہیں ہیں۔ میں تمہارا دوست نہیں ہوں۔'' میں نے دلیری سے کہا۔

''آہ، تم ایک عظیم آدمی ہو، ہمیں فخر ہے کہ تمہارے قدم انگروما کی زمین پر دوبارہ آئے ہیں۔ تم کتنی صاف باتیں کرتے ہو۔ یقیناً لمبے سفر کی وجہ سے تم تھک گئے ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ انگروما میں اب بھی عورتوں کی کمی ہے مگر پہلے جیسی کمی نہیں ہے، تمہیں یہاں کی حسین ترین عورت فراہم کی جائے گی اور اپنے دشمن مہمان کی ہر طرح خیر مقدم کیا جائے گا۔'' گروتا میری کسی بات سے متاثر نہیں ہوا۔

''تمہارا شکریہ گروتا! تمہارا شکریہ کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ میں ابھی خاصے دن یہاں رہوں گا اور تمہاری دلکش باتوں سے لطف اٹھاؤں گا۔ تم صحیح کہتے ہو کہ مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ انگروما کی آبادی میں بلاشبہ حیرت انگیز اضافہ معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہاری پذیرائی کا ممنون ہوں۔''

''ابھی کیا ہے۔ توری سے تین سو عابدوں اور ساحروں کا قافلہ آیا ہے لیکن ان میں سب سے محترم شخص جابر بن یوسف ہے۔ ہم تمہاری آمد پر ایک شاندار جشن منعقد کریں گے۔'' گروتا نے کہا۔

''تین سو؟'' میں نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں اور یہ تعداد کم نہیں ہوتی۔ اب یہ تمام عابد جب انگروما کا مسلک سمجھیں گے تو ہمارے ہی کام آئیں گے۔ ہم کوشش کریں گے کہ تم بھی ایک دن ہمارے پہلو بہ پہلو کام کرو۔''

''ہا۔ کیا خوب، گروتا کیا خوب! تمہاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگروما کا سفر دلچسپ گزرے گا۔''

''ہم اسے مزید خوب صورت اور دلچسپ بنانے کی کوشش کریں گے۔ میرے عزیز دوست جابر بن یوسف! تمہیں انگروما کی کون سی شراب پیش کی جائے؟ یہاں اب ملکہ شوطار بھی موجود ہے اور نہ جانے کتنی عورتیں۔'' گروتا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''میں سب سے پہلے مہذب دنیا کی لڑکی فلورا سے ملنا چاہتا ہوں، محترم گروتا!'' میں نے مہذب لہجے میں کہا۔ ''یہیں سے اپنی میزبانی کا آغاز کرو۔''

گروتا میرا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ ''فلورا؟'' اس نے تعجب سے دہرایا۔

''ہاں فلورا۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

''فلورا۔'' اس نے تذبذب سے کہا۔

http://kitaabghar.com

''ہاں فلورا۔ کیا تم نے یہ نام پہلے نہیں سنا؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''مگر......'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا اور اس کی اندر کی طرف دھنسی ہوئی آنکھیں میرے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ ساتھ ہی اس کے گھٹے ہوئے سر پر بیٹھا ہوا نیولا شعلہ بار نظروں سے مجھے گھورنے اور اچھلنے لگا۔ شاید وہ کچھ اور توقع کر رہا ہوگا۔ اس کا خیال ہوگا کہ میں سب سے پہلے امسارکی حسین و جمیل ملکہ شوطار کو طلب کروں گا مگر میں نے زرنگا جیسے معمولی شخص کے ساتھ آئی ہوئی مہذب دنیا کی لڑکی فلورا کو طلب کیا تھا۔ اب وہ اپنی فراخ دلانہ پیش کش کا اظہار کر کے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس کی تشویش سے مجھے مسرت ہوئی اور میں نے اپنے مطالبے پر جمے رہنے کا قصد کر لیا۔ اس گریز سے میرا تجسس دو چند ہو گیا تھا۔

''مگر فلورا ہی کیوں؟'' وہ چند ثانیوں کے توقف کے بعد ہچکچا کے بولا۔

''مگر فلورا ہی کیوں نہیں؟'' میں نے بے نیازی سے کہا۔ ''انگروما کے محترم سردار! کیا تم نے ابھی ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ میں انگروما میں بسنے والی کوئی بھی عورت طلب کر سکتا ہوں؟''

''مجھے یاد ہے۔'' گروتا جز بز ہو کے بولا۔

''پھر تم کس غور و فکر میں مبتلا ہو گئے گروتا؟ تمہاری خاموشی سے کیا مطلب اخذ کیا جائے؟ کیا تم نے بھی اسے یہاں سے فرار کرا دیا ہے؟''

''نہیں نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔'' گروتا کے لہجے میں تاسف تھا۔ ''میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا، اس پر قائم ہوں۔ انگروما میں تم جیسے عالم کی آمد ہمارے لیے باعث فخر ہے۔ تمہارے جانے کا ہمیں اتنا غم نہیں ہوا تھا جتنا دوبارہ آنے کی خوشی ہوئی ہے، تمہارا احترام ہم پر واجب ہے۔''

''پھر یہ اکراہ کیوں؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ فلورا کون ہے؟ فلورا مہذب دنیا کی وہ لڑکی ہے جو میری ملکیت ہے، اسے توری کے ایک سردار شوالا نے غصب کر لیا تھا۔ بعد میں اس نے اسے زرنگا کے سپرد کر دیا۔ زرنگا جزیرہ بینر نار سے میرے مقابلے کے لیے توری آیا تھا مگر فلورا کو لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے بینر نار میں اس کا تعاقب کیا اور ساحر اعظم جالموش سے ملاقات کی۔ پھر میں جزیرے پر جزیرہ سر کرتا رہا۔ جب وہ یہاں آ کے روپوش ہو گئے تو میں نے مزید جزیرے سر کرنے کے بجائے توری واپس جانے کا قصد کیا اور اب انگروما میں آ گیا ہوں۔''

وہ میری باتیں غور سے سنتا رہا۔ اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے چند ثانیوں تک آسمان کی طرف دیکھا اور پھر نہایت غم زدہ لہجے میں کہنے لگا۔ ''تم کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے؟ میں یہ وضاحت دوبارہ کر دوں کہ انگروما میں تمہاری حیثیت قیدی کی نہیں، مہمان کی ہے۔ تم یہاں آزاد ہو۔ مجھے معلوم ہے، تمہارے سینے میں ابھی تک انگروما کے لیے ہمدردی پیدا نہیں ہوئی مگر امید ہے، پہلے کی طرح تم اس بار بھی ہمارے ہم نوا ہو جاؤ گے کیونکہ سچ ہمارے ساتھ ہے اور سچ یہ ہے کہ اقابلا کے خلاف جدوجہد محض اسی کے بغض و عناد کے سبب سے ہے سچ یہ ہے کہ جالموش کا سحر زاہدوں اور عابدوں کے اعلیٰ مقام کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سچ یہ ہے کہ بے قرار روحیں صدیوں سے اپنے دائمی آشیانوں میں جانے کے لیے تڑپ رہی ہیں۔ ہم ایک دن یہ سارا طلسم لوٹ دیں گے اور جارا کا کی عظیم روح ہمیں سکون اور مسرت سے سرفراز کرے گی۔''

گروتا فلورا کی گفتگو سے پہلو تہی کر رہا تھا۔ میں یہ باتیں پہلے بھی انگروما کے باغی عالموں کی زبانی سن چکا تھا مگر اس بار گروتا کے لہجے میں

http://kitaabghar.com

مجھے کچھ زیادہ یقین کی آمیزش نظر آئی۔ ''جارا کا کا کی عظیم روح۔'' میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے تم پر ترس آتا ہے گروتا! تم سب لوگوں پر، جو احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ جارا کا کا کی عظیم روح کس کے حق میں ہے؟ کیا اس میں اب بھی کوئی شبہ ہے؟ جاملوش جیسا بڑا ساحر وہاں موجود ہے۔ مقدس اقابلا جیسی حسین اور پُراسرار عورت وہاں موجود ہے، وہ ایک وسیع سلطنت ہے۔ وہاں بے شمار غاروں میں عابد اور زاہد جارا کا کا کی خوشنودی کے لیے برسوں سے عبادت کر رہے ہیں۔ تم کئی بار ناکام ہو چکے ہو۔ تم ایک سراب میں مبتلا ہو۔ میرے عزیز گروتا! میں تمہارے عالموں کو مشورہ دوں گا کہ وہ اقابلا کے حکم کے آگے اپنے سر جھکا دیں۔ یقین کرو، یہ ایک بہترین مشورہ ہے۔ مگر...... مگر......'' میں نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔ ''میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ مجھے مختلف طریقوں سے تمہیں سمجھانا پڑے گا۔ شاید یہاں میرے آنے کا مقصد یہی ہے۔ میں تمہارے اور مقدس اقابلا کے درمیان ایک اچھا رابطہ بن سکتا ہوں۔ بہر حال یہ گفتگو بعد میں ہوتی رہے گی۔ فلورا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

گروتا کسمسانے لگا۔ ''معزز جابر! تم ابھی تازہ تازہ وہاں سے وارد ہوئے ہو۔ اس لیے تمہارے ذہن پر اقابلا اور جاملوش کا سحر طاری ہے، ہم تم سے کچھ کہنے اور تمہیں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ رہا جارا کا کا کی عظیم روح کی خوشنودی کا مسئلہ، تو انگروما کی موجودگی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جارا کا کا کی روح اپنے ان عبادت گزاروں کے موقف کی تائید پر مائل ہے۔ وہ دن ضرور آئے گا، جب ہمیں کلی طور پر اس کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی۔ ہم جاملوش کو شکست دے دیں گے۔ ہم اقابلا سے اس کی مسند چھین لیں گے اور......''

میں نے کسی قدر ناراضی سے اس کی بات کاٹ دی۔ ''میں مہذب دنیا کی لڑکی فلورا کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

''ہاں!'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ ''معزز جابر! میں تمہیں صاف صاف بتائے دیتا ہوں، شاید تمہاری آمد کی خوشی میں مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں رہا۔ جس وقت نربگا نے انگروما میں پناہ لینے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کیا تھا، اس نے فلورا کے سلسلے میں ہم سے یہ عہد لے لیا تھا کہ ہم فلورا کو اسی کے تصرف میں رہنے دیں گے۔ فلورا صرف اسی کی رہے گی۔ مجھے افسوس ہے، جابر بن یوسف! ہم یہ عہد توڑ نہیں سکتے۔ تم اس کے بجائے انگروما کی کوئی بھی عورت طلب کر سکتے ہو۔ اگر چاہو تو کچھ اور خواہش کر سکتے ہو۔''

''مگر مجھے صرف فلورا درکار ہے۔'' میں نے غصے میں کہا۔ ''کیا نربگا اتنا اہم شخص ہے کہ تم نے اسے اپنے ہاں بلانے کے لیے ایک عہد بھی کر لیا؟ اگر وہ انگروما میں نہ آتا تو کیا انگروما کی طاقت میں کوئی کمی واقع ہو جاتی؟''

''ہمارے لیے سلطنت اقابلا کا ایک ایک شخص اہم ہے اور پھر نربگا جیسا طاقت ور شخص؟ اس کے بھائی ارمیگا نے اسے پُراسرار علوم کی تربیت بھی دی تھی۔ وہ کوئی جاہل اور کمزور شخص نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی ہمارے کام آ سکتا ہے اور انگروما میں بڑا مقام حاصل کر سکتا ہے۔''

''ہونہہ۔'' میں نے نفرت سے کہا۔ ''تم ایک معمولی شخص کے عہد کے لیے جابر بن یوسف کو ناراض کر رہے ہو اور جابر بن یوسف کی ناراضی کا مطلب یہ ہے کہ تم انگروما میں ایک نہ ختم ہونے والے انتشار کو ہوا دے رہے ہو۔ کیا میں اپنی ریاضتوں کی فہرست گنواؤں اور تمہیں اس بارے میں حقائق سے آگاہ کروں؟ مقدس جارا کا کا کی روح مجھ پر مہربان ہے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے معزز جابر! ہم تمہارے مقام سے آگاہ ہیں، تمہارا چمکتا ہوا سینہ تمہاری عظمتوں کا ثبوت ہے۔ ہم نے دیکھا ہے

http://kitaabghar.com

کہ تم انگروما کی طلسمی دیوار پھلانگ کے توری پہنچ گئے تھے۔ تمہارے پاس یقیناً ایک عظیم طاقت ہے جو ہم نہیں دیکھ سکے۔ اس کے علاوہ مقدس جارا کاکا کی روح بھی تم پر مہربان ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اسی نے تمہیں ہمارے پاس روانہ کیا ہے تاکہ تم ہم میں مل جاؤ اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرو۔''

''پھر۔ پھر؟'' میں نے تمسخر سے کہا۔ ''مقدس جارا کاکا کی روح کے فرستادے کی یہ خوب توضیح ہو رہی ہے کہ اس کے مقابلے میں تمہیں ایک حقیر شخص سے کیے ہوئے وعدے کا پاس ہے؟''

''میں مجبور ہوں لیکن ہم جلد ہی اس کا کوئی حل نکال لیں گے۔ میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی فلورا تمہاری خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔''

''معزز گروٹا! میں اس گریز کو اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ میں اس وقت تک انگروما میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک فلورا کو حاصل نہیں کر لیتا۔ اگرچہ انگروما میں آنے کا میرا مقصد یہی نہیں ہے، میرے مقاصد تو بہت سے ہیں ابھی سفر کی تکان غالب ہے اور میں پہلے ابتدائی مراحل سے نمٹنا چاہتا ہوں۔ ازراہ کرم فلورا کو پیش کیا جائے۔''

''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو، اگر ہم تم سے کوئی عہد کریں گے تو اسے ہر حال میں نبھائیں گے، اگر ہم نے عہد شکنی شروع کر دی تو انگروما کے عالموں پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا اور یہ زمین جو امن و سکون کا گہوارہ ہے یہاں انتشار پھیل جائے گا۔''

''لیکن میں نے خود سے عہد کیا ہے کہ میں نربگا کو زمین کا پیوند بنا دوں گا، یہ جابر بن یوسف کا عہد ہے، کیا تم یہ دیکھنا پسند کرو گے کہ کون اپنے عہد پر قائم رہنے کی طاقت رکھتا ہے؟'' میں نے درشتی سے کہا۔

گروٹا کی آنکھیں پٹ پٹانے لگیں۔ وہ بار بار کہیں گم ہو جاتا تھا۔ جیسے جیسے ان کا انداز معذرت خواہانہ ہوتا گیا، میرے لہجے میں اشتعال بڑھتا گیا اور میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک صلح جو شخص نے سمجھایا۔ جابر بن یوسف! اتنے جلال میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس زمین پر تنہا ہو اور نئے نئے آئے ہو۔ گروٹا کے لہجے میں نرمی سے زیادہ رعایت حاصل کرنے کی کوشش مت کرو، فلورا کسی وقت بھی مل سکتی ہے کیونکہ تم اس سے دور نہیں ہو تمہیں یہاں بہت سے کام کرنے ہیں۔ سرنگا نے توری اور انگروما کے باغیوں کی جنگ کے درمیان تمہیں گرفتار ہو جانے کا جو مشورہ دیا تھا، تمہیں اس پر غور کرنا ہے، تمہیں یہاں سکون سے بیٹھ کر اپنی ذہانت اور شجاعت کی بساط بچھانی ہے۔ اگر تم نے شروع ہی سے فشار برپا کر دیا تو یہ لوگ تم سے محتاط ہو جائیں گے اور ان کی میزبانی کا یہ انداز بدل جائے گا۔ میں نے اپنے اندر بیٹھے ہوئے اس صلح جو شخص کی باتیں بزدلی سے تعبیر کیں۔ مجھے اپنی ترغیبیں خود زہر لگیں۔ ہونہہ، میں نے خود سے کہا۔ اگر پہلے ہی موقع پر اپنی عظمت کا سکہ نہ جمایا گیا تو آئندہ وہ مجھ سے اور نرمیوں کی توقع کریں گے۔ یہاں پھر ایک طویل وقت گزر جائے گا اور کچھ نہیں ہوگا، جو فیصلے کرنے ہیں یا کروانے ہیں، ان میں تاخیر عبث ہے، گروٹا سے کہہ دو کہ اسے میری میزبانی عزیز ہے یا نربگا سے کیا ہوا عہد؟

میں نے گروٹا سے کہہ دیا۔ ''اگر تم اسی وقت فلورا کو پیش نہیں کرو گے تو میں بیسرنار کے قوانین کا احترام کرنے کا پابند نہیں رہوں گا۔ سنتے ہو۔'' میں نے تیز آواز میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ جارا کاکا کی روح اپنے ایک غلام کی خواہش کا زیادہ خیال رکھے گی۔ تم نے درمیان میں آنے کی

کوشش کی تو پھر ناکامی کا منہ دیکھو گے کیونکہ تمہارے مقابل جو شخص کھڑا ہے وہ کسی اعتماد ہی سے اس مضبوط لہجے میں بات کر رہا ہے۔"

گروٹا کے پاس شاید میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے میری تندی اور تلخی برداشت کرتا رہا اور نہایت نرمی سے کہنے لگا۔

"معزز جابر بن یوسف! مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے لیے وقت درکار ہے۔ میں انہی کے پاس جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی صائب فیصلہ کرنے میں میری مدد کریں گے۔"

"اور میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" میں نے عزم سے کہا۔

"آؤ" وہ کچھ جھجک کے بولا۔

ہم دونوں جلد ہی بستی کے درمیانی حصے پر پہنچ گئے، جہاں ایک چھوٹی سی عبادت گاہ کے گرد انگروما کے منتظم عالم موجود تھے۔ میں دور کھڑا رہ گیا۔ گروٹا اپنے ساتھیوں کے پاس مشورے کے لیے چلا گیا اور میں نے دور کھڑے کھڑے دیکھا کہ ان کا سکون گروٹا کی اچانک آمد سے درہم برہم ہو گیا ہے۔ وہ گفتگو کرتے ہوئے بار بار میری جانب دیکھتے تھے۔ ان کے تلاطم سے میری سرکشی کو ہوا گئی اور جب انہیں کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے دیر ہو گئی تو انتظار کرنے کے بجائے میں خود ان کی جانب بڑھنے لگا۔ کسی نے اشارہ کیا کہ میں ان کی طرف آ رہا ہوں۔ وہ سنبھل کر میرے پہنچنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب میں ان کے درمیان پہنچا تو انہوں نے ایک دوسرے کو سوال طلب نظروں سے گھورنا شروع کر دیا۔ "معزز جابر!" ایک عمر رسیدہ شخص آگے آیا اور شائستگی سے لرزیدہ آواز میں بولا۔ "فلورا کو ہم نے مقدس ریماجن سے مشورہ کر کے تحفظ دیا ہے، گروٹا اور انگروما کے دوسرے منتظموں کا وعدہ اصل میں مقدس ریماجن کا وعدہ ہے، جب تک اس کی طرف سے یہ تحفظ نہ اٹھ جائے ہم تم سے توقف کی درخواست کریں گے۔"

ریماجن کا نام میرے لیے نیا تھا لیکن اس موقع پر میں ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھ گچھ کر کے اپنی کم علمی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یقیناً ریماجن کوئی اہم شخص ہوگا جس کا تذکرہ وہ اتنے ادب سے کر رہے تھے۔ اس کے نام کے ساتھ انہوں نے مقدس کا لفظ بھی استعمال کیا تھا۔ میں نے اپنے آئندہ رویے کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور پھر میرے ذہن میں بجلی کی طرح ایک خیال کوندا۔ میں نے ادب سے کہا۔ "اے بزرگو! مقدس ریماجن کی خدمت میں میری یہ حقیر خواہش پہنچا دو۔ وہ جارا کا کے ایک پسندیدہ غلام کے لیے اپنا فیصلہ بدل دے گا۔ اسے معلوم ہوگا کہ کس کی امانت کس کے پاس رہنی چاہیے۔ کون اس لڑکی کا صحیح دعوے دار ہے۔ میں سرِ شام منعقد ہونے والی جارا کا کی مشترکہ عبادت میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔ شام کو میں تمہارے سامنے ایک بیان بھی دینا چاہتا ہوں کہ تم مقدس اقابلا کے ساتھ سرکشی سے تائب ہو جاؤ۔ امید ہے تم مجھے اس کا موقع ضرور دو گے۔"

"ضرور ضرور۔" ان کے چہروں پر شادمانی چھا گئی۔ اس مسکراہٹ میں کینہ شامل نہیں تھا۔ "ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے ہمیں اس کا موقع دیا۔ لو ہماری طرف سے انگروما کی اقبال مندی کا یہ جام نوش کرو۔" بوڑھے نے اپنا قدح میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے ایک ہی سانس میں پی لیا اور بازو سے باچھیں پونچھتے ہوئے بولا۔ "اب میں چلتا ہوں۔ مجھے انگروما کا یہ سبزہ زار دیکھنا ہے اور دیکھنا ہے کہ تم نے کتنے طلسم کدے اس عرصے میں تعمیر کیے اور علم و فضل کے معاملے میں کیا کیا مراتب حاصل کیے۔"

http://kitaabghar.com

''یہ زمین تمہاری ہے۔'' گروتا نے خوش دلی سے کہا۔

ان کا انکسار اور عجز ان کی سب سے بڑی خوبی تھی جو تاریک براعظم میں اقابلا کی قلم رو میں عنقا تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اقابلا کی سلطنت کے ستم رسیدہ لوگ تھک کے انگروما کا رخ کرتے تھے، جہاں غذاؤں کی بہتات تھی اور غلاموں کے ساتھ حاکموں کا رویہ بہت مشفقانہ تھا۔ وہ اپنی میزبانی اور حسن سلوک سے ہر شخص کو پسپا کر دیتے تھے۔ میں ان کی خوش خلقی سے اپنے تمام سخت عزائم کے باوجود اچھا تاثر لے کر وہاں سے چلا آیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے اپنے ارادے بدل دیئے ہیں۔ میں نے ریما جن کا ذکر آنے کے بعد مزید اصرار مناسب نہیں سمجھا تھا۔ فلورا کو دیکھنے کی آرزو شدت سے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ میرا وہی حال تھا جو بینز نار کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے تھا وہی بے چینی، وہی ایک کسک، جب اس کا خیال آتا تھا تو سارا تاریک براعظم منہدم کرنے کو جی چاہتا تھا۔ زخم دکھنے لگتے تھے اور بہت سی کربناک یادیں سینے میں آگ لگا دیتی تھیں۔ یہ سب اسی کی وجہ سے تھا۔ وہ نہ بیروت میں دوبارہ ملتی اور نہ اس ہولناک سرگزشت کا آغاز ہوتا۔ بیروت میں کسی حسین لڑکی سے میری شادی ہو گئی ہوتی اور وہاں کی صاف وشفاف سڑکوں پر میں دھوم مچاتا پھرتا۔ وہاں کے شبینہ کلبوں میں نازنینیں مجھے دیکھ کر میری طرف لپکتیں۔

فلورا سے اب میرا کیا رابطہ تھا! میں سمجھتا ہوں وہ ایک قرض تھا جو مجھے ادا کرنا تھا، وہ ایک ضد تھی جو پوری کرنی تھی، وہ ایک غرور تھا جس کا اظہار ضروری تھا، وہ ایک طاقت تھی جو اس کے حصول کے بغیر بے سند تھی۔ مگر وہ میری منزل نہیں تھی۔ وہاں پہنچ کے مجھے ٹھہرنا نہیں تھا۔ درمیان میں دوڑتے دوڑتے کبھی اس کا خیال آ جاتا تھا۔ ورنہ منزل تو بہت دور تھی اور اس منزل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں یہ جدوجہد تمام تر شعبدہ گری سمجھتا تھا۔ مجھے جہاں تک جانا تھا۔ وہیں تک جانا تھا۔ وہی ایک چہرہ۔ ایک مینار، ایک سنگ میل، مجھے وہیں تمام ہونا تھا۔ کسی مرتبے پر پہنچنا اور کسی شخص کے دل میں نفوذ کرنا دو مختلف عمل ہیں۔ مہذب دنیا میں اگر دنیا کی سب سے حسین دوشیزہ کے روبرو میں اتنے جان لیوا اظہار کرتا اور اتنے اذیت ناک مرحلوں سے گزرتا تو اس کا دل راکھ ہو گیا ہوتا مگر جو شخص مجھے مطلوب تھا، اس کا نام اقابلا تھا اور بے شمار نا دیدہ، ویدہ طلسم میرے اور اس کے درمیان حائل تھے کتنی ہی بار میں نے خود کو ایک مرا ہوا شخص سمجھا اور پھر کسی امید، کسی کرن نے مجھے متحرک کر دیا۔ کتنی ہی بار میری سانس اکھڑی اور میں زمین پہ کھڑا کھڑا اس کی پہنائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر کسی تنکے نے سہارا دے کے مجھے روک دیا۔ توری میں اقابلا کے دربار سے واپس آ کے میں نے اپنے بے دست وپا وجود پر قناعت کر لی تھی لیکن پھر انگروما کے باغی آ گئے اور انہوں نے تاریک براعظم متزلزل کر دیا۔

میں انگروما کیوں آ گیا؟ انگروما کے راستوں پر وہاں کے باشندوں کے درمیان چلتے ہوئے میں یہی سوچ رہا تھا اور میری نگاہیں ہجوم میں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ سمورال کی مالا کے دانے میری سمت متعین کر رہے تھے اور چوبی اژدہا متحرک ہو کے میرے شانوں پر بیٹھا اپنا منہ ایک سمت کیے ہوئے مجھے اشارے کر رہا تھا۔ خود میں وہ عمل دہراتا جا رہا تھا جو آج انگروما میں میری جدِ اول کا آغاز کرنے والے تھے۔ اس کے بعد ہی میں اپنے لیے کوئی راستہ منتخب کر سکتا تھا۔ میں اس انکسار سے بھی، انگروما کے لوگ جس سے مجھے نواز رہے تھے، اپنی قدر وقیمت کا صحیح تخمینہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کے لیے ایک پیش قدمی کی جرأت کرنی تھی۔ شام کی آمد آمد تھی اور میں گوشے گوشے میں بو سونگھتا پھر رہا تھا۔ ہزاروں افراد اب تک میری نظروں سے گزر گئے تھے۔ میدانوں میں جابجا پتھر کے مجسمے ایستادہ تھے۔ ان کی تعداد پہلے سے خاصی بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ فلورا مجھے کہیں نظر نہیں آئی

http://kitaabghar.com

لیکن ایک جگہ میرے قدم رک گئے۔ میں نے ایک مجسمہ غور سے دیکھا۔ وہ ایک تنومند شخص کا مجسمہ تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اژدہا مجسمے کے گرد لہرانے لگا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ اس بات سے مجھے دکھ ہوا۔ کیا یہ لوگ مجھے ایک بے ضرر شخص سمجھتے ہیں؟ یا اپنے علم و تربیت سے اتنے آسودہ ہیں کہ ان کے پاس میری ہر تخریب کا مداوا موجود ہے، وہ مجسمہ، ایک سیاہ فام شخص کا مجسمہ میرے سامنے تھا۔ میں نے سوچا، اسے زمین میں گاڑ دوں یا ریزہ ریزہ کر دوں؟ اس پر شپالی پھینک دوں یا جالموش کا عطا کیا ہوا ہار پہنا دوں، جس کے زہریلے بچھو اس میں اپنے ڈنکوں سے سوراخ کر دیں؟ میں اسے بدترین سزا دینے کے پہلوؤں پر غور کرتا رہا لیکن کسی اقدام سے قبل میرے ہاتھ رک گئے۔ اگر یہ مجسمہ یہاں موجود ہے تو قریب ہی ایک دوسرا مجسمہ بھی موجود ہوگا۔ میں نے نگاہ وسیع کی۔ اس وسعت میں چہار اطراف پھیلے ہوئے مجسموں میں مجھے اپنی مانوس شکل کہیں دکھائی نہیں دی۔ وہ کہیں اور ہے، کہیں دور...... ممکن ہے وہ پتھر کے خول میں مقید نہ ہو؟ سرِ شام ہی مشترکہ عبادت کا اہتمام ہوتا تھا اور اس میں میری شرکت لازم ہوتی تھی۔ میں نے مجسمے کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے کاندھے پر بٹھا لیا۔ وہ ایک بھاری شخص تھا مگر میری پشت ایسے کئی مجسموں کا بوجھ بیک وقت برداشت کر سکتی تھی۔ میں نے ایک سحر کے ذریعے اسے عام نگاہوں سے روپوش کر دیا۔ صرف برگزیدہ آنکھیں دیکھ سکتی تھیں کہ وہ میری پشت پر سوار ہے۔ اب میں تیز قدموں سے اس میدان کی طرف جا رہا تھا جہاں انگروما کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ میدان میں خاصے لوگ جمع ہو چکے تھے اور چہار اطراف سے میدان میں داخل ہو رہے تھے۔ میری نگاہ کے سامنے دور اونچائی پر گروتا، گورے اور انگروما کے دوسرے بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ حسبِ دستور ان کے آگے ایک بڑا الاؤ روشن تھا۔ میں جس وقت مجمع میں داخل ہوا، لوگ مجھے دیکھ کر ہیبت سے پیچھے ہٹنے لگے اور گروتا تک خود بخود ایک راستہ سا بنتا گیا۔ گروتا اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ میں ان سب کی پروا کیے بغیر چبوترے پر پہنچ گیا اور میں نے مجسمہ وہیں نصب کر دیا۔ اب مجسمہ سارے مجمع کی نگاہوں میں آ چکا تھا۔

''جابر بن یوسف'' ! گروتا چیخ کر بولا۔ ''تم اسے یہاں کیوں اٹھا لائے؟''

''میں اس کے خون سے جارا کا کا کی مقدس روح کو آسودہ کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے چلا کر جواب دیا۔

''لیکن یہ انگروما کی مقدس سرزمین کی امان میں آیا ہے۔''

''اور میں مقدس جارا کا کا کے نام پر اسے قربان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے اس سعادت سے بڑھ کے اور کیا نیکی ہو سکتی ہے؟''

''مگر اس کے لئے ہمیں مقدس ریماجن سے اجازت لینی ہوگی۔'' گروتا کے قریب کھڑے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

''اور مقدس ریماجن کو ایک برے شخص کو قربان کر دینے پر کوئی اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

اسی اثناء میں تمام مجمع زمین بوس ہو گیا تھا۔ گروتا کے سوا چبوترے پر کھڑے ہوئے انگروما کے تمام بزرگ گردنیں جھکائے گریہ وزاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے تاخیر اپنے لیے مہلک سمجھی اور اپنے سحر سے مجسمہ فی الفور متحرک کر دیا۔ پتھر کا منجمد خول جب حرکت کرنے لگا تو لوگوں نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ نربگا تھا۔ نربگا میری صورت دیکھتے ہی خوف سے گنگ ہو گیا تھا۔ جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے اجتماع میں غیر متوقع طور پر مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے ہونٹ لرزنے لگے، اس نے گروتا کی جانب پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ گروتا کی گردن بھی

http://kitaabghar.com

جھک گئی۔ میں نے دہکتے ہوئے الاؤ میں سرعت سے ہاتھ ڈال کر دو انگارے نکالے اور ایک ہولناک چیخ ماری۔ میری دہشت ناک چیخ سے سارا مجمع لرزہ براندام ہو گیا اور لوگ کھڑے ہو کے میری وحشت دیکھنے لگے۔ میرے ایک ہاتھ میں جلتے ہوئے انگارے تھے اور دوسرے ہاتھ میں جارا کاکا کی کھوپڑی۔ دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ نربگا کی طرف بڑھے ہوئے تھے۔ ''مقدس جارا کاکا تیرے لیے۔'' میں نے دہاڑ کے کہا۔ ''اور مقدس ریما جن تیری اجازت سے، جارا کاکا کی خوشنودی ہی تیری اجازت ہے اور اجازت طلبی کی صدا جابر بن یوسف لگا رہا ہے۔''

''جابر بن یوسف!'' ایک بوڑھا چیختا ہوا آگے آیا۔ ''انگروما کے ساحروں کا صبر و ضبط مت آزما۔''

''مجھے یہاں جس مقصد سے بھیجا گیا ہے، وہ تجھے نہیں معلوم بوڑھے پیچھے ہٹ جا اے بزرگ شخص اپنی جگہ چلا جا۔'' میں نے سختی سے کہا۔ ''جارا کاکا کس کے زیادہ قریب ہے؟ اس کا فیصلہ آج ہو جائے گا۔''

تنومند نربگا لرزنے لگا تھا۔ غیر اختیاری طور پر وہ چبوترے سے بھاگنے لگا لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد ٹھٹک کر ایک جگہ ساکت ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کر دینا چاہتے تھا لیکن میں نے ایسی عجلت اپنے مستقبل مزاج کے موافق نہیں پائی۔ میں اسے پوری اذیت دینا چاہتا تھا۔ انگروما کے بڑے مجمع کے سامنے میرا یہ اقدام باقاعدہ غور و فکر کے بعد تھا۔ گروٹا اور دوسرے ساحر دم بخود کھڑے تھے۔ میں نے آخری لمحے تک ان کی طرف سے کسی مداخلت کا امکان یکسر رد نہیں کیا تھا۔ میں پوری طرح اپنے عمل میں منہمک اور اپنے قدموں پر مستعد جما ہوا تھا۔ میں نے وہ دونوں شعلے نربگا کی طرف پھینک دیئے۔ نشانہ ٹھیک اس کی آنکھوں پر لگا، وہ ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ تڑپنے اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ میں نے اسے بھاگتے ہوئے اپنی جانب کھینچ لیا اور اس کے بال پکڑ کے چہرہ سامنے کیا۔ شعلوں نے اس کی آنکھیں ویران کر دی تھیں۔ خون اور جلتے ہوئے گوشت کے دو بڑے دھبوں نے اس کا چہرہ مکروہ بنا دیا تھا۔

لمحوں میں اس کا چہرہ مسخ ہو گیا۔ کاش میں اسے اور اذیتیں دے سکتا۔ کاش یہ مجمع توری کا مجمع ہوتا اور میں نے یہ قربانی جارا کاکا کے نام پر کرنے کا اعلان نہ کیا ہوتا۔ ہر طرف گہرا سکوت تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکریں لگانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور الاؤ کے گرد ایک عمل پڑھ کے اپنی تمام تر ظاہری و باطنی طاقت یک جا کر جارا کاکا کا نعرہ لگایا۔ ''صرف تیرے لیے'' میں نے دہاڑتے ہوئے کہا اور میرے خنجر نے نربگا کے سینے سے خون کا فوارہ جاری کر دیا۔ میں نے اس کے تڑپتے ہوئے خون آلودہ لاشے میں جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا۔ پھر گورے، گروٹا اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ ''اس کی روح اپنے زندان خانے میں بھجوا دو۔ ممکن ہے کسی وقت یہ تمہارے کام آ جائے۔'' گورے نے آگے بڑھ کر نربگا کا نرخرہ دبا لیا اور گروٹا سے احترام کے ساتھ اس کا نیولا لے کر نربگا کے گلے پر رکھ دیا۔ پھر اس نے کوئی عمل پڑھا۔ نیولے نے نربگا کی گردن پکڑ لی۔ اسی لمحے نربگا کی لاش ٹھنڈی ہو گئی۔ ہر جگہ خون پھیلا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ خون سے سرخ تھے۔ میں نے جارا کاکا کی رنگین کھوپڑی گلے میں ڈال لی اور نربگا کی لاش دونوں ہاتھوں سے اٹھا کے الاؤ میں جھونک دی۔ جب میں اس عمل سے فارغ ہوا تو مجمع میں سرگوشیاں سی گونجنے لگیں۔ ''آؤ۔ ہم جارا کاکا کی مشترکہ عبادت کا عمل جاری کریں۔'' میں نے بلند آواز میں کہا جیسے ابھی ابھی جو واقعہ ہوا ہے، اسے تازہ رکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ گروٹا اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں خوں بار ہو گئی تھیں۔ گروٹا نے آگے آ کے جارا کاکا سے انگروما کی سربلندی کے لئے دعائیں مانگیں لیکن اس کی آواز میں لرزش

تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جلد سے جلد یہ رسمی کام ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے عجلت تمام عبادت کی رسوم سے نمٹ کر مجمع منتشر کرنا چاہا تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک لیا اور گروتا سے دبنگ لہجے میں پوچھا۔ ''میری بات کا کیا جواب ہے؟''

''ہم نے تمہارا پیغام بھجوا دیا ہے۔'' اس نے بے رخی سے کہا۔

''تم نے اس موقع پر کوئی جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔''

''ہمیں جواب کا انتظار ہے۔''

''کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے میری میزبانی کے نیک فریضے سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں؟ مجھے اب براہ راست مقدس ریماجن سے بات کرنی ہوگی؟''

''ہم تمہیں اس کا ردعمل ظاہر ہونے تک محتاط رہنے کی تلقین کریں گے، امید ہے تم مقدس ریماجن کو ناراض نہیں کرو گے۔'' گروتا نے بے دلی سے جواب دیا۔

''میں؟'' میں نے اپنا رخ بدل کے مجمع سے خطاب کیا۔ ''اے انگروما کے لوگو! میں جابر بن یوسف مقدس اقابلا کے پندرہ جزیروں کا سردار تم سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ میں مقدس اقابلا اور ساحر اعظم جالوش کی طرف سے تمہارے لیے ایک تنبیہ ہوں کہ تمہیں طاقت اور کمزوری کا فرق سمجھاؤں۔''

''وہ ظالم ہے، وہ جابر ہے۔'' مجمع نے نعرے لگائے۔

میں نے چیخ کر انہیں خاموش کرا دیا۔ ''لیکن وہ ایک عظیم طاقت ہے اور اسے جاراکاکا کی اعانت حاصل ہے۔''

وہ میری بات سننے کے بجائے جاراکاکا کے نام کا ورد کرنے لگے۔ میں نے چیخ کر پھر انہیں خاموش کرایا۔ ''تم کب تک شکستوں سے دوچار ہوتے رہو گے؟ ایک دن طاقت، تمہاری ناتوانی پر غالب آ جائے گی۔ میں تمہیں یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اے نیک لوگو! تم انگروما کی حد تک اپنے آپ کو مقید کر لو اور اقابلا کی معزولی کا خیال دل سے نکال دو۔''

مجھے حیرت تھی کہ گروتا اور اس کے ساتھی مجمع سے میرا خطاب خاموش کھڑے سن رہے ہیں۔ میں نے ملکہ اقابلا کی شان و شوکت کے متعلق کچھ کہنا شروع کیا تو ہجوم نے میری یہ بات مسترد کر دی لیکن انہوں نے کسی شدید ردعمل کا اظہار بھی نہیں کیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس وقت تک خطاب کرتا رہوں گا جب تک وہ میرا اثر قبول نہیں کریں گے۔ گروتا نے پیچھے سے آ کے مداخلت کر دی اور میرے نام کے ساتھ تمام احترام ادا کرتے ہوئے مجمع سے کہا کہ میں جزیرہ توری سے آج ہی آیا ہوں اور جو نیا شخص آتا ہے وہ اسی طرح کی باتیں کرتا ہے اور ہم اسی طرح سنتے ہیں۔ اس لئے انہیں میری بات سن لینی چاہیے۔ یہ کہہ کے گروتا پھر پیچھے چلا گیا اور اس نے گویا بھرے مجمع میں میرے ساتھ ہمدردانہ رویے کا اظہار کر کے میری سبکی کی۔ میں نے پھر کوئی جملہ ادا نہیں کیا اور گروتا کی طرف اشتعال کی نظروں سے دیکھا۔

پھر چبوترے پر میرا حال پہلے سے مختلف ہو گیا۔ میں عقل و ہوش سے دور ہو گیا اور میں نے جالوش کے علاقے میں حاصل کیے گئے سحر پڑھنے شروع کر دیئے، رات ہو چلی تھی الاؤ کے گرد میرے وحشیانہ انداز، میری ساحری، میری چیخوں اور لمحے لمحے بعد سکوت نے اس پُراسرار ماحول

کے تاثر میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ ''ستو گروتا'' میں نے گرج دار آواز میں کہا اور میری آواز کے ساتھ ہی چبوترے کی زمین دہلنے لگی۔ ''ستو گروتا! میں نے براہ راست مقدس ریما جن سے رابطہ قائم کر لیا ہے، دیکھو وہ جابر بن یوسف کا کیسا خیال رکھتا ہے۔''

گروتا اور اس کے ساتھی ہلتے ہوئے چبوترے پر اپنے پیر جمانے کی کوشش کر رہے تھے میرے مستانہ نعرے ہر طرف گونج رہے تھے، اندھیرے میں اچانک ہجوم کی پشت سے ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ میرے بلند ہاتھ تیزی سے گردش کرنے لگے، رفتہ رفتہ اس ہذیانی چیخ کی آواز گہری ہوگئی۔ وہ پاگلوں کی طرح ہجوم چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ گردن جھٹک کے تیزی سے چبوترے کے نزدیک آرہی تھی۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی جاتی تھی، ہجوم کائی کی طرح چھٹتا جاتا تھا۔ وہ سرتاپا برہنہ تھی۔ اس کے چہرے اور شانوں پر پھیلے ہوئے بالوں کی وجہ سے اس کی صورت کبھی کبھی دکھائی دیتی تھی۔ پیر جھٹکتی، دیوانہ وار چیختی ہوئی وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہجوم عبور کر گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ اس کے لئے پھیلا دیئے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت گروتا اور اس کے ساتھیوں کا کیا تاثر تھا؟ چبوترے کی لرزش ختم ہوگئی تھی۔ اچانک اس وقت میرے دل میں ایک خیال آیا، میں نے اپنا خنجر تولا اور ارادہ کیا کہ اسے اس کے سینے کے پار کر دوں لیکن اسی لمحے اس کے خوب صورت چہرے سے بال ہٹ گئے اور ایک مدت بعد، ایک طویل عرصے بعد وہ چہرہ میری نظروں کے دائرے میں آیا تو خنجر میرے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا۔ میں نے خنجر پھینک دیا اور دونوں ہاتھ نیچے کر کے اس مضطرب عورت کو ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ جیسے ہی وہ میرے ہاتھوں میں آئی۔ اس کے اعصاب جواب دے گئے اور وہ نڈھال ہو کے میرے بازوؤں پر جھول گئی۔ میں نے اسے چبوترے پر کھڑا کیا اور اس کے بال درست کیے مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میرے سامنے وہی ہے...... وہی فلورا...... حالاں کہ جس وقت میں نے پہلی بار اس کی دردانگیز چیخ سنی تھی، اسی وقت مجھے اس کی آمد کا یقین ہو گیا تھا۔ پھر میں نے جاراکاکی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے ہلاک کرنا چاہا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں ایک جگہ ٹک گئی تھیں۔ میں نے اپنے سینے کے تمام نو ادر پشت کی طرف کر لیے اور اسے اپنے سینے میں اس طرح مدغم کر لیا جیسے وہ میرے وجود ہی کا ایک حصہ ہو۔

گروتا نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی۔ میں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ فلورا کو اپنے کاندھوں پر ڈالا اور آہستگی کے ساتھ چبوترے سے اتر گیا۔ گروتا میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ اسی وقت تین نیزہ بردار شخص میرے اردگرد چلنے لگے اور انہوں نے ایک وسیع جھونپڑی تک پہنچانے میں میری رہنمائی کی۔ جھونپڑی میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ مٹکے، پیال کا آرام دہ بستر، قدح اور طشت...... پھل گوشت اور شرابیں۔ میں نے فلورا کو پیال کے بستر پر لٹا دیا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

تاریک براعظم میں آنے کے اتنے عرصے بعد وہ میرے اس قدر سامنے تھی اس کا رنگ کچھ اور نکھر گیا تھا۔ رخساروں پر سرخی اور تابانی تھی۔ بدن سے خون چھلکا پڑ رہا تھا۔ توری میں پہلے دن میں نے اسے دیکھا مگر اس وقت اس کے سارے جسم پر چھوٹے چھوٹے زرد کیڑے رینگ رہے تھے اور توری میں پہلے خادمائیں توشا اور نیری کی نگرانی کے لیے مامور ہوئی تھیں، وہ وقت ایسا تھا جب ہمیں آنے والے بھیانک وقت کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اب اس کا سراپا پھر میری نظروں کے سامنے تھا اور میں اس کا مالک تھا۔ میری محبوبہ میرے سامنے تھی۔ پھر مجھے نہ جانے کیا ہوا کہ میں دیر تک ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا...... اس کے ترشے ہوئے گلابی ہونٹ بند تھے۔ میں نے انہیں پانی سے تر کیا اور انگلی سے سہلانے لگا۔ اس وقت

http://kitaabghar.com

میرے ذہن کے پردے پر وہ تمام مناظر ابھر رہے تھے جو فلورا سے وابستہ تھے۔ آکسفورڈ میں اس سے ملاقات، بیروت میں اس کے ساتھ حسین لمحے، شوالا سے معرکہ آرائی کے وقت میرے ساتھ آنے سے اس کا انکار، اس کے تعاقب میں مختلف جزیروں کا سفر۔ میری عقل خبط تھی کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں کہ اس نے ایک نازک لمحے میں میرے بجائے شوالا کو ترجیح دی تھی اور وہ نربگا کے ساتھ بھاگتی رہی تھی۔ کبھی اس کے چہرے پر مجھے بے انتہا پیار آتا، کبھی نفرت ابلنے لگتی۔ آخر میں نے پانی کے چند چھینٹے اس کے رخساروں پر ڈالے۔ اسے ہوش آنے لگا۔ اس کے بدن میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ میں نے اشتیاق سے اسے آواز دی۔ ''فلورا!'' وہ کسمسانے لگی، اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور حواس باختہ ہو کے مجھے دیکھنے لگی۔ ''فلورا......'' میں نے آہستگی سے اسے پکارا۔

اس نے اردگرد نگاہ دوڑائی اور پھر میرا چہرہ تکنے لگی اور ایک دم ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے وہیں لیٹنے کا اشارہ کیا۔

''یہ خواب نہیں، حقیقت ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''تم؟'' وہ وحشت زدہ ہو کے بولی۔ ''تم یہاں؟''

''ہاں میں یہاں ہوں، تمہارے پاس۔ آخر میں نے تمہیں پالیا۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

شاید اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے میرا بازو چھو کے دیکھا۔ ''یہ انگروما ہے؟''

''ہاں یہ انگروما ہے اور میرا نام جابر ہے۔ میں ایک بار پھر تمہیں اس کا موقع دوں گا کہ میری رفاقت تمہیں عزیز ہے یا ان سیاہ فام لوگوں کی؟''

''تم واقعی جابر ہو۔'' وہ دوبارہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ ''مگر میں یہاں کس طرح آ گئی؟''

''تاریک براعظم میں سوال کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تسلیم کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔''

''اوہ جابر!'' اس کی آواز لرزنے لگی اور وہ بے تابانہ میری آغوش میں گر گئی اور اس کی آنکھوں سے ایک سیلاب جاری ہوا۔ وہ کچھ اس طرح روئی کہ میرے سینے پر دریا بہنے لگا۔ میری ریگ زار آنکھیں بھی کروٹیں لینے لگیں۔ یہ صحرا بھی نم ہو گیا۔ اس کا طوفان رہ رہ کے اٹھ رہا تھا۔ اس درمیان اس نے جو لفظ ادا کئے، وہ میری سمجھ میں نہیں آسکے یا میں خود ایسی کیفیت میں مبتلا تھا کہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس کی رقت میں ایسا درد تھا کہ میرے پتھر پگھلنے لگے۔ جب دیر ہو گئی تو میں نے اس کا سر اٹھایا اور اپنی انگلیوں سے اس کے رخسار خشک کرنے کی ناکام کوشش کی۔

''فلورا!'' میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ان سے جو لاوا ابل رہا ہے، وہ میرا سینہ جلا رہا ہے۔''

''جابر!'' وہ ایک مرتبہ اور تڑپ کے میرے سینے سے لگ گئی۔

میں نے اسے دوبارہ بستر پر لٹا دیا اور قریب رکھے ہوئے گھڑے سے مشروب انڈیل کے اسے پیش کیا، اس نے آدھا پیا، آدھا اس کے سینے پر گر گیا۔ وہ ابھی تک میری موجودگی کا یقین کر رہی تھی اور آنکھیں پٹ پٹا کے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''تم کتنے بدل گئے ہو۔'' اس کا لہجہ اب قابو میں تھا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ ''تمہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟''

''وہ مجھے تمہارے بارے میں بے خبر رکھتے تھے لیکن بعض عورتوں سے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ تم ابھی زندہ ہو اور اس منحوس خطے میں

خاصے نامور ہو گئے ہو۔''

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔ تم نے مقابلے کے بعد شوالا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔''

''آہ!'' وہ غم زدہ لہجے میں بولی۔ ''مجھے اس کی وضاحت کا موقع نہیں ملا۔ میں سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ عارضی ہے مگر شوالا نے مجھے زربگا کے پاس پہنچا دیا۔''

''تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟''

''میں نے اس وقت کچھ اور بات سوچی تھی۔ جب تم شوالا سے معرکہ آرا ہوئے تو یہ تاریک براعظم میں مہذب دنیا کے ایک فرد کے لیے بڑی بات تھی۔ اس عرصے میں، میں نے شوالا کی طاقت، اس کا طلسم اور اس سرزمین میں بسنے والوں کی ساحرانہ قوتوں کا اندازہ بخوبی لگا لیا تھا۔ میں شوالا کے پاس رہ کے اسے تم سے غافل رکھنا چاہتی تھی کیونکہ وہ تم سے شدید نفرت کرتا تھا۔ میں تمہارے دل میں اس کے خلاف ایک عناد پیدا کرنا چاہتی تھی تاکہ اس شخص سے ایک آخری مقابلے کے لیے مزید عظمتیں حاصل کرنے پر توجہ دو اور میرے انکار کا تازیانہ تمہیں مزید علم حاصل کرنے پر اکسائے اور تم شوالا سے انتقام لینے، مجھے کسی طور حاصل کرنے اور نفرت کا اظہار کرنے کے لئے خود کو طاقت ور بنانے میں اور منہمک ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم نے اس وقت تک کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ شاید تم کہیں ٹھہر نہ جاؤ اور تمہاری رگوں میں خون دوڑتا رہے لہٰذا میں نے خود کو تمہاری نظر میں گرا دیا لیکن میری بدقسمتی کہ جب مجھے تم سے ملنے کا موقع ملا، آخری لمحے میں شوالا نے مجھے زربگا کے حوالے کر دیا اور میں ہمیشہ کے لیے تمہارے دل و دماغ میں رسوا ہو گئی۔'' فلورا جذباتی انداز میں بولی۔

فلورا کی باتوں میں صداقت کا اندازہ اس کے جذباتی لہجے سے ہو رہا تھا۔ میں اس کا ایک ایک لفظ اپنی سماعت میں محفوظ کرتا رہا۔ ''کاش تم ایسا نہ سوچتیں۔''

''میں نے اس دن ملکہ اقابلا کی آنکھوں میں تمہارے لیے ایک خاص چمک دیکھی تھی اور جس انداز سے شوالا کا مقابلہ طے ہوا تھا، وہ بھی میری نظر میں تھا۔ میں نے چاہا تھا کہ تمہارا شعلہ میری آمد کے بعد سرد نہ پڑ جائے، یہ شعلہ جلتا رہنا چاہیے کیونکہ ہوائیں تمہارے موافق تھیں۔ اس منحوس خطے سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ میری سمجھ میں آتا تھا کہ ہم ان میں شامل ہو جائیں، ان کا اعتماد حاصل کریں اور ان کی طاقتوں کا راز......''

میں نے فلورا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اٹھ کے دروازے کے پاس آیا۔ پھر میں نے ادھر ادھر کمرے میں کسی نادیدہ شے یا کسی طلسم کی بو سونگھی اور احتیاطاً دروازہ بند کر دیا۔ اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے وہاں تعینات کیا اور شپالی گلے سے اتار کے آگ روشن کر دی۔ پھر میں نے چاروں طرف ایک سحر پڑھ کے پھونک دیا۔ فلورا میری یہ حرکتیں مبہوت سی دیکھ رہی تھیں۔ ''ہاں۔ اب تم اطمینان سے بات کر سکتی ہو۔'' میں نے اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

فلورا کو سلسلہ کلام ملانے میں دشواری ہوئی اور وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگی۔ ''کیا اس وقت میں نے غلط سوچا تھا؟''

''نہیں۔'' میں نے جھجک کے کہا۔ ''تم نے سب کچھ صحیح سوچا تھا لیکن حالات اس طرح پیش نہیں آئے جس طرح ہم سب نے مستقبل

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کے متعلق متصور کیے تھے۔''

''تم اب ایک طاقت ور آدمی ہو۔ جب تم مڑے تھے، میں نے تمہاری پشت پر ان گنت نوادر دیکھے تھے۔ تم نے انہیں حاصل کرنے کے لئے یقیناً بڑی جان لیوا جدوجہد کی ہوگی۔''

''یہ ایک طویل داستان ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔ ''یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کتنا یاد کیا؟''

''آہ۔'' وہ پھر رو پڑی۔ ''میں نے اپنی موت کا بہت انتظار کیا۔ کبھی کبھی امید کی ایک کرن پیدا ہوتی تھی، جب میں تمہارے متعلق کسی سے کچھ سنتی تھی۔ میں اکثر یہ خواب دیکھا کرتی تھی کہ تم مجھے لینے آگئے ہو۔''

''میں تمہیں جگہ جگہ لینے گیا لیکن تم ہر جگہ سے فرار ہوتی رہیں۔'' میں نے شوخی سے کہا۔ ''اب میں نے انگرو ما میں تمہیں پکڑ لیا ہے۔''

''جابر!'' وہ بے تابی سے بولی۔ ''اب کسی کو مجھے چھیننے کی اجازت نہ دینا۔ اس سے پہلے میرا اگلا گھونٹ دینا۔''

''اب میرے بازوؤں میں بڑی طاقت ہے۔''

''تم تو پہچانے نہیں جاتے۔'' اس کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ آئی۔ پھر وہ افسردگی سے کہنے لگی۔ ''کیا ہم اب کبھی واپس نہیں جائیں گے؟''

''یہ سوال سبھی کرتے ہیں۔ سریتا بھی، سرنگا بھی، ڈاکٹر جواد بھی اور کبھی کبھی میں بھی خود سے پوچھتا ہوں لیکن اس سوال کا جواب کسی کو نہیں معلوم۔''

''کیا یہ سب لوگ زندہ ہیں؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''زندہ ہیں؟'' میں نے ہنس کے کہا۔ ''عیش و عشرت کر رہے ہیں، یہ سب جزیرہ توری میں موجود ہیں۔ سب تمہاری طرح بے لباس رہتے ہیں، بوڑھا سرنگا بھی ننگا رہتا ہے۔''

''اوہ جابر!'' وہ بے چینی سے بولی۔ ''مجھے ان کے متعلق بتاؤ۔''

میں نے ایک قدح مشروب کا اور پیا فلورا میری آغوش میں مچلنے لگی اور اس طرح نیم دراز ہوئی کہ اس کا چہرہ میرے چہرے کے سامنے تھا۔ اب اس کی حالت بہتر تھی۔ اور جب قربتوں کا یہ منظر آیا تو میری زبان پر نہ کوئی شکایت آئی، نہ میں اس تلخی کا اظہار کر سکا جو فلورا کے واسطے مجھے ملی تھی۔ جب وہ سینے سے لگی تو ہر غبار چھٹ گیا۔ اس نے شوالا کے پاس جانے کا جو جواز پیش کیا تھا، وہ اس کے جذبات کا ایک بے مثل ایثار تھا۔ مہذب دنیا کے کسی بھی فرد نے اتنی پریشانیاں نہیں اٹھائی تھیں، جتنی فلورا نے اٹھائی تھیں۔ تھوڑی دیر میں ہمارے درمیان کوئی فاصلہ حائل نہ رہا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ دوری میرے حق میں بہتر ہوئی کیونکہ فلورا آج کچھ اور ہی انداز سے مل رہی تھی۔ آکسفورڈ میں تو وہ ایک طنطنے سے بات کرتی تھی، بیروت میں بھی میری وارفتگیوں کے باوجود اس کے ہاں ایک گریز تھا۔ اب اس میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ وہ ہمہ دل، ہمہ جذبہ تھی۔ اس کی قربت میں، میں بھول گیا کہ تاریک براعظم میں میرا کیا مرتبہ ہے؟ میں اس وقت اپنے ماضی میں تھا، میں بیروت میں تھا، میں اس کے سامنے صرف اس کا آدمی تھا اور میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔ صرف اس کی خوشی عزیز تھی۔ صرف اس کی سرشاری مطلوب تھی۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ ہمیں کھانے پینے کا ہوش نہ رہا۔ وہ میری سرگزشت پورے انہماک سے سنتی رہی۔ اس میں سبھی کا ذکر تھا۔

اس میں اقابلا کا بھی ذکر تھا۔ اقابلا کے ذکر پر کئی بار اس کی آنکھوں میں مشعلیں روشن ہوئیں، گو میں نے اس کے ضمن میں اپنی تمام شدتوں کا احوال بیان نہیں کیا کیونکہ مجھے فلورا کی نازکی کا خیال تھا مجھے اس کے شیشے کا خیال تھا۔ جب اقابلا کا ذکر آیا تو میں نے خود اپنے درون خانہ جھانک کر دیکھا۔ اقابلا پوری تمکنت سے میرے اندر موجود تھی۔ وہ کچھ اور سربلند معلوم ہوتی تھی۔ اسے اپنے اندر پا کے مجھ پر فخر و شادمانی کے جذبے چھا گئے اور فلورا پر میرے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ تاریک براعظم میں اتنا عرصہ گزارنے کے بعد فلورا ان رموز سے آگاہ ہو گئی ہو گی جو مقام کی تبدیلی میں بدل جاتے ہیں اور میرا خیال ہے، وہ کہیں نہیں بدلتے۔ صرف رسمیں بدل جاتی ہیں۔ صرف پیمانے مختلف ہوتے ہیں، اس نے میری گفتگو سے مفاہمت کی۔ اس لیے نہیں کہ وہ مفاہمت پر مجبور تھی بلکہ اس لیے کہ اس میں میرے بیان کی سچائی شامل تھی اور تاریک براعظم میں ہم سب بے لباس ہو گئے تھے ہم نے زیادہ قریب سے انسانی جذبوں کا مطالعہ کیا تھا۔ میں نے اسی لیے اقابلا کا نام صاف گوئی سے لیا اور فلورا نے اسے اسی طرح قبول کیا جس طرح میں نے بیان کیا تھا۔ سورج کی اولین کرنیں جب درزوں سے اندر آنے لگیں تو ہمیں وقت کا احساس ہوا۔ رات بھر میں فلورا کو میں اپنے بیتے ہوئے دنوں کے متعلق جو کچھ بتا سکتا تھا، وہ میں نے بتا دیا۔ وہ سریتا، فروزیں، مارشا، جولیا، شراڈ، ڈاکٹر جواد اور سرنگا کے ناموں پر بے چین ہو جاتی تھی۔ ہم ایک دوسرے میں مدغم تھے لیکن وہ اشتعال کے لمحے نہیں تھے۔

ہاں اس کا گداز رات بھر میرے تھکے ہوئے جسم کو تھپکیاں دیتا رہا۔ ہم نے اپنا وقت لطافتوں میں بتایا، وحشتوں میں صرف نہیں کیا، وہ ہمہ تن گوش تھی اور میری زبان سے گزرے ہوئے وقت کا بوجھ اترا رہا تھا۔

''یہ سلسلہ ختم کہاں جا کے ہوگا؟'' اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

''پتہ نہیں لیکن ہم کسی فیصلہ کن موڑ پر ضرور آ گئے ہیں۔ یہاں اسرار کے پرت ہیں، ایک پرت، ہٹاؤ، دوسرا نظر آ جاتا ہے۔ ایک گتھی سلجھاؤ، ہزار گتھیاں پڑ جاتی ہیں۔ ایک معرکہ سر کرو، ان گنت معرکے منتظر رہتے ہیں۔ ایک طاقت زیر کرو، دوسری طاقتیں ابھر آتی ہیں۔''

''بوڑھے سرنگا کا خیال صحیح ہے کہ ہمیں یہاں سے واپسی کی جستجو ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔'' وہ جوشیلے لہجے میں بولی۔

''اس نے توری کے میدان جنگ میں کہا تھا کہ میں انگروما کی قید میں چلا جاؤں، نہ جانے اس کا کیا مطلب تھا۔''

''اس کا مطلب بہت صاف تھا۔ انگروما تمہاری عظمت کی راہ میں سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ تم یہاں ان لوگوں سے وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہو جو توری کے بزرگ عابد تمہیں دینے میں بخل کرتے ہیں کیونکہ انہیں تمہاری سرفرازی سے بہت سے اندیشے لاحق ہو جاتے ہوں گے۔''

''تم نے اپنی اسی ذہانت کی وجہ سے نربگا اور ارمیگا کے دلوں پر حکومت کی ہو گی۔ میں نے بینر نار میں تمہارا تعمیر کردہ مکان دیکھا تھا۔'' میں نے شوخی سے کہا۔

''یہ رگیں مت چھیڑو۔ اگر میں یہ ذہانت صرف نہ کرتی تو آج تم سے دوبارہ ملاقات نہ ہوتی۔''

''اب تم آ گئی ہو تو خوب آرام کرنے کو جی چاہتا ہے۔''

''میں تمہیں آرام نہیں کرنے دوں گی۔'' وہ پرعزم لہجے میں بولی۔ ''تم اسی رفتار سے اپنا سفر جاری رکھو گے جس طرح اب تک سفر کرتے

رہے ہو بلکہ اس میں اور شدت پیدا کرو گے۔ میں تمہارے بہت قریب ہوں لیکن تمہیں اس وقت تک اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دوں گی، جب تک ہم اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیتے۔''

''میں تمہیں دبوچ لوں گا۔'' میں نے اس کی ہڈیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

''تو میں مر جاؤں گی تاکہ میرا غم تمہیں اپنے مقصد کی یاد دلاتا رہے۔ سنو جابر! تم دو طریقوں سے یہاں اپنا کام شروع کر سکتے ہو، پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ تمہیں یہاں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر انگروما میں علم سیکھنا ہے اور کوئی بڑا مرتبہ حاصل کرنا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمہیں یہاں ہر جگہ یہ عمل جاری رکھنا ہے۔ دوسرا طریقہ مہلک ہے کیونکہ ابھی تمہیں انگروما کے ساحروں کی پیائش کا صحیح اندازہ نہیں ہے، ممکن ہے، کہیں تم ٹھوکر کھا جاؤ۔ یہ مہمانی و میزبانی کی اجازت ایک حد تک دیں گے۔''

''یہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔'' میں نے سرکشی سے کہا۔

''تم تنہا ایک دن خود تھک جاؤ گے ممکن ہے، ایک بار پھر تم انگروما سے توری واپس چلے جاؤ لیکن کیا ہوگا؟ کوئی بڑا انقلاب نہیں آ جائے گا ہمیں کسی امید کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور جدوجہد ہی کرنا ہے تو باقاعدہ منصوبے سے کیوں نہ کی جائے؟''

''تمہارا مقابلہ مہذب دنیا کے کسی شخص یا اشخاص سے نہیں ہے بلکہ پُر اسرار بلاؤں اور ناقابل توجیہہ مظہروں سے ہے۔''

''اور تم نے انہی حالات میں اپنا سینہ بھاری کیا ہے۔'' فلورا جوش میں بول رہی تھی۔ ''اٹھو۔ انگروما کی گلیوں میں چلو۔ مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میرا خیال ترک کر دو اور نئے راستے تلاش کرو۔''

''صبر۔ صبر۔ فلورا۔ ذرا صبر کرو۔ ابھی مجھے تمہیں جی بھر کے دیکھنا ہے۔''

''اس کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔'' وہ شرماتے ہوئے بولی۔

''تم نے بڑا تنگ کیا ہے۔ اب میں تمہیں تنگ کروں گا۔''

''تم مجھے راکھ کر دینا، میرا خون پی جانا، میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ مہذب دنیا کے ساحل پر قدم رکھتے ہی تمہارے حکم پر اپنی جان قربان کر دوں گی۔''

''وہاں تو تم بات بھی نہیں کرو گی۔''

میں اسے چھیڑتا رہا، سورج کی روشنی سے جھونپڑی میں اجالا ہو گیا تھا۔ شپالی کی آگ ابھی تک روشن تھی اور چوبی اژدہا ابھی تک مستعدی سے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے اٹھ کے دیکھا، میرا محاصرہ جوں کا توں قائم تھا۔ میں نے اور فلورا نے گوشت کے چند پارچے ایک دوسرے کے منہ میں ڈالے اور مشروب اچھالے۔ کل صبح جب میں نے انگروما کی خشکی پر قدم رکھا تھا، میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ فلورا سے ملاقات ہو جائے گی۔ اس فلورا سے، جس کے لیے میں تاریک براعظم کے ویرانوں میں عرصے تک خاک چھانتا رہا تھا۔

انگروما میں دوسرے دن ہم دونوں ایک نئے عزم کے ساتھ باہر نکلے۔ ہمارے چہروں پر رات بھر کی بیداری کے باوجود...... شادابی تھی۔

http://kitaabghar.com

فلورا کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ مجھے اپنی برہنگی سے حجاب آنے لگا تھا۔ کچھ یہی حال فلورا کا تھا لیکن کچھ دور جانے کے بعد ہمارے برہنہ جسموں نے ایک دوسرے سے خوب شناسائی پیدا کرلی، مجھے یقین تھا کہ فلورا ابھی وہی سوچ رہی ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔ سرراہے میں نے ایک بڑے درخت پر شپالی پھینک کے آگ لگا دی اور فلورا کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس کے سامنے اپنی طاقت کے عملی مظاہرے کے لیے میرے دل میں عجب امنگیں اٹھ رہی تھیں۔ میں توری کی طرح یہاں کی زمین پر بھی محل اگا سکتا تھا جب راستے میں ایک مجسمہ نظر آیا تو میں نے اسے لمحوں میں متحرک کر کے فلورا کو اور پریشان کر دیا۔ میرے اشارے پر ایک سیاہ فام شخص راستے چلتے چلتے زمین پر لوٹنے لگا۔ فلورا نے یہ تمام دیکھ کے مجھ سے اس کی پرزور سفارش کی اور میں نے اسے دوبارہ صحیح سلامت زمین پر ایستادہ کر دیا۔ ہم اور آگے بڑھے تو میں اپنا خنجر آسمان کی طرف اچھالا، فلورا نے دہشت سے اوپر دیکھا، خنجر ایک پرندے میں پیوست ہو گیا تھا اور اب پرندے سمیت نیچے اتر رہا تھا۔ میں نے پرندہ وہیں چیر پھاڑ کے اس کا دل کھا لیا اور اس کا خوب صورت پر فلورا کے بالوں میں لگا دیا۔ مجسموں کے درمیان میں نے کیشا کا مجسمہ تلاش کیا اور اسے متحرک کیا تو وہ حیرت زدہ ہو کے میرے سینے سے لگ گئی۔ اس کا حسن اور وارفتگی دیکھ کے فلورا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیشا دیر تک میرے بارے میں پوچھتی رہی۔ میں نے آگے جا کے اسے دوبارہ پتھر کے خول میں مقید کر دیا۔ وہ دوبارہ ساکت و جامد ہو گئی۔ میں راستے بھر فلورا کو اپنے طلسم کے تماشے دکھاتا ہوا گورے کے شکستہ طلسم کدے تک پہنچ گیا۔ اس کا طلسم خانہ میں نے جلا دیا تھا اور وہاں سے ہربیکا کی مقدس آنکھیں اپنے قبضے میں کر لی تھیں، وہ آنکھیں اب بھی میری گردن میں لٹکی ہوئی تھیں۔ گورے کے طلسم کدے میں شبستان اقابلا کی پری جمال کنیز نیشا بھی تھی جو انگروما میں میری طرف دار ہو گئی تھی کیونکہ وہ دل سے انگروما کے باغیوں کے خلاف تھی۔ گورے توری کے معرکے میں شریک تھا اور کشتی میں بھی میرے ساتھ تھا لیکن میری اس سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ شاید گورے نے تباہ حال طلسم کدے کے ساتھ ساتھ ایک نیا طلسم کدہ تعمیر کر لیا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے ایک ٹھوکر لگائی تو پتھر میں شگاف پڑ گیا اور اندر سے گورے بھاگتا ہوا آیا۔

''معزز جابر بن یوسف!'' وہ مجھے دیکھ کر سٹ پٹا گیا اور محتاط لہجے میں بولا۔ ''آؤ آؤ اندر آؤ۔ میں تمہیں اپنا طلسم کدہ دکھاؤں۔''

میں نے اندر جا کے ایک اچٹتی نظر ڈالی۔ دیواروں پر جانوروں کی کھوپڑیاں لٹکی ہوئی تھیں اور وسط میں انسانوں کی کھوپڑیوں کا انبار تھا۔ گورے کے طلسم کدے میں پہلے سے زیادہ سامان نظر آ رہا تھا۔ ایک طرف جارا کا کی مورتی رکھی تھی اور اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا، کمرے میں چربی کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ گورے سحر کاری میں مصروف تھا۔ ''ہاں'' میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''تم نے خاصی چیزیں جمع کر رکھی ہیں مگر میری آنکھوں نے جالوش کا طلسمی علاقہ دیکھا ہے اور امسار میں حیرت انگیز نوادر کا مشاہدہ کیا ہے، یہ سب ان کے سامنے کچھ نہیں ہے۔ اس کے لیے ابھی ایک مدت درکار ہوگی اور اس مدت میں جالوش اور آگے نکل چکا ہوگا کیونکہ اس کے ہاں سحر و افسوں کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے۔ اس کے علاقے میں اب بھی لوگ کڑی ریاضتیں کرتے ہیں، میں نے انگروما میں کوئی ایسا علاقہ نہیں دیکھا جو جالوش جیسی درس گاہ کا حامل ہو۔''

''تم نے انگروما میں ابھی کیا دیکھا ہے جابر بن یوسف! افسوس ہے جب تم علوم سیکھنے کے مرحلے میں آئے تو انگروما سے فرار ہو گئے، اگر یہاں رہتے تو مقدس ریما جن تمہیں طلب کر لیتا۔'' گورے نے وہی ردعمل ظاہر کیا جس کا میں خواہاں تھا۔

''لیکن اب میں دوبارہ واپس آیا ہوں تو ایسی صورت نہیں ہے۔'' میں نے پروائی سے کہا۔ ''مجھے تمہاری اس وقت کی مشقت یاد ہے جو تم نے ہر بیکا کو زیر کرنے کے لیے کی تھی۔ اب میں وہ سب سوچتا ہوں تو مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ اس وقت بھی میرے پاس زارشی کا یہ تحفہ شپالی تھا۔ ڈگی کے سینگ تھے۔ اب تو بات ہی کچھ اور ہے، تم ایک زمانے میں میرے اتالیق تھے۔'' میں گورمے کو اکساتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ سے کتنی نفرت کرتا ہوگا کیونکہ میں نے اس کا طلسم کدہ تباہ کر دیا تھا۔ گورمے بڑے ادب سے بات کر رہا تھا، میرے طنز پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا جو میں نے انگروما کے عالموں کے متعلق کیے، پھر وہ ناراض ہونے لگا۔ میں اس کی برہمی ہی کا خواہش مند تھا۔ میں نے ریماجن کے بارے میں شدید جملے کہے اور اس کے علم و طاقت سے جالوش کا موازنہ نہایت اشتعال انگیز انداز میں کیا چونکہ مجھے ریماجن کے بارے میں اہم معلومات درکار تھیں۔ گفتگو کے درمیان میں نے دانستہ طور پر گورمے کے طلسم کدے سے ایک انسانی کھوپڑی اٹھائی اور اس کے نیچے ہیبت زدہ انداز میں کھڑی ہوئی فلورا کا ہاتھ رکھ دیا اور فلورا سے کہا کہ وہ کھوپڑی اچھالے۔ فلورا نے کھوپڑی چھت کی طرف اچھال دی جو ایک جگہ جا کے معلق ہوگئی۔ پھر میں نے گورمے سے کہا کہ وہ کھوپڑی زمین پر لانے کی کوشش کرے اور چاہے تو اپنے کسی بزرگ سے مدد لے لے۔ گورمے نے اس ہتک پر خوں بار آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ ان توہین آمیز کلمات سے اسے صدمہ پہنچایا تھا، اس نے چند لمحوں کے لیے غصے سے آنکھیں بند کیں، دیکھتے ہی دیکھتے معلق کھوپڑی میں آگ لگی پھر اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔ یہ ایک معمولی عمل تھا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ گورمے یہ کام آسانی سے کر سکتا ہے۔ میں نے بظاہر برافروختہ ہو کے اس کی ساری کھوپڑیاں اسی طرح خاک کر دیں جیسا کہ اس نے معلق کھوپڑی کے ساتھ کیا تھا، گورمے اس پر ہذیان بکنے لگا اور اس نے ریماجن کے حوالے سے کہا کہ وہ میرے خلاف اس کی خدمت میں درخواست پیش کرے گا تاکہ میرے گلے میں لگام ڈال دی جائے اور انگروما میں مجھے کھلا نہ چھوڑا جائے، جب گورمے خاصا ناراض ہو چکا اور غصے میں ریماجن کے بارے میں چند اہم نکتے میرے گوش گزار کر چکا تو میں نے اس پتھر پر ہاتھ پھیرا جس پر کھوپڑیاں دھری تھیں۔ شاید گورمے کو ایک پل آنکھ بند کرنے کی مہلت ملی ہوگی کہ ساری کھوپڑیاں جوں کی توں وہاں موجود تھیں، میں نے قہقہہ لگا کے کہا۔ ''گورمے محترم گورمے! دیکھنا ان میں کہیں تمہاری کھوپڑی تو نہیں ہے؟''

گورمے میرے اس عمل پر حواس کھو بیٹھا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس نے اپنی حیرت پر قابو پا لیا اور نہایت اطمینان سے کہنے لگا۔

''مقدس جابر! بلاشبہ تم بہت آگے نکل گئے ہو، میں تم سے درخواست کروں گا کہ مجھے اپنی شفقت کی چھت میں لے لو، مجھے اپنا شاگرد تسلیم کر لو اور اپنے علم کی روشنی سے میرا دماغ منور کر دو۔''

''ایک شرط پر۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

''وہ کیا؟ میں تمہاری ہر شرط منظور کرتا ہوں۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''وعدہ کرو کہ تم مقدس اقابلا کے خلاف جدوجہد سے باز آ جاؤ گے۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ ترشی سے بولا۔

''تمہاری مرضی۔ حالانکہ تم نے ابھی ابھی وعدہ کیا تھا۔''

http://kitaabghar.com

میں دیر تک گورمے کے طلسم خانے میں مختلف چیزیں چھیڑتا اور اسے تنگ کرتا رہا، اس کے بعد گورمے خاصا محتاط ہو گیا، وہ بڑے تحمل سے میرے سخت سست جملوں اور طنز و تضحیک کے رویے کو پی گیا۔ اس دوران میں فلورا بار بار مجھے ٹوکتی رہی تھی۔ وہ خوف زدہ تھی کہ کہیں میں کوئی غلط قدم نہ اٹھالوں۔ میری نظریں نیشا کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ میں نے بے تکلفی سے اس کے بارے میں گورمے سے پوچھا۔ گورمے نے ایک صدا لگا کے اسے فوراً میرے سامنے پیش کر دیا۔ نیشا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر وہی تازگی تھی جو اقابلا کی کنیزوں کا خاصہ ہے، اسے میری آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔ فلورا کے سامنے بارگاہ اقابلا کی ایک اور حسین و جمیل عورت کھڑی تھی۔ ابھی میں گورمے کے طلسم خانے سے نکلنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ مجھے ایک خیال آیا چلتے چلتے میں نے اس سے اس غار کے بارے میں پوچھا جہاں انگروما کے ساحروں نے روحیں قید کر رکھی تھیں۔ ''کیا وہ ابھی تک زنداں میں مقیم ہیں؟'' میں نے گورمے سے پوچھا۔

''ہاں۔ ہم نے ان میں اور اضافہ کر لیا ہے، یقیناً ہمیں کسی وقت بھی ان کی ضرورت پڑے گی۔'' اس نے متانت سے جواب دیا۔

''مگر گورمے! تم انہیں آزاد کیوں نہیں چھوڑ دیتے، کیا تم انہیں تابع کرنے کی خوبی سے محروم ہو جو تم نے ایک غار میں انہیں محبوس کر رکھا ہے؟''

''ہم انہیں اس وقت آزاد کریں گے جب سرزمین اقابلا سے ہمارا آخری معرکہ ہوگا۔''

''لیکن جالموش کے علاقے میں روحیں آزاد رہتی ہیں اور جالموش جب چاہتا ہے، انہیں طلب کر لیتا ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس سلسلے میں خود بھی خاصا تجربہ حاصل کیا ہے۔ کیا تم مجھے وہاں پھر لے چلو گے؟''

''ہمیں مقدس ریما جن سے اجازت لینی ہوگی۔'' گورمے نے جواب دیا۔

''پہلے تم خلوص دل سے انگروما کے حامی بن گئے تھے۔ اب کھلے عام انگروما کے وجود کی مخالفت کر رہے ہو۔''

''اچھا گورمے۔'' میں نے موضوع بدل کے کہا۔ ''میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں دوبارہ تمہارا ہم نوا بن جاؤں گا وراگر تم یہ نہیں سمجھتے تو مجھ جیسے خطرے کو تم نے انگروما کی سرحدوں کے اندر کیوں برداشت کر رکھا ہے؟''

''تم ایک ہوش مند شخص ہو جابر بن یوسف! اقابلا اور جالموش کے لیے تم ہماری نفرت سے پوری طرح آگاہ ہو، یہ نفرت بے سبب نہیں ہے۔ کیا تم نے جالموش کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا ہے، وہ ایک سانپ ہے جو پھن کاڑھے اقابلا کے قصر پر بیٹھا رہتا ہے، وہ ایک ظالم شخص ہے جو صرف اپنی برتری کا خواہاں ہے۔ اس نے اپنے سوا تمام راستے بند کر دیے ہیں اور تاریک براعظم کے عابدوں اور زاہدوں کو اذیت ناک سزائیں دی ہیں۔ کیا تم تاریک براعظم میں جالموش سے بڑے مرتبے کی امید رکھتے ہو؟ تم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ جس دن تم نے اس طرح سوچنا شروع کر دیا۔ جالموش تمہیں آ کے دبوچ لے گا کیونکہ اس نے تمام طاقتیں اپنے گرد جمع کر رکھی ہیں۔ اور اقابلا'' وہ نفرت سے بولا۔'' جابر بن یوسف۔ کیا تمہیں سب کچھ دوبارہ سمجھانے کی کوشش کرنی پڑے گی؟ کیا ہم سب لوگ پاگل ہیں؟ کیا تم اقابلا کی بارگاہ میں وہ منصب حاصل کر سکتے ہو جس کے امیدوار رہو اور یہاں کا ہر شخص جس کا امیدوار ہے؟ اس کا حسن، وہ حسن جس کا پہرے دار جالموش ہے۔ کیا تم اس پہرے دار سے بچ کے اندر داخل ہو سکتے ہو؟''

گورمے کی باتوں میں خاصا اثر تھا۔ وہ ایسے دردناک انداز میں بول رہا تھا کہ اس پر جھوٹ اور تصنع کا گمان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میری نظروں میں وہ سارا منظر گھوم گیا جب اقابلا مجھ پر مائل تھی اور جالموش کی چیخوں نے وہ خوب صورت، وہ دل نشیں منظر منتشر کر دیا تھا۔ جالموش کے

http://kitaabghar.com

علاقے میں اس کا رویہ ۔۔۔۔ اقابلا کی جھجک، سموراں کی پیش بینیاں، سرنگا کے نصائح اور خود میری ذات کا کرب۔ شاید گورے کو معلوم تھا کہ اسے میری کون سی رگوں پر ہاتھ رکھنا چاہیے۔ وہ اقابلا کے اقتدار سے نفرت کرتے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ اقابلا کو تاریک براعظم کے تخت پر متمکن دیکھنا نہیں چاہتے اور وہ جالوش کی طاقت سے حسد رکھتے ہیں اور ان کے یہ باغیانہ خیالات محض بغض و عناد کی وجہ سے ہیں لیکن گورے ایسی ناگفتنی باتیں کہہ رہا تھا جن کا شکار کبھی کبھی میں خود ہو جایا کرتا تھا۔ میں جن آسودگیوں کے بارے میں اپنی تنہائیوں میں سوچتا تھا، اقابلا کے قصر سے ناکام واپس آنے کے بعد جو حال میرا ہوا تھا، وہ انگروما کے ہر فرد کا تھا۔ ان کی کیفیت مستقل تھی، مجھ پر عارضی حملے ہوتے تھے، پھر کہیں سے اس کی نگاہ کرم کی امید ہونے لگتی تھی۔ خود میرے دل میں انہی جذبوں نے کئی بار سر ابھارا تھا۔ میں اتنا بڑا بے وقوف نہیں تھا اور میں اتنا بڑا قانع شخص نہیں تھا کہ یہ تمام ذرائع، تاریک براعظم کے تمام پُر اسرار ذرائع خود حاصل کرنے کی خواہش کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ ان اسرار سے پوری آگہی حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر بھی شدید تھی۔ گو میری ذات کا محور صرف اقابلا تھی، اقتدار نہیں تھا لیکن اقابلا کی زلف دوتا تک پہنچنے کے لیے تاریک براعظم کی تمام طاقتیں اپنی زیرنگیں بنانے کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس بلندی تک پہنچنے کی راہ میں جو فصیل حائل ہوگی، وہی میرا حریف، میرا رقیب تھی اور یہ رقیب اس وقت تک موجود تھا جب تک اسے راستے سے ہٹا نہ دیا جائے۔ گورے کی باتیں انگروما کے لیے پروپیگنڈے کی حیثیت رکھتی تھیں اور پروپیگنڈا اپنا اثر کھو بیٹھتا ہے، اگر معمول کو اس کی نوعیت کا علم ہو جائے کہ وہ جو کچھ سن رہا ہے، پروپیگنڈا ہے، لیکن سچ بہر حال اثر رکھتا ہے، گورے کی باتوں میں سچ تھا، میں ان سب مصائب کا ہدف رہا تھا۔ ممکن تھا، گورے ابھی کچھ اور اشتعال انڈیلتا اس لیے میں فوراً وہاں سے چل دیا۔ اس کے طلسم خانے سے نکل کر میں اور فلورا انگروما کی بستی سے بہت دور نکل گئے۔ ہم نے سنسان گوشوں، غاروں میں بیٹھے ہوئے مست الست زاہد دیکھے۔ ان کے چہرے کسی امید سے چمک رہے تھے جب کہ توری اور دوسرے جزیروں کے زاہدوں کے چہروں پر ایسی تابانی نہیں ہوتی تھی۔ انگروما ایک سرسبز و شاداب جزیرہ تھا۔ جنگل میں ایک درخت کے سائے میں ہم نے پڑاؤ ڈال دیا۔ گورے کی باتوں نے بڑا تھکا دیا تھا، بے شمار چہرے میری نظروں کے دائرے میں رقص کناں تھے۔ فلورا نے اس جگہ کی تنہائی محسوس کر کے مجھ سے بات کرنی چاہی لیکن میں نے اسے خاموش کر دیا۔ یہ کھلی جگہ بات کرنے کے لئے نہایت ناموزوں تھی۔ میں زمین پر لیٹ گیا اور فلورا نے میرے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔ میرے ذہن میں ایک شورش برپا تھی۔

☆==========☆==========☆

ایمان کا سفر

محی الدین نواب کی نشتر سے تیز معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ ۔۔۔۔ ایمان کا سفر ۔۔۔۔ خوبصورت نقابوں کے پیچھے گھناؤنے چہروں کو بے نقاب کرتی ۔۔۔۔ ہمارے اپنے معاشرے میں بکھرے ہوئے اچھے برے کرداروں کی کہانیاں ۔۔۔۔ کہانیوں کا یہ مجموعہ کتاب گھر کے معاشرتی کہانیاں/ افسانے سیکشن میں دستیاب ہے۔

شام کو جارا کا کا کی مشترکہ عبادت میں پھر میرا خنجر خوں ریزی کے لیے مچلنے لگا اور میں نے ہجوم کے سامنے اپنے علم کا کوئی بہت بڑا مظاہرہ کرنے کا ارادہ کیا مگر ہجوم کی انگروما سے سابق عقیدت دیکھ کے میرے حوصلے پست ہو گئے۔ میں نے آواز بلند کر کے پھر انہیں ان کے موقف سے باز رہنے کی تلقین کی۔ انہوں نے کل کی طرح میرا خطاب پوری توجہ سے سنا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے انہوں نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا ہو۔ گورمے کی مسکراہٹ مجھے زہر معلوم ہو رہی تھی۔ میں فلورا کو لے کے وہاں سے چلا آیا۔ انگروما میں مشعلیں روشن ہو چکی تھیں، جھونپڑی میں آ کے ہم دونوں بے سدھ دراز ہو گئے۔ فلورا میری ذہنی کشمکش میں شریک تھی۔

میں انگروما میں کیا کروں؟ گورمے کو ختم کر دوں؟ گرونا کو مار دوں؟ اور چین چن کے غاروں میں بیٹھے ہوئے ساحروں کو نیست و نابود کر دوں؟ کیا میں اتنا بڑا جزیرہ تنہا ختم کر سکتا ہوں؟ میں اپنا میزان کر رہا تھا، ان لوگوں کی شائستگی، نرمی، اخلاق اور تواضع کے رویے بڑے بڑے جری لوگوں کو کمزور کر دیتے تھے تو کیا میرا کام یہ ہونا چاہیے کہ میں یہاں کی اصل طاقت کا اندازہ لگاؤں اور جالموش سے رابطہ قائم کر کے اسے مطلع کر دوں کہ وہ انگروما کو کس وقت زیر کر سکتا ہے یا ان شرائط کے تحت ختم کر سکتا ہے؟ جب جالموش اور اقابلا انگروما کا وجود نہ مٹا سکے تو میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ جالموش نے انگروما کے بارے میں کبھی شدت سے کیوں نہیں سوچا؟ ممکن ہے، وہ اقابلا کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کسی مخالف جزیرے کا وجود خود پسند کرتا ہو تاکہ اس کی عظمت برقرار رہے اور...... اور ممکن ہے...... ممکن ہے کہ خود جالموش کی ایما پر انگروما کا قیام عمل میں آیا ہو؟ ان حالات میں مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے؟ یہ سوال مجھے اس وقت سے پریشان کر رہا تھا جب میں جزیرہ انگروما کی طرف آنے والی کشتی میں بیٹھا تھا۔ میں نے سرکشی کر کے فلورا کو حاصل کر لیا تھا۔ میں اب اور کیا کروں؟ ذہن بند تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کاش سرنگا کی دیوی آ کے رہنمائی کر جاتی۔ میں تھک گیا۔ فلورا نے اٹھ کے میرے لبوں سے مشروبات کے کئی قدح مس کر دیے، مجھے انہیں پینے نہ پینے کا خیال نہیں تھا۔

☆==========☆==========☆

دو بوندیں ساون کی

دو بوندیں ساون کی، ترجمہ ہے جیفری آرچر کے شہرہ آفاق ناول کین اینڈ ایبل کا جسے اُردو زبان میں ترجمہ کیا ہے علیم الحق حقی نے۔ دو بوندیں ساون کی کہانی ہے دو ایسے افراد کی جو ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے تھے اور ایک دوسرے کو شکست دینے اور تباہ و برباد کرنے کے درپے تھے۔ ان میں سے ایک منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا اور دوسرا در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔ ایک شخص نے دُنیا کے بہترین تعلیمی اداروں سے تعلیم پائی اور دوسرے کا استاد زمانہ تھا۔

یہ ناول کتاب گھر کے **معاشرتی اصلاحی ناول** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

http://kitaabghar.com

میں نے حجرہ جلد از جلد انگروما کی باقی زمین سے کاٹ دیا، اب ہماری آوازیں باہر نہیں جا سکتی تھیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس عرصے میں نیشا کہیں انگروما کے باغیوں کی حامی نہ ہو گئی ہو؟ چنانچہ میں نے مختلف طریقوں سے اسے ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ ابھی تک اقابلا کو یاد کرتی تھی۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کے میں نے ریماجن کے متعلق اپنا تجسس ظاہر کیا اور اس کی گفتگو سے مجھے کچھ اطمینان نصیب نہیں ہوا بلکہ ذہنی حالت اور متزلزل ہو گئی۔ وہ ریماجن اور جالموش کو ایک ہی صف میں کھڑا کر رہی تھی۔ ریماجن جالموش کا نائب تھا اور زہد و عبادت سے اس نے جالموش کے درجے کا منصب حاصل کر لیا تھا۔ پھر ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور ریماجن نے انگروما کے جزیرے میں پناہ حاصل کر لی۔ رفتہ رفتہ اس نے ایسی طاقت پیدا کی کہ جالموش سے باقاعدہ نبرد آزما رہنے لگا۔

''مقدس اقابلا؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''یہ اختلاف تو محض جالموش اور ریماجن کے درمیان ہے۔ مقدس اقابلا اس میں کہاں ملوث ہوتی ہے؟ کیا وہ اتنی مجبور اور بے بس ہے کہ اسے اصل حالات کا پتہ نہیں؟''

''آہ جابر!'' نیشا تاسف سے بولی۔ ''وہ ایک عظیم طاقت ہے وہ جارا کا کا کی مقدس روح کی امان میں ہے مگر اسے بہر حال اپنے عابدوں اور زاہدوں کی ایک کثیر تعداد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے خصوصاً جالموش اس کے لیے ہمیشہ ایک ڈھال ثابت ہوا ہے۔''

''وہ جالموش کو برطرف کر سکتی ہے، اگر وہ ایک عظیم طاقت ہے تو تاریک براعظم کے تمام ذرائع اس کی تحویل میں ہونے چاہئیں۔''

''وہ دیوتاؤں کے ازلی قوانین کی بھی تو تابع ہے۔ وہ ایسے فیصلے کس طرح صادر کر سکتی ہے جو دیوتاؤں کے عائد کردہ قوانین کے برعکس ہوں۔''

نیشا کے جواب سے متعدد سوال ابھرتے تھے۔ میں اس سراغ میں کسی حل تک پہنچنے کی بجائے اور الجھتا گیا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ نیشا ان مشکل سوالوں کے جوابات کے لیے ناموزوں عورت ہے۔ وہ صرف اقابلا کی پرستار ہے۔ ہاں نیشا سے ریماجن کے بارے میں بیش از بیش معلومات حاصل ہو گئیں۔ نیشا ایک مدت بعد آئی تھی اس کی قربت کی حسین یادیں میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھیں لیکن فلورا میرے پہلو سے چپکی ہوئی یہ پُراسرار گفتگو سن رہی تھی۔ میں نے نیشا سے صرف دلچسپ باتیں کیں اور اس کی معطر زلفیں سونگھیں اور اس کے گداز سے حظ حاصل کیا۔ وہ رات گزرنے سے پہلے چلی گئی اور ایک طویل مباحثے کے بعد میں اور فلورا کسی نتیجے تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ میں نے اسمارا میں شوطار جیسی بڑی ملکہ کو اپنی ذہانت سے زیر کیا تھا۔ انگروما آ کے میں دماغی طور پر کسی قدر مفلوج ہو گیا تھا مگر ابھی صرف دو دن گزرے تھے۔ فلورا اطمینان سے میرے پہلو میں سو گئی تھی۔ میں رات کے آخری سرے تک آنے والے لمحوں کے بارے میں قیاسات کرتا رہا اور تخمینے لگاتا رہا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔

اگر مجھے یہ اطمینان حاصل نہ ہوتا کہ انگروما میں میرے صحیح و سلامت زندہ رہنے کے امکانات قوی ہیں تو حالات مختلف ہوتے، ہر چند کہ میں نے مشروب حیات نہیں پیا تھا مگر میرے جسم پر سحر کا ایک خول چڑھا ہوا تھا جو آسانی سے نہیں توڑا جا سکتا تھا۔ یہ حقیقت انگروما کے لوگوں کو معلوم تھی۔ وہ میرے گلے میں لٹکے ہوئے نوادر بھی ہر وقت اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ صبح اٹھ کے میں نے فلورا کو جھونپڑی میں چھوڑ دیا اور انگروما کے منتظموں، عاملوں اور ساحروں سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ میں جہاں جہاں گیا وہاں وہاں انہوں نے میری تعظیم کی۔ میں نے حسب سابق اقابلا اور جالموش کے بارے میں انہیں ہموار کرنا چاہا۔ انہوں نے مسکرا کے میری بات سنی، ان کا یہ شفقت کا رویہ بڑا بے رحم تھا۔ میں نے دلیلوں سے انہیں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

سمجھانے کی کوشش کی، انہوں نے بھی دلیلوں ہی سے مجھے قائل کرنا چاہا۔ قائل ہونے نہ ہونے کی یہ کشمکش میرے منصوبے کے مطابق تھی۔ میں اس دن صبح اگر گرونا کے سامنے یہ اعلان کرتا کہ میں تمہارے موقف کی تائید کرتا ہوں، تو وہ کبھی یقین نہ کرتا مجھے رفتہ رفتہ ہی یہ احساس دلانا تھا کہ میں ان کی طرف مائل ہو رہا ہوں اور بڑی مشکل سے مائل ہو رہا ہوں۔ اس دن شام کو جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے دوران میں بھی میں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ میں نے انگروما کی دو سیاہ فام لڑکیوں کو اپنے خنجر سے ہلاک کر دیا اور ان کے سر ایک نیزے پر لٹکا دیئے۔ وہ میری توبہ تو دشمنیں دیکھتے رہے اور خاموش رہے، ایک بار پھر میں نے ان کے سامنے ملکہ اقابلا کی تعریف و توصیف میں ایک پُر اثر بیان دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں رات کو جنگل میں نکل گیا۔ میں نے جنگل میں گورے کی طرح آگ لگا کے سحر جگایا اور کئی مقدس جانور ہلاک کیے۔ صبح انگروما میں، میں اپنے شکار کیے ہوئے جانوروں کے ساتھ حاضر ہوا تو وہ سب دنگ رہ گئے۔ گورے نے لپک کے ہر بکا کا مغز چاٹ لیا اور اس کی آنکھیں نکال لیں۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ میں صرف ایک رات میں اتنے جانوروں کا شکار کر سکتا ہوں اور وہ جانور بھی کون سے؟ سحر کامل کے لیے جن کا خون، کھالیں، جگر، بڑے کام کی چیزیں ہوتی تھیں۔ جن کی کھوپڑیاں اور ڈھانچے وہ دیواروں پر سجاتے تھے اور ان کے ذریعے اپنی عبادت گاہ سے بلائیں دور کرتے تھے۔

ایک طرف انگروما کے لوگوں کے دلوں میں اپنی اہمیت کا احساس، دوسری طرف انکار، ایک طرف انحراف اور دوسری طرف دلیل سننے کی آمادگی۔ میں سرشوریاں کرتا، بیانات دیتا، اعتراف کرتا اور رفتہ رفتہ آمادگی ظاہر کرتا رہا۔ اس کام کے لیے مجھے وقفے کی ضرورت تھی کیونکہ یہی عمل ایک فطری عمل تھا۔ میں ان کی دانست میں اچانک منقلب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے ان کے کئی اہم مجسمے توڑ دیئے، متعدد لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ میں نے ان کے بہت سے عالموں کو مناظرے کی دعوت دی اور برسرِ عام اقابلا کا نام احترام سے لیا۔ پھر میں کئی کئی روز بستی سے دور رہنے لگا۔ میں دور دراز علاقوں میں نکل گیا اور انگروما کی اصل طاقت کا اندازہ کرتا رہا۔ ہر بار میں اپنے سفر سے واپس آ کے انہیں چونکا دیا کرتا تھا۔ میرے ہاتھ میں کبھی کسی انسان کی کھوپڑی ہوتی، یا گلے میں متعدد سانپ لٹکے ہوتے، یا درندے میرے عقب میں چلتے۔ میں اس درمیان میں خود اپنے ساحرانہ تجربوں میں منہمک رہا اور یہ یقین حاصل کرتا رہا کہ جارا کا کا کی اعانت میری شریکِ حال ہے اور تاریک براعظم کی نادیدہ طاقتیں میرا ساتھ دے رہی ہیں۔ میں نے ہر بکا کی آنکھوں سے مدد حاصل کر کے سمندر میں تاریک براعظم کی ایک کشتی کا رخ بھی انگروما کی طرف موڑ لیا اور جب کشتی کے لوگوں کو میں نے انگروما کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو وہ میرے احترام میں سرنگوں ہو گئے۔ ادھر فلورا دن میں جب اپنی جھونپڑی سے نکلتی تو ساری نگاہیں اس کی جانب مرکوز ہو جاتیں اور وہ کبھی گرونا، کبھی گورے، کبھی کسی اور سربرآوردہ شخص سے میرا ذکر چھیڑتی کہ میں راتوں کو سحر پھونکتا رہتا ہوں اور نہ جانے کیسی کیسی پُراسرار حرکتیں کرتا رہتا ہوں، وہ انہیں اعتماد میں لے کے اصرار کرتی کہ مجھ جیسے نادرہ کار شخص کی طرف سے بے توجہی برتنے کے بجائے اسے اپنی جانب کھینچنا چاہیے، بصورتِ دیگر میں کسی وقت بھی انگروما کے لیے خطرہ بن سکتا ہوں۔ رات کو میں فلورا کو دن بھر کی روداد سناتا تو وہ اپنی آغوش میں میرا سر رکھ لیتی، پھر خود اپنی دن بھر کی سرگزشت سناتی۔ طرح طرح کی تجویزیں پیش کرتی رہتی۔

پھر ایک دن میں اس غار کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں انگروما کے ساحروں نے روحیں قید کر رکھی تھیں۔ میں نے اس کے اردگرد بے شمار عالموں کے غار دیکھے جو عام انسانی آنکھ سے پوشیدہ تھے اور اسی لیے پہلی مرتبہ مجھے نظر نہیں آئے تھے۔ وہ اس غار کے نگہبان تھے۔ ان

http://kitaabghar.com

کی پروا کیے بغیر میں نے غار کا دہانہ کھولا اور اندرون غار کئی تہہ بہ تہہ دہانے کھولتا ہوا اس میں داخل ہو گیا۔ الامان، وہاں دھوئیں کے ہزار ہا مرغولے تیر رہے تھے۔ میرے پہنچنے کے بعد وہ شکلیں اختیار کرتے گئے اور حسرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں کسی خوف کے بغیر کئی ساعتوں تک ان کے درمیان رہا اور اس تمام عرصے میں جالوش کے علاقے کے کسب کیے ہوئے عمل پڑھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب میرے سامنے سر جھکائے کھڑی ہیں، میرے اندر پہنچتے ہی غار کے تمام دہانے بند ہو چکے تھے لیکن مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تھا کہ میں باہر کیسے جا سکوں گا اور روحیں فرار کے لیے میرے ساتھ ساتھ چلیں گی تو میں انہیں کس طرح روک سکوں گا؟ میرے ہاتھ میں زارشی کا تحفہ شپالی تھا۔ میں اپنے اردگرد شعلے لگاتا ہوا غار کے دہانے کو عبور کر سکتا تھا اور یہی ہوا۔ جس رکاوٹ کا اندیشہ تھا، وہ میرے مستعد چوبی اژدہے اور شپالی کی وجہ سے دور ہو گئی۔ اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ میں صبح سویرے روحوں کے غار میں چلا جاتا اور شام ہوتے واپس آتا۔ شام کو میں حسب معمول جارا کا کی مشترکہ عبادت میں شریک ہوتا۔ اب میں بظاہر ان کی باتیں توجہ سے سنتا تھا اور بہت کم کلام کرتا تھا۔ عموماً خاموش رہا کرتا تھا۔

جب خاصے دن گزر گئے اور میں بظاہر انگروما کی زمین پر آہستہ آہستہ رچنے بسنے لگا۔ میں نے اعتراضات ترک کر دیئے اور ایک بہترین سامع کی حیثیت سے سننا شروع کر دیا تو انگروما میں میرا احترام بڑھ گیا۔ اب یہ بھی ہونے لگا کہ گاہے گاہے انگروما کے چند ساحروں کی ٹولی انگروما کے جنگل میں روانہ ہوتی، اور میرے ساتھ مشترکہ سحر پھونکتی ہم کسی نئے سحر کا تجربہ کرتے تو وہ خوش ہو کے میرے نزدیک ہو جاتے۔ قریب تھا کہ میں انگروما میں منقلب ہونے کا ایک رسمی اعلان کر دیتا کہ مجھے اچانک شوطار یاد آنے لگی۔ اب تک میں نے شوطار کو انگروما کی بستی میں نہیں دیکھا تھا اور فلورا کی آمد کے بعد اس کی طلب بھی نہیں کی تھی۔ میں اصل میں انگروما میں اپنی ذات کا حصار قائم کرنے میں ایسا منہمک تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ فلورا کی آمد کے بعد اور اس کے اشاروں پر میں روز ایک قدم آگے بڑھ جاتا تھا۔ شوطار کی مسلسل روپوشی نے میرے شوق کو اکسایا۔ وہ میرے سامنے کیوں نہیں آتی اور انگروما کی عام نظروں سے اسے پوشیدہ کیوں رکھا گیا ہے؟ جب کہ انگروما میں ایک عمدہ معاشرہ قائم ہے اور ایک عام شخص کا بھی وہی احترام کیا جاتا ہے جو ایک عالم کا۔ میں نے سوچا، مجھے شوطار کو طلب کرنا چاہیے، سب سے پہلے گروتا نے مجھے اس کی پیش کش کی تھی۔ شوطار کا خیال آیا تو امسار میں ان کی شان و شوکت، جاہ و جلال، حسن و جمال یاد آ گیا۔ وہ اقابلا کے بعد سب سے یکتا تھی۔ شوطار امسار میں میرے ہاتھوں اپنی اندوہناک شکست کے اندیشے سے انگروما آ گئی تھی۔ یہ منظر دیدنی ہوگا کہ اب وہ مجھے دیکھ کے کیا رویہ اختیار کرے گی؟ امسار میں اس کے ساتھ میں نے بہت دلکش وقت گزارا تھا۔ وہ اپنے بے مثال حسن کے علاوہ غیر معمولی طاقتوں کی حامل تھی۔ اسے جالوش کا تعاون حاصل تھا لیکن میں نے اس باجبروت ملکہ کو امسار کے تخت سے اکھاڑ دیا تھا۔ ممکن ہے، اب وہ ریما جن کے قریب ہو؟ شوطار کی ذہانت سے کوئی بات بعید نہیں تھی، وہ زیر ہونے والی عورت نہیں تھی۔

گروتا میرے اچانک مطالبے پر کچھ پریشان سا ہو گیا۔ ''کیا مجھے فلورا کی طرح اسے بھی طلب کرنا پڑے گا معزز گروتا!'' میں نے اس کی خاموشی پر ناراض ہو کے کہا۔

''نہیں۔'' وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ ''مگر وہ بہت دور ہے۔''

http://kitaabghar.com

''اب تم یہ کہو گے کہ وہ مقدس ریما جن کی تحویل میں ہے؟''

گروٹا نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ ''یہ بات نہیں ہے، البتہ اسے مقدس ریما جن کا خصوصی تعاون ضرور حاصل ہے۔''

''تو کیا اس سے میری ملاقات ناممکن ہے؟ صاف صاف بات کرو۔''

''میں کوشش کروں گا معزز جابر بن یوسف کہ وہ جلد ہی تم سے ملاقات کرے۔ انگرو ما میں اس کا درجہ کچھ کم نہیں ہے اور اس عرصے میں اس نے مقدس ریما جن سے خصوصی تعلق پیدا کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ذہین اور عالم عورت ہے.....''

''اور حسین بھی۔'' میں نے لقمہ دیا۔ ''میں اس کا کب تک انتظار کروں؟''

''تم اب انگرو ماہی میں ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اتنے دنوں میں تمہارے اندر خاص تبدیلی آئی ہے۔ کیا تم کہیں واپس جا رہے ہو جو تمہیں اتنی عجلت ہے؟''

''نہیں۔'' میں کسی قدر مجبور ہو کے بولا۔ ''اب تم توری پر کب حملہ کر رہے ہو؟'' میں نے موضوع بدل کے کہا۔

''بہت جلد۔'' گروٹا عزم سے بولا۔ ''ہماری نگاہیں تاریک براعظم کے ہر گوشے پر لگی ہوئی ہیں۔ ہم انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔''

''فرض کرو اگر تم کامیاب ہو گئے تو تاریک براعظم کی کیا حالت ہو گی؟''

''ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔'' وہ پُر امید لہجے میں بولا۔ ''اس وقت سارا تاریک براعظم ایک خوب صورت جنگل میں تبدیل ہو جائے گا۔ جہاں لوگ پرندوں کی طرح آزادانہ چہچہائیں گے۔''

''اور اقابلا کا کیا ہو گا؟''

''ہم اس کا چہرہ مسخ کر دیں گے ویسے مقدس جاراکا کاہی اس کے لئے سزائیں تجویز کرے گا۔''

''کتنے دلکش خواب ہیں۔'' میں نے زیر لب کہا۔ ''میں جاراکا سے اقابلا کو حاصل کر لوں گا۔''

''ممکن ہے، وہ تمہیں اقابلا بخش دے۔'' گروٹا سرشاری سے بولا۔ ''تمہارے اندر واقعی تبدیلی آ گئی ہے۔''

''ہاں۔ لیکن۔'' میں نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔ ''مجھے اقابلا سے اب تک کوئی بغض محسوس نہیں ہوتا البتہ میں جاملوش کے بارے میں تمہاری رائے سے متفق ہوتا جا رہا ہوں۔''

''معزز جابر۔'' وہ میرا شانہ تھپ تھپاتے ہوئے جوش میں بولا۔ ''مجھے یقین ہے، مجھے یقین ہے۔ ایک دن تم اقابلا سے بھی نفرت کرنے لگو گے کیونکہ وہ بھی اسی قدر مکروہ ہے، وہ ظالم ہے، اس کا حسن فریب ہے۔ وہ اندر سے سیاہ ہے۔''

''وہ ظالم ہے تو اسے ظلم کی اجازت ہے کیونکہ اس کا حسن دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے۔''

گروٹا نے شوطار کے سلسلے میں تاخیر کر کے میرا شعلہ تجسس اور بھڑکا دیا لیکن مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اسی رات جب میں فلورا سے گفتگو کر رہا تھا تو یکلخت اٹھ بیٹھا۔ حجرے میں وہ خوشبو مہکنے لگی تھی جو شوطار سے مخصوص تھی۔ امسار کی سابق ملکہ شوطار میرے حجرے میں پوری تمکنت

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

سے جلوہ گر تھی وہ مجھے چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، جیسے کہہ رہی ہو۔ آخر تمہارا بھی وہی حشر ہوا نا جو میرا ہوا۔ تم بھی اسمار کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ وہ نہ میرا رہا، نہ تمہارا۔ مشعل کی روشنی اسمار کے حسن کے آگے ماند تھی۔ فلورا ٹکٹکی باندھے وہ حسین مجسمہ دیکھ رہی تھی۔ ''آؤ آؤ ملکہ شوطار! معزز شوطار! میں اپنے حجرے میں تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔''

''جابر بن یوسف!'' وہ کروفر سے بولی۔ ''تم نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟''

''تمہاری دید کے لیے آنکھیں سلگ رہی تھیں۔ مجھے افسوس ہے، اسمار میں تمہارے ساتھ بدترین واقعات پیش آئے مگر تم جانتی ہو گی کہ میری حیثیت ایک غلام کی سی تھی مجھے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا تھا لیکن میں تمہاری ذہانت اور حسن اب تک نہیں بھولا۔ تم نے اچھا کیا کہ اسمار میں ایک ذلت آمیز شکست سے بچ کر انگروما میں پناہ لے لی۔''

''میری شکست عارضی ہے۔'' وہ طنطنے سے بولی۔ ''میں ملکہ اقابلا سے اس کا انتقام ضرور لوں گی۔''

''میں بھی ایک زمانے تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ وہ مجھ پر فریفتہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے تمہیں تخت سے بے دخل کیا مگر وہ بڑی ظالم نکلی۔ اس کے خوب صورت پاؤں کے چند بوسے ہی مجھے اپنی جدوجہد کے معاوضے کے طور پر مل سکے پھر درمیان میں جالموش آ گیا اور وہ فضا میں تحلیل ہو گئی۔ میں تشنہ کام ہی رہا۔ پھر بھی جنگ ہوئی تو میں اس کی طرف سے باغیوں کے ساتھ لڑا۔ میرا خیال تھا کہ اس بار وہ مجھے اپنے قرب سے نوازے گی۔ وہاں بھی جالموش موجود تھا۔ پھر میں انگروما آ گیا۔ یہاں آ کے بھی میں نے اس کا پرچا کیا لیکن وہ سب ایک سراب تھا۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔''

شوطار کے چہرے پر کئی رنگ آ کے گزر گئے۔ ''تم ایک لسان شخص ہو معزز جابر! تمہاری باتوں پر یقین نہیں آتا۔''

میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ ''تم سچ کہتی ہو۔ تمہیں میرے بیان پر شبہ ہی کرنا چاہیے مگر اس وضاحت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں اپنی باتیں تم سے بزور طاقت بھی منوا سکتا ہوں۔ میں نے تمہیں یہاں طلب کر لیا ہے، تمہارے حسن کی شراب میرے سامنے ہے، میں تمہاری اجازت کے بغیر اسے پی سکتا ہوں۔ تمہارا حسین جسم میرے ارادوں کا تابع ہے۔ تم سے اسمار کا فاتح بات کر رہا ہے، جس نے اسمار کی عظیم عبادت گاہ میں مقدس جاراکا کے لیے ان گنت دوشیزاؤں کی قربانیاں پیش کی ہیں۔ میرے گلے میں تمہاری فضیلت کی سند موجود ہے۔'' یہ باتیں میں نے کسی قدر تلخی سے کہیں پھر نرمی سے بولا۔ ''مگر میرا یہ معذرت خواہانہ لہجہ کس بات کی دلالت کرتا ہے؟ کیا مجھے تمہارے سامنے اظہار ندامت کرنے کی ضرورت ہے؟''

شوطار کی صراحی دار گردن میں میری باتوں سے غم پیدا ہوا۔ فلورا چپ چاپ میری زبان کا گداز محسوس کر رہی تھی اور شوطار کے خیرہ کن جمال میں کھوئی ہوئی تھی۔ شوطار کے ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھے اور اس کے بدن سے جیسے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ''اب ہم سب ایک ہیں، انگروما میں نہ تم ملکہ ہو اور نہ میں اسمار کا فاتح، نہ میں اقابلا کا فرستادہ ہوں، تم اس کا عکس جمیل ہو۔ میں جب تمہیں دیکھتا ہوں، وہ یاد آ جاتی ہے۔ تمہیں میری باتوں پر یقین کرنے کے لیے اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے؟''

''جابر بن یوسف! کیا تم ہمارے ساتھ ہو؟'' وہ غیر یقینی انداز میں بولی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''تمہیں جارا کا کا کی قسم۔ کیا تم شبہ کرتی ہو؟'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''آؤ۔'' ایک انداز دل ربائی سے اس نے کہا۔ ''میرے ساتھ چلو۔''

میں خود بھی فلورا کی موجودگی میں گریزاں تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی نگاہوں میں حسرت تھی اور لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ، اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے الوداع کہا۔

☆==========☆==========☆

شوطار انگروما کی بستی میں خاصی دور ایک نیم پختہ مکان میں قیام پذیر تھی۔ یہ مکان ارد گرد سے اونچے اور گھنے درختوں نے گھیر رکھا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا چشمہ جاری تھا۔ شوطار یہاں بھی کسی ملکہ کی طرح رہتی تھی۔ سیاہ فام کنیزیں اس کی خدمت گزاری کے لیے مامور تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شوطار کا کام یہاں شب و روز جارا کا کا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ جارا کا کا کی بے شمار مورتیاں ہر کمرے میں اہتمام سے رکھی ہوئی تھیں۔ وہ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے گئی جو ان سب میں نسبتاً بہتر تھا۔ شوطار کی رفیع الشان ملکہ کا یہ حال میرے سبب سے ہوا تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں انگروما میں اتنے دن اس کی حسین صحبت سے دور رہا۔ جیسے ہی وہ پتھر کی ایک چوکی پر بیٹھی، میں نے ایک ملکہ کی طرح اسے تعظیم دی اور اس نے ایک پسندیدہ، بہادر اور ذہین شخص کی طرح مجھ سے تپاک کا سلوک کیا۔ وہ کچھ تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی، میں نے خود کو سر بسر تشنہ شخص قرار دیا۔ اس وقت وہ اسمار کی کوئی برتر عورت تھی اور میں اسمار کا کوئی کمتر مرد۔

وہ میرے قریب بیٹھی تو کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بدن کی لطافت نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں نے اپنے بازو اس طرح وا کر دیئے جیسے میں ایک سمندر ہوں، وہ میری اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائے، جیسے میں ایک مقناطیس ہوں، وہ میرے اندر پیوست ہو جائے۔ میں ایک خشک زمین ہوں جو اس کے ابر کرم کے لیے ترس رہی ہے۔ میں ایک آگ ہوں، جس پر قابو نہ پایا گیا تو وہ گرد و پیش جلا دے گی۔ ایک تو شوطار کا حسن، تو بہ شکن حسن، اس کا سراپا، رنگ و نور کا پیکر۔ دوسرے میں نے یہ ساری خلوت اپنے اوپر طاری کرنے کی دانستہ کوشش بھی کی۔ میں نے شراب پی اور یہ یقین بھی کیا کہ میں نے شراب پی ہے۔ میں نے خود کو اس کے حسن کی بے پناہ ترغیب دی، نتیجتاً میرے شوق کا کوئی عالم نہ رہا۔ پھر سب کچھ میرا ہو گیا۔ میں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

صبح دم اسمار کی ملکہ شوطار اور میرے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں تھی۔ ہم نے تازہ مشروبات پی کر ہلکے گرم پانی سے اپنے جسم تازہ کئے اور درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ شوطار کو میری قلب ماہیت کا مکمل یقین ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اقابلا کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ میں ایک طالب علم کی طرح اس سے پیچیدہ سوالات کرتا رہا۔ وہ صدیوں تک انتظار کر سکتی تھی۔ اس نے مشروب حیات پیا تھا۔ اس نے ریماجن کا ذکر بڑے احترام سے کیا۔ وہ انگروما کی ابھرتی ہوئی سرکش طاقتوں سے بڑی مطمئن تھی۔ اس گفتگو کے بعد میں نے چند نجی سوال کر ڈالے کہ کہیں تاریک براعظم پر قبضے کے بعد انگروما کے موجودہ عالم بدل نہ جائیں اور وہی صورت نہ پیدا ہو جائے جو اب سلطنت اقابلا میں ہے۔ وہ میرا اندیشہ ایک پختہ کار سیاست داں کی طرح رد کرتی رہی۔ میں ایک نو آموز شخص کی طرح اس کے درس دل میں اتارتا رہا۔ پھر میں نے اپنی خود غرضی کا دانستہ اظہار کرنے کے لئے ایک سوال

کیا کہ اقابلا کے زوال کے بعد میرے ساتھ اس کا رویہ کیا ہوگا؟ وہ تو پھر بھی کسی بڑے منصب ہی پر فائز کی جائے گی۔ کوئی اسے مجھ سے چھین تو نہیں لے گا؟ اس نے اپنے مخصوص شاہانہ لہجے میں کہا۔ ''مجھے تم پسند ہو۔ تم جری، ذہین اور سرکش ہو۔ تم ایک ضدی بچے ہو۔'' وہ مسکرا کے بولی۔

''اب میں کیا کروں؟'' میں نے ایک ضدی بچے کی طرح پوچھا۔

''تم......'' وہ افتخار سے بولی۔ ''تم کیا نہیں کر سکتے؟ کیا تم اسی طرح عورتوں کی آغوش میں بیٹھے رہو گے؟ اور جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے اسی پر قناعت کرو گے؟ تم جارا کا کا کی مہربانی سے مطمئن ہو گئے ہو؟ تمہیں کچھ اور نہیں کرنا ہے؟ ہمارا مقابلہ جاملوش جیسے بڑے ساحر، اقابلا جیسی طاقت ور عورت اور بے شمار ساحروں سے ہے۔''

''انگروما کی بستی کے عالم مجھے بالکل متاثر نہیں کرتے، وہ تو بڑے کم علم اور کمزور ہیں۔'' میں نے منہ بنا کے کہا۔

''وہ حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔'' یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ لوگ تو بونے ہیں۔''

''کیا تم صرف بستی ہی میں رہے؟ تم نے انگروما کے ممنوعہ علاقے نہیں دیکھے؟'' وہ میری جہالت پر افسوس کر رہی تھی۔

''انہیں مجھ پر یقین نہیں تھا کہ میں ان کا حامی ہوں۔''

''اوہ......'' وہ دل گرفتہ لہجے میں بولی۔ ''انہوں نے ایک اہم شخص کو کیسے نظر انداز کیا؟'' پھر وہ میری طرف مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔

''میں نے اب ان کا شک دور کر دیا ہے، مجھے بتاؤ شوطار کہ میں ان کے کیا کام آ سکتا ہوں؟ مجھے چند باتوں کی تفصیل درکار ہے۔''

وہ میرے استفسار پر ریماجن کے تقدس اور انگروما میں اس کے پُراسرار علاقے کے متعلق تفصیل سے بتانے لگی، میں پوری توجہ سے سنتا رہا۔ جیسے جیسے دریچے میرے سامنے وا ہوتے گئے، میرا جوش بڑھتا گیا۔ مجھے اپنے سامنے ایک تاب ناک دنیا نظر آنے لگی۔ شوطار نے سب اسرار سے پردہ اٹھا دیا تھا اور میں آسانی سے قیاس آرائیاں کر سکتا تھا۔ اب تک انگروما کے طور طریقے دیکھ کے میری حالت تذبذب کی تھی۔ شوطار نے میری یہ کیفیت دور کر دی۔ میں نے واپس بستی میں جانے کا ارادہ موقوف کیا۔ فلورا میرا انتظار ایک صدی تک کر سکتی ہے اور اسے اب کوئی پریشان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی طرف سے مجھے اطمینان تھا۔ میں شوطار کے مکان میں ایک رات اور ٹھہرا اور اس رات مجھے ریماجن سے اس کے خصوصی ربط و ضبط کا اندازہ بھی ہوا۔ جب میں وہاں سے چلا تو مجھے شوطار کا اعتماد حاصل تھا، جاملوش سے میں پوری طرح بدظن ہو چکا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے شوطار کو متاثر کیا یا شوطار نے مجھے؟ اس وقت مجھے سرنگا کا چہرہ بار بار یاد آ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

میں نے آبادی کا راستہ چھوڑ دیا اور چلتا رہا، چلتا رہا۔ انگروما کے دور دراز فاصلے میرے ارادوں سے مسخر ہوتے رہے۔ مجھے ریماجن کا علاقہ نظر نہیں آیا۔ یہی حال جاملوش کا علاقہ تلاش کرنے میں ہوا تھا۔ راستے میں زاہدوں اور عابدوں کے کئی قافلوں سے میرا سامنا ہوا۔ میں ان سب کو نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا تا آں کہ ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا، جہاں انگروما کے برگزیدہ بوڑھے ایک خوف ناک اور تاریک غار میں سر جوڑے

http://kitaabghar.com

محو ریاضت تھے۔ اس غار کے قریب میرے قدم رک گئے تھے۔ میں بے دریغ اندر داخل ہو گیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ اپنے حلقے میں میری اس شمولیت سے بے خبر تھے۔ ان میں کئی کا گوشت ہڈیوں سے اپنا رشتہ منقطع کر کے جھولنے لگا تھا۔ ان کے درمیان دو چھوٹے مجسمے رکھے ہوئے تھے، مسخ شکل میں۔ میں نے انہیں پہچاننے کی کوشش کی، ان میں سے ایک جالوش کا مجسمہ تھا اور ایک اقابلا کا۔ نیچے زمین سے دھواں اٹھ رہا تھا اور مجسمے دھوئیں سے کالے ہو گئے تھے۔ ان سب کے گلوں میں جار اکا کی کھوپڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ غار میں سورج کے طلوع وغروب کی خبر کسی کو نہ تھی۔ سب غرق تھے۔ جیسے وہ کسی کرشمے کے منتظر ہوں۔ میں سوچتا رہا کہ میں کسی غلط جگہ تو نہیں آ گیا ہوں؟ میں نے وہاں ایک جسارت کی کہ جالوش کا مجسمہ اٹھا لیا۔ وہ بہت بھاری تھا۔ اتنا بھاری کہ میرے ہاتھ لرزنے لگے۔ وہ میرے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا۔ حلقے میں بیٹھے ہوئے ساحر اضطراب سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے اپنی تمام طاقت صرف کی لیکن مجسمہ توڑنے میں ناکام رہا۔ تمام ساحر اسے میرے ہاتھ سے چھیننا چاہتے تھے۔ میں قہر کی تصویر بنا اس چھوٹے سے مجسمے سے جنگ کر رہا تھا۔ اس کے دھوئیں کی کالک سے میرے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا اسے زمین پر پھینک کر ریزہ ریزہ کر دوں۔

تمام عابد مجھ پر جھپٹنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت تھی لیکن وہ سب اچانک مضطرب ہو گئے۔ اسی وقت مجھے ایک سایہ اپنے سر پر نظر آیا اور کسی نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ میں نے چہار اطراف دیکھا۔ وہ سرنگا کی دیوی تھی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ سے کہہ رہی ہو۔ ''تم ٹھیک جگہ آ گئے ہو۔''

کن رسیدہ بوڑھے آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ میں نے مجسمہ اور مضبوطی سے تھام لیا۔

اس وقت سرنگا کی دیوی کا سایہ میں اپنے سر پر محسوس نہ کرتا اور اس کی تائیدی سرگوشی میرے کانوں میں نہ گونجتی تو ممکن تھا جالوش کا مجسمہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔

کن رسیدہ بوڑھے خوں خوار کتوں کی طرح مجھ پر جھپٹ رہے تھے، ان کے نحیف ونزار جسموں پر گوشت برائے نام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے متعدد انسانی ڈھانچے کھال اوڑھے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ جب سرنگا کی دیوی کی سرسراہٹ میرے کانوں نے محسوس کی تو وہ سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ جالوش کا مجسمہ میرے ہاتھ میں آتے ہی زمین سے ابلنے والا سیاہ دھواں اور گہرا ہو گیا۔ میں اپنے تمام نوادر، اپنی تمام غیر معمولی طاقت کے باوجود چھوٹا سا مجسمہ توڑنے میں ناکام ہو گیا تھا بلکہ اس کا وزن اٹھانا بھی میرے لئے دوبھر تھا۔ اس کا وزن کسی پہاڑ کے برابر تھا۔ یقیناً جالوش کے اس مجسمے سے کوئی طلسمی راز وابستہ تھا اسی لیے بوڑھے شب و روز دھوئیں کے گرد بیٹھے ہوئے اس قدر انہماک سے اس کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ شاید انہیں یہ علم نہیں تھا کہ جالوش کے لیے اگر میرے دل میں کوئی چیز موجود ہے تو وہ نفرت ہے۔ میں بھی شدومد سے اس کا باغی ہوں۔ دیوی کا سایہ گزرتے ہی وہ اضطراب سے پھر میری جانب لپکے لیکن اس بار ان کے حملے میں وہ تیزی اور پھرتی نہیں تھی جس کا مظاہرہ انہوں نے دیوی کی آمد سے پہلے کیا تھا۔ دوسری طرف میری گرفت اب مجسمے پر اور مضبوط ہو گئی تھی اور میں نے طے کر لیا تھا کہ مجسمے سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوں گا۔ غار میں کوئی وسیع میدان نہیں تھا۔ زمین سے اٹھنے والے سیاہ دھوئیں نے غار کی فضا مسموم کر دی تھی۔ اس پر بوڑھوں کی لرزہ خیز

http://kitaabghar.com

چیخیں مستزاد تھیں۔ ''ہٹو۔ ہٹو۔'' میں نے انہیں دھمکاتے ہوئے کہا۔ ''دور ہٹ جاؤ۔ دور ہٹ جاؤ۔ میں آگ ہوں۔''

میں اس فکر میں غلطاں تھا کہ کسی طرح انہیں ہیبت زدہ کر کے غار سے باہر نکل جاؤں اور کھلی جگہ مجسمے سے زور آزمائی کروں مگر بوڑھوں نے ایک پل کی مہلت نہیں دی۔ میں اچانک ایک جگہ دیوار سے ٹیک لگا کے ٹھہر گیا۔ پھر میں چیخ کر کہا۔ ''آہ بدبختو! تم کس کے قریب آ رہے ہو؟ ایک لمحے ٹھہر کے ذرا میری طرف غور سے دیکھو۔ میرے قریب مت آؤ۔'' میری چیخ ان کے سروں سے گزر گئی اور انہیں میرے رک جانے کی وجہ سے مجھ پر وار کرنے کا ایک اچھا موقع مل گیا چنانچہ انہوں نے ایک ساتھ میری جانب یلغار کی۔ وہ تین سمتوں سے گھیرا ڈال کے وحشت میں آگے بڑھے، میرے عقب میں دیوار تھی۔ میں نے مجسمہ اس طرح سینے میں دبوچ لیا جیسے کوئی بچہ اپنا کھلونا دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس عرصے میں میرا چوبی اژدہا رینگ کے زمین پر اتر گیا تھا۔ ان کی جنون خیز حرکتیں دیکھ کے مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ آسانی سے میرے قابو میں نہیں آئیں گے۔

دھوئیں سے آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں، چونکہ سنبھلنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں مل رہا تھا، اس لیے چاروناچار میں نے مجسمہ اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیا اور اسے پیروں میں دبوچ کے بوڑھوں سے دست بدست لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے، جیسے ہی وہ میرے جسم کے قریب ہوئے، ان میں سے ایک کی ٹانگوں سے میرا چوبی اژدہا لپٹ گیا اور باقیوں کو میں نے دھکا دے کر خود سے دور کیا۔ ان کے دوبارہ آنے سے پہلے میں نے شپالی گلے سے اتار لی اور پھنکار کر کہا۔ ''مردودو! دور ہو جاؤ۔''

ان میں سے ایک بوڑھے نے میری ٹانگ پکڑ لی، غصے میں، میں نے اپنی دوسری ٹانگ اس زور سے اس کی کھوپڑی پر ماری کہ وہ چکنا چور ہو گئی لیکن جلد ہی باقی بوڑھوں نے میری ٹانگیں جھنجھوڑنی شروع کر دیں۔ میں انہیں بری طرح کھینچ رہا تھا اور وہ اتنی ہی طاقت سے مجھے نیچے گرا دینے اور مجسمے پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ چوبی اژدہا ایک بوڑھے کے جسم سے لپٹ گیا تھا۔ ان کے تیز ناخن میری کھال میں پیوست ہو گئے تھے۔ یہ سب اب میری برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ تاریک براعظم میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا تھا مگر ایسے سرکش لوگوں سے پہلی بار نبرد آزمائی ہوئی تھی۔ میرے سارے وجود سے غیظ و غضب کی لہریں دوڑنے لگیں، یہ طوفان اتنی تیزی سے بڑھا کہ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا، میرا مقابلہ کس پائے کے لوگوں سے ہے؟ دو بوڑھوں کے کان میرے ہاتھوں میں آ گئے اور میں نے انہیں کھینچ کر ان کی کھوپڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا دیں۔ غار میں ان کی کرب ناک چیخیں گونجیں، ساتھ ہی میں نے ڈگی کے سینگ گلے سے اتار کے بے تحاشا ان کے جسموں میں سوراخ کرنے شروع کر دیئے۔ مجسمہ ابھی تک میرے پیروں کے نیچے محفوظ تھا۔ ''ہٹ جاؤ۔'' میں نے پھر گرج کر کہا۔ ''میں یہ مجسمہ تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔'' وہ بہت ڈھیٹ نکلے، وہ زخمی ہو گئے تھے۔ ان کے جسم لہولہان تھے، وہ میری ٹھوکروں سے دور دور لڑھک جاتے تھے مگر پھر اسی شدت سے میری ٹانگوں سے چمٹ جاتے تھے۔ اس وقت یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا کہ ان مستند ساحروں پر جسمانی طاقت کے اظہار سے کوئی نتیجہ جلد برآمد نہیں ہوگا۔ یہ دیر طلب بات ہوگی۔ یہ گدھ شدید ترین ضربوں کے باوجود زندہ رہیں گے، انہیں کسی طلسمی حربے سے زیر کیا جا سکتا ہے۔ عام سحر بھی ان پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ یہ سوچ کے میں نے مدافعت اور جارحیت ختم کر دی، چند ثانیوں کے لیے خاموش کھڑا ان کے تمام وار برداشت کرتا رہا۔ دوسرے ہی لمحے میرے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور زبان متحرک تھی۔ میرے عمل سے غار کی دیواریں لرزنے لگیں اور بوڑھے اس طرح چیختے ہوئے پیچھے ہٹے جیسے ان کے جسموں میں ہر

http://kitaabghar.com

طرف سوئیاں چبھ گئی ہوں یا حشرات الارض کی ایک فوج نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔ وہ اپنے جسم نوچنے کھسوٹنے لگے۔ کبھی اس پہلو، انہیں کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ میں نے جالوش کا مجسمہ دوبارہ اٹھا لیا تھا۔

میں کھانستا اور چیختا ہوا اس دائرے کے قریب آیا جہاں اقابلا اور جالوش کے مجسمے رکھے ہوئے تھے اور زمین سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ میں نے جالوش کا مجسمہ دھوئیں کے دائرے میں رکھ دیا اور اقابلا کا مجسمہ اشتیاق سے اٹھا لیا، اس کا وزن بھی کچھ کم نہیں تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اقابلا کا نرم و نازک بدن میری دسترس میں آ گیا ہو۔ بوڑھے حالت کرب میں فریادیں بلند کر رہے تھے۔ میرا لمحاتی استغراق ٹوٹ گیا۔ پھر میں سنبھل کے بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے پہلو میں اقابلا کا مجسمہ احتیاط سے رکھا اور شپالی سے آگ روشن کی۔ غار میں ہر سو روشنی پھیل گئی۔ شپالی کی آگ نے جالوش کا مجسمہ اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور میں ہر طرف سے بے نیاز ہو کے جالوش کے تربیت کیے ہوئے ساحرانہ عمل پڑھ رہا تھا۔ میں نے اپنی ہتھیلی میں خنجر چبھو کے ایک سوراخ کر دیا تھا جس سے خون کی ایک دھار جاری ہو گئی۔ میں وہ خون جلتے ہوئے مجسمے پر ٹپکاتا جاتا تھا اور آگ سرد ہو جانے کے بجائے بھڑکتی جا رہی تھی۔ میں یہی عمل دہراتا رہا تا ایں کہ غار کے پتھر اپنی جگہیں چھوڑ چھوڑ کے گرنے لگے اور گڑگڑاہٹ نے زلزلے کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ میرے سامنے فروزاں آگ سے چنگاریاں اٹھ رہی تھیں۔ جالوش کا مجسمہ اس میں چیخ رہا تھا۔ ہیبت زدہ بوڑھے یہ صورت دیکھ کے لڑھکتے چلاتے ہوئے اس دائرے کے قریب منہ ڈال کے زمین سے چپک گئے اور وہ حیرت انگیز عمل دیکھنے لگے جس طرح چولہے کی تیز آگ میں خشک لکڑی...... جلتی ہے، وہی جالوش کے مجسمے کا حال تھا پھر وہ اس طرح منہدم ہوا کہ کئی ٹکڑوں میں زمین پر گر کے لمحوں میں راکھ بن گیا۔ میں نے اس مقدس آگ میں ہاتھ ڈال دیا جو صحرائے زارشی کے نادر عطیے شپالی کی وجہ سے سرفراز تھی اور جالوش کی گرم راکھ اٹھا کے نفرت سے بوڑھوں کے جسم پر پھینک دی، وہ جھلس جھلس گئے۔ پھر میں نے اپنا عمل ختم کیا۔ غار کی لرزش میرے عمل کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ بوڑھے زمین پر لوٹ رہے تھے۔ اب میرے ہاتھ میں اقابلا کا مجسمہ تھا، ان کا خیال ہوگا کہ میں جالوش کی طرح اقابلا کا مجسمہ بھی نذر آتش کر دوں گا۔ اپنے ہاتھوں سے اسے جلاؤں گا جس کے لیے خود جل رہا ہوں مگر نہیں اسے میں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور وارفتگی سے اس کے خدوخال پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ''جابر بن یوسف!'' ایک بوڑھے کی لرزتی ہوئی آواز گونجی۔ ''مقدس جاراکا تجھ پر مہربان ہے، ہمیں معاف کر دے کہ ہم نے ناحق تیرے کام میں مزاحمت کی۔ تو نے وہ کام کر دیا جس کے لئے ہم ایک زمانے سے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ یقیناً تم تجھ سے آسمان خوش ہے اور جاراکا کی مقدس روح تیرے جسم سے وصال کرتی ہے۔''

''بوڑھے شخص!'' میں نے تکبر سے کہا۔ ''تم کب سے یہ تماشا کر رہے تھے؟''

''کون جانے؟ وقت کا ہوش کسے تھا لیکن ہمارے ارادوں میں کوئی ناتوانی ضرور تھی۔ کاش ہم اپنے ذمے یہ منصب نہ لیتے۔ یہ تمہی جیسے شخص کو زیب دیتا ہے تم نے اسے ختم کر دیا۔'' اس کے لہجے میں جوش تھا۔ وہ دھوئیں سے اٹ گیا تھا، اس کی صورت مسخ ہو گئی تھی۔ ''نہ جانے ہمیں کب تک انتظار کرنا پڑتا کہ تم نے انگروما کے لوگوں کو دیوتاؤں کا شگون دے دیا۔ جا...... جالوش...... دیکھنا۔ کہ اب انگروما کے لوگ تمہاری طرف آ رہے ہیں۔'' وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف! اے محترم شخص۔ ہم سب تیرے غلام ہیں۔ اب جاراکا ہمیں ضرور اس پر فتح دے گا کیونکہ ہمارے درمیان جابر بن یوسف جیسا عظیم شخص بھی موجود ہے۔''

http://kitaabghar.com

مجھ سے مخاطب بوڑھا زمین سے اٹھنے کی کوشش کرتا تھا اور گر پڑتا تھا۔ اس کی حالت بہت مخدوش تھی مگر اس کے لہجے میں بہت توانائی اور جوش تھا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ دوسرے بوڑھے اپنی شکستہ حالی کے باوجود میری سمت فخر اور مسرت سے دیکھ رہے تھے۔

''کیا ہوا؟'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''تم ایک مجسمے کے انہدام کو اتنی اہمیت دیتے ہو؟ میں جالموش کی طاقت جانتا ہوں۔''

''نہیں۔'' بوڑھے کی مرتعش آواز بلند ہوئی۔ ''دیوتاؤں نے شگون دے دیا ہے۔ وہ شکست سے دوچار ہوگا۔''

''مقدس جاراکا کی ہمدردیاں دونوں طرف ہیں، جالموش قربانیاں دے کے اس کی مزید خوشنودی حاصل کرلے گا۔ وہ اس سحر کا کوئی اور توڑ کرلے گا۔'' میں نے دانستہ یہ ہمت شکن کلمات ادا کیے کیونکہ میں اس مجسمے کی اہمیت کے متعلق ان کی زبانی کچھ اور سننا چاہتا تھا۔

''ایسا نہیں ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ عزم سے بولا۔ ''مقدس جاراکا کو یقین آگیا ہوگا کہ ہم تاریک براعظم پر حکومت کرنے کے اہل ہیں۔ جالموش کے منحوس مجسمے کی تباہی اس کے یقین کی نشان دہی کرتی ہے۔ جابر بن یوسف لیکن ابھی ایک اور شگون رہا جاتا ہے جلد سے جلد اقابلا کا مجسمہ بھی اس آگ میں پھینک دو۔ ہمیں اور مضطرب نہ کرو۔ اس کے بعد چاہے تم ہماری روحیں غلام بنالینا مگر اقابلا کا مجسمہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے تباہ کردو۔ اس کے بغیر شگون ادھورا ہے۔ جلدی کرو اے محترم شخص!'' وہ عاجزی سے بولا۔

''اقابلا کا مجسمہ۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اسے بھی آگ میں جھونک دوں اور راکھ میں تبدیل کردوں؟''

''ہاں۔ پھر انگروما کی فتح یقینی ہے، جالموش کے ساتھ اقابلا کا راکھ ہو جانا بھی ضروری ہے جابر بن یوسف! جلدی کرو کہیں یہ مبارک وقت نکل نہ جائے اور ہم پھر ایک زمانے تک دھوئیں کے گرد بیٹھے اپنی آنکھیں نہ جلاتے رہیں۔ آگ روشن کرو، وہی عمل پڑھو، وہی طاقت آزماؤ۔'' بوڑھا جذبات زدہ آواز میں بولا۔

''اقابلا کا زوال۔ میرے ہاتھوں؟ جابر بن یوسف کے ہاتھوں؟'' میں نے سرگوشی انداز میں کہا۔ ''میں یہ کام کبھی نہیں کرسکتا۔ مجھے جالموش سے نفرت ہے، اقابلا ختم ہوگئی تو میرے لیے کیا رہ جائے گا؟''

''وہ ختم ہو جائے گی تو ان تمام زمینوں پر وہ آگ بجھ جائے گی جو اس کے حسن کی آگ ہے، یہ تپش ختم ہو جائے گی۔ روحیں اپنے مسکنوں میں چلی جائیں گی اور سب کو قرار آ جائے گا۔''

''میں خودکشی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بوڑھے شخص!'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔ ''اقابلا کا مجسمہ میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔''

''اسے ختم کرو معزز شخص! اسے تباہ کردو۔'' اس کی تائید میں دوسرے بوڑھوں نے فریاد کی۔

''ناممکن۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''انگروما کے فاضلو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔''

''جالموش اور اقابلا ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں جابر بن یوسف!'' وہ اپنے خطاب پر زور دیتے ہوئے بولا۔ ''اگر اقابلا کے زوال کا شگون نہیں ملا تو ہمیں پھر ایک طویل مدت تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''اور اب تک تم کس امید پر حملے کرتے رہے؟'' میں نے طنزاً کہا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''ہم اقابلا کی سلطنت کمزور کرنے کا کام کرتے رہے ہم نے سوچا تھا شاید کسی دن مقدس جارا کا کو ہماری عبادتیں پسند آجائیں اور ہمیں شگون کے بغیر فتح سے ہم کنار کردے۔''

''تو اس مجسمے کی تباہی کے بغیر ہی اس امید پر قائم کیوں نہیں رہتے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جالوش ہی تاریک براعظم میں تمہاری راہ کی سب سے بڑی دیوار ہے تو اس کی شکست کا شگون تمہیں مل گیا ہے اور وہ بھی جالوش کے ایک شاگرد کے ذریعے تمہیں نصیب ہوا ہے۔ اسی پر قناعت کرو اور اقابلا سے مفاہمت کرلو۔ وہ انگروما کو اپنی قلم رو میں شامل کرلے گی اور تمہیں معاف بھی کردے گی۔ ممکن ہے، وہ تمہارے مشورے قبول کرلے اور تمہیں اس کی حکمرانی میں سکون میسر آجائے۔''

''اقابلا۔ اقابلا۔'' بوڑھا نفرت سے بولا۔ ''ہم اس کی شکل مسخ کردیں گے۔ اس نے جالوش کی پشت پناہی کرکے ہمارے بہت سے عابدوں کی زندگی عذاب کردی ہے۔''

''دیکھو بوڑھے شخص! تمہیں اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ میری ہمدردیاں اب تمہارے ساتھ ہیں مگر میں تم سے ایک نکتے پر اختلاف کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اقابلا کی شکست کے بغیر بھی تاریک براعظم میں اپنی برتری تسلیم کراسکتے ہو۔ وہ ایک نرم خو دوشیزہ ہے، میں اس سے تمہاری سفارش کروں گا کہ وہ تمہارے معاملے میں ہمدردانہ رویہ اختیار کرے، میری بات رد کرتے ہوئے اسے جھجک ہوگی۔ مجھے انگروما کے لوگ پسند آئے ہیں یہ سادہ، وسیع النظر اور عالی ظرف ہیں۔ میں یہاں سے اب بھی پہلے کی طرح فرار ہوسکتا تھا۔ میرے پاس ایسی طاقتیں بھی ہیں جن سے تمہارے طلسمی علوم نا آشنا ہیں مگر میں یہاں تمہارا ہم نوا بن گیا ہوں۔ چونکہ مجھے جالوش سے نفرت ہے۔ میں بھی اس کے زوال کا طالب ہوں اور میں ان خدمات کے عوض صرف ایک رعایت چاہتا ہوں، اقابلا کی زندگی۔ اس کے احترام اور وقار کی ضمانت۔ یہ میرا جذباتی معاملہ ہے، تم شاید اسے نہیں سمجھ سکتے۔''

ایک اجنبی بوڑھے سے یہ گفتگو لاحاصل تھی مگر میں دانستہ اسے طول دے رہا تھا، مجھے معلوم تھا کہ میری گفتگو ریما جن اور انگروما کے برگزیدہ لوگوں تک منتقل ہو رہی ہوگی اور وہ جالوش کی ہزیمت کا نیک شگون ملنے کے بعد تاریک براعظم پر یلغار کرنے کے لئے مضطرب ہوں گے۔ اس موقع پر میں ان سے ایک سودا کرسکتا تھا۔ میں ان سے اقابلا کو مانگ سکتا تھا۔ حالانکہ تاریک براعظم کی شکست، جالوش کا اختتام، انگروما کی سربلندی اور غلبہ۔ یہ سب ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ کچھ اور معلوم نہیں ہوتا تھا۔ جالوش کے مجسمے کے سلسلے میں بوڑھوں کا وحشیانہ اضطراب اور جارحانہ سنجیدگی دیکھ کے مجھے اس خواب کی تعبیر کا کچھ یقین ہو چلا تھا۔ طلسم کے اس کارخانے میں کسی وقت بھی کوئی بات ممکن تھی۔ میں ان کی مزید حمایت حاصل کرنے اور انگروما سے اپنی صدق وفاداری ظاہر کرنے کے لیے جالوش کی طرح اقابلا کا مجسمہ بھی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرسکتا تھا۔ اس وقت، میں شدید کشمکش میں مبتلا تھا۔ زبانی مخالفت اور بات تھی۔ سوچتا تھا ''اگر جالوش کے مجسمے کی تباہی سے اس کا عبرت انگیز انجام مشروط ہے تو پھر یہی صورت اقابلا کے مجسمے کی تباہی سے بھی مشروط ہوسکتی ہے، گویا میں یہ دوسرا نیک شگون حاصل کرکے خود اپنا گلا گھونٹ لوں؟ خود اپنے دل میں نیزہ اتارلوں؟ اپنا ہی خون پی لوں؟ میں بہت بڑا پاگل تھا مگر اتنا بڑا پاگل نہیں تھا کہ جو تنکے جمع کرکے آشیانہ بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا انہی کو جلا

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

دیتا۔ میں اقابلا کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول لیتا؟ اپنے لیے قبر کھودتا؟ مہذب دنیا کے میرے ساتھی اپنی دنیا میں واپسی کے آرزومند تھے۔ صرف میں تھا جسے واپسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے اپنا یہ حلیہ، یہ برہنگی، یہ دیوانگی بہت مرغوب تھی کیونکہ میں نے اس کا جلوہ دیکھ لیا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ حسن کی تراشیدگی کہاں تک ممکن ہے۔ میں نے شباب کی وہ آخری منزل دیکھی تھی، جہاں سے آگے راستے بند ہو جاتے ہیں، جہاں تصور ختم ہو جاتے ہیں، میں نے اس تخلیق کا نظارہ کیا تھا، میں نے وہ نغمہ سنا تھا جو آسمانوں سے اترا تھا، زمین اتنی زرخیز کسی دور میں نہیں ہوئی تھی۔ میں اس کی خوشبو کے نشے میں چور تھا۔ میرے ذہن میں اس کے پیر کے بوسے کا رس گھلا ہوا تھا۔ میں اس کے جمال کا نظر بند تھا۔ اس کی زلف کا ایک تار خزانوں پر حاوی تھا۔ بیروت کے پُر رونق بازار، رات کو دھیمی روشنیوں میں شراب و شباب کی مستیاں، وہ سیاہ سڑکیں، وہ جگمگاتی دکانیں اور روشن گلیاں، یہ سب اس کی ایک نظر کے سامنے بے قیمت تھیں، مہذب دنیا میں اقابلا جیسا کوئی عجوبہ نہیں تھا۔ تو کیا میں انگروما کے لوگوں میں سرخ روئی کے لیے اس کا مجسمہ تباہ کر دیتا؟ میں نے اسے اور شدت سے بھینچ لیا۔ بوڑھے میرے انکار پر بے قرار ہو گئے تھے۔

میں نے ان سے انکار کر کے ریماجن اور انگروما کے دوسرے ساحروں کی نظروں میں خود کو دوبارہ مشکوک کر لیا تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس میں ایک پہلو یہ بھی مضمر تھا کہ تاریک براعظم میں جالموش کی یقینی شکست کی امید میں وہ اقابلا کے سلسلے میں اپنا جارحانہ رویہ ترک کر دیں۔ پھر اقابلا اور ان کے درمیان تعلق کی کوئی صورت نکل آئے اور اگر وہ اس سے اقتدار چھیننے میں کامیاب ہو جائیں تو مجھ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق اسے ایک کنیز کے طور پر مجھے سونپ دیں۔ ایک فیصلہ کن لمحہ ضرور آ گیا تھا، ایک بار میں نے پھر اپنی برتری واضح کر دی تھی اور تنبیہ کر دی تھی کہ جاراکاکا کی مقدس روح کا عندیہ کیا ہے؟ وہ مجھے کس حد تک پسند کرتی ہے، میرے ساتھ کچھ اور طاقتیں شریک ہیں۔ اب انہیں ایک فیصلہ کرنا تھا کہ یا تو وہ اقابلا کے مجسمے کی تباہی تک ایک طویل انتظار کریں یا پھر کچھ نہ کچھ حاصل ہو جانے کی توقع میں عجلت کریں۔ میں نے بوڑھوں کو یکسر دھتکار دیا۔ جب میں مجسمہ لے کر غار سے باہر نکلنے لگا تو وہ زار و قطار رونے لگے۔ انہوں نے کربناک صدائیں لگائیں، جاراکاکا کی روح کا واسطہ دیا۔ مجھے ریماجن کے عتاب سے خوف زدہ کرنا چاہا، میں ان کی صداؤں پر کان دھرنے کے بجائے غار سے باہر نکل آیا۔ دھوئیں سے آنکھوں میں سوزش ہونے لگی تھی اور سانس گھٹ رہا تھا۔ تازہ ہوا اور روشنی میں زندگی کا احساس بیدار ہوا اور پہلی بار میں نے اس نازنین کا مجسمہ غور سے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ اس کے چہرے پر دھوئیں کی تہیں تھیں، میں بھاگا بھاگا پانی کی تلاش میں گیا، اسے دھویا تو اس کا حسن نمایاں ہوا، اسے کسی ماہر فن بت تراش نے تراشا تھا، ایسی دھات میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی جو اتنے کم حجم میں اتنی وزنی تھی۔ میں اس کے خد و خال دیکھتا رہ گیا اور مجھے قصر اقابلا کا ہر منظر یاد آنے لگا۔

باہر آ کے مجھے ایسی کوئی پشیمانی نہیں تھی کہ میں نے کوئی خلاف مصلحت قدم اٹھایا ہے، میں نے جو کچھ کیا، اس میں میری مصلحت پنہاں تھی، اس نادرہ کار شہ کار کی بربادی کا خیال کوئی ستم پیشہ ہی کر سکتا تھا۔ اس وقت دل و دماغ میں ایک سنسنی سی دوڑی ہوئی تھی۔ جلد ہی کچھ ہونے والا تھا۔ طلسم و افسوں کے اس نظام میں اب کسی تغیر کی پیش گوئی کی جا سکتی تھی۔ میں وہیں بیٹھا اقابلا کا مجسمہ سامنے رکھ کر پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر کرتا رہا اور خیال و قیاس کے ہزار ہا در یچے وا ہو گئے۔

میں جزیرہ امسار کی سابق ملکہ شوطار کے ساتھ خلوت کی چند ساعتیں گزار کے ریماجن کے علاقے کی تلاش میں نکلا تھا۔ میرا مقصد بالکل

http://kitaabghar.com

صاف تھا کہ میں ریما جن کو اعتماد میں لے کر اپنا رتبہ بڑھاؤں اور ایسی فضیلت حاصل کرلوں جو مجھے ناقابل تسخیر بنا دے، درمیان میں یہ غار نظر آ گیا جہاں میرے ارادوں میں کئی دیواریں خالی ہو گئیں۔ اقابلا کا مجسمہ انگروما سے میری وفاداری کی کسوٹی بن گیا تھا۔ ابھی تک ریما جن کے علاقے کا سرا مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ اب یہ امکان اور بعید ہو گیا تھا یا قریب، میں اس کے متعلق منفی یا مثبت قیاس ہی کر سکتا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اقابلا کے مجسمے کے ساتھ۔ یہ بھاری وزن اٹھائے اٹھائے میں کہاں کہاں جاتا؟ اقابلا کے زوال اور عروج کی یہ علامت کسی کے پاس امانت کے طور پر بھی نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ انگروما میں سب اس کے دشمن تھے۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اقابلا کا مجسمہ میرے پاس ہے تو گویا وہ خود میرے پاس ہے اور میرے سینے سے لگی ہوئی ہے اور اگر اس بار جدا ہو گئی تو ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ میں بوڑھوں کے غار میں جا کے دوبارہ اسے مشق ستم بننے کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ سرنگا کی دیوی نے خلاف توقع نمودار ہو کے یہ کہا تھا کہ میں ٹھیک جگہ آ گیا ہوں، میرا خیال ہے، میں نے یہ مجسمہ اپنے قبضے میں کر کے ایک اور مناسب کام کیا تھا، انگروما کی نادیدہ طاقتیں یہ غور مشاہدہ کر رہی ہوں گی کہ میں یہ مجسمہ کہاں محفوظ کرتا ہوں؟ میرا یہ عمل ان کی وسیع نظروں کی زد میں ہوگا۔ وہ جلد یا بدیر مجھ سے رابطہ قائم کریں گی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجسمہ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہیے اور اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے۔ میں اسے زمین میں دفن کر کے طلسمی طور پر محفوظ کرنے کی کوشش بھی کر سکتا تھا لیکن میں نے کسی قسم کا خطرہ مول لینے میں احتیاط برتی۔ ایک سرخوشی اس کے حصول اور جاملوش کے مجسمے کی تباہی کے بعد میرے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔ میں اس سے اتنی جلد کنارہ کش ہونے کے لیے تیار نہیں تھا وہ اقابلا کا مجسمہ تھا۔ بہت وزنی تھا۔ پر وہ میرے لیے پھولوں کا ایک باغ تھا میں اسے بار بار چومتا تھا، اس میں اقابلا کے جاہ و جلال اور اس کی عظمت کا وزن تھا۔ میں ایک سرخرو اور فتح مند شخص تھا کہ یہ میرے تصرف میں تھا۔ میرے پاس انگروما کی سرفرازی کی کلید تھی اور میں کسی نشان کے بغیر بے سمت آگے بڑھ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

تساؤ کے آدم خور

تساؤ کے آدم خور...... شکاریات کے موضوع پر ایک مستند کتاب اور حقائق پر مبنی سچا واقعہ...... یوگنڈا (کینیا) کے دو خونخوار شیر جو آدم خور بن گئے تھے...... ایک سال کی قلیل مدت میں 140 انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے والے تساؤ کے آدم خور...... جنہوں نے یوگنڈا میں بچھنے والی ریلوے لائن کا کام کھٹائی میں ڈال دیا تھا۔ جو لومڑی سے زیادہ مکار تھے اور چھلاوہ کی طرح غائب ہو جاتے تھے۔ اس سچے واقعے پر انگلش فلم "Ghost & The Darkness" بھی بنائی گئی۔ جون ہنری پیٹرسن (فوجی اور ریلوے لائن کام کا انچارج) کی کتاب (The Man-Eaters of Tsavo) کا اُردو ترجمہ کتاب گھر پر شکاریات سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چمن زار گزرے، مرغزار گزرے، ویرانے کاٹے، گھاٹیاں عبور کیں، کہیں ساحل پر پڑاؤ ڈالا، کہیں جنگل میں بسیرا کیا، کبھی خشک زمینوں پر پیر زخمی ہوئے اور کہیں بارشوں نے راستے مسدود کیے۔ میں آبادی سے دور ہی رہا اور اقابلا کا مجسمہ کبھی اس کاندھے پر کبھی اس کندھی پر اٹھائے، ریماجن کا علاقہ تلاش کرتا رہا۔ میں نے اسے خود سے کہیں جدا نہیں کیا۔ ایک جگہ میری حالت سیمابی ہوگئی۔ کہیں قریب ہی ریماجن کا علاقہ تھا، ریما جن نے میرا راستہ بدلنے اور اپنا علاقہ میری نگاہوں سے اوجھل کرنے کے لیے طلسمی حربے اختیار کیے تھے۔ اس سے اس کی عظمت کا اندازہ ہوتا تھا۔ میں اپنے تمام نوادر اور علوم سے مدد لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہ کوئی جالموش کا علاقہ نہیں تھا، جب میرا قد بہت چھوٹا تھا۔ انگرو ما ایک جزیرہ تھا، اس کے راستے ہر طرف سے ساحل پر آ کے ختم ہوتے تھے اور اس کی زمین بہر حال محدود تھی، ریماجن کا خیال ہوگا کہ وہ مجھے تھکا دے گا اور میں تھک کر کسی جگہ مجسمے سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اس نے مجھے تھکا دیا تھا۔ راستہ تلاش کرنے کے لیے میں نے بہت سے سحر توڑ دیئے تھے۔ وہ اپنی برتری کے سبب میرے سحر ناکام کر سکتا تھا مگر میری استقامت اور ذہانت اس کے سحر سے ماورا تھی۔ سمورال کی مالا کے دانے مختلف سمتوں میں چمکتے تھے۔ چوبی اژدہا کسی جگہ اچانک مضطرب ہو جاتا تھا۔ جالموش کے عطا کیے ہوئے بچھوؤں کے ہار میں کھلبلی مچ جاتی تھی جب چلتے چلتے آگے اندھیرے کی ایک دبیز دیوار نظر آتی تھی۔ ریماجن ہر قدم پر اپنے علم و فضل سے مرعوب کر رہا تھا۔ بلاشبہ میں اس کا قائل تھا، وہ مسند نشیں بھی میرے عزم اور حوصلے کا قائل ہو رہا ہوگا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ آبادی میں فلورا کا کیا حال ہوگا؟ وہ کس بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوگی اور جزیرہ توری میں سریتا، فروزیں، شراڈ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اور خود اقابلا کیا رائے قائم کرتی ہوگی؟ انگرو ما والے اپنے گرد و پیش ایک طلسمی دیوار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جہاں باہر کی آنکھ جھانکنے سے قاصر تھی۔ اقابلا کو کیا معلوم ہوگا کہ اس کا وفادار گھوڑا اس کا وزن اٹھائے کیسے کیسے دشت و بیاباں، کیسے کیسے جنگل، پہاڑ عبور کر رہا ہے۔

میں آخر وہاں پہنچ گیا تھا اور یہاں سے کہیں اور جانے کا سوال نہیں تھا۔ بس یہ تھا کہ کب وہ اندھیرا چھٹ جائے جو ریماجن کا علاقہ میری نظروں سے چھپائے ہوئے ہے، اس جگہ درخت بہت قریب قریب تھے جو جنگل کا سا منظر پیدا کر رہے تھے۔ میں وہیں قیام کرنے کے لیے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے سینے پر اقابلا کی مورتی تھی اور زمین پر کمر لگائے دیر ہو گئی تھی کہ یکایک ایسا محسوس ہوا فضا میں کہیں ساز بج اٹھے ہوں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔ دیکھا کہ تین دوشیزائیں شعلے بکھراتی مچھلیوں کی طرح تڑپتی، پریوں کی طرح تیرتی، مسکراتی، گنگناتی میری طرف گامزن ہیں، ان کا انداز مستانہ تھا، بے خبری، بے ہوشی، وہ عمر کہ ہوش قابو میں نہ رہے۔ شاید انہوں نے میری طرف نہیں دیکھا تھا، جسے شیشوں کی صراحیوں میں شراب چھلکے، ان کا شباب چھلک رہا تھا۔ ان میں دو سیاہ فام تھیں، ایک سفید بلکہ سرخ، شہابی، خون اور پیاز کا ملا ہوا رنگ، ایک گلاب جس کا رنگ پھوٹ رہا ہو، چھوؤ تو انگلیاں رنگ جائیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ سیاہ و سفید کے اس امتزاج میں کون سا رنگ دل پذیر ہے، اہل نظر رنگ نہیں دیکھتے، نشہ دیکھتے ہیں، میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ میرے نزدیک آ کے ٹھٹک کے رک گئیں۔ ان کی مخمور آنکھیں مجھے حیرت سے دیکھنے لگیں۔ میں نے شگفتگی سمیٹی اور پوچھا۔ ''اے نازنینو! تم کہاں سے آ رہی ہو؟ ذرا ٹھہرو، مجھے اپنے جلوے سے سیراب کرتی جاؤ۔'' ان کا تعلق ریماجن کے علاقے سے ہوگا اور میرے گردان کے اچانک موجود ہونے کا بھی کوئی مقصد ہوگا۔ اتنی معمولی باتیں تو ایک کم عقل شخص بھی سمجھ سکتا تھا۔

http://kitaabghar.com

میں نے محتاط انداز میں ان سے گفتگو کا آغاز کیا۔

''تم کون ہو؟'' وہ تینوں مجسم اشتیاق بن گئیں۔

''میں۔'' میں نے لطف لیتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے جمال کی آج تک کسی نے اتنی قدر نہ کی ہوگی، میں وہ شخص ہوں۔''

ان کے لبوں پر شوخی آ گئی اور انہوں نے مسکرا کے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''میں یہاں تھوڑی دیر ستانے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔ مجھے آگے جانا ہے اور مقدس ریماجن سے ملاقات کرنی ہے۔''

ان کی آنکھیں جھلملانے لگیں اور سفید فام دوشیزہ تعجب سے بولی۔ ''تم مقدس ریماجن کے علاقے میں جا رہے ہو؟ تم کوئی بہت بہادر اور عالم شخص معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا سینہ کیسا سجا ہوا ہے، تمہارا نام کیا ہے؟''

میں نے افتخار سے انہیں اپنا نام بتایا تو وہ مجھے ناقابل یقین نظروں سے دیکھنے لگیں۔ ''تم وہی ہو جس کے بارے میں انگروما کا ہر شخص جانتا ہے، تم ایک محترم شخص ہو، تمہارا دیدار ایک سعادت ہے، کیا ہم دو گھڑی تمہارے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں مقدس جابر؟''

''میرا نام رشیم ہے۔'' وہ شرمگیں لہجے میں بولی۔ ''اس کا نیارا اور اس کا مہریق۔ ہم اس جگہ رہتے ہیں، یہاں زاہدوں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو غاروں میں رہتے ہیں۔ ہم وہیں سے آ رہے ہیں، روز ہم اس طرف آ کے عبادت کرتے ہیں۔ سنا ہے یہاں سے مقدس ریماجن کا علاقہ بہت نزدیک ہے۔ شاید کسی دن مقدس ریماجن ہمیں طلب کر لے۔ کیا ہم تمہارے ساتھ اس مقدس جگہ تک چل سکتے ہیں۔''

''کیوں نہیں۔'' میں نے فراخ دلی سے کہا۔ ''مقدس ریماجن اتنی حسین لڑکیوں کو اپنے علاقے میں دیکھ کر خوش ہوگا۔''

بلاشبہ ریماجن نے لڑکیوں کا ایک خوب صورت تحفہ مجھے بھیجا تھا اک سنسان جگہ ان کی آمد میرے لیے بہار کی آمد سے کم نہیں تھی۔ حیرت تھی کہ وہ اقابلا کے حسین مجسمے کے بارے میں کوئی استفسار کیوں نہیں کر رہی تھیں۔ وہ وارفتہ ہوئی جاتی تھیں۔ ان کی یہ شیدائیت ناپختگی کا مظہر تھی۔ ریماجن نے ان کا انتخاب بدن کی بنیاد پر کیا تھا۔ پختہ کار دوشیزاؤں کو وہ میری طرف بھیجتا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔ بہر حال یہ ایک پرانا حربہ تھا، عام طور پر سودمند ہی ہوتا ہے۔

پھر وہ اصرار کرنے لگیں کہ قریب ہی آب نشاط انگیز کا ایک کنواں ہے۔ جس کا پانی اس پُر کیف ساعت میں موجود ہو تو کچھ اور بات ہوتی ہے۔ وہاں ایک مرغزار ہے، سبزہ نرم ہے، پھولوں سے خوشبو آتی ہے اور پرندے ترنم ریز ہوتے ہیں۔ وہاں کیوں نہ چلا جائے میں نے تائید میں سر ہلا دیا۔ تینوں نازنینوں نے مجھے اٹھایا۔ میں ان کے بادۂ حسن سے پہلے ہی اوسان کھو بیٹھا تھا، جب میں نے ساتھ میں مجسمہ بھی اٹھانا چاہا تو انہوں نے بے پروائی سے کہا۔ ''ہم قریب ہی جا رہے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اے دلکش لڑکیو! میں جانتا ہوں۔'' یہ کہہ کے میں نے مسکراتے ہوئے مجسمہ اٹھا لیا اور دوسرا ہاتھ رشیم کے کاندھے پر رکھا، مہریق نے مجسمہ سنبھالنے میں میری مدد کرنے کے لیے پہل کی تو میں نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا شیشہ بدن ٹوٹ جائے گا۔ یہ وزن صرف مجھی کو زیب دیتا ہے۔''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

یہ کھیل خاصا دلچسپ تھا، افسوس اس بات کا تھا کہ ریماجن یا اس کے ساتھیوں نے ان لڑکیوں کو بھیج کے گویا میری صحیح پیمائش ہی نہیں کی۔ مجھے سبکی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر بھی میں ان کے ساتھ مشروب نشاط کے کنوئیں تک چلا، بظاہر میں بدمست تھا۔

رشیم نے سچ کہا تھا۔ وہ جگہ جنت نظیر تھی۔ مخمل جیسے سبزے کا فرش تھا اور معطر ہوائیں سرسرا رہی تھیں۔ رشیم اور مہریق نے کنوئیں سے ایک سیاہ محلول نکالا اور میرے منہ میں لوٹ دیا۔ اس کی تلخی تیر کی طرح کلیجے میں پیوست ہوگئی، لمحے بھی نہیں گزرے۔ مختلف رنگ میری آنکھوں کے اردگرد تیرنے لگے۔ معلوم ہوا سب کچھ ڈول رہا ہے۔ ہر شے ہوائیں اڑا رہی ہے۔ میں بھی معلق ہوں، درخت بھی ناچ رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں اپنے اندر گرتا چلا گیا۔ اسی لمحے لڑکیوں نے مجھے اپنے گداز میں سمیٹ لیا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ اتنا وقت نہیں مل سکا کہ میں سحر پھونک سکوں۔ اس وقت میری زبردست قوت ارادی ہی کام آئی۔ میں نے درندگی سے ہاتھ پھیلا کے لڑکیوں کو دور ہٹایا اور سر جھٹک کے وہ آتشیں سیال سرد کرنے کی کوشش کی جس نے حلق میں اترتے ہی حواس و اعصاب پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان لڑکیوں پر آتش فشاں پھٹ پڑے، میں چوبی اژدہے سے ان کے جسم نیلے کروں یا شپالی سے ان کی آنکھیں جلا دوں؟ میری آنکھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ مجھے لانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لڑکیاں میری مدہوشی اور غفلت میں اقابلا کا مجسمہ چھین لینا چاہتی تھیں۔ یہ کام ان کے بس کا نہیں تھا۔ ان کے سپرد اتنا فریضہ تھا کہ وہ میری توجہ مبذول کر کے مجھے کسی نہ کسی طرح ریماجن کے وسیع طلسمی حصار میں لے آئیں۔ میں یہی سوچتا رہا کہ ان لڑکیوں کے سینے میں ان کی دل پسند جگہ خنجر بھونک دوں گا۔ اس مشغلے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا تھا۔ جب لڑکیاں تڑپتی تھیں اور خون کا فوارہ ان کے نرخروں سے جاری ہوتا تھا تو مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں ایک علاقہ فتح کر رہا ہوں یا تاریک براعظم کے کسی بزرگ کے منہ پر تھوک رہا ہوں اور اس عمل سے جاراکاکا کی روح بھی خوش ہوتی تھی۔ ریماجن کے علاقے کی تلاش میں مجھے جاراکاکا کی روح کی اعانت کے لیے یوں بھی قربانی کی ضرورت تھی۔ جاراکاکا کی کھوپڑی کو غسل دینے کی یہ مقدس رسم انجام پا جاتی تو یہ اقدام ریماجن کو میرا جواب ہوتا، ایک برجستہ اور معقول جواب۔

میں جواب دیتا رہ گیا۔ دیکھا کہ راستے ہر طرف مسدود ہیں، ریماجن مجھے ایسے مقام پر لے آیا تھا جہاں کی زمین پر اسے کلی اختیار ہو۔ جہاں اس کا مضبوط حصار قائم ہو۔ ایک ذرا سی بے خبری نے میرے عزائم کی بساط الٹ دی تھی۔ لڑکیاں دوبارہ میرے جسم میں ضم ہوتی جا رہی تھیں، میں انہیں دور بھگاتا تھا۔ ٹھوکریں لگاتا تھا، وہ مجھ پر ٹوٹ پڑی تھیں۔ ہاتھ چلاتا کہیں تھا، چلتے کہیں تھے۔ ایک لمحے میں ہزار نکتے، ہزار خیال ذہن میں در آتے تھے اور فیصلے کی قوت مشروب نے درہم برہم کر دی تھی۔ میں نے جبراً اپنی آنکھیں میچ لیں، دانت بند کر لیے اور اپنی منتشر توانائی یکجا کرنے کی ہمت پیدا کی۔ میں نے ہذیان میں خنجر اٹھایا اور ایک پل گزرا تھا کہ وہ تینوں کرب ناک چیخوں کے ساتھ زمین پر لوٹنے لگیں۔ میں لڑھکتا ہوا ان کے لہولہان جسموں پر گرا اور بہتے ہوئے خون کے دھارے سے میں نے اپنا منہ لگا دیا۔ خون سے میرا چہرہ رنگا، خون کے چھینٹے جسم پر پڑے تو آتش غضب اور بھڑک اٹھی۔ میں نے اپنا سینہ آگے کر دیا تاکہ جاراکاکا کی کھوپڑی کا متبرک غسل ہو جائے۔

پھر مجھے دفعتاً یہ خیال آیا کہ جلد سے جلد اس طلسمی حصار سے باہر نکل جانا چاہیے۔ لڑکیاں ریماجن کی محض فرستادہ تھیں۔ انہیں ختم کر دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میرے راستے بھی کھل گئے اور ریماجن نے میری فضیلت تسلیم کر لی۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ میری جان کو کوئی

خطرہ نہیں تھا۔ جابر بن یوسف کو اتنے مراتب کے بعد آسانی سے ختم کر دیا ممکن نہیں تھا۔ خطرہ صرف اقابلا کے مجسمے کو تھا جو مجھے اب جان سے زیادہ عزیز تھا۔ ہر لمحے اس کی قدر و قیمت میری نظر میں بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ بات اب صاف تھی کہ انگروما والے اسے بہ جبر مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں اور چونکہ وہ مجھ سے براہ راست کوئی فساد کرنا نہیں چاہتے اس لیے میرے کسی مجہول لمحے کی غفلت سے فائدہ اٹھا کے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ انگروما کی ساری آبادی کے درمیان اقابلا کا مجسمہ اپنے پاس محفوظ رکھنا ایک دشوار گزار مرحلہ ہے، میں نے اپنے لیے خود ہی مشکلیں کھڑی کر دی تھیں جو صاف اور سیدھا راستہ منتخب کیا تھا، وہ اس مجسمے کے حصول کے بعد مجھ سے گم ہو گیا تھا۔ اب میرا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ میں نے مجسمہ کاندھے پر اٹھایا اور چیخ کر کہا۔ ''مقدس ریماجن میرے اور تیرے درمیان ایک بات کی وضاحت ہو جائے۔ میں انگروما کے ساتھ ہوں اور جالوش کی شکست کا خواہاں ہوں، میں جالوش کی ہزیمت کے لیے انگروما کے عالموں کے ساتھ توری کے معرکے میں جنگ کروں گا۔ میری تمام ہمدردیاں تیرے ساتھ ہیں۔ پر میں اقابلا کا تحفظ چاہتا ہوں۔ آؤ ہم دونوں اس کے متعلق کوئی معاہدہ کر لیں۔'' میری آواز پر کسی طرف سے کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ میں نے اپنے تمام نوادر کو باری باری ہاتھ لگایا۔ جالوش کے عطیے بچھوؤں کے ہار کے تمام بچھو زندہ ہو چکے تھے، مجھے کسی سمت سے کوئی جواب نہ آنے کے بعد ریماجن کے ارادے کی شدت کا اندازہ تھا۔ ایک بار پھر میں نے صدا لگائی اور اپنا بیان وضاحت کے ساتھ دہرایا۔ پھر میں خاموش کھڑا ہو گیا۔ نشہ ہرن ہو چکا تھا، میں تمام تر اپنی فکر اور ہوش کے جامے میں تھا اور میرا ذہن ہمہ سمت، ہمہ جہت سوچ رہا تھا۔ بہ ظاہر ان کی طرف سے کسی جارحانہ اقدام میں پہل نہیں ہوئی تھی۔ وہ چمن زار اسی طرح سرسبز، دلکش اور رنگین تھا لیکن میرے حواس، ایک حبس، ایک کبیدگی محسوس کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد کچھ ہونے والا تھا۔ میں نے چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اور اپنی جگہ سے حرکت کی۔ چوبی اژدہا میرے آگے آگے چلنے لگا، میں چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دور گیا ہوں گا کہ میں نے اپنے روبہ رو عالموں اور ساحروں کی ایک قطار دیکھی، میں نے پلٹ کے پیچھے کی طرف دیکھا تو وہاں بھی ایک فاصلے پر عالموں کی یہی دیوار موجود تھی۔ وہ بے حد سنجیدہ تھے اور میری حرکتیں چہروں کے کسی تاثر کے بغیر دیکھ رہے تھے۔ البتہ ان کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے جیسے وہ مجھ سے عاجزی کے ساتھ اقابلا کا مجسمہ طلب کر رہے ہوں۔ میں ٹھٹک کے رک گیا اور اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کے میں نے نہایت شائستگی سے اپنا مدعا بیان کیا۔ وہ جوں کے توں رہے یعنی انہوں نے میری بات درگزر کر کے اپنا مطالبہ برقرار رکھا تھا۔ میں نے خود حفاظتی اور نظروں سے اوجھل ہونے کے تمام عملیات کا ایک ہی سانس میں ورد کیا لیکن یہ طریقہ اتنے بہت سے ساحروں اور خصوصاً ریماجن کی مخصوص جگہ مجھے زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوا۔ مجھے بہرحال کوئی مفاہمت کیے بغیر ساحروں کی یہ دیوار عبور کرنا تھی اور اقابلا کے مجسمے کا دفاع کرنا تھا۔ میں نے آواز دی۔ ''اے معزز لوگو! تم میں سب سے برگزیدہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہ کے مجھ سے مخاطب ہو۔ میں کسی تلخی سے پہلے تم سے بات کرنے کا خواہش مند ہوں۔''

''محترم جابر بن یوسف!'' میری صدا کے جواب میں ایک بلند بانگ آواز آئی۔ ''ہم تمہارے مرتبے سے آگاہ ہیں، تم جالوش کے زوال میں ہمارے ساتھ ہو۔ یہ حقیقت ہمیں معلوم ہے لیکن تمہارے ہاتھ میں ابھی تک اقابلا کا مجسمہ ہے...... انگروما کے ساحروں کی خواہش ہے کہ تم اسے بھی اپنی غیر معمولی طاقت سے مسمار کر دو جیسا کہ تم نے جالوش کے مجسمے کے ساتھ کیا ہے۔''

http://kitaabghar.com

''اور میں نے کیا کہا ہے؟'' میں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تم سے صرف ایک رعایت چاہتا ہوں۔''

''ہم نے تمہارا مطالبہ سن لیا ہے لیکن یہ انگرو ما کے بہترین مفاد میں ہے کہ اقابلا کے مجسمے کا حشر بھی جالموش کے مجسمے جیسا ہو اور ہم پورے اعتماد کے ساتھ تاریک براعظم پر حملہ کریں۔''

''میں مقدس ریما جن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''مقدس ریما جن انگرو ما میں ہر جگہ موجود ہے اور اس کے حکم کے ترجمان انگرو ما کی زمین، درخت اور انسان ہیں۔''

میں نے ان کے لہجے سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ وہ اپنی ضد پر قائم ہیں اور کسی سودے بازی پر آمادہ نہیں، میں نے ان سے مہذب انداز میں کئی بار اپنی خواہش کا اظہار کیا اور وہ میری گزارش خوش اطواری سے رد کرتے رہے، ہمارے درمیان غور و فکر کے لمبے وقفے بھی آتے رہے۔ میں پہلے ہی اس ناگفتہ بہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے خود کو آمادہ کر چکا تھا۔ میں زمین پر جھک گیا اور مٹی اپنے جسم پر مل لی۔ پھر میں نے نہایت تیزی سے تین بار اپنا جسم گھمایا۔ اپنے تمام نوادر پر بھی خاک ملی اور ڈگی کے سینگوں سے اپنے چاروں طرف زمین پر ایک لکیر کھینچی، یہ لکیر شپالی سے مس کی تو اس میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جالموش کے ہار میں سے ایک بچھو نوچ کر زمین پر پھینک دیا۔ اسے پھینکنے کی دیر تھی کہ زمین پر ہر طرف سے اسی قسم کے بچھو نمودار ہونے لگے اور آناً فاناً میرے گرد و پیش ایک نوع کے بچھوؤں کا ہیبت ناک اجتماع ہو گیا۔ میں اپنی کھینچی لکیر کی آگ کے اندر تاریک براعظم کے سب سے مہلک عمل یاد کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی کہ فیصلہ میرے حق میں ہو گا یا انگرو ما کے ساحروں کے حق میں؟ بچھو میری لکیر کی آگ سے کچھ دور تھے لیکن وہ اس قطار تک جا پہنچے تھے جہاں ساحر کھڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے زمین پر سیاہ بچھوؤں کی فصل اگی ہوئی ہو لیکن اسی اثنا میں ایک اور بچھو زمین سے ابھرا جو جسامت میں بڑا اور نوکیلے پنجوں والا تھا۔ ان کا ہجوم اتنی تیزی سے اطراف میں پھیلا کہ میرے بچھوؤں کا نشان تک نہ رہا، انہوں نے میری پوری فصل چاٹ لی اور اس طرح جالموش کے ہار کا ایک مہلک بچھو مجھ سے چھین لیا۔ میں نے ہار سے ایک اور بڑا بچھو نوچا اور زمین پر پھینک دیا جو موجود بچھوؤں پر اسی شدت سے غالب آیا جس طرح انہوں نے میرے بچھوؤں پر غلبہ پایا تھا۔ اب زمین پر تا حد نظر پھر میرے بچھوؤں کی ایک فوج موجود تھی اور میں نے وہ فوج مغلوب ہو جانے کی صورت میں تیسرا بچھو بھی منتخب کر لیا تھا۔ میں نے دور سے دیکھا کہ ساحروں کی قطار بچھوؤں کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے بچنے کیلئے کسی قدر دور ہٹ گئی ہے۔ یہ دیکھ کے میں نے پھر ہانک لگائی۔ ''انگرو ما کے معزز ساحرو! یہ سب مجھے اچھا معلوم نہیں ہو رہا۔ یاد رکھو جارا کا کی مقدس روح سب سے بہتر فیصلہ کرتی ہے اور اسی نے یہ مجسمہ میری تحویل میں دیا ہے۔ آؤ ہم کسی خوش گوار فیصلے پر پہنچ جائیں۔''

رد عمل میں ان پر صرف ایک گہری خاموشی طاری تھی۔ وہ سوال و جواب کے موقف میں آنے سے گریز کر رہے تھے۔ میں نے حرکت کرنے کا ارادہ کیا۔ اپنے بچھوؤں کے سمندر سے گزرتا اور ایک ہاتھ سینے کے مقابل بلند کیے بار بار گھوم کے طلسمی طاقتیں کا ثنا آگے بڑھا۔ یہ ایک تکلیف دہ پیش قدمی تھی۔ حصار سے باہر نکلنے میں ایک وقت لگ جاتا مگر چاہے صدیاں گزر جاتیں۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی۔ میں چند ہی قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ میرے بچھوؤں کے سیلاب پر آگ کی لپٹیں اٹھیں، جیسے زمین پر تیل بکھر گیا ہو اور کسی نے چنگاری پھینک دی ہو، زارشی کے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

صحرا میں ریاضت کے بعد سے میرے جسم پر آگ کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ میرے بچھوؤں کے جنگل میں آگ کے شعلے بلند تھے۔ پیش منظر میں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ چوبی اژدہا میرے گلے سے لپٹ گیا تھا، اسی ثانیے میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا کہ آگ پر جہاں تک بھاگا جا سکے بھاگوں، وزنی مجسمے کے باوجود میں نے اپنے اس فیصلے پر سرعت کے ساتھ عمل کیا۔ میں حصار کی دیوار کے نزدیک ہونا چاہتا تھا، آگ کے شعلوں میں وہ میری حرکت دیکھنے سے بھی قاصر تھے۔ ظاہر ہے یہ سب ساحرانہ کمالات تھے، آگ بجھانے کے لیے پانی کی ضرورت نہیں، ریماجن کے اشارے کی دیر تھی۔ سو آگ کسی وقت بھی بجھ سکتی تھی اور میں عریاں ہو سکتا تھا کہ کہاں کھڑا ہوں، آگ نے میرے تمام بچھو جیسے ہی نیست و نابود کیے، وہ بجھ گئی، میرا ایک اور نادر بچھو ریماجن نے ضائع کر دیا اور میں جہاں کھڑا تھا، وہاں سے چند ہی قدم کے فاصلے پر انگروما کے ساحر تھے اور مجھے اپنے نزدیک دیکھ کے ششدر رہ گئے۔ میں نے سوچا، اس سے قبل کہ وہ اپنا دائرہ میرے گرد تنگ کر لیں، میں وحشت میں چیختا، شور مچاتا اور شپالی گھماتا ہوا ان کی دیوار سے باہر نکلنے کی کوشش کروں۔ اس طرح میرا مقابلہ صرف چند ساحروں سے ہوگا۔ باقی دور کھڑے رہیں گے اور جب تک وہ میرے قریب پہنچیں گے، میں باہر نکل چکا ہوں گا۔ یہ ریماجن کی سحر زدہ زمین تھی، یوں بھی وہ علم و فضل میں مجھ سے برتر تھا، اس پر طرہ یہ کہ میں اس کے مخصوص علاقے میں مقید ہو گیا تھا۔ شکست قبول کرنے سے بہتر تھا کہ اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لاؤں، پھر جو ہوگا، اس پر کوئی ندامت نہیں ہوگی۔ مشقت اور اذیت کے اتنے طویل سفر کے بعد یہی مقسوم تھا تو یہی سہی، میں نے جھنجلا کے جاراکا کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ مجذوبانہ انداز میں سرمستی کرتا ہوا اس مقام اور موقع کی تاک میں رہا جہاں سے میں وہ دیوار عبور کرتا......بس لمحوں کی دیر ہوگی، طلسم وافسوں میں لمحے سارے خواب، ساری توقعات درہم برہم کر دیتے ہیں، لمحوں میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ میں نے بے قراری سے نظر اٹھا کے دیکھا تو ساحر تیزی سے دائیں بائیں اور پشت سے میرے قریب ہو رہے تھے، میں ایک جانب لپکا کیونکہ مجھے اپنے پیروں کے نیچے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مجسمے پر میرا توازن بگڑنے لگا۔ میں نے سمت بدل لی لیکن وہاں کی زمین دلدل کی طرح نرم ہو گئی تھی۔ میرے پیر دھنسنے لگے، دھنستے ہوئے میں نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے، ایک ہاتھ میں مجسمہ اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا خالی ہاتھ کسی مبہم امید میں بلند تھا کہ شاید کوئی اسے تھام لے۔ بے ساختہ جاراکا کی روح کو آواز دی، اقابلا کا نام لیا۔ اس شکست خوردگی کے لیے ذہن آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن وہ ایک بے بس لمحہ تھا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر وہ نہ ہوتا جو بعد میں ہو گیا تو کیا ہوتا؟ میں زمین میں دھنس کے بھی زندہ رہتا لیکن وہ مجسمہ جس کے لیے میں نے اپنی یہ توہین برداشت کی تھی، یہ رسوائی مول لی تھی، وہ ضرور مجھ سے جدا ہو جاتا لیکن ابھی میں زمین میں گھٹنوں تک ہی دھنسا تھا اور ہاتھ فضا میں اٹھے ہوئے تھے کہ اچانک جیسے کسی دیوار پر ٹک گئے۔ میں نے حیرانی سے اوپر دیکھا تو مجھے سرنگا کی دیوی مسکراتی نظر آئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا، ساحروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ ایک شور سا ہر جانب اٹھا۔ سب کی نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ دیوی کی آمد سے میرے اندر زندگی دوبارہ عود کر آئی۔ اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے میں اپنے حلق سے غیر انسانی آوازیں نکالتا ہوا سامنے کھڑے ہوئے ساحروں پر بجلی بن کر ٹوٹا۔ پھر میرے قہر کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ میرے ہاتھ کانٹوں، زنجیروں اور رسیوں میں الجھے مگر کوئی رکاوٹ مجھے روکنے پر قادر نہ ہو سکی، بیک وقت کئی ساحر مجھ سے الجھتے ہوئے زمین پر گر گئے۔ میں سر آگے کیے چیرتا پھاڑتا، الجھتا گرتا پڑتا دیوی کا ہاتھ پکڑے اور مجسمہ سنبھالے ریماجن کے مخصوص علاقے سے باہر آ گیا۔

دیوی نے باہر آتے ہی میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور ایک جنبش نگاہ کے عرصے میں وہ منظر سے غائب ہوگئی۔ اس نے میری ممنون نظریں دیکھنے کی زحمت نہیں کی، اس نے ایک بار پھر انگروما کے لوگوں کے ذہن میں میرا وقار بلند کیا۔ میں اب خطرے سے باہر تھا۔ تمام ساحر شمال کی جانب بھاگ رہے تھے اور میرا رخ جنوب کی طرف تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ریما جن اس واقعے سے متاثر ہو کے مجھ سے میری شرطوں پر گفتگو کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔ کاش دیوی اقابلا کا مجسمہ اپنے ساتھ لے جاتی تو مجھے تنہا ان لوگوں سے معرکہ آرائی میں آسانی ہوتی مگر اب بھی مسئلہ وہی تھا۔ مجسمہ میرے کاندھے پر تھا اور اب یہ لازم ہو گیا تھا کہ میں اس کے لیے بہر صورت کوئی محفوظ مقام تلاش کروں۔ یہ سوچ کے میری عقل خبط ہوئی جا رہی تھی۔ چنانچہ بے نیل مرام چند دن یوں ہی سفر کرتا رہا۔ پھر میں نے آبادی میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ریما جن کو اگر اقابلا کے مجسمے کی اتنی شدید ضرورت ہوگی تو وہ جلد سے جلد مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔ بصورت دیگر مجھے ایک طویل انتظار کرنا پڑے گا۔ کون کس کا کتنی دیر انتظار کرتا ہے۔ میں تھکتا ہوں یا ریما جن؟ تاریک براعظم فتح کرنے کی عجلت مجھے ہے یا ریما جن کو؟ بہرحال انگروما میں نزاع و انتشار کے دن میرا مقدر ہو گئے تھے جب میں آبادی کی طرف واپس ہو رہا تھا تو ذہن میں ایک خیال کوندا کہ کیوں نہ انگروما کا اقتدار گروتا سے چھین لیا جائے؟

آہ، میرا جی اس خیال پر طمانچے لگانے کو چاہا۔ جابر بن یوسف جیسے انا پسند، خود سر اور سرکش شخص کی شکست خوردگی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ وہ تاریک براعظم میں اقابلا کا دعوے دار ہو۔ انگروما میں بہ جبر اپنی محبوبہ فلورا کو حاصل کرے، جاملوش کا مجسمہ مسمار کرنے کا شرف حاصل کرے، ریما جن کے علاقے میں برتر احساس کے ساتھ جانے میں خوف نہ محسوس کرتا ہو۔ جس کا سینہ فضیلتوں کی اسناد سے آراستہ ہو، ایک پُر اسرار دیوی جس کی پشت پناہی پر آ جاتی ہو، سرنگا جیسا صاحب رمز شخص جس کا دوست ہو، وہ اتنی منزلوں کے بعد انتقاماً انگروما کی سرداری پر اکتفا کرے اور براہ راست ریما جن کے ماتحتی میں آ جائے۔ میں نے خود پر تف کیا۔ مجھے وہ دن یاد آئے جب تاریک براعظم میں ہر طرف میری نگاہوں کے سامنے اندھیرے تھے۔ ان میں سے کتنے در و بام خود بخود روشن ہو گئے۔ ضروری نہیں کہ تمام چیزیں ہر وقت راست سمت میں اور میری خواہش کے مطابق چلیں، ہر اندھیرا میرے بڑھتے قدم کے ساتھ چھٹتا جائے۔ جہاں فیصلے غلط ہوئے اور نگاہ چوک گئی اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، اس ناکامی سے جو ریما جن کے علاقے میں نصیب ہوئی اور دیوی کو مدد کے لیے آنا پڑا۔ اس قدر دل برداشتہ اور حواس باختہ کیوں ہونا چاہیے کہ اپنی قامت کا ہوش بھی نہ رہے۔

بستی کے نزدیک پہنچ کر میرے متنازعہ ذہن میں یک سوئی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ میں جس جگہ سے گزر رہا تھا وہاں جگہ جگہ غار تھے۔ ان غاروں میں مجھے ایک مانوس جگہ دکھائی دی تو نہاں خانے میں دفعتہً روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کاندھا پکڑ کے چونکا دیا ہو اور سامنے ایک دروازہ نظر آ رہا ہو۔ میرے قدم وہیں جم گئے اور جیسے جیسے اس تدبیر کے خاکے میرے زرخیز دماغ میں واضح ہوتے گئے، ایک آن کی تاخیر بھی ناقابل برداشت ہونے لگی۔ کسی بند جگہ کے سراغ میں نظریں مضطرب ہو گئیں۔ یہ کھلی جگہ تھی، میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ بستی کی سرحد سے جھونپڑیوں کی قطاریں شروع ہو جاتی تھیں، کسی تکلف کے بغیر میں درآنہ اندر گھس گیا اور بوکھلائے ہوئے اہل خانہ کو فی الفور جھونپڑی خالی کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وہاں میری عمل داری تھی۔ مجسمہ ایک طرف رکھ کے سب سے پہلے میں نے اپنے دوست کاہو کی روح طلب کرنے کی سحر کاری

شروع کی۔ کاہوکی آزاد روح انگروما کی سرزمین پر آنے سے گریزاں ہوگی کہ کہیں اسے روحوں کے زنداں میں نہ ڈال دیا جائے؟ مجھے اپنے عمل کی دشواری کا احساس تھا تاہم ایسے نازک لمحے میں کاہوکی روح کی اعانت اور مشورے کی شدید ضرورت تھی۔ اس کے اجتناب اور اکراہ سے بے پرواہو کے میں مشکل ترین ساحرانہ مشاغل میں مصروف ہوگیا۔ جاملوش کے علاقے میں جانے سے پہلے روحوں کی مجلس کا مخصوص سحر میں نے نہیں سیکھا تھا لیکن اب جاملوش کے علاقے میں روحوں کی طلبی کا مخصوص عمل مجھے ازبر تھا۔ روحوں کو اپنے احکام کی تعمیل پر مجبور کرنے کا عمل کوئی بڑا ساحر ہی انجام دے سکتا ہے۔ میں نے بطور خاص جاملوش کی درس گاہ میں اس حیرت انگیز مظہر میں دلچسپی لی تھی۔ قارنیل سے بہت سے نکتے سیکھنے کا اعتماد تھا اسی لیے میں انگروما کے روحوں کے زنداں میں بے دریغ داخل ہوگیا تھا اور روحوں کے ساتھ وہاں میں نے کئی دن گزار لیے تھے۔

باگمان میں کاہوکی روح نے آزاد ہوتے وقت مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے کسی مشکل وقت میں طلب کرسکتا ہوں، مجھے یقین تھا کہ انگروما میں تمام خدشے بالائے طاق رکھ کے کاہوکی روح نمودار ہوگی۔ اپنے آپ سے بیگانہ ہو کے میں سر بسر اس ریاضت میں ڈوب گیا۔ آخر میری امید بر آئی۔ کاہو کا لرزتا ہوا بدن جھونپڑی میں وارد ہوگیا۔ اسے دیکھتے ہی میں نے جھونپڑی محصور کرلی۔ وہ انگروما میں طلبی پر بہت شاکی تھا۔ میں نے اس سے معذرت چاہی اور کہا۔ ”محترم کاہو! شاید یہ آخری موقع ہے جو میں نے تمہیں زحمت دی ہے، تاریک براعظم میں کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہے، ممکن ہے، مجھے پھر تمہیں زنداں میں ڈالنا پڑے لیکن تم اپنے محسن جابر بن یوسف کے لیے ایک عارضی قید اور برداشت کرلو۔ پھر تمہیں کبھی کوئی پریشان نہیں کرے گا۔“

وہ کانپنے لگا۔ ”معزز جابر!“ کاہوکی روح نے کرب سے کہا۔ ”میں تمہارا ہر حکم بجالانے کے لیے تیار ہوں لیکن تم مجھے آزاد ہی رہنے دو۔ انگروما کے زندان میں قید نہ کرو۔“

”میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ ایک عارضی مدت ہوگی۔ دیکھو یہ میرے پاس اقابلا کا مجسمہ ہے۔ انگروما کے لوگ اس کی تباہی کے درپے ہیں اور میں اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ گو میں نے انگروما میں روحوں کے اس زندان کی تمام روحیں قابو میں کرنے کا یقین حاصل کیا ہے۔ تاہم حفظ ماتقدم کے طور پر میں تمہیں بھی وہاں اپنے مفادات کی نگرانی کے لیے رکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان روحوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں انہیں آزاد کردوں گا بشرطیکہ وہ تاریک براعظم میں کسی بڑے انقلاب سے پہلے میری اطاعت کا عہد کریں۔ انگروما کے لوگ انہیں کھلی فضا میں لاتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں، وہ روحوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے، جتنا جاملوش کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کیے ہوئے اس کے ادنیٰ شاگرد عبور حاصل کیے ہوئے ہیں۔ یہ رمز میں نے روحوں کے زنداں میں داخل ہوتے ہی سمجھ لی تھی۔ انگروما میں اس مجسمے کی حفاظت کے لیے اس سے محفوظ جگہ ممکن نہیں تھی“۔

کاہوکی روح چند لمحے تذبذب میں مبتلا رہی۔ میں نے اس کی الجھن دور کرنے کے لیے مزید وضاحتیں کردیں اگرچہ اس کے یہاں نمودار ہونے کے بعد میری گزارش حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ کاہو کے لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی، ورنہ اسے عبرت ناک حالات سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہنا پڑتا۔ کاہو نے اقرار میں گردن ہلادی، میں نے اسے ضروری ہدایات دینے کے بعد اپنے کاندھے پر بٹھالیا اور کوئی لمحہ بے کار ہونے سے پہلے وہاں سے چلا آیا۔

http://kitaabghar.com

میں پھر بستی سے دور تھا۔ اتفاق، مہربان حالات، بروقت فیصلے، موقع شناسی کی خوبیاں اپنی جگہ ہیں مگر فضیلت مآب، لوگ اپنے ماضی کے بے شمار لمحوں کے دیانت دارانہ تصرف کے بعد ہی کسی منزلت پر پہنچتے ہیں۔ جتنے لمحے رائیگاں گئے، اتنی سیڑھیاں رہ گئیں۔ میں نے عہد کیا کہ مجھے ہر لمحے فعال و مستعد رہنا چاہیے۔ بستی سے دور روحوں کے زنداں کے تمام پتھر ہٹاتا اور دیواریں ڈھاتا ہوا میں بے قرار روحوں کے درمیان پہنچ گیا۔ میں نے اقابلا کا مجسمہ ان کے حوالے کیا اور خود ایک جگہ بیٹھ کے باہر کی دنیا سے غیر متعلق ہو گیا۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں ایک جسم رکھتا تھا، ایک دیدہ جسم جو گلنے اور سڑنے کے اوصاف سے متصف تھا، اور روحیں ایسی کسی آلودگی سے پاک تھیں، وہ اپنی شناخت کے لیے کبھی کبھی اپنے جسموں کے ساتھ نمودار ہو جاتی تھیں مگر یہ سب دیدہ ور کے لیے ایک سراب تھا۔ میں جسم کے پنجرے میں بند تھا۔ وہ اس سے باہر تھیں۔ انگروما کے ساحروں نے ان کے لیے پھر ایک پنجرا تیار کر رکھا تھا۔ میرا کام یہ تھا کہ میں اس پنجرے پر پوری طرح قابو حاصل کر لوں چنانچہ میں نے اپنا ہر لمحہ منہمک کیا۔ نہ اسے شراب سے غسل دیا، نہ اسے کسی ماہ وش کے گداز سے آسودہ کیا، نہ اسے دلکش نظاروں کی سیاحت کرائی، نہ اسے سونے دیا، نہ اسے گراں ہونے دیا، میرا ہر لمحہ روحوں کے زنداں میں جاگتا رہا۔ شاید ساٹھ صبحیں، شامیں اور راتیں گزری ہوں گی کہ میں وہاں سے نکلا۔ میں نے کاہوکو وہاں کا نگراں بنا دیا اور جاتے ہوئے راستے کے پتھروں اور دیواروں پر اپنے طلسمی نقش کندہ کیے۔ تمام اعتبار اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد جب میں غار سے باہر نکلا تو غار کے دہانے پر ساحروں اور عالموں کا عظیم اجتماع تھا۔ میں نے ایک اچٹتی نظر سے انہیں دیکھا اور بستی کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر خاموشی سے چلا آیا۔

☆==========☆==========☆

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچائیے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجئے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

فلورا مجھے دیکھتے ہی بے حال ہوگئی۔

وہ میری عدم موجودگی میں زرد ہو چکی تھی۔ اس کی شادابی واپس لانے کے لیے مجھے اس کے عارض کی چٹکیاں لینی پڑیں۔ میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر اچھال دیا۔ میرے جسم پر ساری کثافتیں موجود تھیں۔ خون کے دھبے، خاک، کیچڑ، سیاہی، فلورا نے دروازے پر تعینات حبشیوں کو آواز دی اور میرے غسل کا اہتمام کرنے کا حکم جاری کیا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میری عدم موجودگی میں گروتا نے فلورا کی عزت میں کمی نہیں کی ہے۔ پانی فراہم ہونے کے بعد وہ پتے بھگو بھگو کر میرا جسم صاف کرتی رہی۔ میں نے اشتیاق سے اس کا اضطراب دیکھا۔ اس درمیان میں فلورا نے میرے سفر کے متعلق بے تکان سوال کیے تھے اور میں نے سارے جواب غسل کے بعد کے لیے موقوف کر دیے تھے۔ آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ، مہذب لڑکی جو عشوہ و ادا میں بے مثال تھی۔ ایک برہنہ شخص کا جسم صاف کر رہی تھی۔ گردش اسے کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔ میں اس عرصے میں اس کا چہرہ تکتا رہا۔ اس کا چہرہ میرے آنے کے بعد دمکنے لگا تھا۔ اس کے بدن کی خزاں زدہ زمین لالہ رنگ ہوگئی تھی اور کونپلیں سی پھوٹنے لگی تھیں۔

روحوں کے غار سے نکلنے کے بعد خیال آیا تھا کہ جلد ہی ایک سفر درپیش ہوگا، فلورا کی طرف جانے کے بجائے ویرانوں میں نکل جاؤں اور اس وقت تک ساحرانہ ریاضت میں خود کو مصروف رکھوں، جب تک ریماجن میری ضرورت محسوس نہ کرے لیکن میں ادھر چلا آیا۔ ادھریوں بھی چلا آیا کہ اب مزید وحشتوں سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں فلورا کی آغوش میں بیٹھ کے ریماجن کے ردعمل کا انتظار کر سکتا تھا، وہ منطقی ردعمل کیا ہوگا؟ میں جانتا تھا، اسے اب کیا ہونا چاہیے۔

میرا سکون فلورا کو پریشان کیے ہوئے تھا۔ وہ میری زبان سے کوئی مسرت انگیز خبر سننے کے لیے مچلی جا رہی تھی "کیا ہوا؟" آخر اس سے برداشت نہیں ہوا۔ اس نے غسل کے بعد مشروب کا ایک قدح میرے ہونٹوں سے مس کر دیا۔ "تم اتنے دنوں کہاں رہے جابر؟"

"کہاں رہتا؟" میں نے شوخی سے کہا۔ "بس یوں ہی سرگرداں رہا تھا۔"

"اور کیا حاصل ہوا؟"

"اتنی جلدی؟" میں نے اس کے ہونٹوں پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ "اتنی عظیم الشان سلطنت میں فیصلے اتنی جلدی ہو جائیں گے؟ انتظار کرتی رہو۔"

"تم صاف صاف کیوں نہیں بتاتے۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"ممکن ہے آئندہ چند دن فیصلہ کن ہوں۔ ہونا تو یہی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟" وہ جھنجلا کے بولی۔ "مجھے اپنی زودفہمی پر اعتماد ہے تاہم تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" پھر اس نے کچھ سوچ کے انگلی نچا کے اشارتاً پوچھا کہ کیا جھونپڑی محصور نہ ہونے کی وجہ سے کچھ بتانے سے گریز کر رہا ہوں۔

"نہیں فلورا۔ میری جان!" میں نے اس کا سراپا اپنے جسم پر بکھیر لیا۔ "اب کسی اخفا کی ضرورت نہیں، یقین رکھو، جلد ہی کوئی اچھی شکل نکل کے آئے گی۔" میری نظریں چھت کی جانب مرکوز تھیں اور میں پُرخیال لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "انگروما کے لوگ خاصے دانش مند ہیں۔ وہ اپنے

http://kitaabghar.com

دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننے کی بصارت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس جلد ہی آئیں گے کیونکہ انہیں ہماری ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ میں کہیں اور بھٹکنے کے بجائے تمہارے پاس آ گیا ہوں۔''

''تم اگر نہ آتے تو نہ جانے میرا کیا حال ہوتا؟ میں صبح و شام انگروما کے حاکموں کے پاس تمہاری خبر گیری کے لیے جاتی تھی اور ناکام واپس آ جاتی تھی۔ میرا دل کسی کام میں نہیں لگتا تھا۔ تم نہیں جانتے تھے! یہ صدیاں میں نے کس اذیت میں گزاری ہیں۔''

''میں جانتا ہوں، تمہارا خیال ہی مجھے یہاں کھینچ لایا۔ مجھے احساس تھا کہ میں تمہیں خزاں کے سپرد کیے جا رہا ہوں، تمہاری راتیں ویران اور دن بے امان ہو جائیں گے۔ تمہارے دماغ پر ہیبت ناک خیالوں کا تسلط ہوگا۔ تمہیں سیاہ خواب پریشان کرتے ہوں گے مگر تمہیں یقین ہوگا کہ میں ضرور واپس آؤں گا کہ جابر بن یوسف واپس آنے کے لیے کہیں جاتا ہے۔ اسے جاراکا کا تعاون حاصل ہے۔''

''اسی امید پر میں اس جہنم میں زندہ رہی مگر تم نے کچھ بتایا نہیں۔ تم نے بتایا نہیں کہ اب کیا ہوگا؟''

''ہوگا کیا؟ آندھیاں چلیں گی اور سب کچھ بدل جائے گا۔''

فلورا ایک ذہین لڑکی تھی۔ سمجھ گئی کہ مجھ سے گفتگو کا یہ ایک ناموزوں وقت ہے۔ ''بس اتنا بتا دو کہ ہماری واپسی کا امکان کس حد تک قریب ہوا؟'' بے قراری سے اس نے پوچھا۔

''یہ سوال قبل از وقت ہے۔'' میں نے سرگوشی کی۔ ''میں بہت تھک گیا ہوں۔ ایک گہری نیند سونا چاہتا ہوں، تم میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دو اور کسی بات کی فکر چھوڑ دو۔ انگروما کے لوگ ہمارے متعلق تشویش سے گفتگو کر رہے ہیں، ان کی یہ تشویش عاقبت اندیشی کا ثبوت ہے، جب وہ غور کر ہی رہے ہیں تو ہمارے سر کھپانے کا کیا فائدہ؟ بہتر ہے کہ بے فکری سے سویا جائے۔ فلورا اور قریب آ جاؤ۔ یہ سارا کھیل طاقت اور برتری کا ہے، خوش قسمتی سے انگروما والوں نے بہ غور اس کا مشاہدہ کر لیا ہے۔'' یہ کہہ کے میں نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے شپالی پھینک دی۔ میرا چوبی اژدہا مستعدی سے اس کی طرف لپکا، وہ شپالی سے ابھرتی ہوئی روشنی کی شعاعوں سے کھیل رہا تھا۔

وہ میرا ماتھا دبانے لگی اور پھر مجھے گہری نیند آ گئی۔

☆==========☆==========☆

جزیرے پر دھماکہ

ابن صفی کے دوست اور شاگرد ایچ اقبال کے تخلیق کردہ کردار میجر پرمود کا جاسوسی کارنامہ۔ ایک سنسان جزیرے پر ملک دشمن عناصر کی قائم کردہ، اسلحہ فیکٹری کو تباہ کرنے کا مشن۔ یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ابھی سپیدہ سحر نمودار نہیں ہوا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ جھونپڑی کے باہر شور ہو رہا تھا۔ میں نے کان لگا کے سنا، کوئی مجھے احترام سے آوازیں دے رہا تھا۔ ''معزز جابر بن یوسف! دروازہ کھولو۔''

میں آنکھیں مسلتا ہوا اٹھا۔ فلورا بھی جاگ گئی تھی۔ کوئی اندر آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ چوبی اژدہا شپالی سے ابھی تک کھیل رہا تھا۔ میں نے بڑھ کے اژدہا اٹھایا اور جھونپڑی کا پٹ کھول دیا، دروازہ کھلا تو خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ شوطار کا ہوش ربا بدن میرے سامنے کھڑا تھا۔ میری آنکھیں اس کے بدن پر پھسلتی گئیں،

اس کے چہرے کی سوگوار تابانی نے میری غنودگی دور کر دی تھی مگر اس وقت وہ نہایت سنجیدہ اور پُر وقار نظر آ رہی تھی۔ کسی شہزادی کی طرح شاہانہ انداز سے تنی ہوئی کھڑی تھی۔ ''کہو شوطار!'' میرے لہجے میں غیر شعوری طور پر طنز کا عنصر شامل ہو گیا۔ ''کیسے آنا ہوا؟''

''معزز جابر!'' شوطار نے تمکنت سے کہا۔ اس کی تمکنت میں ناراضی اور تلخی کی آمیزش تھی۔ ''تم کیا چاہتے ہو؟''

''میں ملکہ کا مقصد نہیں سمجھا؟'' میں نے حیرانی سے کہا پھر میرے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ ''شاید تم کسی بات کی وضاحت کے لیے آئی ہو؟''

''ہاں۔ میں مقدس ریماجن کے نائب امرتا کی پیغام بر ہوں، اس نے تمہیں مقدس ریماجن کے علاقے میں طلب کیا ہے۔''

''اوہ۔'' میں نے سر ہلا کے کہا۔ ''امرتا نے؟ کیا یہ کوئی حکم ہے؟'' میں نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں۔ یہ حکم نہیں مگر درخواست بھی نہیں ہے۔ یہ ایک خواہش ہے۔ ایک دوستانہ طلبی ہے۔'' شوطار نے نیم تلخی، نیم خوش گواری سے جواب دیا۔

''دوستانہ طلبی؟ ملکہ شوطار! اگر تاخیر ہوتی تو مجھے انگروما کے فاضلوں کی دانش مندی پر شبہ ہوتا۔ شاید تم نے انہیں میرا پیغام منتقل نہیں کیا تھا کہ میں انگروما کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت ہوں گا۔''

''مگر تم نے۔'' شوطار بیزاری سے بولی۔ ''تم نے اقابلا کا مجسمہ اپنے پاس رکھ کے ان تمام جذبوں کی تردید کر دی ہے جس کا دعویٰ تم اور وں سے کرتے تھے۔''

شوطار کی برہمی جائز تھی۔ مجھے وہ ساری باتیں یاد آنے لگیں جو میں نے خلوت میں اقابلا کے متعلق اس سے کی تھیں۔ مجھے کچھ ندامت سی ہوئی، میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے ایک خفیف مسکراہٹ سے کہا۔ ''تمہاری شکایت بجا ہے، مجھے بعد میں اپنا نقطہ نظر بدلنا پڑا۔ ممکن ہے، میں ابھی اس تبدیلی کی وجہ بیان نہ کر سکوں لیکن بعد میں تم خود میری تائید کرو گی کہ ایسا سوچنا کیوں ضروری تھا۔''

میرا جواب مجھے خود مطمئن نہیں کر رہا تھا۔ شوطار توجہ سے اسے سنتی رہی اور اس نے اپنے نازک ہونٹ سکوڑ لیے۔

''کیا تم اسی وقت میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو؟'' اس نے میرا نا آسودہ جواز نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''میں ایسے کاموں میں تاخیر پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ انگروما کے ساحروں نے پہلے ہی یہ مہذب رویہ کیوں اختیار نہیں کیا۔ اب تک ہم کتنی منزلیں سر کر لیتے۔''

http://kitaabghar.com

دروازے پر سراسیمہ فلورا آگئی تھی۔ میں نے اپنے تمام نوادر اسے لانے کا حکم دیا۔ فلورا ہچکچانے لگی۔ میں اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے پھر ایک طویل نتیجہ خیز مہم درپیش ہے۔''

''جابر! مگر تمہیں آئے ہوئے کتنی دیر ہوئی؟'' فلورا کی آواز بھرانے لگی۔ ''اب مجھے کب تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''کچھ پتہ نہیں۔ مگر زندگی بھر نہیں۔''

''کیا میں تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں؟''

''نہیں، اس مرتبہ مجھے غیر معمولی حالات سے گزرنا پڑے گا۔ میں طلسمی علاقوں میں رہوں گا اور تم یوں بھی مجھ سے دور ہوگی۔ فلورا! ''تمہیں اپنا سانس برقرار رکھنا ہوگا۔''

''میں تمہارے لیے زندہ رہوں گی۔'' اس سے آگے اس سے کچھ نہیں کہا گیا۔

میں نے اپنے گلے میں نوادر ڈالے۔ فلورا نے چلتے وقت مجھے مشروب کا ایک قدح پیش کیا۔ اسے اپنے ہونٹوں سے لگانے سے پہلے میں نے ایک گھونٹ اسے پلایا اور باقی ماندہ غٹا غٹ پی گیا۔ شوطار یہ سب کچھ سکون سے دیکھ رہی تھی۔ ''آؤ ملکہ شوطار۔ ان جذباتی باتوں کے لیے بڑا وقت پڑا ہے، میرا ہاتھ تھام لو۔''

شوطار نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے مڑ کے نہیں دیکھا کہ فلورا کی آنکھوں کی کیا کیفیت ہے؟ ہم رات کے اندھیرے میں بستی سے نکل گئے۔ بستی سے گزرتے ہوئے شوطار نے کوئی بات نہیں کی، پھر میں نے ہی ابتدا کی۔ ''شوطار!'' میں نے نرمی سے اسے پکارا۔ ''تم مجھ سے ناراض ہو؟'' اس نے ایک گہری سانس لی اور جز بز ہو کے کہنے لگی۔ ''جابر بن یوسف! آسمان تم پر رحم کرے۔ تمہارا مرتبہ مسلم ہے تاہم، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اقابلا کے سلسلے میں تمہارا رویہ ایک بڑے ساحر جیسا نہیں ہے۔''

''میں بعض باتیں اپنی ذات کے رشتے سے بھی سوچتا ہوں۔''

''اور یہی بات ایک بڑے ساحر کو زیب نہیں دیتی، کوئی شبہ نہیں کہ وہ سب سے محترم مقام اپنی ذات کے لیے حاصل کرتا ہے لیکن یہ مقام ضروری رابطوں سے داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔''

''آہ۔ کیا میں تم سے دست بردار ہو سکتا ہوں؟''

''کیوں نہیں۔ بشرطیکہ میں تمہارے بلند رتبے میں حائل ہوتی ہوں بشرطیکہ میں تمہارے عروج کی راہ میں دیوار بن جاؤں۔''

''میں سب کچھ چھوڑ کے تمہارا تعاقب کروں گا۔'' میں نے جذبات زدگی سے کہا۔

''کیا تم اقابلا کی فکر سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔''

''میں نے اس کی فکر صرف تمہاری وجہ سے کی ہے۔''

''میں یہ رمز سمجھنے سے قاصر ہوں۔'' شوطار کی آواز میں لرزش پیدا ہوگئی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''میں تمہاری اور اقابلا کی کشمکش سے واقف ہوں مجھے خدشہ ہے، تاریک براعظم کی تسخیر کے بعد تم مجھ سے دور نہ ہو جاؤ۔ اقابلا میرے پاس ہو گی تو تم میری ہی جانب مائل رہو گی۔ یہ رقابت تمہیں مجھ سے قریب رکھے گی۔''

وہ میری غیر سنجیدگی سے اور مشتعل ہو گئی اور جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ میں اس کے ساتھ شوخیاں کر رہا ہوں تو وہ یکسر خاموش ہو گئی۔

''سنو۔'' میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں تمہارے ساتھ امرتا کے ہاں جانے سے انکار کر دوں؟''

''تو میں اسے تمہارا انکار منتقل کر دوں گی۔''

''اور اس کا ردعمل کیا ہو گا؟''

''اس کا فیصلہ وہی کرے گا۔'' وہ خفا ہو کے بولی۔

جزیرہ امسار کی عظیم الشان ملکہ شوطار سے یہ دلچسپ اور تیکھی گفتگو کر کے مجھے لطف آ رہا تھا۔ امسار میں اس کے جاہ و جلال کا کیا عالم تھا۔ کیا شوکت و سطوت تھی۔ کیا عشوہ و غمزہ تھا۔ ''میں انکار کرتا ہوں۔'' میں نے چلتے چلتے کسی ضدی بچے کی طرح ایک جگہ اچانک ٹھہر کر کہا۔

وہ میری صورت دیکھنے لگی اور اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔

''میں تازہ دم ہو کے جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے مغرور لہجے میں کہا۔

''تم چاہتے کیا ہو؟'' وہ الجھتے ہوئے بولی۔

میں اطمینان سے امرتا کے پاس جاؤں گا۔ چلو مجھے اپنی خلوت میں لے چلو۔''

''جابر بن یوسف! تمہیں امرتا نے یاد کیا ہے۔'' شوطار نے بگڑتے تیوروں سے کہا۔

''یہ میں سن چکا ہوں لیکن یہ ایک دوستانہ طلبی ہے، ضروری نہیں کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے۔''

شوطار نے مزاحمت ترک کر دی اور مجھے اپنی خلوت میں لے آئی۔ راستے میں، میں نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا۔ امرتا کی دعوت پر اس قدر عجلت کا مظاہرہ میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ صبح کی روشنی جھلملانے لگی تھی۔ شوطار نے اپنے کمرہ خاص کے تمام دروازے بند کر لیے۔ رہا سہا اجالا بھی ختم ہو گیا۔

ہر بار وہ اتنی ہی حسین نظر آتی تھی۔ اب کے وہ برہم اور مشتعل تھی اور یہ دیکھ کے میرے ہاتھوں میں سختی آ گئی تھی۔ میں اس کا خون پینا چاہتا تھا۔ اس کی مخملیں، ریشمیں جلد کا رنگ اڑانے کی جارحیت سر میں سمائی تھی۔ میں نے کسی پاگل کی طرح اپنی شدتوں سے اسے خوب سنگسار کیا۔ اس کی آسماں شگاف چیخیں امرتا اور ریما جن نے بھی سنی ہوں گی۔ وہ کسی زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ اگر اس نے بقائے دوام کا مشروب نہ پیا ہوتا تو میں اسے چبا لیتا اور اس کی ہڈیوں کی راکھ جسم پر مل لیتا۔ ''شوطار!'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میرا نام کیا ہے؟''

اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں، تڑپتے ہوئے اس نے کہا۔ ''جابر بن یوسف! ہوش میں آؤ۔''

''ایک بار میرا نام اور لو۔'' میں نے اسے رعونت سے حکم دیا۔

''جابر بن یوسف!'' وہ اذیت سے بولی۔

''اور میں کون ہوں؟'' میں نے اس کی انگلیاں کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''تم......تم......'' وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر رک گئی اور بولی۔ ''تم ایک طاقت ور اور برتر شخص ہو۔ تم ایک پہاڑ ہو۔''

''ہاں۔'' میں نے کھینچ کر کہا۔ ''تم نے سچ کہا اور تم نے کچھ نہیں کہا، یہ جواب تو میری عظمت نے دیا۔''

''تم مجھے بھول جاؤ گے'' اس نے میری نرمی دیکھ کے اپنا تیور بدل لیا اور سپردگی کا اظہار کرنے لگی۔

''جب تک اس طلسم کدے میں تمہارا حسن و جمال قائم ہے، مجھے تمہاری دل ربا ذہانتیں اور جنوں خیز باتیں یاد رہیں گی۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ جاراکا کا مجھ پر کس قدر مہربان ہوسکتا ہے۔ آسمان رنگ بدل رہا ہے اور میں تنہا نہیں ہوں۔ تم اس حقیقت پر ذرا سا بھی یقین رکھتی ہو تو تمہیں ایک لائق اور عاقبت اندیش دوشیزہ کی طرح میرے لیے ایک گنجائش ضرور رکھنی چاہیے۔ تمہیں ریماجن کے ہاں میری سفارش، میرا وسیلہ بننا چاہیے تھا۔ تمہیں میرے قریب آکے مجھے توانائی بخشنی چاہیے تھی۔ میرا خیال رکھنے کے بجائے اور مجھے مضبوط کرنے کے بجائے تم تو مجھ سے تلخی پر آمادہ ہو گئیں۔ جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ امرتا نے مجھے کیوں طلب کیا ہے اور وہ مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتا ہے۔''

''جابر بن یوسف!'' وہ کچھ توقف کے بعد بولی۔ ''تم درست کہتے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ تمہارے شایانِ شان سلوک نہیں کیا۔''

''بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ تم اب بھی امسار کی ملکہ ہو۔ تم نے ریماجن سے اپنی قربت کی سرخوشی میں تکبر کا رویہ اختیار کیا۔ ریماجن ایک بہت بڑا ساحر ہے۔ مگر اس کی مصلحتوں کا تقاضا یہی تھا کہ وہ میری اور تمہاری اس خلوت خاص میں دخل نہ دے۔ وہ تمہاری چیخیں سنتا رہا۔ میں چاہتا تو شپالی سے تمہارا چہرہ جلا دیتا اور مجھے یقین ہے، وہ خاموش رہتا۔ تم بھول رہی ہو کہ کوئی شخص تمہارے روبرو ہے، امسار کی فضیلت کی سند کے علاوہ اس کی انگلیوں میں روحوں کے زنداں کی کلید بھی موجود ہے۔''

''تم سچ کہتے ہو۔'' وہ منفعل ہو کے اپنے ناخن کریدنے لگی۔

پھر میں نے اسے اپنے پنجہ جنوں سے آزاد کر دیا اور تھک کے ایک طرف لیٹ گیا۔ میں نے اسے اپنے برتنے کی مکمل آزادی دے دی، شوطار نے اپنے سابقہ رویے کی تلافی اس طرح کی کہ پھر شکوے کا کوئی جواز نہیں رہا۔

☆==========☆==========☆

جس وقت میں اس کے ساتھ ریماجن کے نائب امرتا کے پاس جا رہا تھا۔ میری انگلیاں اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھ میں دبا رکھی تھیں اور اس کے انداز میں وارفتگی کے سوا کچھ نہیں تھا، میں نے اس کی آنکھوں میں مشعلیں روشن دیکھی تھیں۔ وہ بار بار میرا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا لیتی تھی اور میرے پہلو میں سمٹنے کی کوشش کرتی تھی۔ راستے میں وہ میرے لیے دعائیں کرتی جاتی تھی کہ دیوتا مجھے سرفراز و کامران کریں۔ میں نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ اپنی خلوت میں بند ہو کے میری خاطر جاراکا کی مقدس روح کو قربانیاں پیش کرے۔ ریماجن کے پُراسرار علاقے کی سرحد پر اس نے اپنی سمندر آنکھوں سے مجھے رخصت کیا۔ وہ چلی گئی تو عالموں کے ایک گروہ نے مجھے عزت کے ساتھ اپنی تحویل میں لے لیا اور ایک مختصر فاصلہ طے کر کے

مجھے پتھر کے ایک مکان کے نزدیک چھوڑ دیا۔ میں اجازت کے بغیر مکان میں داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع کمرہ طلسمی نوادر سے اٹا پڑا ہے۔ درمیان میں ایک عمر رسیدہ سیاہ فام تومند شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میری آمد پر وہ چونک گیا اور اس نے زمین پر اپنے پاس پڑے ہوئے پانی کی سطح پھونک سے مرتعش کر دی۔ اس سطح میں وہ کوئی بیرونی منظر دیکھ رہا تھا اور یہ طلسمی عکس نما جیسا کوئی سحر تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کے وہ کھڑا ہو گیا اور آہستہ قدموں سے میری قریب آیا اور میری آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی، جس کا جواب میں نے زمین پر تھوک کر دیا۔ اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے مشروب کا ایک پیالہ موجود تھا جسے اس نے میری طرف اچھال دیا۔ میں نے آدھا مشروب پی کر آدھا زمین پر گرا دیا۔ ''میں امرتا ہوں۔'' اس نے اپنی گرج دار آواز میں کہا۔

''میں جابر بن یوسف ہوں۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔

اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے تاریک براعظم کے دستور کے مطابق اسے کہنی سے پکڑ لیا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے میری کہنی پکڑ لی۔ ''ہم تفصیلات میں جانے سے گریز کریں کیونکہ ساری باتیں روشن ہیں۔''

''بے شک ہماری ملاقات ہمارے درمیان تمام نکات پر اتفاق ہی کی وجہ سے عمل میں آئی ہے، کیا یہ سچ نہیں ہے؟'' میں نے جرأت سے کہا۔

''ہاں۔ مقدس ریماجن اقابلا کے سلسلے میں ایک بار پھر تم سے تمہارے مطالبے پر نظرثانی کی خواہش رکھتا ہے۔''

''مجھے اس کی ہر خواہش عزیز ہے کیونکہ وہ ایک لائق احترام ساحر ہے تاہم میں اقابلا کے ذیل میں بڑا احساس ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ صرف جالموش کی تسخیر ایک بڑا انقلاب ہے۔ پھر ہم اقابلا کو اپنی خواہشات کے مطابق منقلب کر سکتے ہیں اور اگر یہ سب منظور نہیں تو اقابلا کو عنان اقتدار سے ہٹا کے میرے سپرد کر دیا جائے۔ بس یہی ہمارے درمیان اختلاف کا نکتہ ہے، میں انگروماوالوں کے شانہ بشانہ تاریک براعظم میں فساد برپا کرنے کو تیار ہوں اور اس میں میری تمام بہترین صلاحیتیں اور پُراسرار طاقتیں شریک ہوں گی۔''

''مقدس ریماجن تم سے وعدہ کرتا ہے کہ اقابلا کو تحفظ دیا جائے گا لیکن اس کا امکان کم ہے کہ اسے اقتدار کی مسند پر برقرار رہنے دیا جائے۔''

''میں نے دونوں صورتیں سامنے رکھ دیں۔''

امرتا مسرت میں جھومتا میرے، بہت نزدیک ہوا اور اس نے میری گردن کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی جواباً اس کی گردن چومی اور ہم دونوں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ ''میں مقدس ریماجن کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے شگفتگی سے کہا۔

''وہ تم سے جلد ہی ملے گا۔''

''اور میں تاریک براعظم پر حملہ کرنے سے پہلے ریماجن کی سرکردگی میں ایک بڑی ریاضت بھی کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ہر طرح مسلح ہو کے حملہ کریں گے۔ میں نے جالموش کا طلسمی علاقہ دیکھا ہے۔ ہمیں اس عظیم ساحر کو زچ کرنے کے لیے مقدس جارا کا کو خوش رکھنا ہوگا۔ میں ریماجن سے بعض نئے سحر اور علوم سیکھنے میں دلچسپی رکھتا ہوں، چاہے مجھے اس کا شاگرد بننا پڑے۔''

''یقیناً وہ تمہیں اپنی شاگردی کی سعادت سے ضرور نوازے گا لیکن وہ بہرطور تم سے بہترین وفاداریوں کی توقع کرتا ہے۔''

''میں اپنے متعلق اس کا ہر شبہ زائل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اقابلا سے رغبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقدس ریما جن سے عہد و پیمان کمزور ہو گئے۔ میرا خیال ہے، ہمیں مزید باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور ماضی کی کسی تلخی کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اب ہم ایک عظیم عہد سے منسلک ہو گئے ہیں۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔

ہم دونوں نے معاہدے کی رسم کے مطابق جارائکا کو گواہ بنایا، اپنے خون سے اس کی کھوپڑی رنگ دی اور اپنے انگوٹھے جلا کے ان کی چربی ایک دوسرے کو کھلائی۔

☆==========☆==========☆

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز ''علم و عرفان پبلشرز'' کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک......
کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس مسٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے......

خواتین کے لیے سنہری موقع...... سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق......

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں......

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
وصی شاہ	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم۔اے۔راحت	اعتبار ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس۔ایم۔ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔ علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

اس معاہدے کے بعد بھی اپنی مشکوک حیثیت رفع کرنے کے لئے بہت کام کرنا تھا اور وہ یہی تھا کہ میں اپنے آپ سے رشتہ منقطع کرلوں۔ میں نے سرمستی اوڑھ لی اور مختلف اذیت ناک ریاضتوں کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج تک ریماجن کے علاقے میں کسی نے نہ کیا ہوگا۔ وہ یقیناً میرے استغراق پر دنگ ہوں گے، ریماجن کا علاقہ ایک وسیع زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ یہاں ساحر خانقاہوں، عبادت گاہوں اور طلسمی شعبدہ بازیوں میں ہروقت مصروف رہتے تھے۔ میں ایک جگہ گیا اور میں نے ان کے کسب علم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جو جہاں سے ملا اسے بہ ضد ہو کے حاصل کیا اور یہاں تک میرے انہماک کا چرچا ہوا کہ دوسرے ساحر اس کی تقلید کرنے لگے۔ ان کے ہاں میرے لیے فیض بخشی میں جو اکراہ تھا، وہ میری جستجو اور شوق علم سے رفتہ رفتہ دور ہوتا گیا۔ میں ان کا محبوب بنتا گیا۔ یہاں آ کے مجھے احساس ہوا کہ جالموش کے علاقے میں مجھ سے بخل برتا گیا تھا اور وہاں کے کھنڈروں میں جو ایک بوڑھی عورت اپنے لٹکے ہوئے پستانوں کے ساتھ میرے پاس آئی تھی، اس میں جالموش کے ایما کے بجائے دیوتاؤں کی ایما شامل تھی۔ وہ دودھ طاقت وحشمت کی علامت تھا اور مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ پر بیشتر معرکوں میں قسمت مہربان رہی ہے یا سرنگا کی پُراسرار دیوی ورنہ اپنی کم علمی کے باعث مجھے اب تک زندہ نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں نے بہت سے معرکے اپنی ذہانت اور محض دھمکیوں اور دھاندلیوں سے سر کیے ہیں۔ اتفاقات سے مجھے بعض عجیب وغریب نوادر حاصل ہو گئے تھے اور سرنگا میرا دایاں بازو تھا اور میں نے درمیان کی منزلوں سے گزرے بغیر آگے کے راستے طے کر لیے تھے یا یہ سب ریماجن کے طلسم خانے میں آنے کے بعد میرا احساس کم تر تھا کیونکہ اب نئے نئے ساحرانہ انکشافات مجھ پر ہو رہے تھے۔

ریماجن کے ہاں یہ سارا زمانہ بے خبری کا تھا، بے ہوشی اور بے نیازی، جارحیت اور شدت کا تھا۔ اس میں ایک مدت گزر گئی اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ نہ مجھے امرتا کی رہبری کی ضرورت رہی نہ طلسمی مظاہر میرے لیے چونکا دینے کا باعث بنے، میرے سامنے ہر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے اشاروں پر اثر پیدا ہو چکا تھا۔ میرا چہرہ مکروہ ہو گیا تھا اور جسم میں درشتی، کھردراہٹ آ گئی تھی۔ کڑی دھوپ آگ، کثافتوں، خون، کچا گوشت اور انواع واقسام کے کریہہ اور بدہیت اعمال میں مشغول رہ کے میں نے اپنے آپ کو پھیلایا تھا۔ اب میں وسیع وعریض شخص تھا۔ میرا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ میں عموماً صرف چند جملوں ہی کی ادائی پر اکتفا کرتا تھا۔ خون خاں، آؤاں، آہورا ما، ہیما سا۔ اس علاقے کے تمام ساحروں سے میری شناسائی ہو چکی تھی اور وہ لمحہ آ چکا تھا جب وہ میرے سامنے ادب سے چلیں، سر جھکا کے چلیں، حالانکہ ان میں سے بیشتر لوگ زمانوں سے یہاں ساحرانہ تربیت حاصل کر رہے تھے۔

میں اپنے حال میں نہیں تھا اب صرف ایک بات رہ گئی تھی کہ ریماجن مجھے اپنے سامنے منکشف کرے، ایک روز رات کو جب میری سمجھ میں کچھ اور نہیں آ رہا تھا اور میں اپنے طور پر بہت سے نئے سحر ایجاد کر چکا تھا۔ میں نے ریماجن سے روحانی رابطہ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ میری کوشش جلد ہی بارآور ثابت ہوئیں، جہاں میں موجود تھا وہاں کی زمین اچانک لرزنے لگی اور دھواں سا میرے اردگرد پھیل گیا۔ ان مظاہر سے مجھ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا تھا۔ یہ ریماجن کی آمد کا غلغلہ تھا، میری نظریں دھوئیں پر مرکوز تھیں، دفعتہً ان سیاہ بدلیوں سے ایک خوف ناک چہرہ نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں کے گڑھوں میں دو چھوٹے سے شعلے لپک رہے تھے۔ سر کے بال رسیوں کی طرح شکم تک جھول رہے تھے۔ بھنویں گہری اور لانبی تھیں، اس کا

باقی جسم دھوئیں نے چھپالیا تھا۔ وہ کوئی بھوت تھا جس کا تذکرہ مہذب دنیا کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ میں نے گلے سے امسار کی ایک مالا توڑ کے اس کے سراپا پر پھینک دی۔ ''جابر بن یوسف!'' جھونپڑی میں ایک ٹھوس آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک ہول ناک قہقہہ۔

''ہاں مقدس ریما جن!'' میں نے کہا۔ ''میں تمہارا منتظر تھا۔''

''اٹھو۔ اور میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

میں دو قدم آگے بڑھا، دو قدم وہ۔ ہم دونوں درمیان کی ایک جگہ بغل گیر ہوئے۔

''یہ لو۔ ریما جن کی طرف سے ایک تحفہ۔'' اس نے ایک انسانی استخوانی ہاتھ مجھے تھماتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہماری دوستی کی نشانی ہے۔''

میں نے اسے بوسہ دیا۔ ''میں تمہارے تحفے کا احترام کرتا ہوں۔ تم نے مجھ پر اعتماد کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ تم نے مجھے بہترین تربیت سے آراستہ کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم نے کوئی بخل نہیں کیا، اب ہم دونوں جالوش پر قہر بن کر ٹوٹیں گے اور انگرو ما کے لوگوں کا خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے گا۔ ریما جن! مقدس ریما جن! تم بہت عظیم ہو۔''

''جابر بن یوسف!'' ریما جن کی آواز آئی۔ ''دیوتا تم سے خوش ہیں۔ تم ایک قدآور شخص ہو۔ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔ آبادی میں جاؤ اور انگرو ما کے تمام عالموں، ساحروں کو ساحل پر جمع کر لو۔''

''مگر۔ مگر ایک بات۔'' میں نے جھجک کر کہا۔

''کہو۔'' وہ کچھ ناراض ہو کے بولا۔

''سب سے پہلے توری کے ساحل پر میں قدم رکھوں گا۔''

وہ آسمان کی طرح گرجا، کسی درندے کی طرح اس کا سیاہ منہ کھلا اور ٹوٹے ہوئے دانت نمایاں ہوئے، میری بات اسے ناگوار گزری تھی۔

''ریما جن کی طرف سے جو کہا گیا ہے، اس پر یقین کرو۔''

''ریما جن!'' میرے لہجے میں تلخی آ گئی اور میں نے دانستہ مقدس کا لفظ اس کے نام کے ساتھ استعمال نہیں کیا۔ ''تمام امور کی وضاحت پہلے سے اس لیے بہتر ہے کہ میں تمہارے اور اپنے درمیان کسی تلخی کا امکان ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں قصر اقابلا پہلے سے اپنے تحفظ میں لینا چاہتا ہوں۔ معاہدے کی رو سے میں کسی غلط مطالبے پر اصرار نہیں کر رہا ہوں۔ تم میرے ایک محترم اتالیق ہو، ہمارے درمیان پہلے سے ایک معاہدہ بھی طے پا چکا ہے۔''

ریما جن کا چہرہ انگارا ہو گیا۔ اس کا جسم لرزنے لگا۔ میں نے اپنی نگاہیں نہیں جھکائیں۔ ریما جن کے گرد و پیش کا دھواں گہرا ہو گیا اور وہ یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا۔ ''جاؤ۔ ساحل پر سب کو منظم کرو۔''

میں تیز رفتاری سے آبادی کی طرف رواں دواں تھا۔ رفتہ رفتہ میرے عقب میں بے شمار عالم اور ساحر جمع ہو رہے تھے۔ میرے پہلو میں چلتے ہوئے امرتا کے منہ میں ہڈیوں کا بنا ہوا ایک بگل تھا۔ جب وہ اسے بجاتا تو غاروں کے دہانے کھل جاتے، وہاں سے زاہد بوکھلائے ہوئے نکلتے

http://kitaabghar.com

اور میرے جلوس میں شامل ہو جاتے۔ ایک جگہ میں نے دیکھا، شوطار بھی دوڑتی ہوئی آ رہی ہے۔ انگروما میں ہر طرف قیامت مچی ہوئی تھی۔ بستی تک پہنچتے پہنچتے میرے پیچھے انسانوں کا ایک سمندر بہہ رہا تھا۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی میں مشترکہ عبادت گاہ کی اونچی مسند پر چڑھا۔ اور میں نے چند لمحے خاموشی کے بعد اپنے دونوں ہاتھ سکیڑ کے پھیلا دیئے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے انسان میرے اشارے پر دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی گلی بن گئی۔ فلورا اس گلی سے ہانپتی کانپتی بھاگتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنی مسند پر بٹھا لیا۔ اپنا دوسرا ہاتھ میں نے شوطار کے ہاتھوں میں دے دیا اور ان دونوں کے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''انگروما کے لوگو۔ اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔''

میری آواز کا جادو ہر سمت گونج رہا تھا۔

جیسے ہی میں نے صدا لگائی، ہجوم نے اپنی سانسیں روک لیں، وہ جہاں موجود تھے، وہیں جم کے رہ گئے۔ میں مشترکہ عبادت گاہ کی اونچی مسند پر کھڑا تھا اور میرے سامنے تا حد نظر انسانی سر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ عظیم الشان مجمع دیکھ کے میری آواز میں پہاڑوں کے ٹکرانے کی گرج پیدا ہو گئی اور مجھے خود اپنی آواز پر کسی اور شخص کی آواز کا گمان ہونے لگا۔ وہ سب میری طرف متوجہ تھے کہ اب میرے منہ سے کیا نازل ہونے والا ہے؟ میرے ذہن میں الفاظ کا سمندر ابل رہا تھا۔ جذبات کے اس ریلے میں ابتدا اور منتخب الفاظ کی ترتیب کا ہوش بھی گم ہو چکا تھا۔ میں نے چند گہری آہیں بھریں اور ہانپتے ہوئے تکرار کی۔ ''انگروما کے لوگو اب کوچ کا وقت آ گیا ہے وہ وقت آ چکا ہے جس کا تمہیں زمانوں سے انتظار تھا۔ دیوتاؤں نے تمہارے حق میں فیصلے رقم کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ دیوتاؤں کی تائید کا اشارہ مل چکا ہے، اب چلو۔ جالموش کے سحر کی وہ ناقابل تسخیر عمارت مسمار کر دو جس میں محفوظ ہو کے وہ تم پر طلسمی نشتر اچھالتا ہے۔ میں ریماجن کی طرف سے تم سے مخاطب ہوں۔ میری آواز ریماجن کی آواز ہے۔ تم یہ ہاتھ دیکھ رہے ہو؟'' میں نے فلورا اور شوطار کے ہاتھ چھوڑ کر اپنے گلے میں لٹکا ہوا استخوانی ہاتھ بلند کیا۔ ''یہ میری اور ریماجن کی رفاقت کی علامت ہے۔ میرے اور اس کے درمیان اتحاد اور اعتماد کا رشتہ استوار ہو چکا ہے کیونکہ میں ایک سورج ہوں۔ انگروما کی زمین کو جس کی روشنی کی ضرورت تھی، وہ جب طلوع ہوا تو صدیوں کا لامتناہی اندھیرا ابھی ختم ہو گیا۔'' بظاہر میں ایک فرد ان سے مخاطب تھا لیکن مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ بیک وقت کئی جابر بن یوسف آواز بلند کر رہے ہیں اور میرا جسم ایک نہیں ہے بلکہ میں اپنے جیسے کئی آدمی اپنے جسم میں چھپائے ہوئے ہوں۔ ریماجن کے علاقے سے واپس آنے کے بعد مجھے اپنی وضع قطع پر نظر کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ کیا یہ میں تھا؟ مجھے ایک ثانیے کے لیے خود پر شبہ ہوا، میں تو کوئی جنگلی تھا جس کے جسم پر بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے اور کھردری کھال کسی درندے کی طرح سخت تھی۔ آنکھیں خشک اور ویران تھیں اور تیور کسی طوفان، کسی آندھی کے سے تھے۔ فلورا اور شوطار میری آواز کی گھن گرج سے خوف زدہ ہو کے میرے پہلو سے چمٹ گئی تھیں۔ استخوانی ہاتھ میں نے پھر گلے میں ڈال لیا تھا۔ ہجوم کا ردعمل دیکھنے کے لئے میں نے اپنے خطاب میں وقفہ کیا اور ہاتھ پھیلا دیئے۔ میری انگلیوں سے دھویں کی لہریں خارج ہونے لگیں جو مرغولے اور لکیریں بناتی ہوئی ہجوم کے سروں پر منڈلانے لگیں۔ ''کیا تم تیار ہو؟'' میں نے پوچھا۔

یکایک ایک ناقابل بیان شور گونجا۔ وہ اپنی گردنیں ہلا ہلا کے آمادگی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں ان کی بے تابی غور سے دیکھتا رہا۔ مجھے ان

http://kitaabghar.com

کی آمادگی کا عندیہ لینے کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے عمداً ایسا کیا۔ جواب میں وہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے یک زبان ہو کے لرزہ خیز نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے انسانوں کے اس جنگل میں کوئی چنگاری پھینک دی ہو اور ہر طرف آگ بھڑک اٹھی ہو۔......

وہ وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے سے اپنے سر ٹکرانے لگے۔ ان کی چمکتی ہوئی آنکھیں، تمتماتے ہوئے چہرے اور بپھرے ہوئے جسم دیکھ کے میرے مشکوک ذہن نے مختلف قسم کا ایک تاثر قبول کیا۔ میں اسے خوف کا نام نہیں دے سکتا کیونکہ اس ہجوم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو میری ہم سری کا دعویٰ کر سکے لیکن وہ ایک اندیشہ تھا جو اچانک میرے ذہن کے کسی گوشے میں ٹمٹمایا اور میری بجتی ہوئی زبان ٹھہرنے لگی۔ اپنے سامنے کھڑے ہوئے ان بے شمار لوگوں کے درمیان میرے اندر اجنبیت اور تنہائی کا احساس جا گزیں ہوا۔ میں ایک شعلہ بیان مقرر کی طرح ان سے مخاطب تھا۔ یہ فصاحت وہاں مطلوب ہوتی ہے جہاں انسانوں کے سرکش ریوڑ اپنی سمت کھینچنے کی خواہش ہو۔ میرا منصب انہیں آمادہ کرنے کا نہیں، حکم دینے کا تھا۔ چنانچہ مجھے اتنے لفظ ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ریماجن نے تو یہاں تک آنے کی اور اپنے لوگوں سے مخاطب ہونے کی زحمت بھی نہیں کی تھی وہ اپنے علم، مرتبے اور اپنے لوگوں پر اتنا اعتماد رکھتا تھا کہ غیاب میں سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں چند لمحوں تک خاموش کھڑا ان بے قرار لوگوں کی شوریدہ سری، غضب ناکی اور وحشت کا جائزہ لیتا رہا اور ان لمحوں میں میرے حواس کو مجھے متنبہ کرنے کا موقع مل گیا۔ ''سنو!'' میں نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ ان سب کی آوازوں اور جسموں پر فالج گر گیا۔ وہ پتھر کے لوگ بن گئے۔ میں نے باآواز بلند اپنا خطاب جاری رکھا۔ ''کوچ سے پہلے ہم اپنی زندگی اور موت کے اس فیصلہ کن لمحے کا جشن منائیں گے اور دیوتاؤں کو قربانیاں پیش کریں گے۔ ہم اس وقت تک سمندر میں قدم نہیں رکھیں گے جب تک دیوتاؤں کی خوشنودی کا مکمل یقین حاصل نہ کر لیں اور سیر ہو کے شرابیں نہ پی لیں اور حسبِ رک وصال سے خوب آسودہ نہ ہو جائیں تاکہ ہمارا ذہن ہر آلودگی سے مبرا رہے۔ سو میں تمہیں آج کے دن اور اسی ثانیے سے انگروما کی سرزمین پر ایک یادگار جشن منعقد کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ میں اب تمہارا آدمی ہوں۔ مجھے انگروما کی زمین کی ضرورت تھی اور تمہیں میرا انتظار تھا۔ تم نے عرصے تک کوشش کر کے دیکھ لیا لیکن فیصلے پہلے کیے جا چکے ہیں۔''

اس کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا اور اپنی دعوات دیتی ہوئی انگلیاں سمیٹ لیں۔ میں مسند سے نیچے اترا تو انگروما کے سرکردہ لوگوں نے مجھے نرغے میں لے لیا۔ وہ شاید اس بات پر حیران ہوں گے کہ میں نے اچانک کوچ کا ارادہ ملتوی کیوں کر دیا ہے؟ شروع شروع میں جب میں مسند پر بلند ہوا تھا تو میں نے پُر جوش لہجے میں کچھ اس طرح کا اظہار کیا تھا کہ ہم ابھی اسی وقت ساحل پر جمع ہو جائیں گے۔ ہاں جب میں نے اپنے عقب میں انگروما کی مخلوق کا بے پناہ اژدہام دیکھا تھا اور ریماجن سے ایک معاہدہ کیا تھا تو اس لمحے میں سر بسر جوش میں تھا لیکن جیسے جیسے میں اس مستانہ جم غفیر کی وحشت انگیزی سے متاثر ہوتا گیا ان سے میری مغائرت بڑھتی گئی۔ یہ توری کی زمین نہیں تھی، جہاں کے لوگ میرے اپنے لوگ تھے۔ انگروما کے باشندے محض اپنے غیر معمولی مفاد کے تحت مجھ سے اپنے التفات کا اظہار کر رہے تھے۔ ریماجن نے بھی یہی کہا تھا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں خود ان سے ایک دوری محسوس کرتا تھا اور میں نے اپنے عظیم مفادات کے تحت مصلحت اندیشی کا رویہ اختیار کر لیا تھا۔ یہ از سر نو حالات کا جائزہ لینے کا وقت نہیں تھا کیونکہ میں ریماجن سے عہد کر چکا تھا لیکن توری پر یلغار کے التوا سے سوچنے اور سمجھنے کا بہت سا وقت مل سکتا تھا جسے میں نے صرف نہ کرنے کی نادانی کی تھی ممکن ہے، میں نے کوئی جامع ہی فیصلہ کر لیا ہوتا ہم اس کا یقین حاصل کرنے کے لئے مجھے خود کو مطمئن کرنا تھا۔

http://kitaabghar.com

جب تک یہ اطمینان نصیب نہ ہو جاتا، میں طلسمی جنگ میں تن دہی سے شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

دنیا کے تمام مسئلوں کی شدت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس سے انسانوں کی کتنی بڑی تعداد متاثر ہے۔ تمام بغاوتیں اسی وقت کامیاب ہوتی ہیں جب کسی آبادی کا توازن بغاوت کے حق میں ہو جائے۔ انگرو ما کی تمام خلقت میرے سامنے آموجود ہوئی اور میں نے اس کے اشتیاق کا مشاہدہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ہم کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دینے جا رہے ہیں۔ تاریک براعظم، طلسم و اسرار کی سرزمین۔ اس کی تسخیر کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ جالوش کے زوال کا خیال پہلے ایک خواب سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ میں شاید بھول گیا تھا کہ کتنی اذیتوں کے بعد سر بلندی کا یہ موقع ملا تھا۔ تاریک براعظم جس کے طلسمی جلال کا میں نے اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا تھا۔ میں نے صحرائے زارشی کی زیارت کی تھی اور اقابلا کا گلستان دیکھا تھا۔ تاریک براعظم میں ہم مہذب دنیا کے چند افراد اپنی تمام صلاحیتوں اور کوششوں کے باوجود فرار نہیں ہو سکے تھے۔ یہاں تک کہ سرنگا کی پُر اسرار دیوی بھی اپنے پجاری سرنگا اور اس کی بیٹی سریتا کو وہاں سے نجات دلانے میں ناکام ہو گئی تھی۔ خود انگرو ما کے لوگوں نے کون کون سے حربے نہ آزمائے تھے؟ مجھے یہ گمان گزرا کہ میں نے ریما جن سے عجلت میں کوئی عہد کر لیا ہے اور کچھ کم حصے پر قناعت کر لی ہے۔ میں زیاں میں رہا ہوں یا میں نے پیش آنے والے واقعات کا غلط تخمینہ لگایا ہے۔ میں نے اپنی توجہ صرف اقابلا کی طرف مرکوز رکھی ہے اور دوسرے اہم امور نظر انداز کر دیئے ہیں۔ تاریک براعظم میں جب ریما جن کو جالوش کی جگہ فضیلت حاصل ہو گی تو میرا کیا ہوگا؟ میرا رتبہ بھی طے ہونا چاہیے کیونکہ اقابلا کا حصول میرے رتبے کے ساتھ مشروط ہے۔ کچھ یہی باتیں تھیں جنہوں نے مجھے گریز پا کسایا۔

مسند سے نیچے اتر کے میں جس طرف بڑھا، وہاں سے ہجوم کائی کی طرح پھٹ گیا۔ میں نے گرونا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے لیے یہ ایک بڑا اعزاز تھا۔ میرے قریب ہی ریما جن کا نائب امرتا بھی تھا۔ گورے اور دوسرے بزرگ بھی میرے گرد جمع ہونے لگے۔ میں انہیں مختلف طریقے سے برتنا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے یہاں تاریک براعظم میں اپنی تمام جدوجہد کے درمیان کیا تھا۔ قربت کا یہ انداز ان کے لئے ایک انوکھی بات ہوتی تھی، اور مجھے سب سے اسی قربت کی طلب تھی جس کے بغیر ہر طاقت اور آدمی ناتواں رہتا ہے۔ وہ پہلوان طاقت میں خود کو آدھا محسوس کرتا ہے جس کی طرف نفرت کی نگاہ اٹھی ہوئی ہو۔ وہ شخص زندہ، مردہ بن جاتا ہے جو اپنے ماحول میں رسوا ہو چکا ہو۔ ذات کا اعتماد اپنی جگہ ہے مگر آدمی ہمیشہ تنہا نہیں رہتا۔ فلورا اور شوطار پیچھے رہ گئیں۔ میں ایک بڑا ساحرا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اب اس وسیع و عریض میدان کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں قدم قدم پر پتھر کے مجسموں میں آدمی محفوظ تھے۔ چونکہ انہوں نے مشروب حیات نہیں پیا تھا۔ اس لیے انگرو ما والوں نے ان سے ضرورت کے وقت کام لینے کے لیے انہیں پتھروں کے خول میں مقید کر دیا تھا۔ جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے آسمان پر اڑتا ہوا ایک گدھ تیزی سے نیچے کی طرف گرا اور میرے ہاتھ میں پھڑ کنے لگا۔ مجسموں کو زندہ کرنے کا عمل مختلف تھا لیکن میں وہاں ایک دوسرے طریقے سے انہیں ششدر کر دینا چاہتا تھا۔ وہ قوی الجثہ گدھ میرے چھوٹے ہاتھ میں آتے ہی کسی چھوٹی چڑیا کی طرح میری مٹھی میں بند ہو گیا۔ میں نے مٹھی کھولی تو وہاں راکھ تھی۔ یہ راکھ میں نے اپنی پھونک سے اطراف میں اڑا دی۔ چشم زدن میں گرد کا ایک غبار ساری فضا پر مسلط ہو گیا اور کسی آندھی کی طرح گزر گیا۔ یہ گھٹا گزری تو جگہ جگہ متحرک انسان نظر آئے جو حیرت سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے نیچے جھک کے گورے کو اٹھا لیا۔

پہلے تو وہ میرے اس اچانک اقدام پر گھبرایا لیکن جب اس نے میرا سنجیدہ چہرہ دیکھا تو دم بخود ہو گیا۔ میں نے اسے ایک ہاتھ سے اٹھا کے ہتھیلی پر کھڑا کر لیا اور حکم دیا کہ وہ پتھروں کے خول سے آزاد ہونے والے ان لوگوں کو خطاب کرے۔

گورے کی آواز دہشت سے پھٹ گئی تھی۔ اس نے کسی نہ کسی طرح اپنے اوسان بحال کر کے انہیں مخاطب کیا اور بے ترتیب لفظوں میں بتایا کہ ان کی قید و بند کا عرصہ ختم ہو چکا ہے کیونکہ انگرو ما کے لوگ اب دیوتاؤں کی تائید سے مسلح ہو چکے ہیں۔

میں نے گرج کے درمیان میں دخل دیا۔ ''کہو کہ جابر بن یوسف نازل ہو گیا ہے اور اب کوئی رکاوٹ درمیان میں نہیں ہے۔''

گورے کی لرزیدہ آواز ابھری۔ ''ہاں جابر بن یوسف، ساحروں کا ساحر، مقدس جارا کا کا مقبول شخص اور مقدس ریما جن کا دوست یہاں نازل ہو گیا ہے۔ اب منزل ہمارے قدموں میں ہے۔ جزیرہ توری پر یلغار کرنے سے پہلے اس نے تمہیں ایک بے مثال جشن منانے کی مسرت سے شاد کام کیا ہے۔''

میں نے ہتھیلی پر گورے کو اچھال کے زمین پر پھینک دیا۔ وہ کراہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس کے خطاب کے بعد پتھروں سے آزاد ہونے والے لوگوں میں اضطراب پھیل گیا۔ وہ جدھر منہ اٹھا، بھاگنے لگے۔ ان میں مجھے قصر اقابلا کی چند حسین و جمیل عورتیں بھی نظر آئیں۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو وہ اپنی سمت جانے کی بجائے میری طرف کھنچنے لگیں جیسے میں کوئی مقناطیس ہوں۔ وہ ایک فاصلے پر آ کے ٹھٹک کر رہ گئیں۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو ان کا غول بے اختیار میرے پہاڑ جسم پر لپکا۔ میں نے مڑ کے دیکھا تو امرتا، گورے، گروتا اور دوسرے بڑے ساحر اور عابد ستائشی نظروں سے میرے کرشموں کا جلوہ کر رہے تھے۔ ریما جن کے علاقے میں میرا جسم میل، دھوئیں اور گرد سے سیاہ ہو چکا تھا۔ میں ان کی عقیدت اور وارفتگی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ طاقت سے بڑی نیکی کوئی نہیں ہوتی۔ یونانی حکما کے نزدیک نیکی برتری ہے۔ طاقت کا اتنا شدید احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے غسل جمال کر لیا تھا اور میری اصل رنگت عود کر آئی تھی، البتہ بال ابھی تک الجھے ہوئے تھے۔ میں درمیان میں کھڑا ہوا تھا، ارد گرد دائرے کی صورت میں انگرو ما کے بے قابو لوگ اپنے ہوش لٹا رہے تھے۔ قصر اقابلا کی پری پیکر دوشیزائیں جدا ہو گئی تھیں۔ زمین پر میرے قدم اس انداز میں اٹھ رہے تھے کہ ابھی زمین دہل جائے گی۔ میں آگے بڑھا تو حسب سابق ساحروں اور عالموں کے انبوہ کثیر نے میری پیروی کی۔ چیونٹیوں کے درمیان ایک ہاتھی پیش قدمی کر رہا تھا۔ میری آنکھیں انہیں قد سے بہت چھوٹا، بہت منحنی سا دیکھ رہی تھیں۔ یہ ریما جن کی سحر گاہ میں ریاضت کا اعجاز تھا کہ میری بلندی، قوت اور اعتماد کا کوئی سرا مجھے خود نظر نہیں آتا تھا۔ فرد کی قوت کی پیمائش اس کے ماحول کی طاقت ور چیزوں سے ہوتی ہے۔ یہاں اس ماحول میں کوئی ایسا نہیں تھا جو میرے وزن سے سوا ہو۔ یا پھر ایسا تھا کہ میں نے اپنے لیے ایسا تپاک۔ یہ پذیرائی، یہ خوف، یہ عقیدت اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ سو یہ سب نشہ انہی آنکھوں کی وجہ سے تھا جو امید اور سرخوشی لیے میری طرف اٹھ رہی تھیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ سامنے جو شے نظر آئے اسے خاکستر کر دوں، ہر درخت جو سر اٹھائے کھڑا ہے، اسے گرا دوں، ہر پہاڑ جو سینہ تانے ہوئے ہے، اسے ریزہ ریزہ کر دوں لیکن میں اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میری طاقت کے اظہار کے لیے کیا رہ جاتا؟ پھر میں ایک پہاڑ رہ جاتا جو محسوس نہیں کرتا۔ طاقت کے لیے ناتواں مظاہر کی موجودگی از بس لازم ہے۔ طاقت کے ذریعے تمام لوگوں کا خاتمہ ممکن ہے مگر یہ فعل خود طاقت کے لیے مفید نہیں۔ پھر طاقت خود معطل ہو کے رہ جائے گی۔ تنہا طاقت

ایک غیر ممتاز مظہر ہے۔ اندھیرا، روشنی کی موجودگی کے سبب ہی ممتاز ہوتا ہے اور روشنی کو روشنی اس لیے کہتے ہیں کہ اندھیرا بھی ہوتا ہے، طاقت کو اپنے اظہار کے لیے متناسب مظاہر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا ادراک ناتوانی ہی سے ہوتا ہے۔ اس لیے ان سب کیڑوں کو زندہ رکھنا ضروری تھا کیونکہ ان کی نگاہوں سے میں اپنے باطنی اور ظاہری کمال کی داد پاتا تھا۔

ممکن ہے، یہ میرا غلو ہو یا خوش فہمی، یا میں اپنی طاقت کی شاعری کر رہا ہوں لیکن ہر شخص کی زندگی میں ایسے لمحے ضرور آتے ہیں، جب وہ بادشاہ ہو جاتا ہے، ممکن ہے، یہ وہی خوش خرام لمحہ ہو۔ بہر حال میرے حکم کے مطابق انگرو ما میں ایک عجوبہ روزگار جشن کا آغاز ہو چکا تھا۔ مشروبات کے برتن توڑ دیئے گئے تھے۔ یہ جشن ان سب سے آگے تھا جو میں نے توری میں شوالا کی آبادی کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے برپا کیے تھے یا شام طلوع ہوتے ہی امسار کی نازنینیں اپنی خلوتوں میں ہنگامہ آرا ہوتی تھیں۔ وہ محض ہوس اور عیش و نشاط کی مستی تھی۔ یہ انگرو ما کے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ شادمانی کا دن تھا۔ اس متبرک ساعت کے لیے ایک زمانے سے انہوں نے ضبط و برداشت کی زندگی گزاری تھی۔ اب سارا انگرو ما میرا مکان تھا۔ ہر جگہ میرے اشارے پر ایک محل تعمیر ہو سکتا تھا۔ پتھروں کے خول میں مقید انسانوں کو آزاد کرنے کے بعد پھر مجھے اسی سکون کی طلب ہو رہی تھی جو اگر میسر نہ ہو تو آدمی انقلاب آفریں فیصلے نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے ذہن میں ٹھنڈا ماحول تخلیق کرنا تھا جہاں میں خود سے سوال و جواب کر سکوں۔ مجھے اپنی کئی شخصیتوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر کے ایک ایسا راستہ اختیار کرنا تھا جہاں بعد میں کسی کو کسی پر الزام دھرنے کا موقع نہ مل سکے۔ جو کچھ اب تک ہو چکا تھا، وہ ہو چکا تھا لیکن جواب ہونے والا تھا، وہ اتنا آسان نہیں تھا کہ اسے اپنے مزاج کی خسروی پر چھوڑ دیا جائے میں نے جب چاہا کہ خلوت نصیب ہو تو میرے ہاتھوں نے گرونا، گورے امرتا اور دوسرے لوگوں کو دور ہونے کا اشارہ کر دیا۔ صرف شوطارا اور فلورا رہ گئیں۔

خاموشی کے ساتھ سنسان علاقوں کی طرف بڑھنے لگا۔

شاید ان دونوں کے دلوں پر میری متغیر حالت سے ایسی ہیبت طاری تھی کہ ان کی زبانوں نے بولنا بند کر دیا تھا۔ ایک نظر سہم کے شاذ میری طرف دیکھتی تھیں اور لرز کے رہ جاتی تھیں۔ چلتے چلتے ہم جنگل کے ایک خاموش حصے میں آ گئے۔ میں نے وہاں طلسمی قوتوں کا داخلہ بند کرنے کے لیے اپنی جگہ۔ چاروں طرف گھوم کے نادیدہ فصیل کھڑی کر دی اور ایک درخت کے سہارے بیٹھ گیا۔ ہم بستی سے زیادہ دور نہیں تھے۔ میں وہ شعور و شغب ابھی تک سن رہا تھا جو بستی میں گونج رہا تھا لیکن فلورا اور شوطارا نہیں سننے سے قاصر تھیں۔ سکون کی چند سانسیں لے کر میں نے ان کے اداس سراپا پر نظر کی۔ ان کے سر میرے شانوں پر ڈھلک گئے۔ امسار کی سابق ملکہ شوطارا کی حالت فلورا سے مختلف نہیں تھی۔ میں نے ایک ساتھ ان دونوں کے بال پکڑ کے چہرے سامنے کیے اور ریما جن کا عطیہ استخوانی ہاتھ ان کے رخساروں سے مس کیا۔ وہ چیخیں مارنے لگیں۔ ان چیخوں نے میرے رگ و پے میں مسرت بھر دی۔ میں نے ہاتھ ہٹا لیا۔ ان کے منہ سے احتجاجی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ میرے قہقہے فضا میں دھوم مچانے لگے۔ ''رقص کرو۔'' میرے حکم کی بازگشت سے وہ کانپنے لگیں۔

میں نے فلورا کو حکم نہیں دیا، وہ اٹھنے لگی تو میں نے اسے روکا نہیں وہ دونوں مجھ سے کوئی چھ سات قدم کے فاصلے پر وحشت زدہ انداز میں کھڑی ہو گئیں اور آہستہ آہستہ ان کے قدم تھرکنے لگے، پھر انہوں نے ایک ایسے رقص کا آغاز کیا جس نے میری فکریں بڑی حد تک زائل کر دیں۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ریماجن جنگل میں قائم کردہ میری طلسمی عمارت میں جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ میری غیر سنجیدگی اور اکراہ و گریز سے کیا نتیجہ اخذ کر رہا ہوگا؟ میری خواہش تھی کہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ میں نے انگروما کی ساری آبادی کو عبادت کے جشن میں مصروف کر دیا تھا اور کوئی مدت بھی مقرر نہیں کی تھی کہ کب تک ان کی دیوانگی کا سلسلہ جاری رہے گا اور ادھر میں جنگل کے خنک اور خاموش ماحول میں تمام غموں سے بے نیاز ہونے کی جستجو کر رہا تھا۔ میرے آگے شوطار اور فلورا کے بدن تحرک رہے تھے۔ میری نگاہ کے سامنے ایک دلکش منظر تھا۔ ان دونوں لڑکیوں کے سحرانگیز شباب نے میرے تمام جادو زائل کر دیئے تھے۔ میں انہی کی طرف مرکوز ہو گیا کیونکہ ان کے بدن اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ محو پرواز تھے۔ وہ گندھے ہوئے آٹے سے مشابہ تھے جس میں لوچ ہی لوچ ہو۔ کوئی موسیقی پس منظر میں نہیں تھی مگر ان کی ہر جنبش سے ساز بجتے تھے۔ گلابی رنگ لہرا رہے تھے۔ میرے شوق دید نے ان کے چہرے گل نار کر دیئے۔ ان میں بجلی بھر دی۔ شراب کی بوتلیں رقص کر رہی تھیں۔ کبھی میں فلورا کو دیکھتا کبھی شوطار کو۔ نگاہ کسی ایک پر ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ احساس بڑا جاں فزا تھا کہ میرے سامنے اسمار کی ملکہ شوطار اور آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ لڑکی فلورا رقص کر رہی ہے۔ میں تادیر اس نظارہ جمال میں گم رہا۔ شوطار اقابلا کے حسن کا پرتو تھی۔ کبھی کبھی تو مجھے گمان ہوتا تھا کہ وہ اقابلا ہی ہے۔ شوطار کی رفاقت سے میری منزل کا نشان سامنے رہتا تھا۔ اسی لیے میں اسے یہاں لے آیا تھا۔ اب کچھ دنوں کی دیر تھی۔ یہ چند دن گزر جائیں گے تو کیا ہوگا؟ میں جب یہ سوچتا تو اوسان کھو بیٹھتا۔ جب وہ روبرو ہوگی اور کوئی دیوار درمیان میں حائل نہیں ہوگی۔ شوطار رقص کر رہی تھی اور میں اسی ستم بر کے تصور میں گم تھا، جس نے اس حالت کو پہنچایا تھا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا میں نے اشارے سے شوطار کو اپنے پاس بلایا، وہ ٹھٹکتی جھجکتی آئی۔

سراسیمہ۔ فلورا نے بھی اس کے ساتھ ہی رقص بند کر دیا تھا اور اب چپ چاپ میرے قریب کھڑی تھی۔ اچانک میری نظر اس پر پڑ گئی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ میں نے بے قراری سے اسے کھینچ لیا اور شوطار کے کانوں پر انگلی پھیر کے اس کی سماعت معطل کر دی۔ ''تم خاموش کیوں ہو؟'' میں نے ہوش میں آتے ہوئے پوچھا۔

''کیا یہ تم ہو؟ جابر بن یوسف!'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔

''اور کون ہوں؟'' میں نے گرج کے کہا۔ ''کیا میں کوئی درندہ ہوں۔''

وہ خاموش ہو گئی، اور اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ ''کیا تم مجھے نہیں جانتیں؟ تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں؟''

''تم اب بالکل بدل گئے ہو۔ تمہارا چہرہ پہلے سے زیادہ ہیبت ناک ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھیں آگ اگل رہی ہیں۔ تمہارے ناخن درندوں کی طرح بڑھے ہوئے ہیں اور تم ایک بہت بڑے جنگلی بن گئے ہو۔ مجھے خوف زدہ کرنا مقصود ہے تو ایک بار ہی خوف زدہ کر کے مار دو۔ مجھ سے تمہاری اجنبیت برداشت نہیں کی جاتی۔ تم اب بہت دور کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ ''تمہاری حالت اور طور طریق دیکھ کے اب مجھے کوئی امید نظر نہیں آتی۔ شاید تم سب کو۔ اپنے آپ کو بھول گئے ہو۔''

اس کے رقت انگیز بیان نے مجھ پر بڑا اثر کیا۔ ''میں اپنے آپ کو پہچان گیا ہوں۔ میں نے طاقت حاصل کی ہے۔'' لیکن اس کی باتوں نے میری مغرور مدہوشی چھین لی تھی اور مجھے پھر منتشر کر دیا تھا۔ یہ رقص، حسن کی جانب یہ فریفتگی اسی انتشار سے فرار تھا جو عبادت گاہ کی مسند پر ہجوم دیکھ

کے میرے گرد محیط ہو گیا تھا۔ میں نے فلورا کو وہ سب کچھ کہنے کی اجازت دے دی جو وہ کہنا چاہتی تھی اور کہہ نہ سکی تھی۔ شوطار ہماری باتوں سے لاعلم تھی اور آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے کچھ سننے اور جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں فلورا کی رقت خود پر طاری کرتا رہا تھا اور مجھے احساس ہوا کہ ایک دیو قامت، عظیم الجثہ ساحر ہونے کے علاوہ بھی میری ایک ذات ہے، جس کا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ جو کبھی لطیف احساسات رکھتا تھا اور مہذب دنیا کا فرد تھا جو فلورا کو مطلوب تھا اور فلورا کا محبوب تھا۔ میں فلورا سے اپنے خدشوں کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا جو میرے سر میں ابھر رہے تھے، اسے کیا معلوم تھا کہ ایک شدید کشمکش میرے درون خانہ جاری ہے۔ یہ وحشیانہ انداز یہ جارحانہ طور طریق تو محض اس انتشار کا ردعمل ہیں جو سب کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ میں نے اس کی رنجش دور کرنے کے لئے کہا۔ ''تم مجھ سے قریب ہو، ہاں میں اپنے آپ سے دور ہو جاتا ہوں۔''

''تمہیں انہوں نے اپنے سحر کا اسیر کر لیا ہے۔ تم وہاں کچھ منزلیں سر کرنے گئے تھے۔ وہاں سے آئے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سب کچھ بھول گئے ہو۔ کوئی احساس باقی نہیں رہا۔ وہ جو چاہتے تھے، وہی ہو گیا۔''

''تم ایک عورت کے دماغ سے سوچ رہی ہو۔'' میں نے برہمی سے کہا۔ ''اور میرے سامنے بڑے مسائل ہیں۔ میں نے ریماجن کے علاقے میں اپنی برتری کا وہ خانہ بھی پُر کر لیا ہے جو خالی تھا۔ میں نے وہ راز پایا ہے جس نے مجھے اور تمہیں اور بے شمار لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میرے اعضا میں تختی آ گئی۔ ''تم کہو گی کہ پھر دیر کیا ہے؟ کچھ دیر نہیں۔ میں سمندر تسخیر کرتا ہوا توری پر یلغار کر سکتا ہوں اور ہم جنگ ہار سکتے ہیں یا جیت سکتے ہیں۔ میں انگروما سے فرار بھی ہو سکتا ہوں اور جالموش سے مل کر دوبارہ اپنے منصب پر فائز ہو سکتا ہوں لیکن اس سے حالات میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا، نہ تمہیں نجات ملے گی اور نہ میں......'' یہ کہتے کہتے میں ٹھہر گیا۔

''تم ٹھہر کیوں گئے؟'' فلورا نے بے چین ہو کے پوچھا۔ ''میرے سامنے تمام مسائل رکھ دو، شاید میں تمہیں کوئی اچھا مشورہ دے سکوں۔''

میں اقابلا کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے اسے دکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا، میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ ''ایک مسئلہ نہیں۔ بیک وقت کئی مسئلوں نے مجھے مضطرب کیے رکھا ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں انگروما میں سب سے بلند مقام حاصل کر کے توری پر حملہ آور ہوں اور اس طلسمی نظام کا راز سب پر عیاں کر دوں۔ میں ان تمام اذیتوں کا انتقام لوں جو انہوں نے ہمیں دی تھیں لیکن ریماجن کی اعانت کے بغیر یہ سرفرازی ممکن نہیں تھی۔ اس لیے میں نے اس کے طلسم خانے میں شب و روز ریاضت کر کے بہر طور وہ مقام حاصل کر لیا جو سب سے افضل ہے۔ میں نے جالموش کا مجسمہ تباہ کر دیا، جس کی تباہی کے لئے وہ زمانوں سے سرگرداں تھے۔ پھر میں ان کی ضرورت بن گیا اور وہ مجھ سے مفاہمت پر آمادہ ہو گئے۔ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں ہر سطح پر طلسمی علوم سے خود کو مسلح کر لوں ان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ میرے بغیر کوئی کارنامہ سرانجام دینے سے قاصر تھے۔ پھر انہیں مدتوں انتظار کرنا پڑتا۔ میں نے اپنی خواہش کے خلاف ریماجن کی شاگردی قبول کی اور اس کا علم اپنے اندر منتقل کر لیا۔ وہ مجھے یہ علم سونپنے پر اس لئے آمادہ ہو گئے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ادھر میں نے روحوں کے غار پر اپنا قبضہ کر لیا تھا لیکن ہمارے معاہدے کے وقت خوش دلی کی فضا موجود نہیں تھی۔ یقیناً ہم جالموش پر فتح پا لیں گے کیونکہ ہمارے ساتھ انگروما کے جید عالموں کے غول موجود ہیں اور ہم گنتی میں دو ہیں۔ ریماجن اور میں۔ ادھر جالموش کا مجسمہ بھی تباہ ہو چکا ہے اور ہمیں حملے کا اشارہ مل چکا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ تاریک براعظم کی تسخیر کے بعد صورت حال منفی رخ

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

اختیار نہ کرے۔ ریماجن کا تسلط قائم نہ ہوجائے اور ہمارے لئے نئے مسائل نہ کھڑے ہوجائیں تم سمجھ رہی ہو فلورا؟''

''ہاں۔ مگر ہم اس موقف میں ضرور ہیں کہ ان سے پہلے سے معاہدہ کرلیں کہ ہماری حیثیت کیا ہوگی؟ ہم یہاں مستقل قیام نہیں چاہتے ہم آزادی کے خواہاں ہیں۔ وہ ہمیں نجات دے دیں اور ہمیں مہذب دنیا کی طرف جانے والے سمندر میں چھوڑ دیں۔ میرا خیال ہے، وہ ان ارزاں شرائط پر تیار ہوجائیں گے۔ وہ جابر بن یوسف کا کانٹا اپنے راستے سے ہٹادیں گے۔''

میں اسے کیا بتاتا کہ میں مہذب دنیا میں واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اقابلا ہی میری دنیا ہے، وہ ہے تو میرے لئے ساری کائنات ہے۔ وہ ہے تو میں موجود ہوں۔ میں فلورا سے کیا کہتا کہ میری نظروں میں اقابلا کا چہرہ بسا ہوا ہے اور ابھی ایک بات مجھے پریشان کیے ہوئے ہے کہ وہ معاہدے کے باوجود معاہدے سے پھر نہ جائیں۔ کیونکہ وہ چہار اطراف سے طاقت میں ہوں گے اور مجھے ریماجن کو مغلوب کرنے کے لئے نئے سرے سے ایک مہم کی بساط جمانی ہوگی۔ اسی میں عمر صرف ہوجائے گی۔ میں نے فلورا سے کہا۔ ''اور فرض کرو، وہ معاہدے سے منحرف ہوجائیں؟''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟''

''اب میں تاریک براعظم کی فتح کے بعد کا نقشہ دیکھ رہا ہوں۔ یہاں مجھے آثار اچھے نظر نہیں آرہے ہیں۔ سوچتا ہوں، میں نے جتنی جدوجہد کی ہے، وہ رائیگاں نہ چلی جائے۔ ہمارے پاس کوئی ضمانت نہیں کہ ہم ان سے تمام معاہدوں پر عمل درآمد کراسکیں''۔

''مگر ہمارے پاس طاقت ہے۔'' فلورا نے جوش میں کہا۔

''ہاں یہ صحیح ہے، کوئی شبہ نہیں کہ میں خود کو ان سے ذہانت میں بھی برتر سمجھتا ہوں لیکن طاقت کے استعمال سے ہم پھر ایک طویل معرکہ آرائی میں مصروف ہوجائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم اس سے بچیں اور کوئی ایسی صورت تلاش کرلیں جہاں بعد میں کسی نزاع کا امکان نہ رہے۔ میرا خیال ہے۔ میں نے جھجک کر کہا۔ ''تمام فیصلے یہیں ہوجانے چاہئیں۔ اسی لیے میں اس پُرفضا جگہ آگیا ہوں۔ اصولاً اس وقت ہمیں سمندر میں ہونا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے کہ اپنے اتالیق ریماجن سے مجھے یہاں ایک اور گفتگو کرنی پڑے گی۔ ایک تلخ اور زہریلی گفتگو۔ وضع داری، پاس داری، وسیع تر مفادات سے بالاتر نہیں ہوتی۔ ہمیں دوراندیشی کا ثبوت دینا ہوگا۔ میں اس امکان پر بھی غور کررہا ہوں کہ ریماجن کو صفحۂ ہستی سے مٹا کیوں نہ دیا جائے؟ تاکہ کوئی دیوار ہمارے راستے میں حائل نہ ہو۔''

فلورا کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ وہ خوف سے مرتعش ہوگئی۔ ''کیا کہا؟'' وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ہاں۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے۔'' میں نے سردمہری سے جواب دیا۔

''میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''میں بھی خود کو یہ مشورہ نہیں دے رہا ہوں مگر میری عین خواہش یہی ہے۔'' میں نے بے باکی سے کہا۔

''نہیں۔'' وہ پُرعزم لہجے میں بولی۔ ''اگر انہیں تمہاری ضرورت ہے تو وہ تم سے ہر قسم کی مفاہمت پر تیار ہوجائیں گے۔ تاریک براعظم ان کی کمزوری ہے تم نے کوچ کا ارادہ ملتوی کرکے ایک نیک کام کیا ہے، اب تم مشکل ترین شرائط رکھ کے انہیں اپنے معاہدوں کی پابندی پر مجبور کرسکتے ہو۔''

http://kitaabghar.com

''میں نے ان سے عہد لیا ہے کہ سب سے پہلے توری پر میں قدم رکھوں گا لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ صرف یہی عہد کافی نہیں ہے۔ باقی جزئیات بھی طے ہونی چاہئیں۔''

''تم نے غلط کیا۔'' فلورا بے خوفی سے بولی۔ ''تمہیں توری کے بجائے پہلے بیسترنار میں جالوش کے علاقے پر حملہ آور ہونا چاہیے۔''

میں ایک دم چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''فلورا۔ تم نے ایک بہت نازک نکتہ بیان کیا ہے بے شک ہم توری ہی کو ہدف کیوں بنائیں؟ اس کے علاوہ ہم تاریک براعظم کی تقسیم کرلیں تاکہ وہ اپنے علاقے پر اور ہم اپنے علاقے پر خودمختاری سے حکومت کر سکیں۔''

''تمہاری باتوں سے حکمرانی کی بو محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے پیش نظر یہ مقصد ضرور رہنا چاہیے کہ ہم تاریک براعظم کی طلسمی زمین پر حکمرانی کی نہیں، مہذب دنیا کی واپسی میں دلچسپی لیتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں ایسی لچک دار شرائط پیش کرنی چاہئیں جس سے ہمارے مقصد پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ دوسروں کی طاقت سے تمہاری طاقت کتنی بالا اور ممتاز ہے۔ تمام شرائط کا انحصار اسی بات پر ہے۔'' فلورا کے چہرے پر حسن و جمال کی شوخی کے بجائے ذہانت اور تدبر کی سنجیدگی غالب تھی۔ آکسفورڈ کی ذہانت دنیا کے ایک نادیدہ اور گم نام علاقے میں صرف ہو رہی تھی۔ میں نے ان دونوں لڑکیوں کو یہاں لا کے ایک اچھا کام کیا تھا کہ ایک طرف شوطارا قابلا کی یاد دلانے کے لئے موجود تھی، دوسری طرف مہذب دنیا کی واپسی کی طرف ترغیب دلانے کے لئے فلورا تھی۔ ایک متوازن فیصلہ یہ دو مقاصد سامنے رکھ کر ہی ہو سکتا تھا۔ فلورا میری پُراسرار طاقتوں کا اندازہ کرنا چاہتی تھی تاکہ اسی کے وزن سے ہم اپنی شرائط منوا سکیں۔

''طاقت کے سوا ایک اور چیز بھی ہے فلورا!'' میں نے اس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ ''وہ ہے مصلحت۔ ریماجن کی مصلحت یہ ہے کہ اسے ہر حال میں میری اعانت مطلوب ہے، اور ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہمیں اپنی حفاظت کی ضمانت درکار ہے میں نے جشن کی اجازت ریماجن کے مشورے کے بغیر دی ہے اور اس سے مراد یہ تھی کہ میں یہاں کے برگزیدہ لوگوں کے دلوں پر اپنی شخصیات کا ایسا تاثر مرتب کروں جو ریماجن نے نہیں کیا مگر یہ کام طوالت چاہتا ہے، اور طوالت ریماجن کو یقیناً پسند نہیں ہوگی۔ وہ تاریک براعظم میں جالوش کا جانشین ہونے کے خوابوں میں سرشار ہوگا۔''

''تم صرف تبصرہ کر رہے ہو، کوئی فیصلہ نہیں۔ یہ طوالت خود ہمارے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس پُراسرار زمین میں حالات کسی وقت بھی امیدوں کے برعکس نمودار ہو سکتے ہیں بہتر ہے، تم ایسی صورت حال پیدا کرو کہ ریماجن تم سے دوبارہ گفت و شنید پر مجبور ہو جائے۔''

''تمہارا مشورہ درست ہے۔ یہ جو تم نے میری طاقت کے معمولی مظاہرے دیکھے ہیں، یہ یوں ہی ایک چھوٹی سی نمائش تھی۔ اصل معرکے دیکھو گی تو تم سے دیکھا نہ جائے گا۔ میں جابر بن یوسف، ایک بہت بڑا ساحر ہوں۔ اگر میں اپنی اسی وضع قطع اور علوم کے ساتھ مہذب دنیا میں وارد ہو جاؤں تو حشر برپا کر دوں۔ جی چاہتا ہے، کبھی ایسا ہو کہ بیروت کی سڑکوں پر مجھے شعبدے دکھانے کا موقع مل جائے۔ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے، وہ سراب نہیں ہے۔ ہم یہاں موجود ہیں۔ یہ سب بڑی طلسمی حقیقت ہے۔ میں تم سے اس نظام کی تشریح نہیں کر سکتا۔ کئی بار میری عقل خبط ہوئی۔ پر میں نے سب کچھ جوں کا توں تسلیم کرنا اپنا شعار بنایا اور ان کے گریز سے ہمیشہ پہلوتہی کی۔ اور ویسے یہ سب زندہ حقیقتوں کا سراب ہے مگر بے حد دلکش عجیب اور حیرت انگیز ذرا سوچو تو کہ اگر ہم اس نظام کی تکمیل ہاتھ میں لے لیں تو ہمارے قبضے میں کیا کچھ نہیں ہوگا۔ زرخیز زمینیں، گھنے جنگل، محلات،

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

خوب صورت عورتیں اور زبان رکھنے والے گونگے غلام۔ ہمارے اشاروں پر غول کے غول خدمت کے لیے جمع ہو جایا کریں گے۔ مہذب دنیا میں کیا رکھا ہے؟ وہاں کی تہذیب نے انسانوں کو دیمک لگا دی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو چاٹتے ہیں اور اپنی سرشت سے دور ہو گئے ہیں۔ وہ لباس میں رہتے ہیں اور انہوں نے ایثار اقدار کا اتنا بڑا ڈھیر لگا لیا ہے کہ اس کی اوٹ میں خود ان کے چہرے نظر نہیں آتے۔ ہمارے برے دن گزر گئے۔ اب یہاں ہم اپنی ایک نئی دنیا بسانے کا خیال شرمندہ تعبیر کر سکتے ہیں۔''

''تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔'' وہ ناراضی سے بولی۔ ''اور شاید مجھے تنگ کرنے کے موڈ میں ہو۔ شاید تمہیں یقین نہیں کہ تم مہذب دنیا میں کبھی واپس جا سکو گے۔ جواز کے طور پر تم ایسی دلیلیں پیش کر رہے ہو کہ یہ کوشش، یہ آرزو ہی موقوف کر دی جائے۔ چلو اٹھو۔'' اس نے میرا ہاتھ پکڑ کے کھینچنا شروع کیا۔ ''اگر تم اپنی طاقتوں کے باوجود قوت فیصلہ سے محروم ہو گئے ہو تو مجھے اپنے نمائندے کے طور پر ریما جن کے پاس بھیج دو۔ پھر میں جو فیصلہ کروں گی وہ تمہیں قبول کرنا چاہیے۔''

بے اختیار میرے منہ سے قہقہوں کا ایک سیلاب جاری ہو گیا۔ میں نے اس گل اندام کے مجسمے پر اپنی زبان نصب کر دی۔ اس کی باتوں سے بہت سا غبار چھٹ گیا تھا لیکن یہ ایک جامع اور مدلل گفتگو نہیں تھی۔ فلورا میرے جذبات کے پس منظر سے ناواقف تھی۔ اسے اقابلا کے لئے میرے اندر چھپے ہوئے طوفانوں کا علم نہیں تھا اور اسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ میں نے جالوش کے مجسمے کی تباہی کے بعد اقابلا کا مجسمہ کس مشکل سے محفوظ کیا تھا اور اصل میں یہی وہ نکتہ تھا جہاں ریما جن میری طرف جھکنے کے لئے مجبور ہو گیا تھا۔ فلورا کو بہت سی باتیں معلوم نہیں تھیں اور نہ میں اسے اپنی تمام سوچیں منتقل کر سکتا تھا مگر انگروما میں اس کے سوا کوئی اتنے قریب کا آدمی نہیں تھا۔ میں اس پر خود سے زیادہ اعتبار کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے توری کے بجائے بیٹر نار پر یلغار کرنے کا جو مشورہ دیا تھا، وہ میرا کوئی مونس و غم گسار ہی دے سکتا تھا۔ میں نے شوطار کے کان میں استخوانی ہاتھ کی انگلی ڈال کے اس کی سماعت بیداری کر دی لیکن اسی لمحے مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا شور سنائی دیا۔ میں نے اپنی پشت کی جانب دیکھا تو مجھے انگروما کے بوڑھے اپنی گول فصیل کے گرد آتے دکھائی دیئے۔ شوطار اور فلورا بھی اسی جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔ مجھ پر غضب مسلط ہو گیا۔ میری خلوت میں دخل اندازی کی یہ جسارت ناقابل برداشت تھی۔ میں دیکھتا رہا کہ ان کا آئندہ قدم کیا ہوگا؟ کیا وہ یہ فصیل عبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟ وہ کچھ اور آگے بڑھے تو اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولنے لگے اور جہاں جہاں میری دیوار کھڑی تھی۔ وہاں وہاں اس کے ساتھ جمع ہونے لگے اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ان کے متحرک جسم ہر طرف سے اندر آنے کی کوشش میں مصروف تھے لیکن اندر کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ میرے لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ریما جن نے مجھے تنہائی کا احساس دلانے کے لیے ساحروں اور عاملوں کی اتنی بڑی فوج میرے دائرے کے گرد جمع کر دی تھی۔ شوطار اور فلورا کے چہروں پر خوف کی زردی چھا گئی تھی۔ مجھے اس منظر سے لطف آنے لگا تھا۔ وہ اندھے بوڑھے میرے سحر کی دیوار ٹٹولتے ہوئے چکر لگا رہے تھے۔

''اسمار کی ملکہ شوطار! تم نے اپنے لوگوں کا تدبر دیکھا؟ یہ سب کتنے بڑے عالم ہیں۔ تم ان پر نازاں تھیں۔ انہیں مجھ پر ابھی تک شک ہے مگر چھوڑو۔''

شوطار نے میری کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے یہ سب کچھ عزت جانا اور میری شدتوں کا خیر مقدم کیا۔ فلورا نے میرا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ جب میں حصار کی دیوار تک پہنچا تو میں نے فلورا سے ہاتھ چھڑا کے شوطار کے چہرے کی طرف دراز کیا۔ اس نے اپنی زلفوں کا ایک لچھا میرے حوالے کر دیا۔ میرا اشارہ شوطار جیسی ذہین اور باکمال لڑکی ہی سمجھ سکتی تھی۔ مجھے اس وقت اس پر بڑی محبت آئی۔ دیوار کے پار میں نے وہ زلفیں پھینک دیں، کئی بوڑھے ساحر چیخ مار کے گرے اور ان کے ہاتھ پاؤں شوطار کی زلفوں میں الجھ گئے جیسے ان کے پیروں میں زنجیریں پڑ گئی ہوں، زلفوں کی یہ رسیاں۔ یہ آہنیں زنجیریں اتنی دراز ہوئیں کہ جو اس کے قریب رہا، وہ ان میں الجھ گیا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کے باقی ساحر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں تیز قدموں سے ان کے درمیان پہنچ گیا۔ ''رحم مقدس جابر بن یوسف! رحم۔'' ان کی عاجزانہ فریادوں نے میرا تعاقب کیا لیکن میں انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ فلورا نے بھی میرا ہاتھ دبا کے مجھے ان پر رحم کے لئے اکسایا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا مقصد جارحانہ نہیں تھا۔ وہ میری تلاش میں ادھر آ نکلے تھے اور یہ سب ریماجن کے اشارے پر ہوا۔ وہ اپنی تعداد کی برتری کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

جس وقت میں بستی میں داخل ہوا، میرے ایک کاندھے پر شوطار سوار تھی، دوسرے پر فلورا، شام ہو چکی تھی اور بستی میں چراغاں کا سا منظر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا بس تاریک براعظم فتح ہو چکا ہے اور اب کوئی غم نہیں۔ انگروما کے لوگوں نے ایسی بدمست رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ جگہ جگہ شراب لنڈھائی جا رہی تھی۔ شور مچ رہا تھا۔ ڈھول کی تال پر مدہوش لوگ رقص کر رہے تھے۔ جانوروں کا خون راستوں پر بہہ رہا تھا۔ طرح طرح کی ساخت کے بنے ہوئے ہڈیوں کے سنکھوں کی آواز ساری آوازوں پر غالب آ گئی تھی کسی شخص میں کوئی نظم نہیں تھا۔ ان کے حلقوم سے مختلف قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں، ہر شخص تھرک رہا تھا یا ہنس رہا تھا۔ روشنیوں میں ان کے سیاہ جسم چمک رہے تھے اور جگہ جگہ الاؤ پر گوشت بھونا جا رہا تھا۔ یہ انگروما کے منظم اور سنجیدہ لوگ تھے۔ کیسے دیوانے ہو گئے تھے۔ ایک دن میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ آنے والے دنوں پر شاید ان کا اعتماد اٹھ گیا تھا، بس جو کچھ تھا، وہ ابھی سمیٹ لینا چاہتے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرا تو انہوں نے مجھ پر شراب اچھالی۔ انہوں نے یہ جسارت میری تائیدی نظریں دیکھ کر ہی کی تھی کیونکہ میں خود ان کی مستیوں میں شامل تھا، میرے ہاتھ پھولوں سے بھرے ہوئے تھے جو میں ان کی جانب اچھالتا جاتا تھا۔ انگروما کی ہر گلی میں قیامت مچی ہوئی تھی۔ وہ بڑھ بڑھ کے فلورا اور شوطار کے پاؤں چاٹتے اور اس طرح میری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ قبل از فتح انگروما کے لوگوں کی یہ سرمستی ریماجن پر تازیانے کا کام کر رہی ہوگی۔ ادھر جاراکا کی مخصوص عبادت گاہ کے میدان میں انگروما کے تمام بڑے لوگوں کا اجتماع تھا۔ جو کڑی ریاضتوں اور عبادتوں میں مشغول تھے۔ ادھر میں تھا کہ کسی رند بلانوش کی طرح فلورا اور شوطار کو کاندھوں پر بٹھائے ہر سمت سے گزر رہا تھا۔ وہ میرے استقبال کے لئے زمین پر لوٹنے لگتے تھے اور طرح طرح اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ رات میں نے انہی کے ساتھ گزاری اور ان کا لطف بڑھانے کے لئے مختلف قسم کے شعبدے کرتا رہا۔

کوئی نہیں سویا، تین دن تک ساحر، ساحرانہ اعمال میں، عابد عبادت میں اور عام لوگ شرابوں اور عورتوں میں غرق رہے۔ میں یہ سارا تماشا دیکھتا رہا۔ میں نے باقاعدہ مشترکہ عبادت میں شرکت کی لیکن میں نے انگروما کے بوڑھوں کی سوال طلب نگاہوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جتنا وقت گزر رہا تھا، بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ فلورا اور شوطار ہر وقت میرے ساتھ رہتی تھیں اور فلورا جب کوئی نکتہ آفریں بات کہنے کی خواہش کرتی تو میں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

شوطار کی ساعت معطل کر دیتا۔ آخر جب ریماجن کا کوئی نمائندہ نہیں آیا تو میں نے چوتھی رات تمام لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور انہیں قطعی خاموش ہونے کا حکم دیا۔ میرے حکم کے بعد ایسی خاموشی چھا گئی جیسے انگروما میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ میں ان پر جھک گیا۔ میری تقلید میں سب نے یہی عمل کیا۔ جب میں اٹھا تو وہ سب اٹھ گئے میں نے شپالی ہجوم کے درمیان پھینک دی جہاں یکلخت انسانی چیخوں کا ایک دھما کا سا ہوا۔ لوگ درد و کرب میں چلاتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ میرے ہاتھوں کی جنبش جاری تھی۔ جہاں شپالی گری تھی، وہاں کی زمین سے آگ ابلنے لگی تھی۔ میرے ہاتھوں کی وسعت جیسے جیسے بڑھتی گئی، آگ نے پھیلنا شروع کر دیا اور لوگ اس کی لپٹوں سے چلاتے، آہیں بلند کرتے پیچھے ہٹنے لگے۔ یہ دیکھ کے گروٹا، امرتا اور گورے میرے نزدیک آ گئے اور ہیبت ناک ساحرانہ عبادتیں کرنے لگے۔ آگ کا یہ سیلاب اتنی تیزی سے چاروں طرف بڑھ رہا تھا کہ خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے بے شمار آدمی کچل گئے۔

''مقدس جابر!'' بوڑھے ساحروں نے میرے قدموں میں سر رکھ کے گریہ وزاری شروع کر دی۔ ''مقدس جاراکا کے لیے یہ تماشا بند کر دو۔ ہم تمہاری برتری کے قائل ہیں۔ ہم تمہارے آگے سر جھکاتے ہیں۔ یہ آگ انگروما کو جلا کے رکھ دے گی۔''

''چپ رہو۔'' میں نے انہیں دھمکی دی۔ ''ابھی اور جگہ چاہیے۔''

''کیسی جگہ؟'' وہ ہذیانی انداز میں بولے۔

''ہمارے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔'' میں نے اپنے عمل کے دوران میں کہا اور میرے ہاتھ ایک جگہ جا کے ٹھہر گئے۔ اگر ان کی سمت جنوب اور شمال کے انتہائی جانب ہو جاتی تو انگروما کے لوگوں کو اس آگ سے کہیں پناہ نہ ملتی۔ میں نے اپنے ہاتھ اتنے ہی پھیلائے جتنی جگہ کی ضرورت تھی ادھر وہ جاراکا کے فلک شگاف اور دل دوز نعرے بلند کر رہے تھے لیکن میرے انہماک کا عالم جوں کا توں تھا۔ ایک بہت بڑے میدان میں شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے جیسے ہی میں نے اپنے ہاتھ گرائے، شعلوں نے اس سے آگے وسیع ہونا بند کر دیا۔ میں نے اطمینان سے سر اٹھایا اور اپنی تخلیق کردہ تابندہ آگ کی طرف دیکھنے لگا۔ طلسم وافسوں کے کارخانے میں آگ سب سے نمایاں مظہر ہوتی ہے۔ مجھے اقابلا کا ممنون ہونا چاہیے کہ اس نے زارشی کے صحرا میں بھیج کر مجھے آگ کے کھیل میں طاق کر دیا تھا۔ شپالی میری ریاضت آتش کی سند تھی اور اس امر کی ضمانت تھی کہ مجھ پر اس قسم کا کوئی شعبدہ کارگر نہیں ہوگا۔ وہ سرفراز آگ بیچ میدان میں اگانے کے بعد میں نے اپنا رخ دائیں جانب کر دیا اور میرا رواں رواں ایک نئے عمل کے دوران میں لرزنے لگا۔ میں نے گورے کی گردن سے ایک مالا کھینچ کے اس کے دانے آسمان کی طرف اچھال دیئے جو واپس نہیں آئے اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں شوطار کے منہ میں دے دیں۔ اس نے ایک لمحے جھجک کا اظہار کیا مگر دوسرے ہی لمحے میری سرخ آنکھیں دیکھ کے انگلیوں کے پورا اپنے دانتوں سے کاٹنے شروع کر دیئے۔ وہ شدید اذیت میں مبتلا تھی اور میری انگلیاں اپنے خنجر دانت سے زخمی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ انگلیوں میں سوراخ ہو گئے اور اس کا منہ میرے خون سے تر ہو گیا۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ خون کے قطرے مسند پر گرنے لگے پھر میں نے گروٹا کے سر پر بیٹھا ہوا نیولا جھپٹ کے اٹھا لیا اور اس کے منہ میں اپنی انگلیاں دے دیں۔ مسند پر بھی ساحر زمیں بوس ہو گئے۔ مقدس نیولے نے میرا خون چوس لیا اور مدہوش سا ہو گیا۔ میں نے پھر اسے آگ کی نذر کر دیا۔ میرے اس اقدام پر چیخ پکار مچ گئی۔ گروٹا کی آنکھیں پھٹ گئیں اور امرتا نے بڑھ

http://kitaabghar.com

کر میرا کاندھا پکڑ لیا۔ میں نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ ''مقدس جابر بن یوسف!'' خوف سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ''تم نے مقدس جارا کا کا کو آگ کی نذر کر دیا ہے۔''

''کہاں؟'' میں نے جھنجلا کے کہا۔ ''پیچھے ہٹ جاؤ اور میری عبادتوں میں دخل مت دو۔'' یہ کہہ کر میں نے ہاتھ بلند کیا۔ آگ کے شعلوں سے گزر کے نیولا ناچتا ہوا اچانک مسند پر چڑھا اور میرے پیروں پر جھوتا ہوا شانے پر ایستادہ ہو گیا۔ اس نے اپنے منہ سے شپالی اگل دی اور میرے شانے پر ناچنے لگا۔ وہ سب انگشت بدنداں تھے۔ میری انگلیوں سے اب بھی خون جاری تھا میں نے ہاتھ جھٹک کے خون کے قطرے دائیں طرف چھینکنے شروع کر دیئے۔ جہاں جہاں یہ قطرے گرے، وہاں موت نازل ہونے لگی۔ زمین جب ان قطروں سے سیراب ہوئی تو اس نے ایک کروٹ لی۔ دور و نزدیک ایک دہشت انگیز گڑگڑاہٹ ابھری جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور سب کچھ تباہ ہونے کو ہو لیکن میرے ہاتھ سے گرتے ہوئے خون کے قطرے کروٹیں لیتی اور چنگھاڑتی ہوئی زمین میں جذب ہو کے جلتے ہوئے سیال آتشیں مادے کی صورت اختیار کرنے لگے۔ یہ آتش فشاں لاوا رفتہ رفتہ تڑپتے جلتے اور آہ و فغاں کرتے ہوئے انسانوں کے درمیان سے گزرتا میرے اشارے پر دائیں سمت راستہ بناتا بہتا رہا۔ بے شمار لوگ اس کھولتی ہوئی آتش سیال میں تحلیل ہو گئے۔ درمیان میں جو رکاوٹ آئی، وہ سیال چٹ کر گیا اور ایک چوڑی گلی اپنا راستہ بڑھاتی رہی تا ایں کہ وہ ایک غار کے سامنے رک گئی۔ سیال مادے کے بہتے ہوئے دریا نے غار کے پتھر سے ٹکرانا شروع کر دیا۔ یہ ایک طویل فاصلہ تھا لیکن مجھے صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک سیدھا اور صاف راستہ۔ ساحروں نے اس گلی میں جھانک کے دیکھا تو لرزہ براندام ہو گئے اور امرتا نے دہشت سے میرا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گرا دیا۔ ''مقدس جابر انہیں نہیں۔'' وہ دہاڑنے لگا۔ ''انہیں مت طلب کرو۔ مقدس ریماجن نے انہیں آخر وقت میں آزاد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔''

''اسے ڈر ہے کہ کھلی فضا میں آ کے وہ باغی ہو جائیں گی اور پھر انہیں وہ قابو میں نہیں کر سکے گا۔'' میں نے حقارت سے کہا۔ ''وہ انہیں زنجیریں پہنا کے سمندر میں لے جائے گا۔ جالوش سے اس نے انہیں آزاد فضا میں رہنے اور پابند رکھنے کا عمل کیوں نہیں سیکھا؟''

''ہم انہیں آزاد کر سکتے تھے مگر قبل از وقت یہ خطرہ کیوں مول لیتے۔'' اس نے عاجزی سے میرے قدموں میں سر رگڑنا شروع کر دیا۔

''وہ اب میری تابع ہیں اور میں انہیں انگروما کے جشن میں شرکت کی دعوت دے رہا ہوں۔'' میں نے اعتماد کے لہجے میں کہا۔

''اگر وہ آسمانوں میں کوچ کر گئیں تو ہم کبھی سر بلند نہ ہو سکیں گے۔ مقدس ریماجن کا عندیہ معلوم کر لو مقدس جابر!''

''ہو۔ ریماجن!'' بے اختیار میں نے نفرت سے کہا لیکن پھر مجھے اپنے لہجے پر قابو ہو گیا۔ ''اس نے مجھے سیاہ سفید کا مختار بنا دیا ہے۔''

امرتا نہیں مانا بلکہ میرا دایاں ہاتھ پکڑ کے جھول گیا۔ وہ ایک بہت بڑا ساحر اور ریماجن کا نائب تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر وہ گڑگڑانے اور فریاد کرنے لگا، نتیجتاً میں نے اپنی ٹھوکر سے اس کا جسم خود سے دور کیا۔ میرا ہاتھ آزاد ہو گیا تھا اور امرتا نے اس کے بعد کوئی جرأت نہیں کی تھی۔ میرے اشارے سے غار کا دہانہ کھل گیا اور سیال مادہ اندر داخل ہو گیا۔ امرتا کو گرونا اور گورمے نے سہارا دے کر اٹھایا اور اب وہ ایک طرف چپ چاپ کھڑا ہو گیا تھا۔ جب سیال مادہ غار میں داخل ہوئے چند لمحے گزر گئے تو میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''کاہو میرے دوست، باہر آ جاؤ اور اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لے آؤ۔ تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے عہد نبھایا۔ راستہ صاف ہے اور کوئی رکاوٹ درمیان میں نہیں ہے۔ تم سیدھے میرے پاس آؤ۔''

http://kitaabghar.com

انگروما کی ساری آبادی دم بخود تھی۔ میرے آواز دیتے ہی غار سے دھوئیں کے سفید مرغولے برآمد ہونے شروع ہو گئے۔ میرے دونوں ہاتھ انہیں خوش آمدید کہنے کے انداز میں کشادہ تھے۔ یہ دھواں تیزی سے میری بنائی ہوئی گلی میں داخل ہوا اور مسند کے قریب پہنچ کے اس میدان میں جمع ہونے لگا جہاں تھوڑی دیر پہلے سرخ آگ فروزاں تھی اور اس کے کناروں پر انگروما کے خوف زدہ لوگ کھڑے تھے۔ درمیان کا حصہ چٹیل میدان کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ ''خوش آمدید کاہو! خوش آمدید میرے جادواں ساتھیو! یہاں اس میدان میں قیام کرو اور اپنے قدیم جسموں میں آ کے مضطرب ہجوم کو یقین دلاؤ کہ تم ان کے ساتھ ہو اور جابر بن یوسف کے اطاعت گزار ہو۔'' میرے بلیغ اور شائستہ خیر مقدمی بیان کا یہ اثر ہوا کہ غار سے برآمد ہونے والے بادلوں کے یہ گروہ شکلیں بدلنے لگے اور آناً فاناً جیتے جاگتے انسانوں کا ایک اژدہام نمودار ہو گیا۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ میں نے جو وسیع جگہ ان کے لئے بنائی تھی، وہ ہر طرف سے پُر ہو گئی اور بادلوں کا کوئی مرغولہ ایسا نہیں رہا جس نے اپنی قدیم شکل اختیار نہ کر لی ہو۔ وہ سب مجسم ہو گئے تو کاہو سب سے آگے آیا۔ اس کے ہاتھ میں اقابلا کا مجسمہ دبا ہوا تھا۔ فرطِ مسرت سے میرا تمام غضب رفع ہو گیا۔ ''معزز کاہو!'' میں نے سرشاری کے لہجے میں کہا۔ ''تمہارا کام ختم ہوا۔ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ اب میں خود اس مجسمے کی نگہبانی کر سکتا ہوں۔ لاؤ یہ مجھے دے دو۔''

کاہو مسند کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے تعظیم دی پھر دونوں ہاتھوں میں احترام سے اٹھایا ہوا مجسمہ میرے حوالے کر دیا۔ ''اپنی امانت واپس لو مقدس جابر!'' اس نے عقیدت سے کہا۔ ''جارا کا کی روح تم پر مہربان رہے۔ اب میری روح سکون سے اپنے مسکن میں چلی جائے گی۔ مجھے یقین ہے، اب تمہیں میری ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''میں تمہارا احسان مند ہوں کاہو! بلاشبہ اب میں تمہیں کوئی زحمت نہیں دوں گا۔ تم آسمانوں میں آرام کرو۔ کبھی ہماری ملاقات وہیں ہو جائے گی۔ اس عرصے کے لیے جدائی ہے۔'' میں نے اس کی پیشانی پر اپنا انگوٹھا ثبت کرتے ہوئے کہا اور اقابلا کا مجسمہ اس سے لے لیا۔ انگروما کے لوگوں کے سامنے اقابلا کا مجسمہ اور میری بے تابی ایک خوش گوار بات نہیں تھی۔ میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اسے سینے سے لگایا، اس کی آنکھیں چومیں، اس کے لبوں کو بوسہ دیا اور اقابلا کی رقیب شوطار کو بلا کے مجسمہ اس کے حوالے کر دیا۔ شوطار اسے لیتے ہوئے ہچکچائی مگر میری غضب ناک آنکھیں دیکھ کے سہم گئی۔ اس نے تمام تر احتیاط سے مجسمہ اٹھایا۔ میں نے ایک عمل پڑھ کے اس کے گلے میں ایک مالا ڈال دی جو اس بات کی علامت تھی کہ اب شوطار مجھ سے غداری کی مرتکب نہیں ہو سکے گی اور اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے مجھے خبر ہو جائے گی۔ ساتھ ہی میں نے مجسمے کی مزید حفاظت کے لیے چوبی اژدہا شوطار کی گردن میں ڈال دیا۔ تمام ساحر حیران نظروں سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے کہ میں کون سے عمل پڑھ رہا ہوں۔ کاہو نے آخری بار میرے سامنے عقیدت سے سر جھکایا اور بادلوں کی ہیئت اختیار کر کے آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ روحوں میں اس کی آزادی سے ایک اضطراب سا پیدا ہوا جو میں نے محسوس کر لیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ احتجاج کرتیں، میں اپنے حلق اور سینے کی تمام توانائی کے ساتھ ان سے مخاطب تھا۔ میں نے پُرجلال آواز میں کہا۔

''اے مقدس روحو! تمہاری آزادی بھی قریب ہے۔ اب دنوں اور لمحوں کی بات ہے۔ مجھے زمین پر رہنے کی وجہ سے تمہارے کرب کا اندازہ ہے لیکن ایک بہت بڑے مقصد کے لئے تمہیں زنداں میں بھیجا گیا تا کہ تم ہمارے ساتھ مل کے وہ کارنامے انجام دو جو ہم اپنے جسموں کی قید

http://kitaabghar.com

میں رہنے کے سبب انجام دینے سے قاصر ہیں۔ تمہاری طاقتیں بالا ہیں کہ تم پر جسم کی قید عائد نہیں۔ زمان و مکاں کی فکروں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے اس لیے کہ میں تمہیں دوبارہ واپس بلانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں، میں تمہیں پنجرے میں بند کر سکتا ہوں اور شدید ترین ایذائیں پہنچا سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس ساحرانہ علوم کے وہ ہتھیار ہیں جو تمہارے پیروں میں زنجیریں ڈال سکیں لیکن میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے تاکہ تم تاریک براعظم کی تسخیر سے پہلے انگروما میں ہونے والے یادگار جشن میں شریک ہو سکو اور زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہوئے دلکش یادیں ساتھ لے کے جاؤ، اس طرح تمہارے زنداں میں رہنے کی اذیت کا کچھ تدارک بھی ہو جائے گا۔ تمہیں انگروما کے قیام کی وجہ معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ جالموش کے پاس بھی تمہارے ساتھیوں کی ایک بڑی فوج موجود ہے۔ ہمیں اسی لشکر سے مقابلہ کرنا ہے اور جالموش کا غرور توڑنا ہے۔ یہ کام ہم مقدس جاراکاکا کی خوشنودی کے بغیر تمام نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں مژدہ سناتا ہوں کہ ہمیں اس کی تائید حاصل ہے۔ سنا تم نے؟ کیا میری باتیں تم پر واضح ہو رہی ہیں؟''

جواب میں انہوں نے سر جھکا لیے۔

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اور یہ وعدہ کسی عام ساحر کا وعدہ نہیں، جابر بن یوسف کا وعدہ ہے کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تمہیں عزت کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا۔ حالانکہ میں تم سے یہ عہد بہ جبر کرانے کی قوت بھی رکھتا ہوں کہ تمہیں ہمارے شانہ بشانہ جنگ آزما ہونا ہے لیکن میں ایک شریفانہ معاہدہ اپنے اور تمہارے درمیان دیکھنا پسند کرتا ہوں، اس معاہدے کے بعد کسی نے رخنہ اندازی کی کوشش کی تو میری ساحرانہ قوتیں اس کے خلاف برسرِپیکار ہو جائیں گی اور میں تمہیں آزاد کرا کے ہی سکون کا سانس لے سکوں گا۔ کیا تم میری باتوں پر یقین کرتے ہو؟''

ایک ساتھ بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔ ''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

''تمہارا شکریہ کہ تم نے جلد ہی میری بات کا یقین کر لیا اور کسی تردد کا اظہار نہیں کیا۔ آج سے تم میری اطاعت گزار اور میرے حکم کی پابند ہو، کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' میں نے امرتا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں نہیں۔ ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں۔'' انہوں نے بیک زبان کہا۔

''تو تم آزاد ہو۔ میں نے انگروما کے دروازے تم پر کھول دیئے ہیں۔ مجسم ہو جانے کے بعد یقیناً تمہیں بہت سی ضرورتیں ہوں گی۔ سو یہاں جو کچھ ہے، وہ تمہارے لیے ترجیحی طور پر موجود ہے۔ انگروما کا یہ جشن جاراکاکا کی مزید حمایتیں اور تائیدیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں شب و روز عبادت اور ریاضت کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنی کامیابی کی دعائیں مانگو اور قربانیاں پیش کرو اور اپنے سردار کی اطاعت کرو کیونکہ وہ جاراکاکا کا محبوب آدمی ہے اور اس کا نام جابر بن یوسف ہے۔ تاریک براعظم میں اس کی آمد دیوتاؤں کی ایما پر ہی ممکن ہوئی ہے۔''

انہوں نے میری تعریف میں دھیمے دھیمے نعرے لگائے۔

میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کیا۔ یکایک مسرت کے شادیانوں کا بھونچال آ گیا۔ ڈھول اور سنکھوں کی آوازوں کا شور گونجا، انگروما کے لوگ مسرت سے رقص کرنے لگے۔ مشعلوں کی روشنی میں روحوں کی آمد کا یہ منظر خاصا لرزہ خیز تھا مگر جو خوف شروع شروع میں ان پر مسلط ہوا تھا، وہ

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

میرے خطاب، روحوں کے مودبانہ ردعمل اوران کے گھل مل جانے سے یکسر ختم ہوگیا۔اب وہ روحوں کی پذیرائی میں جوش اور جذبے سے پیش قدمی کر رہے تھے۔مسند پراوراس کے نیچے انگروما کے تمام بڑے ساحروں پر سکوت چھایا ہوا تھا۔شاید انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ وہ روحیں میرے احکام کی اس انداز میں تعمیل کریں گی جنہیں انہوں نے عرصے سے زنداں میں محبوس کر رکھا تھا۔فلورا کا چہرہ میری کامیابی پر تمتمایا ہوا تھا اور وہ میرے قریب کھڑی فخر کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔شوطار، اقابلا کا مجسمہ تھامے ہوئے عجز وانکسار کا پیکر بنی کھڑی تھی۔روحوں کا یہ جلوس منتشر ہوا اور مشترکہ عبادت گاہ سے ہجوم کے قافلے جانے لگے تو تمام ساحرز میں پر دراز ہوگئے اور انہوں نے پیر پیخ پیخ کے اپنی وفاداری اور عقیدت کا اظہار کیا۔ان میں امرتا بھی شامل تھا جو تھوڑی دیر پہلے بری طرح پیچ وتاب کھا رہا تھا۔میں نے انہیں اٹھایا اور حکمیہ لہجے میں کہا۔"میں تمہاری عقیدتیں قبول کرتا ہوں۔"

"انگروما میں تمہاری آمد مقدس جارا کا کی ایما سے ہے۔" ایک بوڑھے نے اپنی مرتعش آواز میں کہا۔"مقدس جابر۔اب کوچ میں کیا دیر ہے؟"

میں نے اسے غور سے دیکھا، مجھے وہ آواز ریماجن کی معلوم ہوئی۔میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔"معزز بوڑھے!ایک انتشار ختم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے فتنے کھڑے ہوجائیں۔"

"میں سمجھا نہیں مقدس جابر؟تمہاری گفتگو ارفع واعلیٰ ہے۔ازراہ کرم وہ باتیں کرو جو ہماری سمجھ میں آتی ہوں۔" بوڑھے نے جرأت سے کہا۔

"اب تمہیں مقدس جارا کا کی تائید حاصل ہے۔" میں نے زہر خند سے کہا۔"اور جالوش کے مجسمے کی تباہی سے نیک شگون مل چکا ہے۔تم میرے بغیر بھی اقابلا کی زمینوں پر حملہ کر سکتے ہو۔"

"آہ۔" بوڑھے نے گہری سانس لی۔وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ کاش ایسا ممکن ہوتا مگر وہ سرد آہیں بھرنے لگا۔"مقدس جابر تمہارے جیسے بڑے ساحر کے بغیر یہ مہم ممکن نہیں ہے۔"

"تم ایک تجربہ کار شخص ہو بوڑھے لانسی!" میں نے اس کا نام لیتے ہوئے کہا۔"تم جانتے ہو گے کہ اس گریز کا سبب کیا ہے؟میں ایک عمدہ فضا کا خواہش مند ہوں۔میں ایک حریص شخص نہیں ہوں۔"

"بے شک۔" وہ سرہلا کے بولا۔"اسی لیے سب تمہاری تعظیم کرتے ہیں۔"

"تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

اس کے جواب دینے کے بجائے امرتا سامنے آیا اور عاجزی سے بولا۔"مقدس جابر!ہمارے درمیان پہلے سے شرائط طے ہوچکی ہیں۔"

"ہاں۔لیکن ان شرائط کو تمام وکمال انجام دینے کے لئے میں اس کی جزئیات کے بارے میں تشریحات ضروری سمجھتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہر بات ریماجن کو منتقل کرنے کو تیار ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"لیکن میں براہ راست ریماجن سے مخاطب ہونا پسند کروں گا۔مقدس روحوں کے سامنے، معزز ساحروں اور عالموں کے سامنے ہم دونوں بہتر تجویزوں پر غور کر سکتے ہیں۔"

فلورا نے اسی لمحے مجھے کہنی مارتے ہوئے کہا۔"تمہارا لہجہ اس قدر شدید نہیں ہونا چاہیے۔"

http://kitaabghar.com

''سنا تم نے امرتا اور بوڑھے لانسی؟'' میں نے فلورا کی خاطر کسی قدر نرمی سے کہا۔ '' کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ تاریک براعظم کی تسخیر کے بعد امن و سکون کی زندگی بسر کرو؟ یاد رکھو کو ہمارے درمیان ایک چنگاری ایسی موجود ہے جو کسی وقت بھی شعلہ بن سکتی ہے، میں نے اپنے علم و فضل سے اس پر غور کیا ہے ورنہ میں تمام امور سے دست بردار ہوتا ہوں اور انگروما کی زمین ترک کر دیتا ہوں۔ اقابلا کا یہ مجسمہ میرے ساتھ رہے گا اور میرے انگروما سے رخصت ہونے میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا کیونکہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے، وہ اتنا ہی ہے جتنا تمہاری آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔'' یہ کہہ کے میں مسند سے نیچے اتر آیا۔ تمام ساحر اور عالم احتراماً میرے عقب میں لپکے لیکن شوطار اور فلورا کے سوا کوئی میرے برابر چلنے کی ہمت نہ کر سکا۔

انگروما میں جو رنگا رنگ جشن جاری تھا۔ روحوں کی شمولیت کے بعد اس میں اور گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ میں شوطار اور فلورا کے ساتھ گروتا کے پختہ مکان میں چلا آیا اور وہاں مشاورت کے وسیع میدان میں، میں نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ انگروما کی منتخب عورتیں میرے روبرو حاضر کریں، رقص کا اہتمام کیا جائے اور جتنی لذیذ غذائیں ممکن ہوں، فراہم کی جائیں اور جتنے مشروبات انگروما میں ایجاد کیے گئے ہوں، وہ پیش کیے جائیں۔ احکام دینے کے بعد میں نے فلورا کو ایک طرف، شوطار کو دوسری طرف اور اقابلا کا مجسمہ درمیان میں رکھ کے پیر پھیلا دیئے۔ وہ دونوں میرے سر کے بال اپنی انگلیوں سے ترتیب دینے لگیں اور میرا جسم صاف کرنے لگیں۔

ابھی زبان سے یہ حکم ادا ہی ہوا تھا کہ انگروما کی لطیف اور حسین دوشیزاؤں کا ایک طائفہ ایوان میں داخل ہو گیا اور غلام انواع و اقسام کی غذائیں اور مشروبات لے کر حاضر ہو گئے۔ دوشیزاؤں نے ایوان میں چاروں طرف پھول بکھیر دیئے اور تتلیوں کی طرح ادھر ادھر پھدکنے لگیں۔ رات کے آخری پہر تک رقص و نشاط کا یہ میلہ لگا رہا۔ ان میں قصر اقابلا کی سدا بہار دوشیزائیں بھی تھیں، جن کے بدن سرخ اور گلابی تھے اور سیاہ فام لڑکیاں بھی تھیں جن کے بدن مشعلوں کی روشنی میں ارغوانی شراب کے کٹورے معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے مشترکہ عبادت میں آج رات ہی میرا جلال دیکھا تھا۔ میری ضیافت طبع کے لیے وہ اپنے تمام ہنر آزما رہی تھیں۔ میں نے عورتوں اور شرابوں کا یہ بازار دانستہ جمایا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ صبح ہونے سے پہلے ان کا کوئی ہرکارہ آئے گا اور وہ نئی صورت حال کے مطابق گفت و شنید کا آغاز کریں گے۔ گو مجھے خود جلد سے جلد توری کی سرزمین پر پہنچنے کا اشتیاق تھا۔ میں اقابلا سے اپنی طاقتوں کی داد پانے اور اس کی خوشبو سونگھنے کا آرزومند تھا۔ ایسی خوشبو جو کسی دوشیزہ کے بدن میں نہیں ہوتی۔ اسے دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں۔ یہ بیان کرنا ممکن نہیں کہ کن نشہ انگیز خوابوں میں دن کٹ رہے تھے۔ نگاہ میں اس کے جمال کی تجسیم کا تصور ابھرتا۔ اس کا خیال آتا تو ایک سنسنی سی جسم میں دوڑ جاتی۔ نس نس میں درد ہونے لگتا۔ سوچتا رہتا، جب ان تمام معرکوں اور ہنگاموں کے بعد اس سے ملاقات ہوگی تو اس اعزاز کے وقت اوسان کیسے بجا رکھ سکوں گا۔ سرنگا، سریتا، فروزیں، جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد اور شراڈ جب اپنے رفیق کی یہ قدر و منزلت، یہ عروج دیکھیں گے اور پہلی بار انہیں اس طلسمی جال سے باہر نکلنے کی امید نظر آئے گی تو مسرت سے مر نہ جائیں گے؟ میں وہ ستائشی نظریں دیکھنے کے لئے بے قرار تھا جو میری جدوجہد کا حاصل تھیں اس التوا سے ان تمناؤں کے بر آنے میں تاخیر ضرور ہوگی مگر اب محفوظ، بہتر اور نتیجہ خیز صورت حال سامنے آنے والی تھی۔ اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ اس کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔ بہر حال میں نے ایک جوا کھیلا تھا۔ اپنی زندگی کا سب سے خطرناک جوا اس حقیقت کے عرفان کے باوجود کہ میں نے بہ چشم خود ریماجن کے طلسمی علاقے میں اس کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا مجھے امید تھی، وہ صرف ایک ساحر ہی

نہیں ہے بلکہ سوچنے سمجھنے کی بڑی قوت بھی رکھتا ہوگا۔ وہ یہ موقع ہاتھ سے گنوا کر لامحدود وقت کے انتظار میں سر نہیں کھپائے گا۔ کوئی بھی حکمراں گرم مزاجی سے طویل مدت تک لوگوں پر حکومت نہیں کرسکتا۔ ایک عظیم ساحر کے علاوہ میں اس سے ٹھنڈے دل و دماغ اور معاملہ فہمی کی توقع رکھتا تھا۔ روحیں کھلی فضا میں آچکی تھیں اور میرے احکام کی تابع تھیں۔ اقابلا کا مجسمہ میرے پاس محفوظ تھا۔ جالموش کے مجسمے کی تباہی میرے ہاتھوں ہوئی تھی۔ ایک نامعلوم طاقت سرنگا کی دیوی میری پشت پر موجود تھی۔ مجھ میں اقدام جرأت اور بروقت فیصلوں کی خوبیاں تھیں۔ میں ہتھیلی پر اپنا سر رکھے انگروما میں گھومتا رہتا تھا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں تھی کہ ریماجن غضب ناک ہونے کے بجائے مجھ سے عہد و پیمان کی تجدید پر مائل نہ ہو۔

میری توجہ باہر ہی کی طرف مرکوز تھی۔ ایوان میں رقص و سرود کا نظارہ صرف میری آنکھیں کر رہی تھیں، باطنی آنکھیں باہر کا حال دیکھ رہی تھیں۔ ان ساحروں کی کشمکش کا مجھے بخوبی علم تھا جو ریماجن کے قریب کے لوگوں کو مفاہمت پر اکسا رہے تھے۔ میرے لیے باہر کا یہ منظر اندر کے ہوش ربا منظر سے زیادہ دلچسپ تھا۔ انگروما میں اس وقت تاریک براعظم کی قسمت کے متعلق ہنگامی فیصلے ہو رہے تھے اور میرے سامنے رقص کی محفل گرم تھی۔ فلورا اور شوطار مجھے اپنی قربتوں کا گداز بخشنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں، جب رقص شباب پر تھا تو میں نے اشارے سے اچانک یہ محفل درہم برہم کر دی۔ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہوگئیں۔ ''میں نے سرد مہری سے کہا۔

''کیا ہوا؟'' فلورا نے چونک کر پوچھا۔

''وہ آ رہے ہیں۔'' میں نے سرد مہری سے کہا۔

''کون؟'' وہ حیرانی سے بولی۔

''وہی مضطرب لوگ، انگروما کے ساحر، ریماجن کے نمائندے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور آج کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

''نہیں۔'' میں نے سرگوشی میں جواب دیا۔ ''تم ڈر جاؤ گی۔''

''اب ڈرنے کے لیے مزید کیا رہ گیا ہے؟ وہ تم سے زیادہ خطرناک تو نہیں ہوگا۔ مجھے اس محفل میں شرکت کر کے لطف آئے گا۔'' وہ اصرار کرنے لگی۔ ''شاید میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے حجت مناسب نہیں سمجھی۔ فلورا اور شوطار کو ساتھ لے جانے میں میری بے نیازی اور بے پروائی کا اظہار ہوتا تھا۔ ایک غلام نے لمحے بھر بعد آ کے وہی کہا جس کا اشارہ میں نے فلورا سے کیا تھا۔ میں نے امرتا کو اندر آنے کا حکم دیا۔ اس کی آمد پر ایوان میں شوطار، فلورا اور صرف میں رہ گیا۔ رسمی احترام کے بعد امرتا نے درخواست کی کہ میری خواہش کے مطابق ریماجن اپنے نائبین کے ہمراہ مجھ سے گفتگو کے لئے آمادہ ہے۔ میں نے محل وقوع نہیں پوچھا، شوطار نے پھرتی سے اقابلا کا مجسمہ اٹھایا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑا اور ایوان سے باہر نکل آیا۔ امرتا نے فلورا اور شوطار کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم شراب کے نشے میں مدہوش ناچتے گاتے لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ ہمیں کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ ہم نے ان عالموں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ابھی ہم بستی سے نکلے ہی تھے کہ مجھے سرنگا کی دیوی کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔ امرتا نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ برق رفتاری سے اس پر خنجر پھینکنے کے لئے پر تول رہا تھا مگر میں نے چیتے کی طرح جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دیوی لمحوں میں اوجھل ہو گئی۔ امرتا زمین پر میرے بوجھ کے نیچے دبا ہوا اپنی جسارت کی معافیاں مانگ رہا تھا، فلورا کی ایما پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد امرتا کی نظریں زمین سے نہیں اٹھیں۔ جلد ہی ہم گہرے اندھیروں میں لپٹی ہوئی ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ جہاں اندر مدھم روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ اور چمگادڑیں پھڑک رہی تھیں۔ بھانت بھانت کے پرندوں نے ہماری آمد پر اچانک شور مچانا اور پھڑکنا شروع کر دیا تھا، جیسے ہم بہت ناپسندیدہ لوگ ہوں۔ فلورا سہم کر مجھ سے چپک گئی البتہ شوطار ثابت قدمی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اقابلا کا مجسمہ ابھی تک اس کے سینے پر چمٹا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ کسی لمحے میرا ہاتھ نہ چھوڑے۔ عمارت میں جاتے ہی میرے تمام حواس پوری طرح مستعد ہو گئے تھے اور میں نے اپنی تمام آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔ ریماجن کے اس تاریک اور ہیبت ناک طلسم خانے میں بے شمار کمرے تھے۔ فلورا اگر میرے ساتھ نہ ہوتی تو کب کی بے ہوش ہو گئی ہوتی یا مر چکی ہوتی۔ میں نے اسے سنبھالے رکھا۔ امرتا کمروں کے ایک سلسلے سے گزار کے مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا جہاں طاقوں میں مورتیاں نصب تھیں اور چھوٹے چھوٹے چراغ جل رہے تھے۔ اس کے باوجود روشنی لرز رہی تھی اور اندھیرا سا طاری تھا۔ پتھروں کے بڑے ٹکڑے پر چار عمر رسیدہ شخص تھے۔ انہیں میں اچھی طرح جانتا تھا میرے اندر داخل ہونے کے بعد وہ اپنی جگہوں سے اٹھ گئے اور پیچھے سے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ ''جابر بن یوسف کے لیے تمام احترام واجب ہیں۔'' ان میں سے ایک بولا۔

''ساتھیو! مگر ریماجن کہاں ہے؟'' میں نے دلیری سے کہا اور یہاں بھی ریماجن کے نام کے ساتھ مقدس کے لفظ کا اضافہ نہیں کیا۔

''وہ یہیں موجود ہے۔'' ان کے لہجوں میں طنز تھا۔

''خوب!'' میں نے بگڑ کے کہا۔ ''کیا وہ چھپا ہی رہے گا؟''

''مقدس جابر!'' اسی شخص نے سلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ ''ہمارے درمیان پہلے سے ایک معاہدہ ہو چکا ہے اور مقدس ریماجن اس پر قائم ہے۔''

''کیا میں یہاں سے واپس چلا جاؤں؟'' میں نے غصے سے کہا۔ ''میں ریماجن کی موجودگی میں بات کرنا پسند کرتا ہوں۔''

انہوں نے میرے تیوروں کی تلخی کا اندازہ کر لیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگے، اسی وقت سامنے کی دیوار شق ہوئی اور ایک گیم شیم دیوزاد نمودار ہوا۔ وہ ریماجن تھا۔ وہ سب احتراماً اٹھ گئے۔ فلورا اور شوطار نے بھی اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے انہیں جبراً بیٹھے ہی رہنے دیا۔ وہ سامنے کے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ ''جابر بن یوسف!'' اس کی بھاری بھرکم آواز گونجی۔ ''ریماجن تمہاری عظمتوں کا قائل ہے۔''

''ریماجن!'' میں نے اسی کے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''جابر بن یوسف بھی تمہاری عظمتوں کا قائل ہے۔''

ریماجن نے میری بات سکون سے سن لی اور اپنے ایک نائب کو اشارہ کیا جو وہیں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ ''ہم تمہیں پوری حفاظت کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے اور دیوتا اس معاہدے کے گواہ ہوں گے۔''

میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔ وہ بری طرح خوف زدہ تھی۔ میں نے اس کی تقویت کے لیے اس کا ہاتھ تھامے رکھا تھا۔ ''جواب

http://kitaabghar.com

دو۔'' میں نے گرج کے اسے حکم دیا۔

''ہمیں تمہارے ہر وعدے کا یقین ہے کیونکہ وعدوں کے گواہ دیوتا ہیں لیکن اس نازک مرحلے پر ہمارے تمہارے درمیان اسی ذیل میں مزید تفصیلات پہلے سے طے ہو جائیں تو یہ مناسب اقدام ہوگا۔'' فلورا نے غیر معمولی انداز میں اپنے لہجے میں قابو پا لیا تھا۔

''ہم انہیں جاننا چاہیں گے۔'' ریماجن کے ترجمان نے کہا۔

''ہماری خواہشیں زیادہ نہیں ہیں لیکن چند موٹی موٹی باتیں تمہارے گوش گزار کیے دیتے ہیں۔'' فلورا نے اس بار دبدبے سے کہا۔'' تاکہ تم اس پر سوچ کے عمدہ فیصلے کر سکو۔ ہماری خواہش ہے کہ تاریک براعظم میں جالموش کے زوال کے بعد، اقابلا ہی سربراہ رہے اور ہم آپس میں جزیرے تقسیم کر لیں۔ جن پر ایک حصے میں مقدس ریماجن، دوسرے میں مقدس جابر، جالموش کی حیثیت میں تمام امور حکومت کی نگرانی کریں۔ مقدس جابر دو تہائی جزیرے مقدس ریماجن کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن توری کا جزیرہ جابر بن یوسف اپنے ہی تصرف میں رکھے گا۔ اس کے سوا ریماجن کو انتخاب کا پورا حق حاصل ہے۔ اس امر کی وضاحت کر دی جائے کہ جزیروں کی تقسیم تاریک براعظم کے پُر اسرار علاقے کی تقسیم نہیں بلکہ اقابلا کی سربراہی میں دو ممتاز شخصیتوں کے اختیار کی تقسیم ہے۔ یہ کام خالص دوستانہ فضا میں انجام دیا جائے گا۔''

میں نے دیکھا کہ ریماجن نے سر اٹھا کے فلورا کی طرف غور سے دیکھا اور مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ فلورا نے اس کی سرخ انگارا آنکھوں سے کوئی تاثر قبول نہیں کیا بلکہ اپنا بیان جاری رکھا، اس نے رک کر پوچھا۔'' کیا اس نکتے کی وضاحت کی ضرورت ہے؟''

ساحروں کی آنکھیں ریماجن کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ اس نے بے پروائی سے ہاتھ اٹھایا۔'' بیان جاری رہے۔'' ایک بوڑھے نے فلورا سے کہا۔

''پہلے نکتے کی وضاحت کے بعد ہماری دوسری اور آخری خواہش مقدس ریماجن کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔'' فلورا نے تمکنت سے کہا۔'' ہم نے طے کیا ہے کہ توری کے بجائے سب سے پہلے بینزنار میں جالموش کے طلسمی علاقے پر حملہ کیا جائے کیونکہ ہمارا اصل ہدف جالموش ہی ہے۔ جب تک ہم اس کی سحر گاہ پر قبضہ نہیں کریں گے، ہم اپنے مقصد میں دیر سے کامیاب ہوں گے۔'' فلورا یہ کہہ کے رک گئی اور ساحروں خصوصاً ریماجن کو مخاطب کر کے بولی۔'' ہم نے اپنی خواہشیں پیش کر دی ہیں۔ انہیں شرائط کہہ کے مقدس جابر کے خلوص نیت پر شبہ نہ کیا جائے۔ ہم مقدس ریماجن اور اس کے ساتھیوں کو ہمہ وقت بہترین تعلقات کا یقین دلاتے ہیں، ہماری طرف سے ہمیشہ کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ آخر میں مقدس جابر کی طرف سے میں یہ کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ ہم نے مسلسل غور و فکر کے بعد یہ تجویزیں پیش کی ہیں۔ سو جو کچھ سوچنا ہے، وہ اسی ذیل میں سوچنا چاہیے۔ ہاں اگر مشورہ پیش کیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔'' میں نے فلورا کا ہاتھ کھینچ لیا، وہ میرے پہلو میں دبک کے بیٹھ گئی اور کمرے میں غیر معمولی سکوت چھا گیا۔

میں نے فلورا کو پھر اٹھایا۔ وہ کھڑی ہو کے بولی۔'' مقدس ریماجن اور اس کے ساتھیوں کے پاس ہماری خواہشوں پر سوچنے کے لیے وقت پڑا ہے۔ ہمیں اپنے فیصلے سے کسی بھی وقت مطلع کر دیا جائے۔ اسی وقت ہم سمندر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر تاریک براعظم ہمارا ہوگا۔

اس کی تمام عبادت گاہوں پر ہمارا تسلط ہوگا۔ اس کی عورتیں ہمارے استقبال کے لیے اپنی زلفیں زمین پر بچھائیں گی۔''

فلورا خاموش ہوگئی تو میں نے ریماجن کے چہرے پر کچھ پڑھنے کی کوشش کی مگر وہ ایک بے نقش ستون تھا۔ پھر وہاں قبروں کا سناٹا چھا گیا اور ساحر ایک پتھر پر لکیریں بناتے اور انہیں مٹاتے رہے۔ ریماجن بغور یہ لکیریں دیکھتا رہا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مستقبل میں جھانکنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور انہیں کوئی واضح جواب نہیں مل رہا ہے۔ میں اس سکوت سے اکتا گیا اور اچانک کھڑا ہو گیا۔ ''مقدس ریماجن!'' فلورا نے میرے اٹھتے ہی کہا۔ ''ہم جا رہے ہیں تاکہ تمہیں غور کرنے کا وقت مل جائے۔ مقدس جابر بن یوسف کی جانب سے تمہارے لیے بہترین تمنائیں۔ اس کی دعا ہے کہ جارا کا کا تم پر مہربان رہے اور تم ایک بہتر فیصلہ کر سکو۔''

ہم وہاں سے اٹھنے لگے۔ دروازہ بند تھا۔ امرتا میری طرف لپکا۔ میں نے اسے وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے، یہ دروازہ ہم پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ شاید ہم کبھی باہر نہ جا سکیں مگر یہ کمزور خیال ہوا کے مانند آیا اور گزر گیا۔ مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آئی۔ میری ایک وحشت اثر نظر سے دروازے کے پٹ کھل گئے لیکن ابھی ہم نے باہر جانے کے لیے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ آواز آئی۔ ''ٹھہرو!'' میں نے بہ عجلت ممکنہ شوطار کو اندر کھینچ لیا اور دروازے پر کھڑے ہو کے وضاحت طلب نظروں سے انہیں دیکھا۔

''بیٹھ جاؤ مقدس جابر!'' ایک بوڑھے کی شفیق آواز ابھری اور اس نے ایک ایک قدح میرے، شوطار اور فلورا کے ہاتھوں میں دے دیا۔

''توری کا علاقہ تمہارے تصرف میں رہے گا مگر اقابلا کی سربراہی کا مطلب یہ ہے کہ اقابلا کا قصر ایک آزاد علاقہ رہے گا جہاں مقدس جابر اور مقدس ریماجن دونوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔''

''بے شک!'' فلورا نے مستعدی سے جواب دیا۔

''اور اقابلا کو اس معاہدے میں مزید کسی ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ وہ بے چون و چرا ہمارے درمیان ہونے والی تقسیم کا خیر مقدم کرے گی۔''

''یقیناً'' فلورا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''حالانکہ اس کی حیثیت ایک حکمراں کی ہوگی اور اسے اقتدار اعلیٰ حاصل رہے گا لیکن وہ ہمارے آپس کے معاملوں سے بے نیاز اپنے بلند مقام پر فائز رہے گی۔ اس کا احترام ہم سب کے لیے مقدم ہوگا کیونکہ وہ مقدس جارا کا کا کی نمائندہ ہے۔''

''کیا تمہارا مدعا یہ ہے کہ وہ تنازعے جو مقدس ریماجن اور مقدس جابر کے درمیان ہوں گے اس میں وہ خاموش رہے گی یا ثالث کا کردار ادا کرے گی۔''

''ہم اس سے یہی درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے معاملوں میں دخل نہ دے تاوقتیکہ ہم خود اس سے ثالثی کی گزارش نہ کریں۔''

''اور اگر اس نے ہمارا مطالبہ درخور اعتنا نہ سمجھا؟''

''معزز ساحرو!'' فلورا نے مسکرا کے کہا۔ ''یہ معاہدہ انگروما کے مقدس ساحر ریماجن اور پندرہ جزیروں، سولہ قبیلوں کے سردار، عظیم ساحر مقدس جابر بن یوسف کے مابین طے پا رہا ہے لیکن اسے مقدس جارا کا کا کی تائید حاصل ہے۔ اس کی حمایت کے بغیر نہ ہم تاریک براعظم کی تسخیر کا

http://kitaabghar.com

خیال کر سکتے ہیں، نہ اس زمین کے مفاد کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں، ہمیں یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انگرو ما کے لوگوں کو پہلی باران کی خوشنودی کا اشارہ ملا ہے اور کوئی عجب نہیں کہ اسی نے مقدس جابر کو انگرو ما میں بھیجا ہو، مقدس اقابلا مقدس جارا کا کا کی شہادت کے ساتھ ہونے والے ہر معاہدے کا خیر مقدم کرے گی۔ اس کا اقتدار بہر حال محفوظ رہے گا۔ سو وہ غیر ضروری دخل اندازی سے خود بخود گریز کرے گی۔''

وہ سب گہری سوچوں میں گرفتار ہو گئے ہم نے اس دوران میں ان کے پیش کیے ہوئے قدح سے اپنے گلے تر کر لیے۔

''تمہیں مطلع کر دیا جائے گا۔'' ریماجن نے ہاتھ اٹھایا تو ایک بوڑھے نے کہا۔

''ہم انتظار کریں گے۔'' فلورا نے خوش دلی سے جواب دیا۔ ہم نے دوبارہ دروازے سے باہر نکلنے کی ٹھان لی۔ میری عجلت کی وجہ یہ تھی کہ میں ریماجن سے اس مسئلے پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خود اس کی خواہش بھی یہی ہونی چاہیے تھی کہ وہ مزید الجھنوں میں نہ پڑے۔ انتظار کرنے کی یہ مہلت ایک رسمی عذر تھا۔ ریماجن نے یہ عذر بھی مسترد کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے ہم سے دوبارہ بیٹھنے کی درخواست کی۔

''جابر بن یوسف!'' دفعتہً ریماجن کی آواز کمرے کے در و بام میں گونجنے لگی۔ وہ اچانک جوشیلے انداز میں میرے قریب آیا اور اس نے اپنی کہنی سے میری کہنی ٹکرائی اور میری پیشانی کا بوسہ لیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس نے میرے بالوں پر بزرگانہ طور پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے بھی عجلت کی۔ اس کے ساتھ یہی عمل دہرایا۔ اس نے میرے دونوں کان پکڑ کے سر ہلایا میں نے بھی اس طرح جواب دیا، اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھی کھڑے ہو گئے ''میں تمہیں ایک شاگرد سے زیادہ ایک دوست سمجھتا ہوں۔'' ریماجن نے اپنے کھردرے لہجے میں کہا۔

''اور میں بھی تمہیں اپنے اتالیق سے زیادہ اپنا دوست سمجھتا ہوں۔'' میں نے برجستہ جواب دیا۔ گو اس جواب سے میں خود مطمئن نہیں تھا۔ جوابات بہت سے ذہن میں تھے مگر اس وقت اس سے زیادہ موزوں کوئی نہیں تھا۔

''تم ایک لائق ضدی بچے ہو۔'' ریماجن نے گرج سے کہا۔

''اور تم دیر فہم مگر زیرک بوڑھے ہو۔'' میں نے مسکرا کے جواب دیا۔

یہ موقع اس کے ہنسنے کا تھا مگر وہ شاید ہنسنا نہیں جانتا تھا۔ اس کی شکل آدمیوں سے مشابہ ضرور تھی مگر وہ اپنے رنگ ڈھنگ سے آدمی کا بچہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ''آؤ مقدس جابر بن یوسف! ادھر بیٹھ جاؤ۔ ہم اچھے دنوں کے تغیر میں جارا کا کا کو گواہ بنا کے معاہدہ سرانجام دیتے ہیں۔''

ہم سب گول دائرے کی شکل میں کمرے کے بیچوں بیچ بیٹھ گئے۔ ساحروں نے درمیان میں ایک بڑا پتھر رکھا۔ پتھر کے اردگرد چراغ جل رہے تھے۔ انہوں نے پہلے تو چند عمل پڑھے اور اپنی انگلیاں میرے اور ریماجن کے منہ میں ڈال دیں اور جلتے ہوئے چراغوں سے انہیں جلا دیا۔ پھر انہی جلتی اور دھواں دیتی ہوئی سیاہ انگلیوں سے پتھر پر لکیریں بنانی شروع کر دیں۔ یہ کوئی باقاعدہ زبان نہیں تھی لیکن یہی لکیریں طلسمی معاہدوں کے دستاویزی ثبوت سمجھی جاتی تھیں۔ ان کی رمز سے میں بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ وہ جو کچھ لکھتے رہے، میں اسے دیکھتا رہا اور میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس پتھر پر نقش کندہ کرنے کے بعد ہم سب کی نسوں سے خون لے کے اس پر بطور دستخط ثبت کیا گیا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی پتھر کے آگے رکھ دی گئی۔ ہم دونوں نے حلف کے طور پر معاہدے کی موٹی موٹی شقیں دہرائیں پھر ہم سب نے مخصوص قسم کی عبادتیں کیں اور ریماجن نے پتھر کو احترام

http://kitaabghar.com

سے بوسہ دیا۔ میں نے فوراً اس کی تقلید کی۔ ان رسموں سے فراغت کے بعد ریماجن ایک کونے میں کھڑا ہو گیا اور مختلف انداز میں اپنے ہاتھوں اور پیروں کو جنبش دینے لگا۔ ساحروں نے اس کے اور میرے ہاتھوں میں آہنی کڑے ڈال دیئے۔ جن سے یہ مراد تھی کہ مجھ میں اور ریماجن میں دوستی کا گہرا رشتہ موجود ہے۔ ہم دونوں نے اپنے خون میں غسل دے کے جارا کاکی کھوپڑیاں بدل لیں۔ آخر جانبین کی طرف سے غیر رسمی طور طریق کا اظہار ہونے لگا۔ ریماجن نے متبرک شراب کے چند چھینٹے مجھ پر اور میں نے اس پر اچھالے اور دو چھوٹے زہریلے سانپ مشعلوں کی لو میں جلا دیئے گئے۔ ہمارے رخصت ہونے کے وقت ماحول کی پُر اسراریت بڑی حد تک ختم ہو گئی تھی لیکن گفتگو سے زیادہ سارا وقت، معاہدے کی پاسداری کے لیے محیر العقول رسمیں انجام دینے میں گزر گیا تھا۔ ریماجن نے دروازے پر فلورا کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا اور اس کی پیشانی پر بوسہ چسپاں کر دیا۔ اس نے جن نظروں سے فلورا کو دیکھا تھا، وہ مجھے پسند نہیں آئیں۔

صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ تاریک براعظم کے مستقبل کے بارے میں ایک اہم برتن فیصلہ کرنے کے بعد ہم بستی کی طرف واپس آ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ساحر بھی تھے جنہوں نے کاندھے پر معاہدے کا پتھر اٹھایا ہوا تھا۔ سمندر میں ہم نے اسے غرق کر دیا اور بستی میں نقارے بجوا دیئے کہ جشن ختم کیا جائے اور ایک بار پھر مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا جائے۔ سورج چڑھنے سے پہلے سارا انگروما ساحل سمندر پر پہنچ جائے۔

☆==========☆==========☆

دجال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کا شاندار انداز بیاں۔ شیطان کے پجاریوں اور پیروکاروں کا نجات دہندہ شیطان کا بیٹا۔ جسے بائبل اور قدیم صحیفوں میں بیسٹ (جانور) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ انسانوں کی دُنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ ہمارے درمیان پرورش پا رہا ہے۔ شیطانی طاقتیں قدم قدم پہ اسکی حفاظت کر رہی ہیں۔ اسے دُنیا کا طاقتورترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانستہ جو بھی شیطان کے بیٹے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

دجال...... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دُنیا کا ماحول دجال کی آمد کے لیے سازگار بنا رہے ہیں؟ دجالیت کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجال کس طرح اس دُنیا کے تمام انسانون پر حکمرانی کرے گا؟ 666 کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے کتاب گھر پر دستیاب ہیں۔

انگروما کی آخری رقت انگیز اور لرزہ خیز عبادت کے بعد سب کا رخ ساحل کی جانب تھا۔ ریماجن نے معاہدے کی تکمیل میں جو تیزی دکھائی تھی۔ اس نے مجھے سوچنے سمجھنے پر اکسایا ضرور مگر اب غور وفکر کا وقت گزر گیا تھا۔ میری طرح فلورا اور شوطار بھی سوچوں میں غرق تھیں۔ میں تمام ہجوم کی کمان بھی کرتا جاتا تھا۔ ساحل پر لاتعداد کشتیاں کھڑی تھیں۔ انگروما کا ہر فرد موجود تھا۔ صرف ریماجن نہیں تھا۔ ریماجن بھی جالوش کی طرح عام نظروں سے دور رہتا تھا۔ ساحل پر یہ اجتماع عظیم ہو گیا تو میں نے ان کے سامنے ایک مختصر تقریر کی اور کہا۔ ''دوستو! زندگی یا موت۔ تمہارے پاس تیسرا راستہ نہیں ہے۔ چلو اور جتنے منتر تم نے سیکھے ہیں، جالوش کے عیش پرست اور بزدل ساحروں پر آزماؤ۔''

سمندر میں کشتیاں اتار دی گئیں اور لمحوں میں دور دور تک کشتیوں کا جال بچھ گیا۔ یہ ایک بہت بڑی فوج تھی مگر تاریک براعظم کے مقابلے میں بہت کم۔ میری کشتی میں شوطار اور فلورا بیٹھ گئیں اور اقابلا کا مجسمہ کشتی کے بیچوں بیچ حفاظت سے رکھ دیا گیا۔ کشتیاں ابھی تک سمندر میں کھڑی میرے حکم کی منتظر تھیں۔ میرے قریب چاروں طرف برگزیدہ لوگوں کے بڑے جمع تھے۔ میں نے آخر وقت میں پلٹ کر انگروما کی سرسبز زمین دیکھی۔ سارا جزیرہ سنسان پڑا تھا۔ میرا تذبذب دیکھ کے فلورا نے سرگوشی کی۔ ''جابر! کیا تردد درپیش ہے؟ کیا ہم نے کوئی غلط قدم اٹھالیا ہے؟ کیا تم مطمئن نہیں ہو؟''

''نہیں۔'' میں نے اپنے خیالوں سے چونکتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے اپنی دانست میں بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔''

''سواب سوچنا اور مزید اندیشے پرورش کرنا بے سود ہے۔ روانگی کا حکم جاری کرو۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ موت ہر تنازعے کا حل ہے اور تمہارے پاس اپنا خنجر محفوظ ہے، یہ فیصلہ تو تم کسی وقت بھی کر سکتے ہو۔''

فلورا کا جوش دیکھ کے میں حیران رہ گیا۔ میں نے شوطار کی طرف دیکھا، وہ ابھی تک خاموش رہی تھی۔ میری جنبش نگاہ پر وہ کھڑی ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھ شاہانہ وقار سے اٹھا دیئے اور شہزادیوں کی طرح حکم دیا۔ ''چلو ساتھیو! اپنے قدیم دشمنوں کی طرف چلو۔ سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھتے رہو اور اپنے تمام ہنر اپنے ذہن میں تازہ کرتے رہو۔''

شوطار کے اعلان کے بعد سمندر میں جیسے طوفان آ گیا۔ میلوں لمبے اور چوڑے فاصلے میں کشتیاں اس انداز سے ترتیب دی گئی تھیں کہ سب سے آگے برگزیدہ لوگ تھے، وہ دعائیں پڑھتے جاتے تھے۔ ان کے پیچھے انگروما کے عام آدمی تھے۔ درمیان میں میری کشتی تھی جس کے اردگرد تمام بڑے ساحروں کی کشتیاں تھیں۔ پیچھے پھر آگے والی ترتیب تھی۔ ہر طرف چیخ پکار مچی ہوئی تھی۔ انگروما کے سرکش لوگ اپنے اپنے نیزے سروں پہ اٹھائے جارا کا کے نعرے لگا رہے تھے۔ ان کے ولولے دیدنی تھے ہر شخص بپھرا ہوا نظر آ رہا تھا اور سر کٹانے کے لیے قطعی آمادہ تھا۔ ہم نے جلد ہی وہ طلسمی دیوار عبور کر لی جو انگروما کے ساحروں کا سب سے بڑا کارنامہ تھی۔ وہ اپنے جزیرے کے لیے ہمہ سمت ایسا حصار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ جالوش اور اقابلا کی نظریں اس پار دیکھنے سے قاصر تھیں۔ یہی ان کا کمال تھا۔ جالوش نے کئی بار انگروما پر لپٹا ہوا طلسمی پردہ چاک کرنے اور اسے تہس نہس کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ہر بار وہ اس پردے سے صرف ٹکرا کے رہ گیا تھا۔

ادھر انگروما والے اپنی چہار دیواری کے اندر اس کے خلاف نفرتیں پکاتے۔ بغاوتیں ابھارتے اور فوج جمع کرتے رہے۔ انہوں نے بے مثال تحمل کا مظاہرہ کیا۔ کتنے ہی ساحروں کو تاریک براعظم سے اغوا کر لیا۔ جالوش کے ستم رسیدہ لوگوں کو پناہ دی اور خاموشی سے اپنی طاقت بڑھاتے

رہے۔ انہوں نے تاریک براعظم پر متعدد حملے کیے مگر ان کا حملہ مزید ساحروں عالموں اور عابدوں کے اغوا پر منتج ہوا کیونکہ وہ اس سے زیادہ کوئی نتیجہ حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ آج پہلی بار وہ میری سرکردگی میں اپنی پوری طاقت اپنے تمام علم و فضل، اپنی تمام آرزوؤں کے ساتھ بینزنار میں جالموش کے آسیبی علاقے کی طرف گامزن تھے۔ کشتیوں کا کارواں تیزی سے منزلیں سر کر رہا تھا۔ انگروما کی سحرزدہ فصیل عبور کرنے کے بعد جالموش کو ہماری یلغار کا پتہ چل گیا ہوگا اور تاریک براعظم میں بڑے پیمانے پر یہ حملہ روکنے کی تدبیریں کی جارہی ہوں گی۔ میں سوچ رہا تھا، جب جالموش کو اس کا علم ہوا ہوگا کہ میں اس کے دشمنوں کی کمان سنبھالے ہوئے ہوں تو وہ یہ تماشا کتنا آسان سمجھ رہا ہوگا کہ یہ میں ہوں اور یہ سب کچھ واقعی ہو رہا ہے۔

اس سحر وافسوں کی زمین پر آنے والے ایک بدنصیب قافلے کا نوجوان بہت بڑے لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ مجھے اپنے تمام دن اور راتیں، ایک ایک لمحہ یاد آرہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب سب کچھ سمٹ رہا ہے اور نتیجہ نکلنے کو ہے۔ اب وہ درخت پھل دینے کو ہے جس کی آبیاری تیز و تند ہواؤں اور طوفانوں سے بچانے کے لئے کی گئی تھی۔ بینزنار کا فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ میں جس طرف دیکھتا تھا۔ جالموش کے خون کے پیاسے سمندر پر کود پھاند کر رہے تھے۔ میں بینزنار کی زمین قریب آتے وقت گردوپیش سے بے خبر ہو گیا اور میں نے سب سے پہلے اقابلا سے معذرت چاہی۔ اس کی مذمت میں اپنا شوق، اپنا جنون پیش کیا۔ پھر میں نے اپنے ہندی دوست سرنگا سے رابطہ قائم کیا کہ وہ اپنی عظیم دیوی کو ہر لمحے مستعد رکھے تاکہ مجھے ندامت کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ اس کے بعد مجھے کچھ اطمینان نصیب ہو گیا اور میں نے اس سمندری لشکر پر توجہ دی، انہیں دوبارہ ترتیب دیا اور اپنی رفتار پہلے سے زیادہ تیز کر دی۔ ہم مسلسل آگے بڑھ رہے تھے مگر ایک مقام پر دھند کی دبیز چادر نے ہمارا راستہ گم کر دیا۔ کشتیاں ٹھہر گئیں۔ میں نے ہربیکا کی مقدس آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو دھند کے اس پار بینزنار کے ساحل پر جالموش کی کشتیوں کا ایک بہت بڑا لشکر نظر آیا۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر میں نے چند عورتوں کے سر طلب کیے۔ فلورا پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری وحشت دیکھ رہی تھی۔ میرے حکم پر فوراً متعدد سر پیش کر دیئے گئے۔ ان کے بال جدا کر کے میں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اور روحوں کو حکم دیا کہ وہ یہ دیوار پیچھے کی طرف دھکیلیں۔ میری ہدایت پر تمام روحوں نے اپنی کشتیاں آگے کر دیں اور اپنے نیزوں کا پورا زور دھند پیچھے ہٹانے میں صرف کر دیا۔ قافلے میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ سامنے کی کشتیاں آگے بڑھیں تو پیچھے کی تمام کشتیوں نے جاراکاکا کے فلک شگاف نعروں کے سائے میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک بہت سست رفتار حرکت تھی۔ تاہم ہم دھند چیرنے کے بجائے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے حرکت کر رہے تھے اور میں ہربیکا کی مقدس آنکھوں میں دھند کے پار کا حال دیکھ رہا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح جالموش کو پہلے ہی مرحلے پر اپنی غیر معمولی بصارت و بصیرت سے آگاہ کر کے وحشت میں مبتلا کر دیا جائے۔ دھند کی یہ چادر پُراسرار مظاہر میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ایک معمولی حربہ تھا اسے آسانی سے چیرا پھاڑا جا سکتا تھا۔ مقابلہ جالموش سے تھا، جس کے نام سے تاریک براعظم کا پتا پتا لرزتا تھا۔ ہم نے خاصی دور آگے بڑھنے کے باوجود دھند اپنے سامنے سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی لیکن یکایک پیش منظر صاف ہونے لگا جو کام ہمیں انجام دینا تھا، وہ جالموش نے کر دیا۔ اس نے چونکہ یہ دیوار خود تخلیق کی تھی اس لیے وہ سحر پر مزید سحر کاریاں کرنے کے موقف میں نہیں تھا چنانچہ اس نے وہ سحر ہی ختم کر دیا۔ ہماری رفیق روحیں پھرتی سے اپنی اپنی جگہ واپس آگئیں اور بہ سرعت تمام مطلع صاف ہو گیا۔ جیسے ہی یہ بادل چھٹے، ہم نے ایک عظیم الشان لشکر بینزنار کے ساحل پر منڈلاتے دیکھا۔ ہمارے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہیں تھا۔ ساحل کی ایک اونچی چٹان پر حسب دستور جالموش موجود تھا اور

http://kitaabghar.com

پوری طرح فعال اور مستعد تھا۔ اس کی انگلیاں اپنے لشکر کو احکام دے رہی تھیں اور اس کے لب تیزی سے ہل رہے تھے اس کے ہاتھ بے قرار تھے اور وہ بار بار سر جھٹکتا تھا۔

ہماری اگلی کشتیوں پر جالموش کی طرف سے پہلا وار ہونے میں دیر نہیں لگی۔ تاریک براعظم میں گدھ اور شاہین کی شباہت کا ایک بڑا اور تیز رفتار پرندہ یامتا بہت مقدس مانا جاتا تھا کہ دیوتا اسی پر سوار ہو کے آسمانوں کی سیر کرتے ہیں اور جس پر عتاب نازل کرنا ہوتا ہے، یامتا کو اشارہ کر دیتے ہیں کیونکہ جو بھی اس کے پنجوں کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ وہ بھی آزاد نہیں ہوتا۔ یامتا شاذ ہی کہیں نظر آتا تھا اور جب نظر آتا تھا تو لوگ سہم جاتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ اس بستی کے کسی بڑے آدمی پر دیوتاؤں کی لعنت نازل ہونے والی ہے۔ اس کی نوکیلی خنجر جیسی چونچ آدمی کو اپنے پنجوں میں جکڑنے کے بعد پھرتی سے کام کرنے لگتی تھی۔ جب انگروما کے لوگوں نے آسمان پر یکا یک ان سیاہ پرندوں کے غول دیکھے تو بہت سے لوگ سجدے میں گر گئے۔ پھڑ پھڑاتے ہوئے یامتاؤں کے غولوں سے آسمان سیاہ ہو چکا تھا اور وہ لحہ بہ لحہ ہمارے سروں پر منڈلاتے ہوئے نیچے کی طرف اتر رہے تھے۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایک ساتھ اتنے یامتا جالموش کا اشارہ پا کے ہمارے سروں پر منڈلانے لگیں گے۔ یامتا کی آواز کا شور ہی اتنا لرزہ خیز تھا کہ ہماری بہت سی کشتیاں ڈولنے لگیں اور لوگ سمندر میں کودنے پر آمادہ ہونے لگے۔ دیوتاؤں کے اس محبوب پرندے یامتا پر بہت سے طلسم کارگر نہیں ہوتے تھے۔ حیرت یہ بھی کہ اتنے بہت سے یامتا ایک جگہ اکٹھے کیسے ہو گئے ہیں؟ جالموش نے پہلا ہی وار اتنا کاری کیا تھا کہ وہ ہمارے ساحروں کے حوصلے پست کر دینے کے لئے بہت تھا۔ میں تھوڑی دیر تک تو اس بلائے ناگہانی سے نمٹنے کا طریقہ سوچتا رہا، پھر جب میں نے اپنی باطنی قوت اور طلسمی آنکھ پر زور دیا تو مجھے اصل صورت حال کا علم ہوا۔ میں نے فی الفور گروتا، گورے اور امرتا کو طلب کیا اور روحوں کی کشتیاں اپنے نزدیک کرنے کا حکم دیا۔ ''تم دیکھ رہے ہو امرتا؟ میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

''ہاں مقدس جابر! ہم سب سحر میں مصروف ہیں۔ وہ ہمارے برگزیدہ لوگوں کو تو نہیں چھیڑ سکتا لیکن ہمارے بہت سے عام لوگوں کے مارے جانے کا خدشہ ہے۔'' وہ مایوسی کے لہجے میں بولا۔

''اور تم کیا دیکھ رہے ہو؟'' میں نے روحوں کی کشتی کو مخاطب کیا۔

''تم نے جو دیکھا ہے، سچ ہے۔'' ایک روح کی آواز آئی۔ وہ اپنے قدیم جسم میں کشتی کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔

''ادھر میری کشتی میں آ جاؤ معزز شخص!'' میں نے اسے احترام سے پکارا۔ وہ ایک جست میں میرے پاس آ گیا۔ ''جالموش نے کیا خوب شعبدہ دکھایا ہے۔'' میں نے زہر خند سے کہا۔

''ہاں لیکن ان میں اصل یامتا بھی ہیں۔''

''میں دیکھ رہا ہوں۔ میں یہی تو کہتا ہوں کہ جالموش ایک بہت بڑا ساحر ہے۔ مجھے اس کے فن کی داد دینی چاہیے۔'' میری زبانی جالموش کی تعریف سن کے گروتا اور گورے حیرت زدہ رہ گئے۔ ''گورے! ہمیں قربانی درکار ہے۔ پچھلی کشتیوں سے ایک ہزار آدمی منتخب کرو اور ان کا گوشت آسمان کی طرف پھینک دو۔'' گورے سمندر میں کود کے پچھلی کشتیوں کی طرف تیرنے لگا اور میں نے اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی معزز روح سے کہا۔ ''جاؤ

ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم سب کو ایک طویل مدت کے لیے پھر قید کر لیا جائے گا کیونکہ جابر بن یوسف کو روحیں زنداں میں ڈالنے کا فن آتا ہے۔ ان سے کہو کہ تم آزاد ہو۔ جالوش کے قبضے سے نکل جاؤ۔ جابر بن یوسف تمہاری سلامتی کے لئے مقدس جارا کا سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے۔''معزز روح اپنے اصل جامے میں آ گئی اور دھواں بن کر پرواز کر گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے کشتی میں کھڑے کھڑے ایک بے حد پیچیدہ اور خطرناک عمل کا آغاز کیا۔ جالوش کے پرندے اور نیچے آ گئے تھے لیکن وہ حملہ کرنے سے کترا رہے تھے۔ ادھر گورمے نے ہزار آدمیوں کو اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں خنجر گھونپوا کے ان کے جسم اوپر کی طرف پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔ اصل یامتا وہ مردہ جسم اپنے پنجوں میں دبوچ کے اوپر اڑ جاتے تھے۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اصل یامتاؤں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں روحیں کتنی ہیں۔ پہلے ہی موقع پر اپنے ایک ہزار آدمیوں کی قربانی ایک دل سوز سانحہ تھا لیکن اس سنگین وقت میں نجات کی ایک یہی راہ تھی۔

مجھے خبر نہیں کہ میں کہاں کھڑا تھا؟ میں خود سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ نہ مجھے جالوش کی فکر تھی اور نہ شکست و فتح کی فکر۔ نہ اقابلا کی اور نہ اپنے عبرت انگیز انجام کی فکر۔ میری روح ان بدقسمت روحوں سے ہم کلام تھی جو یامتا پرندے کے قالب میں آسمان پہ اڑ رہی تھیں اور گو آزاد تھیں مگر جالوش کے سحر کے نادیدہ پنجرے میں قید تھیں۔ میں وہ پنجرا توڑنے کی فکر میں تھا۔ انہوں نے گورمے کے پھینکے ہوئے تازہ انسانی گوشت پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میرا پیغام بروہاں پہنچ چکا تھا۔ اس وقفے میں کتنی کشتیاں ڈوب گئیں اور کتنے نیزے چلے اور کون کون کشتیوں میں کھڑے کھڑے جل گیا، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ مجھے تو اس وقت ہوش آیا، جب میری کشتی اندھیرے میں نہا گئی اور فلورا چیخنے لگی۔ یامتا ہر سمت سے کشتی پر ٹوٹنے لگے۔ ان کے شور میں ہر آواز دب گئی۔ وہ مجھ سے اتنے قریب آ گئے کہ میرے سر اور شانوں پر بیٹھنے لگے۔ کشتی ان کی بے ترتیب پرواز اور بار بار بیٹھنے اور اڑنے سے ڈولنے لگی۔ ان کے غولوں نے اپنا محور صرف میری کشتی کو بنایا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے اتنے نزدیک تھے کہ آپس میں ٹکرا جاتے تھے۔ میرے گرد ان کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ اس لیے روشنی کی ہر کرن کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ اتنے بہت سے خونی پرندے ایک ساتھ کسی شخص پر حملہ آور ہوں تو اس کی ہڈیاں تک زمین کو نصیب نہیں ہوں گی۔ میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگیں پکڑ لیں اور چیخ کر کہا۔ ''بدبختو! میرے اور قریب آ جاؤ۔ سب میرے پنجرے کی پناہ میں آ جاؤ۔ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ میں نے جو کہا ہے، اس پر یقین کرو۔''

میرے دونوں ہاتھ فضا میں حرکت کر رہے تھے۔ جو یامتا میرے ہاتھوں سے مس ہوتا، وہ اسی لمحے دھویں میں تبدیل ہونے لگے۔ تھک کے میں نے ہاتھ چلانا بند کر دیا اور انہیں بلند کیے ہوئے ساکت رکھا۔ پرندوں کے ٹکراؤ سے میری انگلیوں اور ہاتھوں سے خون رسنے لگا لیکن میں تکلیف سے بے پروا انہیں دھویں کے مرغولوں میں تبدیل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت کم رہ گئی اور اب میری کشتی سفید مرغولوں میں تمام لشکر سے اوجھل ہو گئی۔ ''ہمارے لشکر کے عقب سے نکل جاؤ۔ یہ راستہ سب سے محفوظ ہے۔ جاؤ جلدی کرو اور جاوداں آسمان میں سکون سے رہو۔''

میں نے جیسے ہی یہ کہا، دھواں میرے عقب میں تیزی سے پھیلا اور غائب ہو گیا۔ آسمان صاف ہو گیا۔ اصل یامتا اپنی غذا لے کے پہلے ہی دور چلے گئے تھے۔ فلورا اور شوطار نے جوش مسرت میں میرے خون آلود ہاتھوں کے بے محابا بوسے دینے شروع کر دیئے۔ ان کے چہرے میرے خون سے رنگ گئے۔ ادھر انگروما کے لوگوں نے مجھے پرندوں کی یلغار اور بادلوں سے آزاد دیکھا تو نعرے ہائے تحسین سے فضا گونج اٹھی مگر اب

جالموش کی طرف سے طلسمی نیزوں کی بارش جاری ہوگئی تھی، جسے روکنے کے لیے ہمارے برگزیدہ ساحر اپنا سارا علم صرف کر رہے تھے۔ ان نیزوں کی زد میں ہمارا لشکر بڑے کروفر سے نعرے لگاتا پھر ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ جالموش کے لوگ آگ کے گولے پھینک رہے تھے۔ بیشتر گولے سمندر میں گر رہے تھے۔ چند ہی ہماری کشتیاں جلا کر سمندر کی نذر کر سکے۔ ہر سو آہ و بکا، چیخیں، نعرے اور شور برپا تھا۔ جالموش کی بے شمار روحیں، اس کے قبضے سے نکل گئی تھیں۔ اس کا یہ خطرناک وار خالی گیا تو اس کے جلال کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اب باقاعدہ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہماری طرف سے بھی طلسمی نیزے پھینک جانے لگے۔ انگرو ما کے لوگ ایک زمانے سے اس کی مشق کر رہے تھے۔ میری کشتی اور میرے ساتھ بہت سے ساحروں کی کشتیاں سیاہ علوم کی آفتوں سے محفوظ تھیں تاوقتیکہ جالموش یا متاؤں کی طرح کوئی غیر معمولی حربہ استعمال نہ کرتا۔ اس سے پہلے دونوں فریقوں نے ایسی ہولناک جنگ کبھی نہ لڑی ہوگی مگر یہ تو ابتدا تھی مجھے اندازہ تھا کہ یہ جنگ کیسی تباہ کن صورت اختیار کر سکتی ہے۔ میں جانتا تھا کہ کوئی سحر ایسا نہیں بچے گا جسے آزمایا نہ جائے۔ آج ہر مشق شرمندہ ستم کی جائے گی۔ کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے حملوں کا زور بندھا۔ میں نے اس سخت اور مشکل وقت میں ایک فیصلہ کیا۔ میں اپنی کشتی آگے لے جانے لگا۔ ساحروں نے مجھے روکا، آوازیں دیں لیکن میں تیز رفتاری سے اپنی صفوں کے درمیان راستہ نکالتا آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ سب سے آگے پہنچ گیا۔ جتنے نیزے اور آتشی گولے گرے، میں ان کا رخ ریما جن کے عطا کردہ استخوانی ہاتھ سے موڑتا رہا اور ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں نے اپنے سینے اور اپنے علم کی تمام تر طاقت سے آواز لگائی۔ ”جالموش! جنگ بند کرو۔“

میری آواز میں ایسی گرج اور گونج تھی کہ وہ دور دور تک پھیل گئی۔ میرے ایک ہاتھ میں جارا کا کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی اور میں چیخ رہا تھا۔ ”میری بات سنو جالموش! جنگ بند کرو۔“

لیکن جالموش نے کوئی اثر نہیں لیا بلکہ جنگ کچھ اور شدت اختیار کر گئی۔ خصوصاً میری کشتی بلاؤں کا نشانہ بننے لگی۔ میں کھڑا چیختا رہا اور اپنے لفظ بآہنگ دہل دہراتا رہا۔ آخر میرے ساحر نہ مانے۔ ان کی کشتیوں نے مجھے حصار میں لے لیا اور بوڑھے عالموں نے درخواست کی کہ مجھے درمیان میں رہنا چاہیے۔ ”میرا اعتبار کرو جالموش! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ کوئی جنگی چال نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے جنگ بند کر دو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کہنا چاہتا ہوں، وہ تمہارے مفاد میں ہے۔“ میں نے پھر صدا بلند کی۔

اچانک جالموش کی جانب سے ہونے والے حملے رک گئے ساتھ ہی اس کی بھیانک آواز تمام سمندر پر چھا گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”جابر بن یوسف! واپس چلے جاؤ۔“

”جالموش! اے ساحروں کے ساحر۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تم سے آخری بار درخواست کرتا ہوں کہ جنگ بند کر دو۔ ایسی جنگ سے کیا حاصل جس میں شکست تمہارا مقدر بن گئی ہے؟ خود کو میرے حوالے کر دو۔ یہ جرأت بھی تمہاری عظمت کا ثبوت ہوگی۔ اپنے آخر وقت میں وقار سے موت کو لبیک کہو۔ ایک بڑے ستون کی طرح گرو۔ تمہارے دن اب ختم ہو چکے ہیں، تمہارا انجام تجویز ہو چکا ہے۔ میں ایک تباہ کن جنگ سے بچنے اور تمہارے ساتھیوں کی زندگی کے لئے تم سے یہ درخواست کر رہا ہوں۔ ان کے لئے تمہیں ایثار کرنا چاہیے جو تمہارے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ میرے پاس آجاؤ جالموش! اس آئینے میں دیکھو جس میں فیصلے رقم کیے جا چکے ہیں۔“

http://kitaabghar.com

اس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا۔ ''جابر بن یوسف! اے ناپختہ کار نوجوان! تم پاگل ہو گئے ہو۔ کیا تم بھول گئے تو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے، وہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور تمہارے اقتدار کی بحالی کے لیے مقدس اقابلا سے سفارش کی جائے گی۔''

''جالوش! آہ تم اپنا نوشتہ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہو۔ دیکھو، جنگ کیسا رخ اختیار کر رہی ہے، اگر ہمیں دیوتاؤں کی تائید حاصل نہ ہوتی تو ہم اس گرج اور چمک کے ساتھ ہرگز حملہ آور نہ ہوتے، تمہاری ان گنت روحیں آزاد ہو چکی ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔ تمہارے حریص یامتاؤں کو ہم نے ان کی غذا دے کر رخصت کر دیا ہے۔ تمہارے نیزے بے اثر جا رہے ہیں۔ ذرا ساحل پر نظر کرو۔ کیا تم ان کی گنتی کر سکتے ہو؟''

''جاؤ؟'' وہ دہاڑنے لگا۔ ''جابر بن یوسف! یا تو واپس چلے جاؤ یا ہمارے پاس آ جاؤ۔ اگر دیر کی تو ہر راستہ بند ہو جائے گا۔ یا پھر مقابلہ کرو اور ذلت کی موت مر جاؤ۔ تم جن روحوں کی بات کر رہے ہو، ان سے کہیں زیادہ اب بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ابھی تو جنگ کا آغاز ہے۔'' جالوش نے خوں خوار لہجے میں کہا۔

''جالوش! میری بات مان جاؤ اور اپنے عظیم ساتھیوں پر رحم کرو۔ ابھی تک تم نے ہمارے علم وفضل کے کرشمے نہیں دیکھے ہیں۔ میں دیوتاؤں کا ترجمان ہوں۔ میری زبان دیوتاؤں کی زبان ہے اور وہ قانون ہے۔''

جالوش برہم ہو گیا۔ اس نے اپنے سینے پر زور سے ہاتھ مار کے درندوں جیسی آواز نکالی۔ گویا یہ صریحاً انکار اور اعلان جنگ تھا۔ ساتھ ہی آسمان پر بجلیاں کوندنے لگیں اور سمندر کی لہریں مشتعل ہو گئیں۔ جالوش چنگھاڑنے لگا تھا۔ سیاہ علوم کی یہ جنگ بتدریج ہولناک مراحل میں داخل ہو رہی تھی۔ میں گم صم کھڑا یہ ہیبت ناک طلسمی عمل دیکھ رہا تھا۔ شوطار نے میرا بازو پکڑ کے مجھے جھنجوڑا۔ ''مقدس جابر! ہوش میں آؤ۔''

آسمان کی جانب بھرپور نظر کی۔ میری ساری توجہ جالوش کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ وہ ہماری طرف بلائیں تقسیم کر رہا تھا اور اذیتیں اچھال رہا تھا اور ہمارے جو نیزے اسے نشانہ بنائے ہوئے تھے، وہ سب خطا ہو رہے تھے۔ میں نے گورے کو حکم دیا کہ وہ جالوش پر نیزے ضائع نہ کرے بلکہ بینر نار کے ساحروں کو کم کرنے پر توجہ دے۔ جالوش پر میں نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔

پھر میں نے دوبارہ اس معزز روح کو طلب کیا جو میرا پیغام لے کے یامتاؤں کے قالب میں مقید روحوں کے پاس گئی تھی۔ میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ جالوش کے قریب پہنچ کر اس کا قائم کردہ حصار توڑنے اور اس کی توجہ ہٹانے کا کارنامہ سرانجام دے۔ ادھر وہ روانہ ہوئی، ادھر میں نے صحرائے زارشی کا عطیہ شپالی، تمام ترامنگوں کے ساتھ جالوش کے حصار پر پھینک دیا۔ جالوش کے اطراف بیکراں آگ بھڑک اٹھی۔ وہ اسے بجھانے کی کوشش میں قلابازیاں کھانے لگا اور ساتھ ہی چٹان پر شپالی ڈھونڈنے لگا۔ میں نے یہ موقع غنیمت جان کے اپنا طلسمی خنجر تان لیا اور دور سے اس سیماب صفت شخص کا نشانہ لے کے ہاتھ بلند کیا لیکن میرا ہاتھ جیسے خلا میں جم کر رہ گیا میں کشتی میں اپنا توازن قائم کرتے کرتے ڈگمگا گیا۔ میں نے دیکھا کہ جالوش کے قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں اقابلا کھڑی تھی۔

اور سمندر خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

http://kitaabghar.com

میرا ہاتھ فضا میں جم کر رہ گیا۔

مجھے اپنی آنکھوں پر شبہ ہوا اور میں نے ہذیانی انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس حیران کن منظر سے بدحواس اور سراسیمہ ہو گئے تھے۔ جالموش کے قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں اقابلا کھڑی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے میرے گال پر طمانچہ مار دیا ہو اور آسمان کی بجائے سمندر میرے سر پر آ گیا ہو۔ میرے سارے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ میرے حریف جالموش کی اعانت کے لیے اپنا قصر چھوڑ کے میدان جنگ میں آ گئی تھی۔ خود کو سمجھانے کی اب کوئی دلیل باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ہر سوال کا جواب سامنے تھا جس کے لیے یہ لاؤ لشکر جمع کیا تھا، وہی گریزاں تھی اور ستم پر آمادہ نظر آتی تھی۔ اسے دیکھ کے نشہ ٹوٹنے لگا اور میرے جسم میں زلزلہ آ گیا۔

سمندر خون سے سرخ ہو گیا تھا اور چیخ پکار مچی ہوئی تھی، جالموش کو آگ میں گھرا دیکھ کے انگروما کے مشتعل لوگوں کا جوش اور فزوں ہو گیا تھا۔ جنگ شباب پر تھی اور کسی کو اپنی جان کا ہوش نہیں تھا، جالموش شپالی کی تلاش میں زمین پر کسی کتے کی طرح ہاتھ پاؤں پھیلا رہا تھا۔ میری پھینکی ہوئی شپالی اسے اپنی پُر اسرار آگ کے حصار میں لے چکی تھی۔ ادھر میری فرستادہ روح جالموش پر وار کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں اس کے قریب ہی کہیں موجود تھی۔ جنگ کا فیصلہ انگروما کے حق میں ہو رہا تھا۔ کوئی بعید نہ تھا کہ میرا طلسمی خنجر فرعون صفت جالموش کے جسم میں سوراخ کر کے کوئی فیصلہ کر دیتا کہ یکا یک اقابلا نمودار ہو گئی۔

اور لمحوں میں ساری بساط الٹ گئی۔ میں نے سوچا، اب آگے کیا سوچنا ہے؟ آئینے میں سب کچھ صاف نظر آ رہا ہے، میں خود کو سمندر میں غرق کر دوں۔ اب یہ عظیم الشان جنگ جاری رکھنے کا کوئی محل نہیں ہے۔ میں جس لشکر کی قیادت کر رہا ہوں، وہ اس کے قائد کو یہ باور کرانے آئی ہے کہ مقابلے میں کون صف آرا ہے؟ وہ اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرنے آئی تھی، اس کی آمد کا مطلب یہ تھا کہ وہ جالموش کو ترجیح دیتی ہے اور کوئی تبدیلی اس کی طبع نازک کو گوارا نہیں۔ مجھے احساس تھا کہ اب درگزر کا وقت گزر گیا ہے۔ وضاحت کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ نہ وہ مجھے معاف کرے گی، نہ میرے ہاتھ التجا کے لیے اس کے سامنے دراز ہو سکیں گے۔ کیونکہ مجھے اپنی التجا کا جواب معلوم ہے۔ میں نے اس کے چہرے پر کچھ جذبے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس خونیں جنگ سے بے نیاز پُر وقار انداز میں بے حس و حرکت کھڑی تھی، اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ آگ اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ بہت عرصے بعد، بڑی شدتوں کے بعد اس کا جلوہ دیکھا تھا۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے۔ دیکھا تھا کہ اس کی کنیزیں قصر کے دروازے پر پذیرائی کو آئیں گی اور اپنے دوش پر اٹھا کے اس کی خلوت خاص میں لے جائیں گی اور جہاں پھر اور کوئی نہیں ہو گا۔ اس وقت اس وارفتگی کا انداز کیا ہو گا؟ کیا خبر تھی کہ اس طرح اس سے ملاقات ہو گی کہ وہ قہر بنی کھڑی ہو گی اور مجھے کچھ کہنے کا یارا نہیں ہو گا۔ میری بدبختی مجھے کس مقام پر لے آئی تھی؟ میں اس کی نظروں میں اتنا رسوا ہو جاؤں گا؟ میں اس ذلت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

شاید مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ لمحے گزر گئے۔ میں مبہوت، حواس باختہ اس کی طرف دیکھتا رہا اور میرا اٹھا ہوا خنجر ہاتھ میں لرزنے لگا۔ میری بے خبری کا نتیجہ یہ نکلا کہ جالموش کے قہر نے قیامت مچا دی۔ ہماری بہت سی کشتیاں سمندر کی نذر ہو گئیں اور واویلا مچنے لگا۔ مجھے اپنے اردگرد بہت سے لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ میرا نام لے رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔ مجھے اپنے کسی ردعمل کے اظہار پر اختیار نہیں رہا تھا۔ وہ اپنی موت اور

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

شکست سے خوف زدہ تھے۔ میں اپنی موت کا فیصلہ سن چکا تھا، وہ ایک مرے ہوئے آدمی کو آواز دے رہے تھے۔ وہ میرا عالم محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں یہ یقین کیسے آسکتا تھا کہ میری روح کا دھاگا اس کے وجود سے بندھا ہوا ہے۔ میں نے جب سے دیکھا ہے، اسی کا تصور کیا ہے۔ وہ سامنے آگئی ہے تو اس نے میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے، جب میری جانب سے کوئی جواب نہ آیا تو شوطار میرے پاس آگئی اور اس نے میرا کاندھا پکڑ کے جھنجوڑا۔

''مقدس جابر!'' اس نے چیخ کر کہا۔ ''تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا؟ وہ جالوش کے پاس موجود ہے۔'' شوطار کے استہزا پر بھی میں خاموش رہا۔ وہ طنز کرتی اور ٹہو کے مارتی ہوئی بولی۔ ''پیچھے ایک لشکر تمہاری طرف امید اور حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ کیا تم ان سب کو ختم کرا دو گے؟ حملہ کرو جابر بن یوسف! چاہے تمہارے سامنے کوئی بھی ہو۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ تمہاری ایک ذرا سی لغزش ہمیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔''

لغزش تو پہلے ہی ہو گئی تھی۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ میں اسی لغزش کی سزا بھگت رہا ہوں۔ اس کی تائید میں فلورا بھی میرے جسم کے مقفل دروازے پر دستک دینے لگی تھی مگر لوہے کے اس دروازے کو زنگ لگ گیا تھا، وہ اس پر ضربیں لگا رہی تھیں۔ فلورا اور شوطار کی چیخیں اور ٹہو کے میرے وجود پر جمی ہوئی برف کھرچنے میں ناکام رہے۔ انگروما کے ساحروں نے اپنی کشتیاں میرے اطراف جمع کر دی تھیں اور وہ مجھے زندہ کرنے کے لیے سحر پھونک رہے تھے اور میری نظریں اسی کی طرف مرکوز تھیں جو میرا مقصود تھی۔ میری صرف یہ خواہش تھی کہ کسی طرح درمیان کا یہ فاصلہ عبور کر کے اس کے پاس پہنچ جاؤں اور یہ خنجر اس کے سامنے اپنے دل میں اتار لوں۔ فلورا نے جرأت کر کے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے اسی ہذیان میں اس نے کوئی ایسا نشتر چلا دیا جو رگِ جاں میں اتر گیا۔ ''ہوش میں آؤ جابر! اب تو تمہیں اس کے فریب کا یقین آ جانا چاہیے۔ ہم سب تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ ''جو سچ ہے اسے پہچانو۔''

''وہ صرف ایک ملکہ ہے اور اس کا دل پتھر کا ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، وہ تمہاری آنکھوں کا دھوکا ہے۔ اس کے حسین بدن کے اندر ایک سیاہ فام، ناقابلِ اعتبار لالچی اور تنگ نظر عورت کا جسم موجود ہے۔'' شوطار نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

میرے قریب ہی ساحروں کا شور اٹھا، اس کے خلاف ان کے سنسنی خیز بیانات اور نعروں سے میرا جمود ٹوٹنے لگا اور میں اپنی نگاہیں اس کی جانب سے ہٹا کے ان مضطرب لوگوں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ ان کے چہرے امید سے چمکنے لگے۔ فلورا کہہ رہی تھی کہ کیا تاریک براعظم میں میری طویل ریاضتوں، مشقتوں اور اذیتوں کا مال یہی ہے؟ کیا ہم نے بار ہا اس کے لیے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالی؟ کیا ہم نے اس کی سرفرازی کے لیے ریما جن جیسے منحرف شخص کو اس کی عظمت کے عہد نامے پر جھکنے پر مجبور نہیں کیا؟ ہم نے انگروما کے باغیوں کے سر اس کے نام پر خم نہیں کرائے؟

''تم سچ کہتی ہو۔'' میں نے شکست خوردہ آواز میں کہا۔ ''پھر بھی شاید کہیں کوتاہی ہو گئی ہے۔''

''نہیں۔'' وہ برافروختہ ہو کے بولی۔ ''ہم سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اس نے ہمیں سمجھنے کی کوشش نہیں کی یا ہم نے شروع سے فریب کھایا۔''

''فیصلہ ہو چکا ہے سیدی جابر!'' شوطار نے اشتعال میں کہا۔ ''تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ حملہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ ہم ہار جائیں گے۔ خنجر اٹھاؤ اور اس کا خوب صورت چہرہ داغ دار کر دو تاکہ وہ اپنے حسن سے جری اور قوی لوگوں کو پریشان نہ کر سکے۔ ہم تمہاری بدمستی

سے مسلسل نقصان اٹھا رہے ہیں۔"

ان کی سینہ شگاف باتیں سن کر میرے خون میں گردش تیز ہوگئی۔ وہ مجھے میرے گزشتہ دنوں کی اذیتیں یاد دلا رہی تھیں اور اس بے وفا کی خوئے نا مہرباں کے متعلق ایسے زہر اگل رہی تھیں کہ میرے رگ وپے میں حدت پیدا ہوگئی۔ شاید ان کی زبان بند نہ ہوتی کیونکہ آج ہی انہیں کھل کر برسنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کے انہیں کشتی میں پیچھے دھکیل دیا! "خاموش رہو۔" میں نے گرج کے کہا۔ "اس کے خلاف کوئی لفظ مت کہو۔"

وہ سہم کے مجھے دیکھنے لگیں جیسے میں ان کے لئے کوئی عجوبہ ہوں۔ میں نے پھر پیش منظر کی جانب نظر کی۔ جالموش کے گرد شپالی کی لگائی ہوئی آگ بجھ گئی تھی اور اقابلا اسی شاہانہ طور پہ جلوہ گر تھی۔ جالموش نے شپالی حاصل کر لی تھی اور اب وہ دیوانوں کی طرح اسے ہاتھوں پر اچھال رہا تھا۔ اس بندر کی اچھل کود نے میرا پارہ غضب کو انتہا کو پہنچا دیا۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہو سکا۔ میں غضب آلود ہو کے دہاڑنے لگا۔ ایک پاگل اس کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ میری زندگی، میری روح، میری جاناں، میری دلبر وہاں موجود تھی۔ اس کا سرخ وسپید بدن پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اتنی تازہ اور شگفتہ جیسے نقاش ازل نے آج ہی اسے تخلیق کیا ہو۔ جنگ اور یادوں میں بھی اس کا سراپا دمک رہا تھا۔ مجھ پر کبھی شکستیں غالب آتیں، کبھی جوش اور غصے کی لہریں اٹھتیں، کبھی میں بکھر کے ریزہ ریزہ ہو جاتا اور کبھی میرے ہاتھ اس کا گھوگھونٹنے اور اس کا چہرہ نوچنے کے لئے مچلنے لگتے۔ "بڑھتے رہو، سب کچھ نیست و نابود کر دو۔" میری آواز نے سارے لشکر کو ہلا دیا اور اچانک کوئی بجلی سی کوندگئی۔ انہوں نے میرے مجنونانہ حکم پر سیلاب کی طرح پیش قدمی کی اور آندھی کے مانند بیننار کے ساحل کی طرف لپکے۔ اس اندھا دھند پیش قدمی سے جالموش اور اس کے ساحروں کو انگروما کی آگے کی کشتیوں کو مارنے کا موقع مل گیا اور بے شمار کشتیاں غرق آب ہوگئیں۔ یہ صورت انگروما والوں کے لیے حوصلہ افزا نہیں تھی میں نے جب انہیں ڈوبتے اور گرتے دیکھا تو میں بھی پریشان ہوگیا۔ اصل میں میرا دماغ ہی میرے قابو میں نہیں تھا۔ مجھے اپنے لشکر کی قیادت کسی اور کو سونپ دینی چاہیے تھی۔ میرے پریشان اعصاب نے گھبرا کے پھر یہی فیصلہ کیا کہ مجھے جالموش ہی کو ہدف بنانا چاہیے۔ چاہے اقابلا درمیان میں آجائے اور چاہے سب کچھ فنا ہو جائے۔ شپالی مجھ سے چھن چکی تھی یوں میں خود اپنے آپ سے چھن چکا تھا۔ جالموش شپالی میری طرف اچھال نہیں سکتا تھا، ہاں وہ میرے لشکر میں آگ لگا سکتا تھا لیکن اس نے پہلے ہی میرے دل میں آگ لگا دی تھی۔ میں نے اس پر پھر خنجر تان لیا اور اس کی توجہ منتشر کرنے کے لئے برگزیدہ روحوں کو اپنے ہی چہرے کی مختلف شکلوں میں ادھر ادھر بکھرنے کا حکم دیا۔ ایک بار پھر انگروما کے تمام ساحروں کا نشانہ جالموش تھا لیکن جب میرا خنجر اٹھا تو ہاتھ لرزنے لگے۔ میری نظریں اس پری چہرہ کی نظروں سے ٹکرائیں تو میرے جسم پر رعشہ طاری ہوگیا۔ میں کم از کم اسے کوئی زک نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ میں نے اسے اس طرح محسوس نہیں کیا تھا۔ میں اس قدر بد ذوق نہیں تھا کہ حسن وجمال کا وہ شاہکار، وہ سانچے میں ترشا ہوا مجسمہ، وہ گل اندام متحرک جنت اجاڑ دوں۔ نتیجتاً میرا جسم پھر منہدم ہونے لگا اور میں نے سمندر میں کود جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس بار شوطار اور فلورا بھی مجھے اکسانے کے لئے نہیں اٹھیں۔ شاید انہوں نے اپنا نوشتہ پڑھ لیا تھا۔ انگروما کا لشکر منتشر ہو چکا تھا۔ جالموش کی طرف سے طلسمی نیزوں کی بارش میں اور شدت ہوگئی تھی۔ کشتیاں جل رہی تھیں، دھواں اٹھ رہا تھا اور سمندر اپنے سینے میں جلتے ہوئے لوگوں کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔ دعاؤں اور مناجاتوں کا شور غل تھا۔ ایسے طلسم کبھی نہیں آزمائے گئے۔ تاریک براعظم کے برگزیدہ ساحر آج اپنے جوہر دکھا رہے تھے جو صدیوں سے غاروں میں بیٹھے اس خونیں معرکے کی

http://kitaabghar.com

تیاری کر رہے تھے۔ اس ابتری اور نا امیدی میں، میں نے اپنے قریب ہی سرنگا کی دیوی کی سرسراہٹ محسوس کی۔ اس نے میری پشت پر ہلکی سی دستک دی، میں چونک گیا اور مجھے اپنے کانوں میں اس کی سرگوشی سنائی دی۔ ''یہ سب سراب ہے وہ اقابلا نہیں ہے، محض جالموش کا طلسم ہے۔''

''جالموش کا طلسم؟'' میں نے حیرت سے دہرایا۔ ''اتنا پختہ اور مکمل؟ نہیں نہیں، جھوٹ ہے۔''

''وہ یہاں کہیں موجود نہیں ہے۔'' دیوی کی سرگوشی دوبارہ ابھری۔ ''یہ سب ایک فریب ہے۔ وہ اقابلا نہیں ہے۔ اپنی آنکھیں کھول کے دیکھو۔''

میں نے کچھ غور ہی نہیں کیا تھا۔ اسے دیکھ کے میرے اوسان جاتے رہے تھے۔ سرنگا کی دیوی کے اشارے پر میں نے تصدیق کے لیے اپنی باطنی آنکھیں کھولیں اور پشیمانی اور ندامت کے عرق میں غسل کیا۔ میرا تمام جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ میں خود سے اتنا نادم کبھی نہیں ہوا تھا۔ جالموش نے اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ وہ سچ کہتا تھا کہ میں اس کے مقابلے میں ایک بونا شخص ہوں اور اس نے اپنے علم کا ہزاروں حصہ بھی مجھے نہیں دیا ہے، اقابلا یہاں کیسے آسکتی تھی؟ یہ جگہ اس نازنین کے لیے موزوں نہیں تھی، اس کا منصب تو مخمل میں رہنا تھا اور پھولوں کا رنگ چرانا تھا۔ وہ جابر بن یوسف کو اتنی اذیت دینے کیسے آ جاتی؟ اس پر میرے جذبوں کا حال روشن تھا۔ کیا اس نے متعدد بار میرے لیے اپنی خوشنودی اور خوش نظری کا اظہار نہیں کیا تھا؟ اس نے مجھے ایک اہم شخص سمجھ کے شوطار کو شکست دینے کے لیے امسار روانہ نہیں کیا، اس نے تاریک براعظم میں ایک اجنبی کو کیسی سعادتوں سے نوازا؟ جالموش میری کمزوری سے واقف تھا۔ اس نے اس کا جلوہ دکھا کے مجھے اندھا کر دیا۔

جس لشکر پر شکستگی اور پس ماندگی کے اثرات مرتب ہو جائیں، اس میں جوش اور ولولہ دوبارہ ابھارنا آسان کام نہیں ہوتا۔ جالموش نے اپنی ہیبت بہ تمام و کمال مسلط کر دی تھی۔ اب مجھے نئے سرے سے اپنے مایوس اور اداس لوگوں کو منظم کرنا تھا اور جالموش پر اپنے کم تر علوم آزمانے تھے۔ میں خود اس سے متاثر و مرعوب تھا مگر واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہمیں ایک جنگ لڑنی تھی۔ فتح یا شکست۔ ذلت آمیز شکست کی طرح ذلت آمیز فتح بھی منظور نہیں تھی۔ جالموش کے ہاتھ بڑے تھے۔ وہ اپنی زمین پر کھڑا تھا اور لڑائی اس کے ساحلوں پر ہو رہی تھی اور اس کے پیچھے ایک طویل ماضی تھا۔ میں اپنی نادانی میں بہت سے ہتھیار لٹا چکا تھا۔ جالموش کے پاس ہر طلسم کا توڑ موجود تھا۔ اب صرف ایک صورت رہ جاتی تھی کہ میں اپنا ذہن یک سو کروں جو ساحرانہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی اور مہذب دنیا کے سازشی علوم سے آسودہ ہے۔ میں نے پسپا ہوتے ہوئے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے چند شعبدے دکھائے اور جھپٹ کر شوطار سے اقابلا کا مجسمہ چھین لیا۔ میں جالموش کو بتانا چاہتا تھا کہ ابھی ایک ہتھیار میرے پاس موجود ہے۔ اگر اقابلا اپنے اقتدار کے باعث جالموش کو توانا کرنے کے لیے میدان جنگ میں آگئی ہے تو ہم اس کا مجسمہ تباہ کر سکتے ہیں۔ سب نے وہ مجسمہ میرے ہاتھوں پر اٹھا ہوا دیکھا، وہ اسے اقابلا کے زوال اور بقا کی علامت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ میں اقابلا کے مجسمے کی تباہی پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ جب دیوتاؤں کی جانب سے اقابلا کے زوال کا اشارہ مل جائے گا تو پھر کوئی طاقت انہیں بینزنار میں داخل ہونے سے نہیں روک سکے گی۔ اس مجسمے کی نمائش نے بڑا اثر دکھایا۔ ایک طرف انگروما کے ساحروں کے حوصلے بام عروج پر پہنچے تو دوسری طرف اس کی نمائش جالموش کے لیے تازیانہ ثابت ہوئی۔ یہ اقابلا کے عکس کے مقابلے میں ایک برجستہ جواب تھا جو مجھے سب سے پہلے جالموش کو دینا چاہیے تھا۔

جالموش نے میری طرف حملوں کی یورش اچانک بند کر دی، یقیناً اسے خوف ہوگا کہ کہیں اس کی آگ اور طلسمی حملوں میں یہ مجسمہ تباہ نہ ہو

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

جائے۔ میں ایک محفوظ مقام پر کھڑا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ جالوش خود میری کشتی کی حفاظت کر رہا تھا لیکن وہ ہمارے بچے کھچے لشکر کا قلع قمع کرنے کے لئے اور زیادہ مستعد ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی کشتیاں کسی قدر پیچھے کرنے کا حکم دیا اور خود آگے آ گیا۔ پھر میں نے شوطار کے ہاتھوں میں اقابلا کا مجسمہ تھما دیا اور اسے اپنے نزدیک اس طرح کھڑا کیا کہ جالوش میرا نشانہ باندھنے میں محتاط رہے۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے اور پشت پر انگروما کی کشتیوں کا وسیع سلسلہ موجود تھا۔ جالوش کے بہت سے حملے میں اپنے ہاتھوں پر روک رہا تھا حالانکہ اس کا ہدف میں نہیں تھا۔ میرے ساتھی ساحر بھی مدد کر رہے تھے۔ ہمارا لشکر دوبارہ منظم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ وہ ایک تکون کی شکل اختیار کر گیا۔ اس تکون کے سب سے آگے کے کونے پر میں موجود تھا اور میری پشت پر زاویہ قائمہ بناتے ہوئے ساحروں کے گروہ پھیل گئے تھے، ہم نے روحوں کی کشتیاں ادھر ادھر بکھرا دی تھیں۔ مجھے سرنگا کی دیوی کا اعتماد بھی حاصل ہو چکا تھا۔ جالوش ہمارے اس نظم سے خاصا گھبرایا ہوا نظر آتا تھا۔ اس نے اپنے ساحروں کی بہت سی کشتیاں سمندر میں دھکیل دیں تاکہ وہ ہم سے دوبدو مقابلہ کریں مگر ان کے آگے بڑھتے ہی ہم نے اپنے طلسمی نیزوں سے انہیں بے دریغ غرق آب کرنا شروع کر دیا۔

''جالوش! تمہاری موت قریب آ گئی ہے۔'' میں نے چیخ کر اسے للکارا۔ ''میں تمہیں بتاؤں کہ انگروما میں تمہارا مجسمہ تباہ کر کے ہم نے دیوتاؤں کی تائید حاصل کر لی ہے۔ اب تم ایک بے مصرف جنگ لڑ رہے ہو۔ میرے تصرف میں بہت سی روحیں تمہارے اپنے ساتھیوں کی شکل میں تمہارے اردگرد موجود ہیں۔ تم نے شپالی سے بھی کوئی کام نہیں لیا۔ شاید تمہارے حواس جواب دے گئے ہیں مگر میں تمہیں تمام علوم آزمانے کا موقع دیتا ہوں تاکہ دیوتا گواہ رہیں کہ ایک بڑے ساحر کو دھوکے سے زیر نہیں کیا گیا۔'' میری بلند آواز جالوش کے کانوں تک پہنچی تو اس نے ادھر ادھر سر ہلا کے دیکھنا شروع کر دیا۔ میری بات صحیح تھی۔ میں نے اپنی متعدد روحیں ادھر روانہ کر دی تھیں تاکہ جالوش ان میں الجھا رہے۔ ادھر میرے رفیق ساحر ایسی ترتیب میں میری پشت پر تھے کہ وہ نظم اور سکون سے جالوش پر تیر برسائیں۔ ان میں لانسی، امرتا، گروتا اور گورمے جیسے جید ساحر موجود تھے اور دیوی بار بار اپنی جھلک دکھا کے جالوش کے ساحروں کو پریشان کر رہی تھی۔ جالوش کا تخلیق کیا ہوا اقابلا کا لطیف عکس غائب ہو چکا تھا کیونکہ اس سے جالوش نے ابتدا میں جو مفاد حاصل کیا تھا، وہی اس کے لئے بہت تھا۔

ہماری تکون خنجر کی طرح کاٹ کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی، کوئی شبہ نہیں کہ جالوش دو آنکھوں کے بجائے ہزار آنکھیں رکھتا تھا اور اس کے حواس معمولی آدمی کے حواس نہیں تھے، وہ چوطرفہ لڑ رہا تھا اور زمین سے اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے قوی الجثہ آدمی اٹھا کے انہیں سمندر میں پھینک دیتا تھا۔ اس کے ہاتھوں کے اشاروں اور انگلیوں کی حرکت میں ایسی قوت تھی کہ دور و نزدیک کی چیزیں الٹ پلٹ ہو جاتی تھیں۔ میرا مقابلہ جالوش سے تھا اور یہ احساس کہ مقابلے میں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر ہے، میرے لیے فخر اور غرور کا باعث بھی تھا اور خوف و دہشت کا بھی، میں اس طلسمی معرکے کا حال سمیٹ رہا ہوں، اگر اس جنگ کا احوال بیان کیا جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں۔ پھر میں نے جالوش کو سکون کا ایک لمحہ بھی نصیب نہیں ہونے دیا۔ ادھر وہ کسی حملے کا جواب دیتا تو دوسری طرف اس کے لئے کوئی اور آفت موجود ہوتی۔ وہ اس طرف متوجہ ہوتا تو تیسری سمت کوئی بلا اس کی منتظر ہوتی۔ ہمیں پروا نہیں تھی کہ اس کے ساحروں کے کتنے خطرناک حملے جاری ہیں۔ ہم نے انہیں اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے وہ جنگ میں موجود ہی نہ ہوں، جالوش اس ہمہ سمت یلغار سے گھبرا گیا۔ سب سے زیادہ اسے قابلا کے مجسمے نے پریشان کیا ہوا تھا۔ مجسمہ شوطار کے

http://kitaabghar.com

ہاتھوں میں بلند تھا اور اسے چھیننے کے لئے اس کی روحوں نے باقاعدہ حملہ کر کے منہ کی کھائی تھی۔ اس کے زیرنگیں روحوں کے منتشر قافلے میں آزاد کر چکا تھا۔ اب بار بار میرا طلسمی خنجر اٹھتا تھا اور جالموش ہر بار زد میں آتے آتے بچ جاتا تھا۔ یہ خنجر اس کے خون کے لیے ترس رہا تھا اور میرے ہاتھ اسے نشانہ بنانے کے لئے کلبلا رہے تھے۔ آخر مجھے ایک موقع مل گیا۔ جالموش اپنے ساحروں کو اشارہ کر رہا تھا کہ وہ ہماری جانب زہریلے حشرات الارض کی فوج بھیجیں۔ ادھر میری جاں نثار روحیں مختلف شکلوں میں اسے تنگ کر رہی تھیں اور اس کے ہاتھوں اذیت پانے کے یقین کے باوجود قید ہو جاتی تھیں مگر اس طرح اس کی توجہ بٹ جاتی تھی۔ ادھر جب دیوی کہیں آسمان میں نمودار ہوئی تو بینزنار کے ساحل پر ایک شور برپا ہوا۔ انہوں نے آسمان میں اس کا سایہ دیکھ کے چلا چلا کے جالموش کو مطلع کیا۔

یہ ایک ایسا لمحہ تھا جب جالموش ہر طرف سے گھر چکا تھا اور میں اس کا حصار توڑ کے خنجر پھینک سکتا تھا۔ اس نے اب تک بے مثال شجاعت، ذہانت اور استقامت کا ثبوت دیا تھا کہ دیوی نے نمودار ہو کے اچانک کھلبلی مچا دی۔ میں نے اس موقع پر سے پورا فائدہ اٹھایا اور کمال چابک دستی سے طلسمی خنجر اس کے سینے میں پیوست ہونے کے لیے روانہ کیا۔ اچانک جالموش کی چیخ گونجی اور ایسا معلوم ہوا جیسے پہاڑ ٹکرا گئے ہوں، زمین ہل گئی ہوا اور سمندر لوٹ پڑا ہو۔ اس کی چیخیں ایسی لرزہ خیز تھیں کہ کشتیں تھرا گئیں۔ اس کے جسم کی دیوار زمین پر گر گئی تھی۔ اسے نظروں سے اوجھل دیکھ کے ہمارے لشکر نے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا، جالموش کے گرد سیاہ دھواں اٹھنے لگا۔ پھر کچھ نظر نہیں آیا کہ پہاڑی پر کیا ماجرا ہوا؟ سیاہ بادلوں کے یہ مرغولے دیکھ کے ہم برائے احتیاط ٹھہر گئے۔ پھر جالموش کی چیخیں آنی بند ہو گئیں اور ہم نے ساحل پر اس کے ساحروں کو افراتفری میں بھاگتے اور گم ہوتے دیکھا۔ چلتے چلتے بھی ہم نے اپنے نیزوں اور آگ کے گولوں سے ان کا تعاقب کیا۔

اس وقت انگروما کے لشکر کی مسرت دیدنی تھی۔ کشتیوں کی تکون ٹوٹ چکی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے ادھر ادھر پھیل گئے۔ میں نے ان جوشیلے لوگوں کو روکنے کیلئے گرج کر صدا لگائی۔ مجھے اب تک یقین نہیں تھا کہ ساحر اعظم جالموش جو علم اور دبدبے میں سب سے اعلیٰ تھا، اس طرح ہزیمت قبول کرے گا؟ ممکن ہے، یہ بھی اس شاطر کی کوئی جنگی چال ہو؟ میرا نشانہ کتنا ہی سچا اور میری ذہانت کیسی ہی بے نقص اور صاف وشفاف کیوں نہ ہو مگر جالموش ان سب سے بلند تھا۔ وہ ایک بہت عظیم ساحر تھا۔ میں اسے اس کی طویل ریاضتوں کا خراج پیش کرنا چاہتا تھا چنانچہ سب سے پہلے میں نے خود ساحل پر قدم رکھا اور سب کو وہیں روک دیا۔ فلورا اور شوطار کو بھی اپنے ساتھ آگے نہیں آنے دیا۔ جس چوٹی پر وہ موجود تھا، وہاں تھوڑی دیر پہلے تاریک براعظم کے عظیم ساحروں کا اجتماع تھا۔ ان کی بے رنگ و نور لاشیں پہاڑی پر بکھری پڑی تھیں۔ جو زخمی تھے، وہ کراہ رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے فرار ہو چکے تھے۔ اب جالموش کے ساتھ کوئی نہیں تھا، میں تنہا اس چوٹی پر پہنچا اور سب سے اونچی جگہ ایک کونے میں اس کی تڑپتی ہوئی لاش دیکھ کے ٹھٹک گیا۔ جالموش زندہ تھا اور جاں کنی کی کیفیت میں زمین پر سر پٹخ رہا تھا۔ اس کا جسم دھویں سے سیاہ ہو چکا تھا۔ جب اس نے میری طرف دیکھا تو مجھ سے نظریں نہیں ملائی گئیں۔ ان نظروں میں ابھی تک ایک جلال تھا۔ مجھے دیکھ کے اس کی آنکھیں نفرت کی آگ اگلنے لگیں اور اس نے کچھ پڑھ کے میری طرف پھونکا۔ میں زمین پر ڈگمگا گیا۔ میں جس جگہ کھڑا تھا، وہاں کی زمین شق ہو گئی۔ اگر میں فوراً اچھل کر اپنی جگہ نہ بدل لیتا تو زمین میں دھنس جاتا۔ وہ ہاتھی ان اذیتوں میں بھی سحر پھونکنے پر قادر تھا۔

http://kitaabghar.com

مگر دوسری بار اس کی انگلیوں کی حرکت اور ہونٹوں کی جنبش دیکھ کے میں نے پھرتی سے اس پر جست لگائی اور اس کے سینے سے اپنا خنجر نکال لیا اور تیزی سے اس کا وہ ہاتھ قطع کر دیا جو حرکت کر رہا تھا۔ اسی ہاتھ میں شیاپی تھی۔ ہاتھ کٹ جانے کے بعد وہ تکلیف سے سر پٹخنے لگا۔ وہ مر نہیں رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ اس نے مشروبات حیات پیا ہے، اب دیوتا ہی اس کے تڑپتے ہوئے جسم کو اذیت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اس کی کراہوں میں نقاہت آ گئی تھی۔ میں نے اسی پر بس نہ کیا اور خنجر سے اس کی دونوں آنکھیں باہر نکال لیں۔ اس نے دردو کرب سے ایسی پچھاڑ کھائی کہ میں خود بھی دور تک اس کے ساتھ لڑھکتا ہوا گیا اور میرے جسم پر اس کے خون کے دھبوں سے آبلے پڑ گئے۔ اٹھ کے میں نے اسے اس کے پیروں پر کھڑا کیا اور اس کی بدبداتی ہوئی زبان کھینچ کر قطع کر دی۔ وہ اب کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ آنکھیں اس کے جسم کا سب سے خوفناک حصہ تھیں اور وہ کبھی بول نہیں سکتا تھا۔ میں نے یہ سب چیزیں ٹھوکر لگا کے سمندر میں پھینک دیں۔ پھر میں نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے اس کے عطا کردہ بچھوؤں کے ہار سے ایک بچھو توڑ کے اس کی زندہ لاش سمندر کی نذر کر دی۔ اسی لمحے آناً فاناً اسی نوع کے بچھوؤں کی ایک فصل اگ آئی اور اس کے سارے جسم میں پھیل گئی۔ اب چیخنے کے لئے اس کے حلق میں آواز بھی نہیں رہی تھی۔

میں لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑا یہ عبرت ناک منظر دیکھتا رہا۔ وہ زندہ تھا۔ میں اس عظیم ساحر کے لیے کم از کم اتنا تو کر سکتا تھا کہ اگر وہ ما کے کم تر ساحروں کی ٹھوکروں سے اس کا جسم بچا لوں۔ میں نے اس توہین سے اسے بچا لیا۔ جب میں چوٹی پر بلند ہوا تو سمندر میں نعروں کی پُر شور لہریں اٹھنے لگیں وہ سب بے تابی سے میرے ابھرنے کے منتظر تھے۔ انہوں نے میرا چہرہ سربلند دیکھا تو جوشِ مسرت میں ایک دوسرے سے اپنی کشتیاں ٹکرانی شروع کر دیں۔

☆==========☆==========☆

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے، ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر **آپ** ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف **آپ** بہتر بنا سکتے ہیں۔

بعض واقعات اس وقت اتنے اہم معلوم نہیں ہوتے جس وقت وہ رونما ہوتے ہیں۔ ان کی سنگینی اور گہرائی کا اندازہ بعد میں ہوتا ہے۔ میں نے چوٹی سے جب سمندر میں جھانکا تو بے تاب ہجوم کی شدتیں دیکھ کے مجھے احساس ہوا کہ کس کا زوال ہوا ہے؟ وہ کون شخص تھا؟ اور اس کی کیا اہمیت تھی؟ میرے ہاتھوں جالموش کا زوال ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ تاریک براعظم کا ایک باب بند ہو چکا تھا۔ ایک سورج غروب ہو گیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ انگروما میں جالموش کا مجسمہ میرے ہاتھوں تباہ نہ ہوا ہوتا تو اس وقت کیا صورت ہوتی؟ شاید جالموش کبھی زیر نہ ہوتا کیونکہ وہ مغلوب ہونے کے لیے نہیں تھا، مجھے کئی بار اس منظر کی تعبیر پر شبہ ہوا مگر اس کے جسم پر ہزاروں بچھو چھپے ہوئے تھے اور وہ اپنے اندر سسک رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ نیچے اترا۔ ساحل پر میری آمد سے دھوم مچ گئی۔ انہوں نے اپنی کشتیاں چھوڑ دیں اور سمندر میں کود کر تیرتے ہوئے ساحل پر میرے گرد اژدہام لگانے لگے۔ جیسے ہی وہ ساحل پر اترتے، سجدوں میں گر جاتے اور جارا کا کی توصیف کرتے۔ بینر نار کے ساحل پر تا حد نظر انگروما کے باغی قابض ہو چکے تھے۔ ان کی زندگی کا یہ سب سے بڑا دن تھا۔

مگر ابھی بینر نار کے ساحل پر باغیوں کے اترنے کا سلسلہ جاری تھا اور جالموش کی کرب ناک آوازیں ڈوبے ہوئے چند لمحے گزرے تھے کہ یکا یک سامنے سے سرخ ذرات کی آندھی چلی۔ اس کی رفتار اتنی شدید اور اتنی تیز تھی جیسے پہاڑوں کو خس و خاشاک کے مانند اڑا لے جائے گی۔ انگروما کے لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کے زمین سے چپک گئے۔ آندھی بستی کی طرف سے اٹھی تھی اور بینر نار کے ساحل پر آ کے ٹھہر گئی تھی۔ زمین سے ذرات کے بگولے اس طرح فضا میں اڑ رہے تھے کہ ان کے پیچھے کا منظر دیکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ بینر نار کی بستی کی سمت ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ریت کی ایک متحرک دیوار ہمارے سامنے ساحل کے اس کونے سے اس کونے تک کھنچ گئی ہو۔ کسی کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جالموش کے زوال کے بعد اچانک یہ آندھی کس مقصد سے اٹھی ہے اور اس نے ساحل پر ایک لکیر کیوں کھینچ دی ہے؟ ہم کناروں پر کھڑے ہوئے تھے اور ابھی بہت سی کشتیاں لنگر انداز ہونے کو تھیں کہ گرد و غبار کا یہ طوفان اٹھا اور میری سمجھ میں صرف ایک بات آئی کہ معرکہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے اور وہ اپنی پسپائی کے بعد بھی سر بلند ہے۔ ریت کے ذرات ہمارے قریب ہی اڑ رہے تھے اور ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے درخت اس طوفانی آندھی نے جڑ سے اکھاڑ دیئے تھے۔ ساری فضا میں ایک ہول سا طاری تھا۔ گو کنارے پر آ کے اس کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے امرتا، گروٹا اور گورے کو طلب کیا، وہ سب اپنے سامنے نظر آنے والی سرخ ذرات کی آندھی پر حیرت زدہ تھے۔ ہم نے کچھ دیر انتظار کیا کہ آندھی گزر جائے مگر جلد ہی ہمیں کسی طلسم کے ظہور کا یقین ہو گیا۔ یہ خاصی تشویش ناک علامت تھی۔ سب لوگ تھکے ہوئے تھے یا زخمی تھے۔ ان کے چہرے افسردگی سے لٹک گئے۔ آخر، میں نے تفتیش حال کے لیے انہیں حکم دیا۔ ''آگے بڑھو۔'' وہ اسی حکم کے منتظر تھے کیونکہ بینر نار کی تازہ عورتیں ان کے ذہنوں میں بسی ہوئی تھیں اور وہ جلد سے جلد بستی میں پہنچ کے رقص کرنے اور شرابیں انڈیلنے کے آرزو مند تھے۔ فاتح لوگوں کے لیے سب سے بڑی مسرت یہی چھینا جھپٹی اور لوٹ مار ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو فتح کا لطف نہیں آتا۔ کوئی فاتح فوج کسی علاقے میں سکون سے داخل نہیں ہوتی۔ وہ مغلوب علاقوں سے جنگ میں ہونے والے دکھوں کا معاوضہ ضرور وصول کرتی ہے۔ جنگ کے بعد اس شوخی اور شرارت، اس دولت اور عشرت کا یقین نہ ہو تو جنگ میں لوگ اتنے سنجیدہ نہ ہوں۔ وہ میرے حکم پر بے تحاشا آگے بڑھے اور جیسے ہی انہوں نے ریت کی دیوار میں داخل ہونا چاہا، وہ چیخ کے پیچھے ہٹے اور بلکتے ہوئے

http://kitaabghar.com

زمین پر گرنے لگے جو اندر داخل ہو گئے، آندھی نے انہیں کاندھوں پر اٹھا کے اپنے ذرات سے ان کے جسموں میں اتنے سوراخ کیے کہ انہیں لہولہان کر دیا اور ان کا پتہ ہی نہیں چلا۔ جو آگے بڑھ گئے تھے۔ وہ سب فنا ہو گئے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے، وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ساحل کی جانب واپس بھاگنے لگے اور جہاں جہاں ان کے اعضا آندھی سے ٹکرائے، وہ مفلوج ہو گئے۔

یہ صورت حال دیکھ کے میرے قریب کھڑے ساحر بڑبڑانے لگے اور انہوں نے اپنی بساط کے مطابق آندھی کے اس پار بینز نار کی بستی میں جھانکنے کی کوشش کی۔ انہیں کچھ نظر نہ آیا تو وہ حیرانی سے میرا چہرہ گھورنے لگے۔ ان کے سوال چہروں پر لکھے ہوئے تھے، ادھر میں خود اس طلسم کا سراغ لگانے میں سرگرداں تھا اور کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔

''مقدس جابر! یقیناً تمہی یہ عقیدہ حل کرو گے۔'' بوڑھے لانسی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''ہمیں جلد ہی کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔''

''وہ ہمیں اندر آنے کی اجازت دینا نہیں چاہتے۔'' میرے بجائے امرتا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''تم کوئی انکشاف نہیں کر رہے ہو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

امرتا میری تلخ نوائی سے سہم کے دور کھڑا ہو گیا۔ ''ہم سب کو آگے کوئی قدم بڑھانے سے پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ سرخ ذرات کی یہ آندھی کسی عظیم ساحر کا کارنامہ ہے تو جالموش کے بعد کون اس کے عقب میں ہے؟'' گورے نے کہا۔

میں خاموش کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لشکر پہ ایک سکوت طاری تھا۔ ہم ساحل پر موجود تھے مگر آگے بڑھنے سے قاصر تھے۔ ہمارے بہت سے ساحر اس بلاخیز آندھی نے برباد کر دیئے تھے لیکن یہاں تک معرکے سر کرنے کے بعد ہمیں پیش قدمی کرنا ہی مقصود تھا اور کسی طور پر وہ متحرک فصیل توڑنی تھی جو طلسم وافسوں کا نہایت شاندار مظہر تھی۔ گورے سچ کہتا تھا کہ وہ کسی عظیم ساحر کا غیر معمولی کارنامہ ہے کیونکہ بہت پائیدار اور وسیع ہے کوئی آنکھ اس کے اندر جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ ہمارا ہر طلسم ضائع ہو رہا تھا اور میرے لیے یہ ایک بہت رسواکن اور شرمناک بات تھی کہ میں ان کی قیادت کی دعوے داری کے باوجود جاہل کھڑا تھا۔ میرے سامنے ہر دروازہ بند تھا۔

اس موقع پر ہم نے اپنے کون سے علم کا مظاہرہ نہ کیا ہوگا لیکن ریت کے ذرات ہم سے کچھ دور اڑتے رہے۔ انہوں نے آسمان تک ہماری نگاہوں کے سامنے ایک پردہ سا کھینچ دیا تھا۔ ہم بینز نار کے رخ سے یہ نقاب نہیں اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے شپالی کی آگ کے مقدس دائرے میں گورے کی سرکردگی میں ایک قافلہ روانہ کیا۔ گورے خود بھی ایک بڑا ساحر تھا۔ جب گورے سرخ ذرات کی فصیل سے ٹکرایا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جس مصیبت سے پہلا قافلہ دوچار ہوا تھا۔ تیز ہواؤں کے بگولوں نے اس کا جسم بھی کسی پتے کی طرح اٹھا لیا اور اسے اتنے چکر دیئے کہ اس کے اعضا دور دور تک بکھر گئے۔

سرنگا کہا کرتا تھا۔ ''جابر بن یوسف! تم نے ابھی کیا دیکھا ہے؟ یہ تہہ بہ تہہ اسرار کا ایک طلسم خانہ ہے۔ جتنا کریدتے جایئے، اتنی ہی گتھیاں نظر آئیں گی۔'' جہاں دیدہ سرنگا نے یہاں آتے ہی وہ اسرار سونگھ لیے تھے اور شاید اس کا یہ اصرار بھی دور اندیشی پر مبنی تھا کہ ہمیں مہذب دنیا کی طرف جانے والے راستوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ سرنگا کے خیال ہی سے اس کی دیوی کی یاد آنے لگی جو ابھی ابھی جنگ کے دوران میں موجود تھی مگر اب کہیں

نظر نہیں آتی تھی، وہ آتی تو میں بیبرنار کے ساحل پر اڑنے والے ان ذروں کا حال پوچھتا کہ جاملوش کے بعد کون ایسا بڑا ساحر ہے جس نے اپنی طاقت کا یہ کمال دکھایا ہے؟ میں نے تنہا جب اس سربہاں پر غور کیا تو میں اور الجھتا گیا، ذہن چٹخنے لگا۔ یہ بات واضح تھی کہ تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں نے جاملوش کی شکست اور ہماری فتح دل سے تسلیم نہیں کی ہے۔ وہ ہمیں اندر نہیں آنے دینا چاہتے تھے اور ہمیں بہرصورت اندر داخل ہونا تھا۔ یا پھر یہ تھا کہ جاراکاکا کی طرف سے ہمارے عزم اور حوصلے کی کوئی آزمائش مقصود تھی جس میں ہمیں پورا اترنا تھا یا پھر؟...... اور جب میں نے یہ سوچا تو میرا دماغ پھٹنے لگا۔

اقابلا۔ اس کا نام جیسے ہی میرے ذہن میں وارد ہوا، مجھے اپنے سیاہ خانے میں روشنی کی کچھ کرنیں سی نظر آنے لگیں۔ اقابلا! ممکن ہے اس خوں رنگ آندھی کا خط اسی ماہ وش نے کھینچ دیا ہو؟ وہ ایک عظیم وجلیل ملکہ ہے۔ تاریک براعظم میں اس کے جلال کا کوئی ہم سر نہیں۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا مگر یہ کیسے یقین کیا جائے کہ اس طلسم کے عقب میں اس کی عظمت کارفرما ہے اور اگر وہ ہمیں اپنی زمینوں کے اندر دیکھنا گوارا نہیں کرتی تو یہ اس ناگفتہ بہ صورت حال کا اور زیادہ تشویش ناک پہلو ہے۔ پھر کیا میں اس کی مرضی کے بغیر اندر داخل ہونے کی جرأت کروں گا؟ میں اس نازک بدن سے پنجہ لڑاؤں گا؟ میں؟ میں جابر بن یوسف اقابلا سے معرکہ آرا ہوں گا؟ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت میں شدید ذہنی الجھنوں کا اسیر تھا۔ شوطار اور فلورا میرے نزدیک آ چکی تھیں اور سب لوگ میری زبان سے کچھ سننے کے لیے مضطرب تھے اور میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا مجھے شوطار کی جرأت پر حیرت ہوئی۔ وہ اقابلا کا مجسمہ تھامے ہوئے تھی۔ اس نے بے باکی سے میرے کان میں سیسہ پگھلایا۔ ''سنو مقدس جابر! تماشا ہو چکا۔ یہ ایک ایسی فصیل ہے جو انگروما والوں نے تاریک براعظم کے ساحروں سے روپوش ہونے کے لیے اپنے اردگرد کھینچی تھی۔ تم نے جاملوش کے زوال کے بعد پیش قدمی میں دیر کر دی۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ تم اقابلا کا یہ منحوس مجسمہ تباہ کر دو اور یقین کرو کہ راستے تمہارے خیر مقدم کے لیے خود بخود آگے بڑھیں گے۔'' شوطار کے لہجے میں امسار کی ملکہ کا شکوہ تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے مجسمہ چھین لیا اور اس کے رخسار پر الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لوٹتی ہوئی دور جا گری۔

''ملکہ شوطار حق پر ہے۔'' امرتا نے بھی گستاخی کی۔

''چپ رہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اسے محفوظ رکھوں گا، چاہے انگروما کا سارا لشکر تباہ ہو جائے۔'' میں نے طیش میں کہا۔

''پھر ہم اندر داخل نہیں ہو سکتے۔'' فلورا بھی ان کی ہم نوا بن گئی۔

''تم بھی فلورا!'' میں نے نفرت سے کہا۔ ''تم بھی میری ہم نوا نہیں ہو؟

''میں تمہیں اپنی دانست میں ایک بہترین مشورہ دے رہی ہوں۔''

''اور مجھے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس مجسمے کی حفاظت کا عہد کیا ہے اور میں اپنی زندگی تک اسے اپنے سینے سے لگائے رکھوں گا۔ تم سب میرے احساسات سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ تم بھٹکے ہو۔ تم جانور رہو اور تم وہ نہیں ہو جو میں ہوں۔'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''مقدس جابر!'' بوڑھا لانسی شفقت سے بولا۔ ''ہم تم سے رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ ہمارا بہترین ساحر گورے اس قیامت خیز آندھی

http://kitaabghar.com

کی نذر ہو چکا ہے۔ ہمارے علم ناکام ثابت ہو گئے ہیں۔ ہم یہ آندھی اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتے تاوقتیکہ ہم اقابلا کا مجسمہ ختم کر کے تاریک براعظم میں ایک مکمل انقلاب برپا کر دینے کا عندیہ دیوتاؤں سے نہ لے لیں۔ اصرار مت کرو جابر! وہ ہماری دشمن ہے۔ حالانکہ ہم نے اسے دوستی کی پیش کش کی ہے اور اس کی سربراہی میں یہ نظام چلانے کا عہد کیا ہے۔''

''میں یہ نہیں کر سکتا بوڑھے گدھ!'' میں نے سختی سے جواب دیا۔

''تو ہمارے لیے کیا حکم؟'' گروتا نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔

''وہ کہاں آرام کر رہا ہے؟'' میں نے چیخ کر کہا۔ ''وہ تمہارا سردار ریماجن، وہ کہاں غائب ہے؟ اس سے کہو کہ وہ کچھ ہاتھ ہلائے۔ اسے آواز دو۔ وہ اقابلا کی منت کرے۔ اس کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہو۔ میں نے جاملوش کو ختم کر کے اپنا کام انجام دے دیا ہے۔ اب کچھ ریماجن کو بھی کرنا چاہیے۔ کیا وہ اس وقت آئے گا جب میں اس کے لیے زرنگار تخت بچھاؤں گا؟''

''مقدس ریماجن ہر بات سے باخبر ہوگا۔'' امرتا نے اس کی وکالت کی۔

''تو اسے آ جانا چاہیے امرتا!'' میں نے طنزاً کہا۔

''اور اگر وہ نہ آیا؟'' فلورا نے خواب زدہ لہجے میں پوچھا۔

''تو پھر ہم یہیں آرام کریں گے۔ ہمارے ساتھ بہت سی عورتیں بھی ہیں، وہ سامنے سمندر ہے۔ جس میں عمدہ مچھلیاں ہیں۔ ہم اپنی انگلیوں سے آگ لگا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس بڑی مقدار میں شراب ہے۔ شاید ان ساحروں کو ہمارے حال زار پر بھی رحم آ جائے جنہوں نے یہ خوب صورت آندھی ہمارے قریب اٹھائی ہے۔''

''جابر!'' فلورا میرے لہجے کی تلخی سے نڈھال ہو گئی ''تم کیا ہو؟''

''میں!'' میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''مجھے خود خبر نہیں کہ میں کیا ہوں؟'' ''سنو ساتھیو!'' میں نے فلورا کو جواب دینے کے بعد مضمحل لوگوں کو مخاطب کیا۔ ''یہیں کنارے ڈیرے ڈال دو۔ اگر جگہ کم ہے تو کشتیوں میں ٹھہر جاؤ۔ اور اپنے شراب کے برتن ہلکے کرنے شروع کر دو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ جب تک ریماجن تمہاری خیر خبر لینے آ ہی جائے گا۔ ممکن ہے، اس کے پاس کوئی بڑا جادو ہو۔''

یہ ایک بہت سنجیدہ اور نازک وقت تھا۔ جارا کا کی کھوپڑیاں ہاتھوں میں اٹھائے انگرو ما کے عالم اور ساحر آسمانوں سے مخاطب تھے۔ جدھر دیکھئے ادھر ساحر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے تھے۔ مجھے بے نیاز دیکھ کے میرے قریب کی بھیڑ چھٹ گئی اور میں نے فلورا اور شوطار دونوں کو اپنے بائیں بازو کے حلقے میں لے لیا، میرے دوسرے بازو میں اقابلا کا مجسمہ تھا۔ میں خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا اور جب اس آندھی کی طرف نظر جاتی تھی تو جسم میں ایک بے کلی سی ہوتی تھی۔ میں انہیں لیے ہوئے ایک چٹان پر دراز ہو گیا۔ اقابلا کا مجسمہ میں نے اپنے ایک پہلو میں دبا لیا اور فلورا نے میرے ہاتھ دبانے شروع کر دیئے۔ انگرو ما کی نازنینوں نے جلد ہی ہماری خدمت میں گوشت اور مشروبات پیش کر دیئے۔ شوطار نے کچھ کہنا چاہا تو میں نے پہلے ہی جملے پر اسے خاموش کر دیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

میدان جنگ میں اگرچہ لاشوں کا انبار تھا اور زمین خون سے نم ہوگئی تھی مگر وہ ایک طرف انگروما کے ساحروں کی عبادت گاہ بنا ہوا تھا، دوسری طرف میرے لیے عشرت کدہ۔ میں نے تمام امور بالائے طاق رکھ دیئے تھے۔ جو اپنی حد میں تھا، اسے میں نے پوری طرح انجام دے دیا تھا۔ اب آگے کا کام میری حد سے باہر تھا، آگے اندھیرا تھا۔ ریت کا طوفان تھا۔ لق ودق صحرا تھا۔ وہ جان رہی ہوگی کہ میں اس کے لیے کیا سوچتا ہوں۔ میں صرف اسی کے لیے سوچتا ہوں۔ میں نے پورے لشکر سے نبرد آزما ہو کے اس کا مجسمہ محفوظ کیا ہوا تھا۔ اس مجسمے کی موجودگی سے ان باغیوں میں میرے خلاف جو نفرت بڑھ رہی تھی، میں اس سے بھی آگاہ تھا۔ وہ سب مجھ پر اچانک کسی وقت بھی ٹوٹ سکتے تھے' میں اپنے دوستوں کی محفل میں نہیں تھا۔

رات کے اندھیرے میں ایسا محسوس ہوا جیسے ریت کا طوفان کمزور پڑ گیا ہو۔ پھر جب یہ بتایا گیا تو میں نے لانسی کی سرکردگی میں ایک مختصر سا قافلہ اس طرف روانہ کرنے کا حکم دیا مشعلوں کی روشنی میں لانسی کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت سے ساحر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے مگر تھوڑی دور جانے کے بعد جب لانسی اور اس کے ساتھیوں کی چیخیں گونجیں تو وہ ساحل کی طرف بے تحاشا بھاگتے ہوئے آئے۔ لانسی جیسے بے بدل ساحر کے ساتھ بھی ریت کے خون آشام ذروں نے مغائرت کا رویہ جاری رکھا۔ اب کوئی اور قافلہ ریت کے طوفان کی طرف کوچ کرنے کا قصد نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ساری رات کرب میں گزری۔ فلورا اور شوطار کی قربتیں بھی کچھ نہ کر سکیں۔ ذہن کا مطلع صاف نہیں ہوا، غبار آلود ہی رہا اور دور ساحل پر ایک روشنی سی ٹمٹماتی نظر آئی۔ لشکر میں کوئی شخص نہیں سویا تھا۔ جب انہیں امرتا نے بتایا کہ ریماجن کی آمد آمد ہے تو نعرہ ہائے تحسین کا غلغلہ ہوا۔ ریماجن آرہا تھا، باغی انگروما کا جلیل القدر سربراہ، انہوں نے اس طرح نعرے لگائے جیسے نجات کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ بس وہ آئے گا تو یہ دیوزاد آندھی اپنی پھونک سے اڑا دے گا۔ بس اس کے ساحل پر اترنے کی دیر ہے۔ وہ جوش میں اچھلنے اور کودنے لگے۔ میں اپنی جگہ اطمینان سے دراز رہا۔ ریماجن کا یہ والہانہ استقبال میری عظمت کا استرداد تھا مگر ایسے لمحے بھی آتے ہیں۔ میں اس عظیم ساحر کی آمد کا منظر مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ چند مشعل بردار کشتیاں اس کی پیشوائی کے لئے سمندر میں تیرنے لگیں۔ اسے بڑی عزت اور شان کے ساتھ ساحل پر اتارا گیا۔ جیسے آج کا معرکہ اسی نے سر کیا ہو، جیسے جالموش کے سینے میں خنجر اسی نے گھونپا ہو اور وہی آج کا بادشاہ ہو۔ ساری عظمتیں اسی کے لیے ہیں کہ وہ جادوگر آرہا ہے۔ اس وقت میرے نزدیک کوئی اور ذی نفس نہیں تھا۔ صرف فلورا اور شوطار تھیں۔

ریماجن نے ساحل پر آتے ہی اپنے رفیق ساحروں کے ساتھ غالباً کوئی جلسہ منعقد کیا تھا۔ مشعلیں ایک جگہ ٹھہر گئی تھیں۔ میں نے یہ روداد سننی نہیں چاہی کیونکہ مسائل ومصائب کی اس تکرار سے سینے میں سوزش ہوتی تھی، میں اپنی جگہ فلورا اور شوطار کے حسن کے جھولے میں خود پر مستی طاری کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ادھر مشعلیں حرکت میں آتی ہوئی میری طرف بڑھتی دکھائی دیں۔ فلورا نے وہ بے شمار روشنیاں اپنی سمت منتقل ہوتے دیکھ کر مجھے خوف زدہ انداز میں چونکا دیا۔ شوطار کا جسم بھی لرزنے لگا تھا۔ میں نے فلورا کی دہشت دور کرنے کے لئے اپنا اژدہا متحرک کر دیا تھا جو اس کے پیروں میں سرسرانے لگا لیکن وہ مجھ سے بہت تھوڑے فاصلے پر ٹھہر گئے۔ ریماجن ان سب میں آگے تھا، مشعل کی روشنی میں اس کے سیاہ چہرے پر تفکر کی لکیریں صاف نظر آرہی تھیں۔ اس نے سب سے پہلے اچٹتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا پھر ان ذرات کی طرف متوجہ ہوگیا جو انگروما کی بے مثال فتح، شکست میں بدلنے پر تلے ہوئے تھے۔ چند لمحوں تک وہ بہ غور اس دیوار کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے عجیب وغریب انداز میں کوئی عمل پڑھا اور کسی

http://kitaabghar.com

مسخرے کی طرح اپنے ہاتھ نچائے، اس کی انگلیوں سے روشنی کی لکیریں چھوٹنے لگی تھیں۔ یہ روشنی اڑتی ہوئی ریت کی فصیل پر پڑی تو سرخ ذرات چمکنے لگے مگر وہ اتنے نزدیک تھے اور کثرت میں اتنے زیادہ تھے کہ ریماجن کی انگلیوں سے خارج ہونے والی روشنی ان کے پار نہ جاسکی۔ ساتھ ہی اس کے ساتھیوں نے اپنے گلے میں لگے ہوئے طلسمی نوادر اور جارا کاکا کی کھوپڑیاں ریت میں پھینکنا شروع کر دی۔ اس سے بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تو انہوں نے چند نوجوان لڑکیاں قربان کر کے ان کے خون سے دس ساحروں کے جسم رنگ دیئے۔ انہیں اس طرف ارسال کرنے سے پہلے گڑگڑا کر جارا کاکا کی عبادت کی گئی۔ احتیاط کے طور پر ان کے گردنوں میں جارا کاکا کی کھوپڑیاں اور دوسرے نوادر ڈال دیئے گئے۔ ریماجن خود انہیں دور تک چھوڑنے گیا اور واپس آ گیا مگر جلد ہی دل چیرنے والی چیخیں گونجنے لگیں، ریماجن کی ایما سے بھیجے ہوئے اس قافلے کا حشر پہلے سے مختلف نہیں ہوا تھا۔ ریماجن کی ناکامی پر فلورا نے زور سے میرا ہاتھ دبایا۔ ریماجن کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ اپنے رفیقوں کے درمیان سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ مجھے معلوم تھا، اب اس کا رخ کس جانب ہوگا؟ میں نے اپنی نشست میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ شوطار کو ایک قدح مشروب کا اپنے ہاتھوں سے پلانے کا حکم صادر کیا۔ شوطار مجھے اپنے نازک ہاتھوں سے یہ آتشیں جام پلا رہی تھی کہ ریماجن اور اس کے ساتھی بوجھل قدموں سے میرے روبرو آ گئے۔ ''مقدس جابر!'' ریماجن کے لہجے میں پسپائی تھی۔ ''وہ بہت عظیم ہے ملکہ اقابلا بہت عظیم ہے مگر اسے شاید انگروما کے حصار میں ہونے والے ہمارے عہد نامے کی خبر نہیں ہے کہ ہم نے اس کی سربراہی اور عظمت دل سے قبول کی ہے۔ کیا تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ہم اس کے سوا کسی کے اقتدار کا تصور تک نہیں کرتے۔ ہم اس کے بہترین محافظ ثابت ہوں گے اور ہمارا نظام یقیناً جالموش سے بہتر ہوگا۔''

میں نے کروٹ بدل لی۔ آج پہلی بار ریماجن براہ راست مجھ سے اتنی قربت کے ساتھ ہم کلا تھا، میں نے سوچا تھا، میں کہوں گا کہ آج تمہارا کوئی ترجمان نمائندگی کیوں نہیں کر رہا ہے؟ مگر ریماجن بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے شوطار کے کان کاٹتے ہوئے اسے جواب دیا۔

''ریماجن! تمہاری زبان سے یہ کلمات سن کے مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ یقیناً وہ بہت عظیم ہے کہ تم اس کے وفادار ہو اور تمہاری نیت میں کوئی آلودگی نہیں، ممکن ہے، کسی دن اسے تم پر ترس آ جائے۔''

''ہم اسے یہ یقین ضرور دلائیں گے۔'' وہ تاسف سے بولا اور اس نے اچانک اپنی انگلی گھما کے اور چند ساحروں کے سوا باقیوں کو وہاں سے رخصت کر کے ایک نادیدہ تہہ خانہ قائم کیا۔ غالباً وہ کوئی اہم بات کرنا چاہتا تھا، جیسے ہی یہ حصار قائم ہوا، وہ مجھ سے اور نزدیک ہو گیا اور سرگوشی میں بولا۔ ''جابر بن یوسف! ہم نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے، وہ تمام جزیروں اور قبیلوں کی بلا شرکت غیرے مختار بن گئی ہے۔ وہ سب پر حاوی ہے۔ جیسے ہی جالموش کا زوال ہوا، اس نے اپنی طاقتوں سے تمام نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب یہاں اس کی طاقت کا کوئی ثانی نہیں، وہ اسی لمحے کی منتظر تھی اور یہ نادر موقع اسے ہم نے فراہم کر دیا۔''

''یا یوں کہو کہ اس نے ہم سے زیادہ مستعدی اور ذہانت کا ثبوت دیا'' اگر تم ریت کے یہ آہنی ذرے توڑ سکتے ہو تو توڑ لو مگر یاد رکھنا، اس کی حیثیت ایک فریق کی ہے اور یقیناً اسے جارا کاکا کی اعانت حاصل ہے کیونکہ وہ بہت حسین ہے جب وہ اپنے نازک لبوں سے ان سے کوئی فرمائش کرتی ہوگی تو دیوتاؤں کی جبینیں جھک جاتی ہوں گی۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو اس فصیل سے سر ٹکراتے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

رہو اور کسی موہوم امید میں یہاں پڑے رہو یا پھر انگرو ماواپس چلے جاؤ اور پھر سے اپنی طاقت منظم کرو۔ اب جالموش درمیان میں نہیں ہے۔ شاید تمہیں اتنی دیر نہ لگے۔''

وہ مجھ سے اور قریب ہو گیا اور اتنی نرمی سے بولا کہ اس کی حلاوت سے مجھے اپنی سماعت میں کسی نقص کا گمان ہوا۔ ''جابر بن یوسف! اب بھی ہم اسے شکست دے سکتے ہیں۔ اس کا مجسمہ ہمارے پاس ہے ہم اسے تباہ کر دیں گے پھر یہ قلعہ بھی گر جائے گا۔''

''تم ابھی اس کی عظمت کے گن گا رہے تھے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''اور اب اس کی تباہی کے درپے ہو؟'' یہ کہتے ہوئے میں نے اس کا قائم کیا ہوا حصار توڑ دیا۔ ''ریما جن! میں اس کے خلاف کوئی سازش برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تم پر آخری بار یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس کی شدید نفرتوں اور غصوں کے باوجود اس سے تا زندگی وفادار رہوں گا۔ مجھے تمہارے ان طلسم خانوں، مسندوں، ساحرانہ شعبدوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف اس سے دلچسپی رکھتا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے اسی کی قربت کے حصول کے لیے کیا ہے۔''

میرے طیش سے ریما جن کے چہرے کا رنگ اور سیاہ ہو گیا۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ اقابلا کا مجسمہ میرے پہلو میں دبا ہوا تھا۔ اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں ریما جن مجھ پر غصے میں حملہ آور ہو جائے، میں احتیاطاً اٹھ کے بیٹھ گیا۔ ''وہ۔'' ریما جن نفرت اور حقارت سے بولا۔ ''وہ تمہیں کبھی قریب نہیں آنے دے گی جب وہ ایسا کرے گی تو اس کی مسند اور عظمت و شوکت خطرے میں پڑ جائے گی۔ جابر بن یوسف!'' اس کے دانت کٹکٹانے لگے۔ ''ہم نے دوستوں کی طرح عہد کیا ہے۔ میں تم سے اس دوستی کے نام پر مطالبہ کرتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ ورنہ.....''

''ورنہ.....'' میں نے درمیان میں دخل دیا۔ ''ورنہ تم دشمنی پر اتر آؤ گے؟ ریما جن! تم اپنی سطح سے کم تر باتیں کرنے لگے ہو۔ جاؤ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ اگر اس کی پسندیدگی درکار ہے تو اسے یہ یقین دلانے کی کوشش کرو، نفرتوں سے تم کچھ حاصل نہیں کرو گے۔ ہمارا تمہارا عہد نامہ برقرار ہے۔ دیوتا اس کے گواہ ہیں اور میں اس پر کاربند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔''

ریما جن نے میرے لہجے کے عزم سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلسلے میں مزید کسی گفت و شنید سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ میں اب بہت محتاط ہو کے اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ تمام ساحر پھر میرے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان کے تیور یقیناً اچھے نہیں تھے۔ ایک بار پھر کچھ تلخ اور ترش جملوں کا تبادلہ ہوا۔ وہ لوگ جو کل میرے اشاروں پر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، ریما جن کے آنے کے بعد مجھ سے قطعاً ناراض ہو گئے تھے۔ ان کی زبان لڑکھڑا رہی تھی اور وہ بار بار بے چینی سے پہلو بدلتے تھے۔ میرے لیے زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا دشوار ہو گیا۔ میں مجسمہ اٹھائے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

''یہ مجسمہ ہمارے حوالے کر دو۔'' امرتا نے درشتی سے کہا۔

''چپ رہ ناہنجار!'' میں نے اقابلا کا مجسمہ اٹھا کے اس کے سر پر دے مارا، امرتا کا مغز باہر آ گیا اور وہ ایک دہاڑے کے ساتھ زمین پر گر گیا۔ فلورا اور شوطار نے دہشت سے میرے بازو پکڑ رکھے تھے۔ قریب تھا کہ تمام ساحر مجھ پر ٹوٹ پڑیں کیونکہ وہ تمام عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ میری ضد اور اپنی ہزیمت سے ان پر جنون کا دورہ پڑ گیا تھا۔ ان کے لئے یہ بڑی ہمت شکن، روح فرسا اور اذیت ناک بات تھی کہ جالموش

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کے بعد بھی تاریک براعظم کے دروازے ان پر بند تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ اقابلا کا مجسمہ حاصل کرنے کے بعد اسے آسانی سے تباہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہ ایک زمانے سے انگرو ما میں یہ ناکام کوشش کر رہے تھے۔ یہ مجسمہ ان کے ہاتھوں میں پہنچ بھی جائے گا تو اس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک وہ اسے تباہ کرنے کے لئے کوئی جابر بن یوسف جیسا شخص اپنی صفوں میں پیدا نہ کر لیں۔ انہیں میری ضرورت تھی کیونکہ میں نے پہلے ہی جالموش کا مجسمہ ریزہ ریزہ کر دیا تھا لیکن میرے انکار پر وہ دیوانے ہو گئے اور اسے مجھ سے چھین لینے کے ارادے سے میری طرف بڑھنے لگے۔ میں نے ان کے مشتعل اظہار پڑھ لیے تھے اور ان کی برہم آنکھیں تاک لی تھیں۔ اگر یہاں کوئی میرا رفیق تھا تو وہ فلورا تھی یا شوطار تھی اور اگر یہاں میرا کوئی دشمن تھا تو وہ سب تھے، پورا انگرو ما تھا۔ میں اس لشکر میں زیادہ دیر تک اپنی ضد قائم نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ یہ صورت حال انگرو ما جیسی نہیں تھی۔ اس وقت میں نے یہ مجسمہ روحوں کے غار میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہاں کا ہو نہیں تھا۔ روحیں منتشر پھر رہی تھیں اور کوئی محفوظ زنداں نہیں تھا۔ میں ان کے لیے جالموش کو فتح کر چکا تھا اور ان کی مفاہمت کی وہ مصلحت بھی نہیں تھی جو انگرو ما میں تھی۔ میں ان کے لیے ایک بڑا کانٹا تھا۔ جب تمام لوگ پاگل ہو جائیں تو کون طاقت اور عقل کی بات سنتا ہے؟ اگرچہ میں مشکل سے مشکل حالات میں اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا مگر میں تنہا کب تک ان سب سے اس مختصر زمین پر نبرد آزما رہتا؟ یہ ساحل کی ایک مختصر لکیر نما پٹی تھی اور سمندر تھا اگر سمندر میں کودتا تو وہ میرے تعاقب میں کشتیاں دوڑا دیتے اگر خشکی پر اپنے وجود کا اصرار کیے رہتا تو وہ مجھ پر سکون حرام کر دیتے۔

اس سے قبل کہ وہ اپنی رہی سہی عقل بھی کھو دیں اور مجسمے کے حصول کے لیے مجھ پر ٹوٹ پڑیں یا کوئی اور غیر دانشمندانہ قدم اٹھائیں، نزاع اور انتشار کے اور مسئلے کھڑے کریں، میں نے دلیری سے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساحروں کو پیچھے دھکیل دیا اور چیخ کر انہیں دور ہو جانے کا حکم دیا۔ میں تیزی سے آگے بڑھا۔ اصل میں اس وقت اگر ان کی برہمی اور ناراضی کی موجودہ کیفیت ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو میں ان سے بعد میں نمٹنے کی تدبیروں پر غور کر سکتا تھا۔ اس وقت سب سے اہم بات یہ تھی کہ میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔ وہ میرے آگے قدم بڑھانے پر کسمسانے لگے لیکن جیسے ہی میں اس منتقم مزاج گروہ سے باہر نکلا۔ انہوں نے میرا تعاقب شروع کر دیا۔ میں نے رفتار تیز کر دی اور انہوں نے بھی میری تقلید کی۔ فلورا اور شوطار پیچھے رہ گئیں، میں نے اچانک پیچھے مڑ کے کسی درندے کی طرح قہر و غضب کی ایک پھنکار ماری، وہ چند قدم پیچھے ہٹے مگر پھر جھپٹنے کے انداز میں مجھ پر لپکے، ان میں سے ایک ساحر جوش میں آگے بڑھ آیا۔ میں نے ڈگی کے سینگ اس کے پیٹ میں گھونپنے میں کوئی تساہل نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریما جن کا پیمانہ چھلک پڑا۔ وہ میری طرف چیتے کی پھرتی سے جھپٹا۔ مجھے اپنے نوادر استعمال کرنے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی اور ریما جن سامنے تھا۔ میں نے کوئی اور راستہ نہ دیکھ کے ریت کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان وحشیوں نے وہاں بھی میرا تعاقب جاری رکھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں واپس آؤں گا اور جب میں واپس ہوں گا تو وہ گدھوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ وہ مجھے آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ مجسمہ یقیناً مجھ سے چھین لیتے۔ اگر مجسمے کی فکر نہ ہوتی تو میں تنہا ان سے نمٹ لیتا مگر پھر ایسی خوف ناک صورت حال ہی کیوں پیش آتی؟

پہلے تو میں ریت کے کنارے کنارے بھاگتا رہا لیکن اس سے انہیں یہ گمان گزرا کہ میں ان سے مکمل طور پر خوف زدہ ہو گیا ہوں۔ دشمن کے ذہن میں یہ نکتہ جڑ پکڑ جائے تو وہ اور جارح ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ہر طرف سے مجھے گھیر لیا۔ میرے پہلو میں ریت اڑ رہی تھی اور میں اس کے

اس قدر نزدیک ہو گیا تھا کہ ذرات میرا جسم چھیدنے لگے تھے۔ اسی لمحے دفعتہً ان کا تعاقب کمزور پڑ گیا۔ ریما جن نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھ سے دور ہٹ جائیں۔ میں یہ غیر متوقع حکم سن کر حیران ہوا مگر چند ثانیوں کی کشش و پیچ کے بعد اس کے مضمرات تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ریما جن اپنے ساتھیوں کے مانند پوری طرح ہوش نہیں کھو بیٹھا تھا۔ جب اس نے مجھے ریت کی دیوار کے نزدیک دیکھا تو اسے یہ خوف پیدا ہوا کہ ریت کہیں مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے لے اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے مجسمے سے محروم ہو جائے گا مگر اس ایک لمحے کی مہلت میرے لیے بڑی فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

اب تک میں نے یا ریما جن نے ریت کا یہ طلسمی پردہ چاک کرنے اور اس میں داخل ہونے کی جسارت عمداً نہیں کی تھی کیونکہ انگروما کے لشکر کے قائدین پر کوئی آنچ آتی تو انگروما کا نام و نشان مٹ جاتا۔ ہم انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو بھیانک موت سے دوچار کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے لیکن یہیں سے میرے ذہن نے ایک اور سمت رہبری کی۔ ضروری نہیں کہ گورے، بوڑھے لانسی اور دوسرے ساحروں کے لیے یہ ریت ہلاکت کا سبب تھی تو میرے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا۔ میری اور ریما جن کی بات اور تھی، ہم یقیناً سب سے بلند تھے اور ہم پر طلسم اس طرح اثر انداز نہیں ہوتے تھے جس طرح عام ساحروں پر ہوتے تھے اور پھر میں تو اقابلا کے مجسمے کا امین اور اس کی برتری کا خواہاں تھا، میرے لیے اس ہلاکت خیز ریت میں داخل ہونے پر تردد بزدلی تھا۔ میں نے ایک جرأت مندانہ اور قلندرانہ ارادہ کیا۔ ''اقابلا تیرے نام پر۔'' میں نے ہانک لگا کے فلورا اور شوطار کی طرف حسرت کی نظر سے دیکھا۔ میرا دوسرا قدم ریت کے اندر تھا۔ میری سماعت ان کی چیخیں چند ہی لمحوں تک سن سکی۔ پھر میں ریت کے طوفان میں گھس گیا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔

اندر ریت کا طوفان بہت شدید تھا۔ اس نے مجھے کئی ہچکولے دیئے۔ میرے قدم زمین سے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر میں کوئی درخت نہیں تھا۔ میں کوئی ستون نہیں تھا۔ میں تو ایک عمارت تھا۔ میں تو ایک جنگل تھا۔ میرا اپنا جسم پُراسرار طاقتوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ میری کئی آنکھیں تھیں، کئی چہرے، کئی جسم تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے سے اڑنے والے ریت کے بگولے جھٹک دیئے۔ اس جابر بن یوسف کے خون میں سڑے ہوئے لیغو، نوجوان لڑکیوں کا خون، شکستہ و ماندہ بڑھیا کا دودھ، ہربیکا کا مغز شامل تھا۔ میں ریت کے اس طوفان سے جنگ لڑتا ہوا، لڑھکتا پھڑکتا آگے بڑھتا رہا، ننھے ننھے ذروں نے راستہ اندھا کر دیا تھا۔ میرے برہنہ جسم میں بے شمار سوئیوں کی طرح ریت چبھ رہی تھی لیکن میں کلی طور پر اپنے حواس میں تھا بلکہ جوش اور ولولہ پہلے سے تیز تھا۔ میں نے زمین نہیں چھوڑی۔ ریت نے مجھے اپنے پروں پر اٹھانے کے لئے کئی بار یلغار کی لیکن میں ایسے ہر موقع پر زمین پہ بیٹھ گیا اور جیسے ہی حملے کی شدت کم ہوئی، اٹھ کر چلنے لگا۔ اقابلا کا وزنی مجسمہ بھی میرے وزن میں اضافے کا سبب تھا۔

میں نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو میری رفتار میں تیزی آ گئی۔ آگے جا کے ریت کے ان جھکڑوں میں خاصی کمی ہو گئی۔ یہ پُراسرار آندھی کی ایک ضخیم اور طویل دیوار تھی۔ یہ محسوس کر کے میری شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میں تمام حوادث سے محفوظ ہوں اور میں نے ریت کا یہ صحرا عبور کر لیا ہے۔ بینزنار کی لالہ زار بستی میرے سامنے تھی۔ درخت، جنگل، پانی۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو ابھی تک وہ دیوار قائم تھی۔ اس دیوار کے پار انگروما کا لشکر تھا۔ ریت میرے منہ، ناک اور کانوں میں گھس گئی تھی۔ ایک چشمے پر اپنا جسم صاف کر کے میں نے اطمینان کی چند گہری سانسیں لیں، ساتھ ہی

http://kitaabghar.com

اقابلا کا مجسمہ بھی بڑی نزاکت سے دھویا۔ پودوں سے مختلف پھول توڑ کے ایک ہار بنایا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ میں اب اپنے علاقے میں تھا، ایک عرصے بعد۔ ایک بہت بڑی تبدیلی کے بعد۔ میں اس کا ردعمل جاننے کے لیے بے تاب تھا۔ ادھر ادھر دیکھتا تھا کہ کہیں قریب ہی اس کی آہٹ تو نہیں ہوتی۔ وہ یا اس کی نمائندہ دل و دماغ میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ یقین تھا کہ کسی طرف سے کوئی آواز آئے گی۔ مترنم آواز۔ وہ کہے گی۔ جابر بن یوسف! اے یار جانی تو بھی کیا خوب ہے۔ بہت ضدی ہے۔ تو بڑا شریر ہے۔ چل کہ وہ تیری منتظر ہے۔ چل کہ اس نے اپنے سراپا میں عطر بسایا ہے اور اس کے بدن کے پھول تیرے ہاتھوں آزاد ہونے کے لیے بے قرار ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کر لے اور ایک ہوش ربا منظر کے لیے تیار ہو جا۔ ذرا دل سنبھال کے رکھیو۔

☆==========☆==========☆

قلمکار کلب پاکستان

☆......اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ مختلف موضوعات پر لکھ سکتے ہیں؟

☆......آپ اپنی تحریریں ہمیں روانہ کریں ہم ان کی نوک پلک سنوار دیں گے۔

☆......آپ شاعری کرتے ہیں یا مضمون و کہانیاں لکھتے ہیں؟

☆......ہم انہیں مختلف رسائل و جرائد میں شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔

☆......آپ اپنی تحریروں کو کتابی شکل میں شائع کرانے کے خواہشمند ہیں؟

☆......ہم آپ کی تحریروں کو دیدہ زیب و دلکش انداز میں کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

☆......آپ اپنی کتابوں کی مناسب تشہیر کے خواہشمند ہیں؟

☆......ہم آپ کی کتابوں کی تشہیر مختلف جرائد و رسائل میں تبصروں اور تذکروں میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اگر آپ اپنی تحریروں کے لیے مختلف اخبارات و رسائل تک رسائی چاہتے ہیں؟

تو...... ہم آپ کی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کے مواقع دینا چاہتے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں۔

ڈاکٹر صابر علی ہاشمی

قلمکار کلب پاکستان

0333 222 1689

qalamkar_club@yahoo.com

خیال تھا کہ جلدی کسی سمت سے کوئی ندا آئے گی اور اس میں بڑی خوشبو ہوگی جہاں میں کھڑا تھا، وہاں دور دور تک آدم زاد کا نشان نہیں تھا۔ میں کچھ دور جاتا تو بستی آجاتی جہاں میرے تپاک میں عورتیں رقص کرنے لگتیں، بینر نار کے علاقے پر میری سرداری کی مہر لگی ہوئی تھی لیکن بستی میں جانے اور اپنے نائب کو پریشان کرنے میں وقت کا ضیاع تھا۔ ادھر وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ اس نے اپنے محل میں نصب طلسمی آئینوں میں دیکھ لیا ہوگا کہ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے سلگ رہی ہیں اور میرے دل میں جذبات کا ایک سمندر موج زن ہے۔ کچھ ہی دیر جاتی ہے کہ کمیں بدن نازنینیں مجھے اپنے دوش پر اٹھا کے اس کے قصر میں لے جائیں گی جہاں اقابلا میرے لیے اپنے حسن و جمال کی ضیافت کا اہتمام کرے گی۔ منزل مراد بر آہونے کو ہے۔ درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ یقیناً میں اب بھی اس کے قد کے برابر کا شخص نہیں ہوں مگر اب کون میرا مد مقابل ہے۔ میں کسی گوشے سے کوئی آواز سننے کے لئے ترستا رہا۔ کسی نے مجھے نہیں پکارا۔ جیسے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ میں وہی پہلے جیسا جابر بن یوسف ہوں۔ میں انگروما کا فاتح نہیں ہوں اور میں نے جاملوش کا باب بند نہیں کیا ہے۔ بینر نار میں مجھے مژدہ جاں فزا سنانے کے لئے کوئی پری آسمان سے نہیں اتری۔

میں نے اپنے پُر اسرار باطن کے دریچے کھول کے بھی دیکھا کہ کسی طرح یہ اندھیرا اور سناٹا دور ہو۔ اس تاخیر اور سرد مہری سے مجھے اختلاج ہونے لگا تھا۔ کاش میرے پر ہوتے اور میں اڑ کے پہنچ جاتا۔ رفتہ رفتہ میرے اندر کم تری کا احساس جاگزیں ہونے لگا یا مجھے اپنی قامت کا صحیح اندازہ ہونے لگا، جاملوش کے پر نہیں تھے مگر وہ لمحوں میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا، اسمار کے دور دراز جزیرے میں جارا کا کی عبادت کے دوران میں اس کا ہاتھ سمندروں کو پار کرتا ہوا پہنچ گیا تھا اور اس نے میرے ماتھے پر بطور سند اپنی استخوانی انگلی ثبت کی تھی۔ قصر اقابلا میں جب اقابلا مجھے خصوصی التفات سے نواز رہی تھی اور مجھ میں جذب ہوئی جاتی تھی، وہ وہاں بھی دہاڑتا ہوا حارج ہو گیا تھا۔ توری کے جزیرے پر انگروما کے باغیوں کے حملے کے وقت وہ اپنی فوج ظفر موج کے ہمراہ ساحل پر موجود تھا۔ وہ دلوں میں گھس جاتا تھا اور اس کے کان اتنے بڑے، آنکھیں اتنی تیز اور ہاتھ اتنے لمبے تھے کہ فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے جاملوش کی شخصیت کے ترازو میں اپنا وزن کیا تو مجھے اپنی قدر و قیمت کا احساس ہوا۔

جنگ میں اسے شکست دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اس کے رتبے کا شخص ہو گیا ہوں میں اقابلا سے رابطہ قائم کرنے سے قاصر تھا۔ اس کی شان ہی کچھ اور تھی۔ جنگ میں اس کے خلاف بہت سے عوامل کام کر رہے تھے۔ صدیوں سے اس نے اپنے لیے نفرت پیدا کر رکھی تھی۔ ہر کمال کو زوال نصیب ہوتا ہے۔ اس کی بقا کی علامت کا مجسمہ تباہ ہونے کے بعد اس کی شکست یقینی ہو گئی تھی۔ سرنگا کی دیوی میری پشت پر تھی اور ہم نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس کی موت میرے لیے اعزاز کی بات نہیں تھی کیونکہ میں خود کو اس کی طاقتوں کا عشر عشیر بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر میرا اس سے دوبدو مقابلہ ہوتا تو مجھے زمین پر کھڑے ہونے کے لیے لمحے بھی نہ ملتے۔ یہ کام تاریک براعظم کے دیوتاؤں کو اپنی شعبدے باز مصلحتوں کے تحت میرے ہاتھوں انجام دلوانا تھا یا پھر میری طاقت کا ذریعہ صرف سرنگا کی دیوی تھی جس کا وجود یہاں کے ساحروں کی نظر میں لاینحل تھا۔ غالباً وہی میری فضیلت کا سبب تھی۔ وہ ہر سنگین اور نازک موقع پر نمودار ہو کے میرا مرتبہ بلند کر جاتی تھی، کالاری اور شوالا سے مقابلے، انگروما سے فرار، جاملوش کے مجسمے کی تباہی اور جنگ کے دوران میں اس نے اس طلسمی کارخانے کے مزدوروں کو چونکا دیا تھا۔

بینر نار کی زمین پر آوارگی کرتے ہوئے دیر ہوگئی تو مجھ پر ناتوانی اور نقاہت غالب آنے لگی۔ دھوپ پھیل چکی تھی۔ میں نڈھال ہو کے ایک

جگہ بیٹھ گیا۔ گلے میں لٹکے ہوئے طلسمی کھلونے چبھنے لگے۔ ہر کھلونا ایک اذیت ناک کہانی یاد دلاتا تھا۔ میں نے اپنے روبرو اقابلا کا مجسمہ رکھ لیا اور شکایتی نظروں سے دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں نمی آگئی اور سینے کی گہرائیوں سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ ''جاناں! میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''مقدس اقابلا تمہارے اور ریماجن کے درمیان ہونے والے معاہدے کی پابند نہیں ہے۔'' یہ آواز اچانک دائیں سمت سے آئی تو میں ہڑبڑا کے کھڑا ہو گیا جیسے کسی نے مجھے گہری نیند سے چونکا دیا، میں نے وحشت میں اپنے گال پر طمانچہ مارا۔ یہ خواب نہیں تھا۔ میرے دائیں پہلو میں کچھ فاصلے پر قصر اقابلا کی کنیز اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

''کون کہتا ہے کہ وہ پابند ہے۔'' میں نے پہلو بدل کے رندھے ہوئے لہجے میں کہا مجھے اپنی آواز پر قابو نہیں رہا تھا۔ ''کس نے کہا کہ وہ پابند ہے؟ ان حالات میں، میں کیا فیصلہ کرتا۔ اگر یہ سب نہ ہوتا تو انگروما کا ناسور ہمیشہ رستا رہتا اور جالموش من مانیاں کرتا رہتا۔ ادھر دیکھو۔'' میں نے بینر نار کے ساحل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ادھر دیکھو۔ انگروما والے بینر نار کے ساحل پر اندر داخل ہونے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ دوسری طرف جالموش کا قصہ تمام ہو چکا ہے۔ دیوتا گواہ ہیں کہ میں نے باغیوں سے اس کی عظمت کا اعتراف کرایا ہے۔ میں نے کسی سے مفاہمت نہیں کی۔ انگروما میں تنہا اس کے مفادات کے لیے جنگ کی ہے۔ میں نے ہر لمحے اس کا خیال عزیز رکھا ہے۔ میں نے سرکش ریماجن کو جھکایا ہے۔ میں نے انگروما کے روحوں کے زنداں پر قبضہ کیا اور اس کا مجسمہ آفتوں سے محفوظ رکھا۔ یہ سب میں نے کس لیے کیا؟ میں زارشی کیوں گیا؟ میں نے یہ جزیرے کیوں فتح کیے؟ آہ، وہ ایک معاہدے کی بات کرتی ہے اور مجھے جالموش اور ریماجن کی طرح اقتدار کا حریص سمجھتی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ میں صرف اس کا حریص ہوں۔ میں اس کی ذات پر اپنا اقتدار چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں نے کیا نہیں کیا؟'' میرے جذبات تیزی سے برسنے لگے۔ ''کیا ابھی کوئی اور آزمائش باقی ہے؟ حکم کرو کہ اب کون سی کسر باقی رہ گئی ہے؟''

''لاؤ یہ مجسمہ مجھے دے دو۔'' اس نے میرا تمام ہذیان مسترد کر کے کہا۔

''آہ۔'' میں نے کرب سے کہا۔ ''تمہارا یہ جارحانہ انداز میرے دل پر تازیانہ ہے۔ یہ مجسمہ، میں اس کے لیے اپنی جان حاضر کر سکتا ہوں مگر تمہارے اس مطالبے نے میرا شیشۂ دل توڑ دیا ہے۔ سچ ہے، میرے اظہار میں کوئی نقص ہے اور میرے جذبے کسی سیاہی سے آلودہ ہیں۔ میں یہ مجسمہ تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اس سے کہو کہ وہ کچھ اور طلب کرے۔''

وہ مزید گفتگو کے بجائے میری طرف تیزی سے بڑھی، اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں اور اس نے جھپٹ کر مجسمہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے محسوس کیا جیسے کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو۔ جابر بن یوسف! تم اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر رہے ہو۔ یہ تمہارے پاس رہے گا تو اس کی رغبت رسوا ہو جائے گی۔ انکار کر دو، اس کے ہاتھوں سے یہ مجسمہ چھین لو۔ میں نے محسوس کیا، جیسے دیوی کی آواز آ رہی ہو اور وہ کہہ رہی ہو۔ یہ تم کیا نادانی کر رہے ہو؟ یہ حماقت ہے۔ اس مجسمے کے لیے انگروما والے پاگل ہو گئے تھے۔ اس میں اقابلا کی جان بند ہے۔ انکار کر دو۔ کیوں اپنے ہاتھ قلم کراتے ہو۔

دوشیزہ نے مجسمہ اٹھا لیا تھا، وہ بہت شاداں نظر آتی تھی۔ میں نے اس کشمکش میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''اسے لے جاؤ۔'' میں نے ہر مشورہ رد کر دیا تھا۔ ''اس سے کہنا یہ اس کے جابر بن یوسف کا تحفہ ہے جو وہ انگروما سے اس کے لیے لایا ہے، یہ اسے میری طرف سے دے دینا اور کہہ دینا کہ

http://kitaabghar.com

میں وہ نہیں ہوں جو اور ہیں، اسے میرے پاس سے لے جاؤ۔ میں ہر شبے سے بالاتر رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی صداقت کا اس سے بڑا ثبوت خود میری جان ہے۔'' میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔

وہ میرے بازوؤں میں ناز سے اٹھلائی۔ احتیاط سے مجسمہ اپنے گداز سینے سے لگایا اور میری طرف اپنے بدن کے چند پھول پھینک دیئے اور چشم زدن میں نظروں سے اوجھل ہوگئی وہ مجسمہ اپنے ساتھ لے گئی تھی اور مجھے کوئی ملال نہیں تھا بلکہ میں خود کو بے وزن محسوس کر رہا تھا۔ اسے میرا یہ تحفہ ضرور پسند آئے گا۔ میں نے اپنی طرف سے ہر کدورت کھرچنے کی کوشش کی تھی اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔ ہاں یہ بات بڑی اذیت ناک تھی کہ اس نے مجھے بہت چھوٹا اور حقیر سمجھا۔ وہ پہلے ہی اشارہ کر دیتی۔ شاید اسے ڈر ہو گا کہ یہ مجسمہ میرے ہاتھوں میں محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ یا وہ یہ سمجھتی ہوگی کہ میں کبھی بہک جاؤں گا۔ اس نے یہ سوچ کے دل آزاری کی تھی مگر اسے ہر بات کا اختیار تھا کیونکہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ حسین تھی اور میرا مطلوب، میری جان، میری روح تھی۔ اب دیکھیے وہ اپنا مجسمہ حاصل کر کے کیا فیصلہ کرتی ہے؟ اب بھی اگر اسے یقین نہیں آتا تو مجھے اپنی کم نصیبی پر کوئی شکوہ نہیں رہے گا۔ میں اطمینان سے درخت کے سائے میں بیٹھ گیا جیسے میں ایک بڑے فرض سے سبک دوش ہو چکا ہوں۔

کئی دن گزر گئے۔ پھر کسی نے خبر نہیں لی۔ اب رہی سہی ہمت بھی جواب دینے لگی۔ یہ باور کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا کہ اسے مجسمہ دے کے میں نے کوئی بہت بڑی غلطی کی ہے۔ خود اپنے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس شرط پر اس کی رفاقت کا کوئی سودا منظور نہیں تھا اس کا غم بھی نہیں تھا۔ غم تو اپنی بے سروسامانی، کم قامتی اور ناتوانی کا تھا۔ میں کسی پاگل کی طرح جنگل جنگل، صحرا صحرا گھومتا رہا۔ جہاں جہاں بینر نار کے جزیرے کی سرحد ختم ہوتی تھی بستی سے دور ان جگہوں پر بے مقصد پھرتا رہا۔ بینر نار کے گرد ساحل سمندر کے قریب اب بھی اسی پُر اسرار آندھی کا خط کھنچا ہوا تھا۔ میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ سمندر میں انگروما کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ ریماجن، فلورا اور شوطار مجھے نظر نہیں آئے کیونکہ ان کا قیام خشکی پر ہو گا اور ہربیکا کی آنکھیں صرف سمندر میں ہونے والی نقل و حرکت کا مشاہدہ کر سکتی تھیں۔ ستم زدہ فلورا ریماجن کے ظلم وستم سہہ رہی تھی۔ شوطار بھی میری قربت کی سزا میں اس کے عتاب کی زد پر ہو گی۔ میں ریت کی یہ دیوار پار کر کے پھر بینر نار کے ساحل پر جانے کی کوشش کر سکتا تھا مگر اب ہر بات سے جی اچاٹ ہو گیا تھا۔ صرف فلورا کی فکر تھی اور دل پر اس کی مظلومیت کا بوجھ تھا مگر یہاں خود کسی طور قرار نہیں تھا۔ سورج نکلتا تھا، سورج غروب ہو جاتا تھا۔ پاؤں میں ایک چکر تھا، نہ کوئی منزل تھی، نہ کوئی رہبر تھا۔

بینر نار میں جالوش کا طلسمی علاقہ بھی واقع تھا جس کا راستہ کہیں نظر نہیں آتا تھا، میں وہاں جانے اور اس کے طلسمی عکس نماؤں میں سریتا، سرنگا اور فلورا کا چہرہ دیکھنے کے لئے مضطرب تھا۔ چلتے چلتے تلووں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک جگہ بینر نار کی بستی کے چند باشندے نظر آئے تو مجھے دیکھ کر زمین بوس ہو گئے۔ میں آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی رہا، یہاں تک کہ میں نے بینر نار کی زمین کا ایک چکر لگا لیا۔ پھر ایک سنسان مقام پر مجھے شکستہ در و بام نظر آئے۔ میں ان سے بچ کر آگے نکل جانا چاہتا تھا لیکن بری طرح تھکن سوار تھی، تجسس کا شوق بھی ادھر لے گیا۔ کسی زمانے میں یہ کسی ساحر کی شاندار عبادت گاہ ہو گی۔ اب وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اندر داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے کسی آدم زاد کی بو محسوس ہوئی۔ اندر ایک نوجوان ریاضت میں غرق تھا اور اس کے سامنے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں متعدد کھوپڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ چہرہ مجھے شناسا سا لگا۔ غور سے دیکھا

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

تو وہ قارنیل تھا۔ قارنیل جو جالموش کے طلسمی علاقے میں میری رہبری کے لیے تعینات کیا گیا تھا۔ میں نے اسے ٹہوکا مارا۔ ''قارنیل۔''

اس نے جنونی انداز میں اپنا سر کئی بار جھٹکا۔ اسے میری مداخلت سخت ناگوار گزری تھی۔ جیسے ہی اس نے پلٹ کر دیکھا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔ ''مقدس جابر!'' دوسرے لمحے میں میرے قدموں پر پڑا تھا۔

میں نے اسے زمین سے اٹھایا۔ ''قارنیل! میں تمہارا دوست ہوں۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو اے معزز شخص!''

''میں۔'' اسے میرے لہجے کی شفقت پر شبہ تھا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔ ''سب کچھ تباہ ہو گیا ہے مقدس جابر! اب بینر نار میں جالموش کا طلسمی علاقہ بھی شاید اس کے ساتھ ختم ہو گیا۔ تمام ساحر منتشر ہو چکے ہیں، بہت سوں کی روحیں آزاد ہو گئیں۔ دیوتا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔'' اس کی آواز میں خوف شامل تھا۔

''ہاں شاید سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔'' میں نے اداسی سے کہا۔ ''وہ ایک عظیم ساحر تھا۔ اس کی دہشت اس کی موت کے بعد بھی تاریک براعظم میں پھیلی ہوئی ہے۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو مقدس جابر؟ تمہی نے تو اسے شکست دی ہے۔'' وہ حیرت سے بولا۔ ''تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم اس سے بڑے ساحر ہو۔ تمام احترام تمہارے لیے ہیں کہ تم نے مختصر عرصے میں اپنی عظمت کی ساکھ قائم کی ہے۔''

''ہاں!'' میں نے زہر خند سے کہا۔ ''میں نے اسے شکست ضرور دی ہے۔ مگر اس سے اس کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا، اس نے طویل ریاضتیں کر کے اپنا دماغ وسیع اور اپنے ہاتھ توانا کیے تھے۔ میں دیوتاؤں کی ایما کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔''

''تم یہاں کیسے آ گئے مقدس جابر؟ میں سمجھتا تھا کہ تم نے خود اپنی ایک شان دار عبادت گاہ تعمیر کی ہوگی اور جالموش کا منصب سنبھال لیا ہوگا۔ تم اس ویرانے میں کہاں موجود ہو۔''

''قارنیل! میرے دوست! میں تمہیں کیا کیا بتاؤں؟ تمہی بتاؤ کہ جالموش اتنا عظیم شخص کیسے ہو گیا تھا؟ کیا وہ ہمیشہ سے اتنا بڑا ساحر تھا؟ اس میں یہ ساحرانہ صفات، یہ کمالات کہاں سے آ گئے تھے؟'' میں نے بچوں کی طرح اس سے پوچھا۔ وہ میرا چہرہ تکنے لگا۔ ''بتاؤ۔ بتاؤ۔ اس میں ایسی کیا خوبیاں تھیں کہ اس کا درجہ اتنا بلند ہو گیا تھا؟''

قارنیل اسے مذاق سمجھا۔ اس نے نیازمندی سے گردن جھکالی۔ میں نے اپنے سوالوں کی تکرار جاری رکھی تو اس نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''اس نے اپنا نفس قابو میں کر لیا تھا، اسے کچل دیا تھا۔''

''غلط۔'' میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ''یوں کہو کہ اس نے اپنا نفس یک سو کر لیا تھا۔ اس نے اسے بھٹکنے نہیں دیا۔ اس نے اپنے نفس کی پرورش کی، اسے اتنا عزیز رکھا اور اس کی خاطر اتنا ایثار کیا کہ غیر انسانی مصائب جھیلے۔ قارنیل! اس نے ایک طویل جدوجہد اپنے نفس کی سرخوشی ہی کے لیے کی تھی کیونکہ وہ اس سے جتنی محبت کرتا تھا، اتنی کسی اور سے نہیں کی۔ اس نے اپنے نفس کے لیے اپنی طاقت اور حشمت کا ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔''

وہ میری تاویل سے الجھ گیا۔ ''وہ اپنے آپ پر پوری گرفت رکھتا تھا، وہ خود اپنا غلام تھا۔ اس کی عادتوں میں بڑا نظم تھا، وہ ایک جفاکش،

http://kitaabghar.com

ذہین، تیز اور بہادر شخص تھا۔ اس نے کبھی قناعت نہیں کی۔ بینر نار میں دنیا بھر کے طلسمی نوادر اکٹھے کیے۔ اپنی نگرانی میں ساحروں کا ایک کارواں تیار کیا۔ اس نے ایسے طلسم دریافت کیے جہاں آج تک کسی ساحر کی رسائی نہیں ہو سکی ہے، اپنے مراقبوں، مجاہدوں اور مشقتوں کے سبب سے وہ تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر بنا اور اس نے جارا کا کے محبوب غلام کا اعزاز حاصل کیا۔ مگر تم نے اسے شکست دے دی۔''

''قارنیل!'' میں نے جوش میں اس کا بازو پکڑ لیا۔ ''تم نے اپنے آقا کو جو زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے، وہ اسی کا مستحق تھا۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں، یہ بتاؤ اس کا طلسمی علاقہ کہاں ہے؟ ہم کوشش کریں گے کہ اس کی عظمت کو آگے بڑھائیں۔''

قارنیل نے پھر تعجب کی نظر سے مجھے دیکھا۔ اسے میری دماغی حالت پر شبہ ہو گیا ہو گا لیکن وہ ادب سے بولا۔ ''اس نے جنگ میں جانے سے پہلے اپنے طلسمی علاقے تک جانے والا ہر راستہ مسدود کر دیا تھا۔ میں میدان جنگ میں موجود تھا۔ جب اس کا جسم گرا تو میں بھاگ آیا تا کہ اس طلسمی علاقے کا نظام سنبھال لوں مگر مجھے وہاں تک جانے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی، میں یہاں آ کے بیٹھ گیا۔ وہ اتنی بڑی خانقاہ نہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے؟ کاش مجھے اس کا سراغ مل جاتا۔''

''میرے ساتھ آؤ۔'' میں نے کہا۔ ''تم نے اس کا ذکر کر کے میرے پیروں میں پھر زنجیر ڈال دی ہے۔ ہم وہ خانقاہ دریافت کریں گے وہ بینر نار میں قائم تھی اور یہیں ہو گی۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑا سفر طے کیا ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابتدائی منزلیں بھی سر نہیں کی ہیں۔ ایک اور تماشا سہی، اس کے بعد مجھے خود سے کوئی شکایت نہیں رہے گی۔''

قارنیل میرے لہجے کی سرکشی اور تلخی سے تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ جالوش نے بھی اس سے اس لگاؤ کے ساتھ بات نہیں کی ہو گی۔ اس نے میری انگلی پکڑ لی اور ہم کھنڈروں کو خیر باد کہہ کے بینر نار کے وسیع و عریض صحرا میں آ گئے۔ جب سے میں یہاں وارد ہوا تھا، میں نے جالوش کے علاقے کا پتہ جاننے کے لیے کوئی سحر نہیں پھونکا تھا۔ قارنیل سے ملاقات نہ ہوتی تو میں اسی طرح سفر کرتا رہتا۔ مہذب دنیا میں واپسی کا میرے دل میں نہ پہلے خیال تھا، نہ اب۔ میں نے تو اپنی ڈوری اسی کی ذات کے آستانے سے باندھ لی تھی۔ وہ مجھے اندر بلائے یا نہ بلائے، باہر ہی کھڑا رہنے دے۔ یہ اسے اختیار تھا۔ مجھے کسی سفر میں عار نہیں تھا۔ بینر نار کے ساحل سے جب تک ریما جن اپنا لشکر ہٹا نہ لیتا، میں اس جزیرے سے کہیں اور جا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں کوئی جالوش نہیں تھا جسے سفر کا صرف ارادہ کرنا پڑتا تھا، فاصلے خود فرش راہ بن جاتے تھے۔ میں تو جدھر منہ اٹھتا، اسی طرف چل پڑتا تھا، ایسے میں قارنیل مل گیا اور اس نے جالوش کے طلسمی علاقے کا ذکر کر کے میرے اونٹ کا منہ اس طرف موڑ دیا۔ میں نے کہا چلو۔ اسی طرف چلو۔ یہ بھی صحرا تھا، وہ بھی صحرا۔ میرے لیے اس کے بغیر ہر جگہ صحرا تھی۔ میرا دل صحرا تھا۔

جیسے جیسے ہم زمین کریدتے، سحر پڑھتے اور فاصلے طے کرتے گئے۔ جالوش اپنے زوال کے بعد بھی ہمیں اپنی برتری سے معترف کرتا گیا۔ اس نے ہر نشان مٹا دیا تھا۔ تمام راستے اسی جگہ آ کے ختم ہو جاتے تھے جہاں سے ہم نے سفر شروع کیا تھا۔ قارنیل کی موجودگی میں یہ بات میرے لیے ہتک آمیز تھی کہ میں راستے کی نشاندہی کرنے میں ناکام ہو رہا تھا مگر قارنیل کی نظر میں خود کو ممتاز کرنے سے کون سی آسودگی حاصل ہو جاتی؟ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ الجھن بڑھتی گئی اور مجھے اپنی کم علمی پر غصہ آنے لگا۔ قارنیل خاموشی سے میرے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب دن گزر

گئے تو میری وحشت میں اضافہ ہو گیا۔ میں اتنا مشتعل ہو گیا کہ میں نے بینر نار کی ساری زمین پر آگ لگانے کا ارادہ کر لیا۔ توری میں ایک بار میں نے زمین سے محل اگائے تھے۔ یہ اعصاب شکنی کا زمانہ تھا، ذہن خالی خالی تھا اور کسی بڑے طلسم کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے آگے سفر ملتوی کر دیا اور قارنیل کو ہدایت کی کہ وہ میری پشت پر کھڑا ہو جائے۔ ''میں بینر نار کی زمین لوٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اشتعال میں کہا۔ ''اور دیکھتا ہوں کہ اس نے اپنے عجوبے کہاں چھپا رکھے ہیں۔'' قارنیل کچھ نہیں سمجھا۔ اس نے سعادت مندی سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جب میں نے ایسا ہی فساد توری کی زمین پر برپا کیا تھا تو سمورال میرے ساتھ تھا۔ قارنیل کی وہی حالت تھی۔ ہر بڑے طلسمی عمل کے آغاز پر ذہن تمام اطراف سے فارغ کرنا پڑتا ہے اور کامل استغراق و ارتکاز سے اسے ایک نقطے پر سمیٹا جاتا ہے اور یہ ایک مشکل کام ہے۔ اس شخص کے لیے اور بھی مشکل جو ذہنی طور پر نا آسودہ ہو مگر اب وحشت نوردی میں خاصی دیر ہو گئی تھی۔

میں نے ایک عظیم طلسمی عمل کا ارادہ کیا اور روایت کے طور پر اپنے ارد گرد آگ روشن کی تا کہ کسی جانب سے اس عمل کا توڑ ہو تو یہ آگ اسے اپنے اندر جذب کر لے، پھر میں نے آگ کی سرفرازی کے لیے اپنے طلسمی خنجر سے قارنیل کی شہ رگ کاٹ کر خون ٹپکایا۔ میرے سر نے تمام آلودگیاں جھٹکنے کے لیے بے تحاشا ہلنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ سارے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا اور منہ سے ہول ناک آوازیں برآمد ہونے لگیں۔ رواں رواں کانپ رہا تھا۔ میرے ہاتھ تیزی سے سکڑتے، سمٹتے اور پھیلتے تھے۔ زبان پر ورد جاری تھا اور میری چیخیں فضا دہلا رہی تھیں۔ قارنیل میری کمر سے چمٹ گیا تھا۔ میں دیر تک اس عمل میں مصروف رہا تا آں کہ زمین کسمانے اور چیخنے لگی اور جانوروں نے خوف سے شور مچانا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے تناور درختوں کا ساتھ زمین سے چھوٹنے لگا۔ میرے ہاتھ مختلف سمتوں میں تیزی سے حرکت کر رہے تھے اور بینر نار کی زمین کروٹ بدل رہی تھی۔ انگڑائیاں لے رہی تھی۔ ایسی پُر شور اور گرج دار انگڑائیاں کہ جسم چیخ چیخ جائے۔ بینر نار کی زمین اپنے پوشیدہ حصے عریاں کر رہی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی ورنہ قیامت کا منظر ہوتا۔ اس وقت نظریں بہت دور دیکھنے پر بھی قادر تھیں۔ عمل کے دوران میں اچانک میرے ہاتھ رک گئے اور میں نے اپنی زبان مشکل سے قابو میں کی۔ میرے خاموش ہوتے ہی پیش منظر میں ایک سکون سا ہو گیا۔ ''وہ۔'' میں نے قارنیل کو اشارہ کیا ''دیکھ رہے ہو؟''

قارنیل نے میرے کاندھے کی اوٹ سے دیکھا۔ ''وہ۔'' وہ خوشی سے چلایا۔ مقدس جابرا وہی راستہ، آہ، تم نے یہ عمل پہلے کیوں نہیں کیا؟ یہ جالموش کا عمل تھا۔ میں کچھ دنوں اور اس کے ساتھ رہتا تو وہ مجھے ضرور سکھاتا، وہ جو بڑا مہربان تھا۔''

قارنیل خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس نے والہانہ انداز میں میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ یہ قارنیل وہی شخص تھا۔ جالموش کے طلسمی علاقے میں جس کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ شروع شروع میں اس نے مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ اس کے اشاروں سے اشیاء متحرک ہو جاتی تھیں۔ اس نے اپنی انگلی کے اشارے سے وہاں میرے لیے ایک جھونپڑی تخلیق کی تھی مجھے اس کی ایک ایک بات یاد تھی۔ صرف اتنی ترقی ہوئی تھی کہ یہ شخص اب عزت و احترام کا سلوک کرنے لگا تھا مگر قارنیل اور جالموش کے درمیان بڑا فاصلہ تھا اور میں درمیان میں کھڑا تھا۔ قارنیل کو پیچھے چھوڑ آیا تھا اور جالموش سے پیچھے تھا۔ ہم نے آگے جا کے ایک اندھیرا غار دیکھا اور کسی تردد کے بغیر اس میں چھلانگ لگا دی، پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا، ایک لامحدود خلا عبور کرنے

http://kitaabghar.com

کے بعد ہم زمین پر کھڑے تھے۔ جالموش کے طلسمی علاقے کی زمین پر۔ وہاں ہو کا عالم طاری تھا اور سبزہ وگل پر ہیبت طاری تھی، یہ سوگواری میرے دل میں تھی، یا ان مظاہر پر مگر وہاں جا کے ایسا محسوس ہوا جیسے ہم قبرستان میں آ گئے ہوں۔ ایک ابدی سکون۔ ایک گہری خاموشی۔

قارنیل یہاں کے در و دیوار سے واقف تھا۔ وہ حیرت سے ہر چیز دیکھتا تھا۔ ''مقدس جابر! ہر چیز سلامت ہے۔ وہ ایوان دیکھو، وہ طلسمی عجائب خانہ دیکھو، وہ عبادت گاہ دیکھو، وہ اس کی خاص جھونپڑی۔'' وہ مجھے ساتھ ساتھ لیے لیے چاروں طرف گھماتا رہا۔ جالموش نے طلسم وافسوں کا کیا کارخانہ بنایا تھا۔ قارنیل نے مجھے وہ جگہیں بھی دکھائیں جہاں پہلے میرا گزر نہیں ہوا تھا۔ اب ہم دونوں کے سوا یہاں تیسرا کوئی نہیں تھا پہلے یہاں ساحروں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ روحیں آزاد پھرا کرتی تھیں۔ ہر طرف سحر و طلسم کی گرم بازاری تھی اور ساحر خاموش گوشوں میں بیٹھ کے ریاضت کیا کرتے تھے۔ یہاں آ کے ایک عجیب سکون کا احساس ہوا۔ ان حیرت انگیز طلسمی نوادر کے سیاہ وسفید کے مالک ہم دونوں تھے اور قارنیل غلاموں کی طرح میرے ساتھ تھا۔

یہاں ایسی ایسی محیر العقول چیزیں تھیں کہ ایک عمر صرف ہو جائے اور سبق ادھورا رہے۔ میں نے سب سے پہلے طلسمی عکس نما کے ایوان میں جانے کی فرمائش کی۔ قارنیل مجھے وہاں لے گیا اور اس نے درمیان میں رکھے ہوئے طشت میں آگ سلگا دی۔ دھواں اٹھا تو ایک دل نواز خوشبو پھیل گئی۔ ''مقدس جابر! تم کس جزیرے کا حال دیکھنا چاہتے ہو؟'' وہ اشتیاق سے بولا۔

''مجھے مقدس اقابلا کے قصر کا عکس دکھاؤ۔'' میں نے بے قراری سے کہا۔

اس کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ ''وہ عکس نما یہاں موجود نہیں ہے۔ یقیناً وہ اس کی خاص جھونپڑی میں ہوگا۔ تمہیں یہاں کسی جزیرے کا حال دیکھنا ہو تو مجھے حکم دو۔''

''نہیں۔ پہلے میں اسی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کی جھونپڑی میں لے چلو۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''اٹھو۔''

اسے کسی قدر تامل تھا، شاید وہ جالموش کی جھونپڑی میں داخل ہونے کے خیال سے خوف زدہ تھا۔ ''مجھے صرف ایک بار اس نے یہ سعادت بخشی تھی۔'' اس نے راستے میں تبصرہ کیا۔ ''وہ بہت کم گو اور گوشہ نشین سا شخص تھا۔''

جھونپڑی کے دروازے پر قارنیل ٹھہر گیا۔ میں خود آگے بڑھ گیا۔ یہاں ایک ہول سا مسلط تھا، جیسے اندر جالموش موجود ہو اور وہ ہماری جسارت پر ناراض ہو جائے گا۔ میں نے آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کسی آواز کے بغیر کھل گیا اور اندر سے چراندی آئی۔ میں نے بے جھجک اندر قدم رکھ دیا۔ جھونپڑی میں تاریکی تھی۔ جب میں یہاں آیا تھا تو مجھے جالموش کے سوا کسی اور طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ سامنے اس کی مسند تھی اور مشعلیں بجھی ہوئی تھیں۔ میں نے شپالی سے انہیں روشن کیا۔ قارنیل کا یہ حال تھا کہ وہ بار بار پیچھے مڑ کے دیکھتا تھا اور ایک ذرا سی آہٹ پر لرز جاتا تھا۔ مسرت سے اس کا دم نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر عجب قسم کی تابانی تھی۔ آنکھیں حیرت سے پھٹی جاتی تھیں۔ میں اچک کر جالموش کی مسند پر بیٹھ گیا۔ قارنیل میرے قدموں میں جھک گیا۔ ''مقدس جابر!'' اس کی آواز بھرا رہی تھی۔ ''بلا شبہ تم اس کے مستحق ہو۔''

''نہیں، تم غلط کہتے ہو۔'' میں نے فوراً نیچے اتر کے کہا۔ ''جالموش مجھ سے عظیم ساحر تھا۔ یہ مسند مجھے زیب نہیں دیتی کیونکہ میں اس کے علم

http://kitaabghar.com

کے مقابلے میں نومکتب ہوں۔ البتہ اس مسند سے مجھے بہت سی تحریکیں مل رہی ہیں اور میں سمجھتا ہوں، یہاں میرا آنا ضروری تھا۔ میں جالوش کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ میں پہلے بھی اس کا شاگرد تھا، اب بھی اس سے کچھ سیکھوں گا۔ اس نے نوادر کی یہ دکان سجائی ہے اور یہ علم وحکمت کی درس گاہ تعمیر کی ہے۔ میں یہاں سے ضرور کچھ حاصل کروں گا، اسی راستے سے وہ آگے گیا ہوگا۔ یہی وہ راستہ ہے۔'' میں نے قارنیل سے کہا۔ ''میں ابھی تک اندھیرے میں تھا۔''

''تم بہت عظیم ہو مقدس جابر!'' قارنیل کے لہجے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔

''میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے، کسی دن تمہی اس درس گاہ کے امین بن جاؤ کیونکہ یہ میری منزل نہیں ہے۔''

''نہیں۔ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم پر دیوتا مہربان ہیں اور میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔''

''آؤ مقدس اقابلا کے قصر کی سیر کریں۔'' میں نے جھونپڑی کے کونے میں ایک اونچے پتھر پر رکھا ہوا طلسمی عکس نما دیکھ کر کہا۔

قارنیل نے اسے بوسہ دیا اور عکس نما پر اقابلا کے قصر کا نقش ابھارنے کے لیے مخصوص عمل کیا۔ عکس نما روشن ہوگیا مگر ہمیں دھند کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آسکی۔ قارنیل نے بار بار عمل دہرایا۔ یہاں تک کہ اسے پسینہ آنے لگا۔

''رہنے دو قارنیل! میرے عزیز دوست! وہ ہمیں اپنا جلوہ دکھانا پسند نہیں کرتی۔'' میں نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ ''وہ جانتی ہے کہ میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔''

قارنیل بے دلی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم نے مشعل کی روشنی گل کر کے احتیاط سے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا اور طلسمی عکس نما کے ایوان میں واپس آگئے۔ ''میں بینرنار کے ساحل کا حال دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے قارنیل سے فرمائش کی۔

''بینرنار۔'' قارنیل ایک پتھر پر جا کے رک گیا۔ ''یہ دیکھو۔ یہ دیکھو مقدس جابر! یہاں سارے نقش روشن ہیں۔''

میں طلسمی عکس نما کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے فلورا کا حال جاننے کی شدید خواہش کی۔ عکس نما میں اس کا چہرہ نظر آیا تو میرا دل دکھنے لگا۔ فلورا کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ اس کے جسم پر خراشیں تھیں۔ اسے بری طرح نوچا کھسوٹا گیا تھا۔ شوطار بھی اس کے قریب مُردوں کی طرح پڑی ہوئی تھی اور ساحل پر انگروما کے ساحر عبادتوں میں مصروف تھے۔ ان کا لشکر منتشر تھا اور ریما جن ساحروں کے ساتھ ریت کی دیوار توڑنے کے لیے طلسمی مشقوں میں مصروف تھا۔ فلورا کی بے بسی مجھ سے نہیں دیکھی گئی۔ میں وہاں سے اٹھ آیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کے جلنے لگا۔ میرے اندر آگ لگ رہی تھی۔

''کوئی اور جزیرہ۔'' قارنیل نے مجھ سے پوچھا۔

''جزیرہ توری۔'' میں نے حکم دیا اور اٹھ کے توری کے طلسمی عکس نما کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے وہاں سریتا کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر پہلے جیسی تروتازگی تھی اور وہ مہذب دنیا کی لڑکیوں کے ساتھ ایک ایوان میں تمکنت سے فرد کش تھی لیکن وہ بہت زیادہ خوش معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اسے دیکھ کے اسے پیار کرنے کی خواہش ابھری۔ وہاں فروزیں بھی تھی، اس کا رنگ نکھر آیا تھا۔ میں نے شراڈ کا چہرہ بھی دیکھا۔ وہ سیاہ فام لڑکیوں کے ہجوم میں توری کی گلیوں سے گزر رہا تھا۔ پھر میں نے سرنگا کو دیکھا، اس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور تھکا ہوا معلوم

ہوتا تھا" بے چارہ۔" میں نے کہا۔" یہیں اس کی قبر بنے گی اسی غار میں۔"

توری کے ان رفیقوں کو دیکھ کر طبیعت میں اور تکدر پیدا ہو گیا۔ وہ سب میرے منتظر تھے اور ایک موہوم امید کے سہارے جی رہے تھے اور میں جس کا منتظر تھا، اسے میری خبر ہی نہیں تھی۔ قارنیل مجھے اور جزیروں کی سیر کرانا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ یہاں آنے سے کم از کم اتنا تو فائدہ تھا کہ میں سریتا، فلورا اور سرنگا کے چہرے دیکھ سکتا تھا۔ بیرونی دنیا سے ایک رابطہ تو قائم ہو گیا تھا مگر یہ رابطہ عذاب جاں ہو گیا۔ میں نے بار بار توری پر سریتا اور بیترنار کے ساحل پر فلورا کا چہرہ دیکھا۔ جالموش ہوتا تو وہ ان سے گفتگو بھی کر لیتا۔ جالموش ہوتا تو وہ وہاں پہنچ جاتا۔ جابر بن یوسف جالموش کیوں نہیں ہے؟ میں نے قارنیل سے پوچھا۔" کیا وہ ان تمام نوادر پر حاوی تھا؟"

"یہاں کی ہر شے اس کے تابع تھی۔"

"مجھے ان سب سے متعارف کراؤ۔" میں نے جوش میں کہا۔

"بہت سے مظاہر سے خود نا آشنا ہوں۔"

"جو تم جانتے ہو، وہ سب مجھے دکھاؤ۔ جو تم نہیں جانتے، انہیں میں خود جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے مچل کر کہا۔

"جاراکا کی قبولیت ہو گی تو تم سب چیزیں جان جاؤ گے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ جاراکا کا کوئی مادی وجود ہے؟"

"بے شک۔" وہ میری کم علمی پر اداس ہوتے ہوئے بولا۔" وہ دیوتا ہے اور دیوتا لافانی ہوتے ہیں، وہ ہر قسم کا وجود اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ جاراکا ایک بے نیاز دیوتا ہے لیکن بہت منصف ہے۔ وہ جسے پسند کرتا ہے، اسے سرفراز کرتا ہے، وہ تمہیں پسند کرتا ہو گا جبھی تم نے جالموش کو شکست دے دی۔"

"وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔" قارنیل! کیا تم جانتے ہو وہ کس سمت میں رہتا ہے؟"

"کاش میں جانتا مگر وہ ہر سمت میں رہتا ہو گا۔"

"تم سچ کہتے ہو اس طلسمی نظام کی حکمت نادیدہ دیوتا ہیں اور ان کا ضرور کوئی وجود ہے۔ وہ فیصلے کرتے ہیں اور تماشا دیکھتے رہتے ہیں، جالموش سے ان کا ایک خاص ربط تھا مگر جالموش نے یہ ربط قائم کیسے کیا؟ یقیناً اپنی سنجیدگیوں، قربانیوں اور وفا کیشیوں سے۔"

"برداشت اور استغراق سے بھی۔" قارنیل نے کہا۔

قارنیل کوئی نیا نکتہ تعلیم نہیں کر رہا تھا۔ پُر اسرار طاقتوں کے حصول میں یہ ابتدائی نکتے ہیں جس نے اپنی ہستی فنا کی اور یک سوئی کی مثال قائم کی۔ اس نے پہلے لوگوں سے بڑھ کے پایا۔ سرنگا کا خیال تھا کہ درون جسم انسانی طاقتوں کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ جس سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ آدمی خارجی ترغیبوں میں الجھتا رہتا ہے اور اسے اپنی اندرونی کائنات کا پتہ بھی نہیں چلتا کیونکہ باہر کی دنیا بڑی رنگین ہے۔ جسم کے اندر رنگوں کی ایک کہکشاں موجود ہے، تار برقی سلسلے ہیں۔ ایک مکمل ریڈیائی نظام ہے، ایک کیمرہ نصب ہے اور پہاڑوں کی طاقت چھپی ہوئی ہے مگر کوئی اپنے اندر

موجود یہ حیرت انگیز مظاہر دریافت نہیں کرتا۔ ان کی دریافت میں خارج سے رابطہ منقطع ہوتا ہے اور داخل کے سمندروں میں ڈوبنے ہی سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔

میں نے کئی بار ایسا کیا تھا مگر یہ عارضی سلسلے تھے، اس بار تو ایسی شکستگی اور انتشار تھا کہ اپنے آپ کو بھلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میں قارنیل کے ساتھ جالموش کی اس خانقاہ میں ہر جگہ گیا اور ہم نے تمام نوادر سے استفادہ کیا۔ ہم نے متبرک مقامات پر بیٹھ کے وقت اور موسم سے بے نیاز ریاضتوں کا ایسا ناقابل بیان سلسلہ شروع کیا کہ جارا کا کا کی روح ہماری شدتوں اور وحشتوں پر حیران رہ گئی ہوگی۔ قارنیل درمیان میں تھک کے بیٹھ جاتا تھا لیکن مجھ پر ایک جنون طاری تھا۔ جالموش کے طلسمی علاقے میں جارا کا کا کی ایک عبادت گاہ بھی تھی۔ یہاں ہم نے اپنے جسم مختلف زاویوں میں ساکت کر کے غیر معینہ وقت کے لیے پتھر بنا دیے۔ ہم نے ساحری کے کثیف اور غلیظ تجربے کیے۔ اس عرصے میں اقابلا کی طرف سے کوئی پیام نہیں آیا۔ جب میں اپنی کسی مشق سے فارغ ہوتا تو جالموش کی جھونپڑی میں جا کے طلسمی عکس نما میں اس کے قصر کا منظر دیکھنے کی آرزو کرتا مگر وہاں دھند کے سوا کچھ نظر نہ آتا اور یہی بات میرے لیے مزید ریاضتوں کی تحریک بن جاتی۔ گو پہلے کے مقابلے میں کچھ اور توانائی محسوس ہوتی تھی۔ باطنی بصارت میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ تاہم یہ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد بھی جالموش جیسی بلندی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے دیوانہ وار اس کے علاقے کی چھان بین کی تھی اور کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا تھا جہاں میرے قدم نہ گئے ہوں، قارنیل جتنی جگہوں سے واقف تھا۔ اس سے زیادہ خود میں نے دریافت کر لی تھیں۔ وقت کا اندازہ نہیں تھا لیکن خاصا وقت گزر چکا تھا۔ اب میرا قیام عموماً جارا کا کا کی عبادت گاہ ہی میں رہتا تھا اور مجھے محسوس ہوتا تھا کہ ابھی ایک جگہ ایسی باقی رہ گئی ہے جو اس علاقے میں میری نظروں سے اوجھل ہے۔

میں قارنیل سے پوچھتا۔ ''یاد کرو، جالموش کی مصروفیات کیا تھیں اور وہ کہاں کہاں جایا کرتا تھا؟ اس کا جواب یہی ہوتا کہ وہ عبادت گاہ میں بند ہو جایا کرتا تھا اور جب وہ یہاں ہوتا تو کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔''

یہ عبادت گاہ فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ اس کی ساخت بڑی پیچیدہ اور مبہم تھی۔ در و بام اونچے اور مضبوط تھے۔ وسط کے ایک بڑے کمرے کے علاوہ اردگرد بہت سے حجرے تھے جن میں تاریکی چھائی رہتی تھی۔ میں نے یہاں کے تمام حجروں میں ریاضت کی۔ بعد میں مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہاں کوئی گوشہ ایسا ضرور رہ گیا ہے جو میری بصارت کے احاطے سے باہر ہے۔ یہ شک رفتہ رفتہ یقین میں بدلتا گیا۔ میں نے سرخ پتھر کی دیواریں ٹھونک ٹھونک کے دیکھیں۔ قارنیل مجھے اس اقدام سے منع کرتا تھا لیکن میرا تجسس اتنا بڑھ گیا تھا کہ پہروں دیواروں سے کان لگا کے ان کے اندر کسی خلا کا سراغ لگانے کی کوشش میں منہمک رہنے لگا۔ اس جستجو کو مہمیز اس وقت ہوئی جب میں نے ایک گوشے سے بعض پُراسرار آوازوں کا پتہ لگا لیا۔ اس خصوصی کونے کی ساخت عام دیواروں جیسی تھی اس کے باوجود میں نے یہ دیوار ہلانے اور اس کے اندر جھانکنے کا ارادہ کر لیا۔ قارنیل نے جارا کا کا کی متبرک دیوار ہٹانے کے کام میں میری مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا تو میں نے اسے عبادت گاہ سے باہر نکال دیا اور خود ہی اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ میں بڑی بڑی زمینیں اپنی طلسمی قوت سے لوٹ دینے کی صلاحیت رکھتا تھا لیکن یہ دیوار، ہلائے نہیں ہلتی تھی۔ اس لیے میں نے اپنی باطنی طاقتوں کا تمام زور اسی پر صرف کر دیا۔ یہ بات طے تھی کہ یہاں کوئی ایسا طلسم چھپا ہوا ہے، کوئی ایسا خزانہ جو جالموش اپنے تمام رفیقوں کی نظر سے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

اوجھل رکھتا تھا۔ یہیں اس کی عظمت کی کلید ہے۔ یہ خیال جتنا پختہ ہوا، میں اسی قدر پاگل ہوگیا اور ڈگی کے سینگ اس پر مارتے مارتے ضائع کر دیئے۔ مختلف عمل پڑھے آگ لگائی۔ بار بار جسم کا زور لگا تھا۔ سر پھوڑا، ہاتھ زخمی کیے، جسم لہولہان کیا۔ آخرش ناکام ہو کے پڑ رہا۔

جب ذرا طبیعت قابو میں آئی تو میں نے جالوش کی جھونپڑی کا رخ کیا اور وہاں کونوں کھدروں میں جتنے طلسمی نوادر تھے، آہستہ آہستہ عبادت گاہ میں سمیٹ لایا۔ میں نے ان سب کو مختلف طریقوں سے آزمایا اور دیوار پر ضربیں لگائیں۔ انہی نوادر میں کوئلے کی قسم کی ایک چھڑی میرے ہاتھ لگی جس کا اوپر کا حصہ گھسا ہوا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کے دیوار پر تیزی سے لکیریں بنانی شروع کر دیں۔ ان لکیروں میں کوئی تسلسل اور نظم نہیں تھا لیکن یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے کہ پتھر کی دیوار چرمرانے لگی اور ایک بڑا دروازہ میری نظروں کے سامنے کھل گیا۔ چھڑی دروازے پر پڑی رہ گئی تھی۔ میں نے اندر جانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی، اندر گہرا اندھیرا تھا۔ اپنی تیزی میں سامنے کی دیوار سے ٹکرایا اور رخ بدل کے جہاں جہاں سرنگ نما خلا تھا، تیزی سے بھاگنے لگا۔ میرے پیچھے دروازہ بند ہوگیا تھا یا کھلا ہوا تھا؟ مجھے اس کا ہوش نہیں تھا۔ کچھ فاصلے کے بعد اندھیرا سرمگیں ہوگیا اور دھیمی دھیمی روشنی آنے لگی۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا اور میرے قدم ایک جگہ ٹھٹک کر رک گئے۔ میں ایک عظیم الشان عمارت کے دروازے پر کھڑا تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور وہاں حسین ترین عورتوں کا ہجوم تھا۔

انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ میں دروازہ عبور کر کے اندر داخل ہوگیا۔ اندر میرے سامنے جو منظر تھا، مجھے لرزہ براندام کر دینے کا تمام سامان رکھتا تھا۔ اندر ایک حیران کن نظارہ تھا، اپنے سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دلکش اور وجیہہ نوجوان دیو قامت نیولے کے سر کے ڈھانچے میں بیٹھا ہوا کسی لوح پر لکیریں کھینچ رہا ہے۔ اس جیسی خوب روئی میری نظروں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اس کے جسم پر خلاف توقع کسی جانور کی خوب صورت کھال پڑی ہوئی تھی۔ میری آمد پر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بے نیازی سے لکیریں کھینچنے میں مصروف رہا۔ میرے قدم کانپ رہے تھے اور میں جلد سے جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے چمکیلے جسم پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ بڑے سے بڑے ہیبت ناک ماحول میں، میں اتنا خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ میرے قدم جواب دینے لگے تھے۔ زبان سے کچھ ادا نہیں ہوتا تھا۔ میں کھڑے کھڑے لرزنے لگا۔ اس نے بے پروائی سے مجھ پر ایک اچٹتی نظر ڈالی تو میں ان آنکھوں کی چمک برداشت نہ کر سکا، دھڑام سے گر گیا اور بے ہوش ہوگیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں جالوش کی تاریک جھونپڑی میں اس کی مسند پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ میں نے آنکھیں پٹ پٹا کر دیکھا تو وہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میرے سینے میں بری طرح جلن ہو رہی تھی۔ میں نے بے اختیار اپنا ہاتھ سینے پر رکھا تو وہاں ایک گہرا زخم تھا۔ جلا ہوا ایک نشان، یہ سب کیا ہوا؟

اور جب میں نے یہ سوچا تو مجھ پر کوئی روزن تاریک نہیں رہا۔ میں نے اپنے جسم کے اندر جھانک کر دیکھا تو ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ''جارا کا تو عظیم ہے۔'' میں نے ایک فلک شگاف نعرہ لگایا اور بے ساختہ میرے منہ سے قہقہوں کا سیلاب جاری ہوگیا۔

میری آنکھیں دور طلسمی عکس نما کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے قارنیل کو دیکھ رہی تھیں، میں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ دراز کیا اور قارنیل کی گردن پکڑ لی۔ قارنیل دہشت سے بے ہوش ہوگیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

میں نے اسے معاف کر دیا اور جھونپڑی میں رکھے ہوئے عکس نما کی طرف منہ کیا۔ میرے اشارے پر قصر اقابلا کا دلکش منظر سامنے تھا۔ اس گل بدن کا چہرہ میرے سامنے تھا، جیسے ہی عکس نما میں اس کی شبیہ ابھری، میں بے تابانہ اپنی مسند سے اٹھا اور میں نے وہ وزنی پتھر اپنے سینے سے لگا لیا۔

''جاناں! یہ میں ہوں تیرا غلام جابر۔'' میں نے چیخ کر کہا اور طلسمی عکس نما کا وزنی پتھر سینے میں ضم کر لینا چاہا لیکن گلے میں پڑے ہوئے بے شمار نو اور درمیان میں حائل ہو گئے۔ میں نے دیوانگی میں ڈوریاں کھینچ کر انہیں زمین پر پھینکنا شروع کر دیا، عکس نما سینے میں پیوست ہوا تو آنکھیں مچلنے لگیں۔ اسے سینے سے چمٹائے جھونپڑی کے تنگ علاقے میں وحشت سے چکر کاٹنے لگا۔ گرا، سنبھلا اور جالوش کی مسند کے پاس چوبی اژدہے سے الجھ کر گر پڑا۔ سر سے خون بہنے لگا مگر کچھ ہوش ہی نہیں تھا، عکس نما مسند پر رکھ کے میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

یہ قصر اقابلا کا ہوش ربا منظر تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے مرمریں بدن پر رنگا رنگ پھولوں کی ایک چادر سرسرا رہی ہے اور گلابی ہونٹوں سے رس ٹپکا پڑتا ہے۔ پھولوں کی درزوں سے اس کے شباب کا رنگ پھوٹ رہا ہے۔ آنکھوں میں شراب بھری ہوئی ہے۔ اس کے ارد گرد لال نیلے اور ہرے بادل تیر رہے ہیں اور وہ اپنے قصر میں سفید پتھر کی ایک چوکی پر سر جھکائے نیم دراز ہے۔ زلفیں ادھر ادھر بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے قدموں میں ایک نہایت حسین و جمیل کنیز پڑی ہے، جیسے نیچے کوئی آئینہ ہے جس میں اس کی دھندلی شبیہ نظر آ رہی ہو۔ یہ منظر دیکھ کے اندازہ ہوتا تھا کہ حسن کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے، انتہا کیا ہے؟ صناعی اسے کہتے ہیں، یہ مصوری ہے، یہ نغمہ ہے۔ اس کا تراشیدہ بدن ایک ساز ہے۔ مضراب چھیڑنے کی دیر ہے۔ راگ بہنے لگیں گے۔ تاریک براعظم میں اس سے بڑا طلسم ممکن نہیں۔ کتنا وقت گزر گیا مگر اس کے رخساروں پر وہی تازگی اور شگفتگی ہے، وہی لالی، وہی تابانی جو پہلے روز تھی۔ بدلتے موسموں نے اس کے شباب پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ وہی کچا پن جو ایک نوجوان لڑکی کے بدن پر دوشیزگی کی علامت ہوتا ہے۔ وہی تشنگی اور بے قراری، وہی کھنچاؤ جو ایک چٹکتی کلی میں نظر آتا ہے۔ اقابلا، تاریک براعظم کی جلال آفریں ملکہ، جمال آفریں دوشیزہ وہ اتنی نازک، اتنی چھوئی موئی اور ایسی تر و تازہ تھی کہ بس اس کا نظارہ کرتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ میں ایک عرصے کے اضطراب کے بعد اس کا جلوہ دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے میری زندگی کا ناقابل فراموش منظر تھا۔ کسی حسین لڑکی کی خلوت میں جھانک کر دیکھنے کا ہیجان میرے رگ و پے میں جاری ہو گیا تھا۔ اس سنسنی سے آواز میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ میں نے دل کی تمام گہرائیوں سے بے اختیار اسے مخاطب کیا۔ ''میری طرف دیکھ۔ میری کیا حالت ہو گئی ہے۔ میرے لیے اب تو دروازے کھول دے۔''

یکایک وہ کسمسانے لگی۔ اس کی غلافی آنکھوں کے ریشمیں پردے اوپر اٹھے۔ اس نے تذبذب سے ادھر ادھر دیکھا اور اس کا بدن یوں شرمانے لگا جیسے اسے احساس ہو گیا ہو کہ کسی روزن سے کوئی اس کے نگار خانے کی طرف جھانک رہا ہے۔ پھر اس کی متحیر نگاہیں ایک جگہ ساکت ہو گئیں۔ میں ان کی زد پر تھا، وہ میرے دل میں اتری جا رہی تھیں۔ طلسمی عکس نما کے پتھر پر اس کا بدن جھلملانے لگا تھا۔ وہ کروٹیں بدل رہی تھی اور میری آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں، چند لمحے اس وزدیدگی کے بعد وہ اچانک تمکنت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ کنیز نے بھی اپنی ملکہ کی تقلید کی۔ اقابلا نے اپنی مخروطی انگشت کو جنبش دی، کنیز پیش منظر سے غائب ہو گئی۔ اب وہاں تاریک براعظم کی ملکہ تنہا رہ گئی تھی اور حیران نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے بے تابی سے کہا ''مجھے پہچانا؟ یہ میں ہوں تیرا غلام۔'' میری آواز جھرجھرانے لگی ''دیکھ، میں کہاں کہاں سے گزر کے تجھے دیکھنے پر

قادر ہو سکا ہوں۔ اب زیادہ ہمت نہیں ہے۔ بس تو اپنے ابرو کا اشارہ کر دے۔ میں ایک ہی حکم سننے کا منتظر ہوں۔''

میری بے ہنگم فریادوں سے اس کے یاقوتی لبوں پر ایک دل نواز تبسم ابھرا جیسے کوئی بجلی چمکی اور میرے خرمن عقل و ہوش پر گر گئی۔ وہ ناز سے لہرائی اور اس نے کسی توقف کے بغیر اپنی انگلی گھمانا شروع کر دی۔ طلسمی عکس نما میں بادلوں کے مرغولے تیرنے لگے اور مرغولوں میں اقابلا کا سراپا چشم زدن میں روپوش ہو گیا۔ میں جنون میں عکس نما کی طرف جھپٹا مگر وہاں گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ میری ہر کوشش یہ منظر بدلنے میں ناکام ہو گئی۔

''ٹھیک ہے، میں تیرے پاس خود آ رہا ہوں اور سن لے۔ اب آیا تو واپس نہیں جاؤں گا۔'' عکس نما سے اب بادل بھی غائب ہو گئے تھے۔ میں نیم خوابیدگی و نیم بیداری کے عالم میں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اب کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔ میں نے خود سے زیر لب کہا۔ ''کون جانتا ہے۔'' میں نے دھتکار کے خود کو جواب دیا۔ میرا جسم کے اندر یہ جو اژدہے کنڈلی مارے بیٹھے ہیں اور درندوں کا یہ غول جو چنگھاڑ رہا ہے، یہ توانائی کا ایک ناقابل یقین احساس۔ کیا میں نے جاملوش کا منصب حاصل کر لیا ہے؟ اس عظیم جاملوش کا منصب، جس سے تاریک بر اعظم کا پتا پتا لرزتا تھا، جس کی خواہش ہی اس کا حکم تھی، جس کے لیے فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا، جس کی انگلیوں میں جادو تھا اور جس کی آنکھوں کی پتلیاں حرکت کرتی تھیں تو در و بام تھرا جاتے تھے، جو اقابلا کا پاسبان تھا، اس کی چیخیں اقابلا کی خواب گاہ میں گونجتی تھیں۔ وہ جارا کا مرغوب شخص تھا۔ کیا میں اسی فاصلے پر آ گیا ہوں جہاں جاملوش تعینات تھا۔ میں بیٹھے بیٹھے ہذیانی انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ سب کچھ اچانک بدلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ ہر چیز دھواں دھواں نظر آتی تھی، کمزور، ہلکی، چھوٹی، حقیر۔ میرے سینے پر سیاہ داغ موجود تھا جس میں اب بھی ہلکی ہلکی سوزش ہو رہی تھی۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی ''قارنیل! قارنیل! میرے پاس آ۔'' مجھے اس وقت اپنی طاقت کے اظہار کے لیے غلاموں اور کنیزوں کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ طاقت کا تخمینہ جان داروں اور ہم جنسوں ہی کی موجودگی میں کیا جا سکتا ہے۔ درختوں، پہاڑوں، چٹانوں اور سمندروں پر طاقت کے اظہار سے کوئی ردعمل نہیں ہوتا۔ تنہا طاقت بے کار ہے۔ اگر دنیا میں صرف ایک طاقت ور شخص رہ جائے تو اسے طاقت کی کس ترازو میں تولا جائے گا؟ کچھ لوگ کمزور ہیں اس لیے کہ کچھ لوگ طاقت ور ہیں، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ ازل سے یہی قانون قدرت ہے۔ قارنیل ڈرتا جھجکتا اور لرزتا جھونپڑی کے دروازے پر نمودار ہوا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے کے مقابلے میں اب کسی قدر خائف ہے، زندگی خوف ہے، چنانچہ ہر طاقت زندگی قائم رکھنے پر مجبور ہے تاکہ خوف مسلط رہے۔ میں قارنیل کو ایک لمحے میں ختم کر سکتا تھا کیونکہ اس نے عبادت گاہ میں کوئی طلسمی جگہ تلاش کرنے میں میری اعانت سے انکار کر دیا تھا لیکن خانقاہ میں سردست وہی تھا جو میری طاقت کے اظہار کا واحد ذریعہ تھا۔ وہ اس طرح کانپتا ہوا اندر داخل ہوا جیسے اسے موت کے فرشتے نے آواز دی ہے۔ مجھے اس کی خوف زدگی اور لرزیدگی سے لطف آیا۔ وہ سجدے میں گر گیا تھا۔

''اٹھ۔'' میں نے گرج کے کہا۔ ''قارنیل! کیا تو نے میرے سینے پر یہ سیاہ نشان دیکھا؟''

''مقدس جابر!'' وہ گھگھیاتا ہوا بولا۔ ''میں تجھ سے امان چاہتا ہوں۔ میں بہت بدنصیب ہوں کہ میں نے تیری رفاقت سے پہلو تہی کی لیکن شاید دیوتاؤں کی یہی مرضی تھی۔''

''میں نے تجھے معاف کیا قارنیل!'' میں نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میرا ہاتھ دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ قارنیل نے اسے

عقیدت سے چوم لیا۔ ''میرے قریب آجا۔'' میں نے اسے حکم دیا۔ وہ رعشہ براندام میرے سامنے آکے کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے بڑی ہمت سے اس کا بوجھ برداشت کرنے کا مظاہرہ کیا۔ میں اس کا سہارا لے کے کھڑا ہوگیا۔ ''لا ایک جام پلا۔'' وہ باہر جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ میں نے چیخ کر کہا۔ ''کیوں تیرے ہاتھوں کو کیا ہوا؟ کیا یہ خلا سے ایک جام بھی برآمد نہیں کر سکتے؟''

''مقدس جابر! اب تیرے سامنے میرا سحر کارگر نہیں ہوگا۔'' وہ عاجزی سے بولا۔

میرے منہ سے ایک قہقہہ نکل گیا اور میں نے اسے کھینچ کے اس کا منہ اپنے منہ کے سامنے کرلیا۔ وہ کسی بے زبان جانور کی طرح میرے پنجے میں تھا، میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی پیشانی میں دو انگلیاں پیوست کر دیں، قارنیل کراہنے اور تڑپنے لگا مگر اس نے شدید تکلیف کے باوجود اپنی جگہ نہیں بدلی، میں نے اسے پیچھے جھٹک کر کہا۔ ''تو اس خانقاہ میں میرا نائب ہے اور ایک نائب کو اپنے مالک کے شایانِ شان ہونا چاہیے۔''

''میں تیرا غلام ہوں مقدس جابر!'' وہ گڑگڑا کے بولا۔

''تو میرا مشیر اور دوست بھی ہے۔''

''تو مجھ سے بہت بلند ہے، میں تیری دوستی اور مشیری کے لائق نہیں ہوں۔''

''چپ رہ۔ جو میں نے کہہ دیا، کہہ دیا۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ اس نے عقیدت سے سر جھکا لیا اور میرے دوسرے حکم کا منتظر کھڑا رہا۔

''میرے ہونٹ سیراب کر بدبخت۔'' میں نے بدمستی سے کہا۔ قارنیل کو یقین نہیں آیا کہ میں اس سے اسی لہجے میں مخاطب ہوں جو وہ سن رہا ہے۔ جالموش کے زمانے میں اسے اس جھونپڑی کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کسی ساحر کے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز تھا کہ جالموش اسے اپنی خاص جھونپڑی میں طلب کرے۔ بلاشبہ اس علاقے میں پرندے تک نہیں اڑتے تھے۔ یہاں کی ساری فضا میں کوئی چیز ایسی جل رہی تھی جس کی بو نہ خوش بو کے زمرے میں آتی تھی، نہ بدبو کے اور یہی بو بیرونی دنیا کی آلائشیں ادھر آنے سے روکتی تھی۔ قارنیل نے پھرتی سے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں آتش سیال سے بھرا ہوا کٹورا تھا جو اس نے نیازمندی سے میری خدمت میں پیش کر دیا۔ میں نے چند گھونٹ ایک ہی سانس میں چڑھا لیے اور آدھا کٹورا اسے لوٹاتے ہوئے کہا۔ ''میری نیابت کا اولین جام نوش کر۔''

''مقدس جابر!'' اس نے پٹ پٹاتی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور تمام کا تمام مشروب حلق میں اتار لیا۔ دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ ڈگمگانے لگا۔ میں نے اٹھ کے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور ہم دونوں بوجھل قدموں سے بہکتے ہوئے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ میرے سامنے جالموش کی وسیع و عریض خانقاہ کے عمارتی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ وہاں ہوا بھی احترام سے چلتی تھی۔ مکمل سکوت طاری تھا۔ ہر طرف ویرانی تھی۔ وہاں ہم صرف دو ذی نفس موجود تھے۔ ایک طاقت ور، ایک کمزور۔ ایک حاکم، ایک محکوم۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ سامنے کچھ نہیں تھا مگر ایک وسیع افق پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ تاریک براعظم کا افق۔ عبادت گاہ کے خفیہ گوشے میں دیواروں کے پیچھے اس باجبروت اور پُرشکوہ نوجوان کا جلوہ کیے دیر نہیں ہوئی تھی جو نیولے کے منہ میں بیٹھا لکیریں کھینچ رہا تھا۔ اس کی ایک نظر نے سینہ جلا دیا تھا، ایک مشکوک لمحہ آتا، جب میں یہ سوچتا، کیا صرف ایک نظر اتنی کاری ہو سکتی ہے؟ کیا یہ اسی نظر کا اثر ہے اور پیچھے جو ایک طویل جدوجہد ہے، وہ بے اثر ہے یا یہ پیہم

مشقت اور میرے اذیت ناک سفر کا ثمر ہے۔ اس سفر کے بغیر نہ یہ مقام آسکتا تھا اور نہ اس سے ملاقات کی صورت پیدا ہو سکتی تھی۔ ذہن یہ تاویل رد کرنے پر مائل تھا کہ یہ ایک کرشمہ یا معجزہ یا عطیہ نہیں بلکہ میری ریاضتوں کا ایک اعزاز ہے جس کا اظہار ایک نظر کی صورت میں ہوا ہے۔ ہم آہستہ خرامی سے اس ایوان تک آگئے جہاں تاریک براعظم کے تمام جزیروں کے عکس نما نصب تھے۔ میں ایک اونچی چوکی پر بیٹھ گیا۔ میرے اشارے پر پتھر کے پایوں پر کھڑا ہوا لوبان کا طشت دھواں دینے لگا۔ قارنیل میرے برابر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ ایک بار غور سے دیکھے۔ کھردرے اور سخت ہاتھ۔ یہاں آ کے مجھے ایسا لگا جیسے میں آسمان پر بیٹھا ہوں اور میری نظر ان تمام زمینوں پر ہے جو تاریک براعظم کے آسمان کے نیچے موجود ہیں اور میری نظر کا دائرہ پھیل گیا ہے اور میرا ہاتھ اتنا بڑا ہے کہ جہاں چاہے سفر کر لے لیکن ابھی یہ صرف ذہنی سرشاری تھی۔ میں نے امسار کی عبادت گاہ میں جاملوش کا استخوانی ہاتھ اپنی پیشانی پر محسوس کیا تھا جب کہ وہ بیمنار جیسے دور دراز جزیرے میں تھا، چنانچہ میں نے سب سے پہلے امسار کے عکس نما پر وہاں کی عبادت گاہ کا منظر اجاگر کیا۔ عبادت گاہ میں میرا دوست قرسام کاہنوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا عبادت کر رہا تھا کہ اچانک میرا ہاتھ اس کے دائیں گال پر نمودار ہوا۔ قرسام ایک چیخ مار کے بے سدھ ہو گیا۔ ساتھ ہی کاہنوں کی جماعت سجدہ ریز ہو گئی۔ میں نے اس ہیبت زدہ کاہن کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ ''مقدس جابر!'' اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ ''یہ تو ہے۔'' وہ وحشت زدہ انداز میں بولا۔ ''مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو نے کئی منزلیں سر کر لی ہیں، میں دیوتاؤں کے سامنے تیری وفاداری کی قسم کھاتا ہوں۔'' میں اتنی دور بیٹھ کے بھی اس کی آواز سن رہا تھا۔

''قرسام! مجھے تیری خدمت کی ضرورت ہے۔'' میں نے درشتی سے کہا۔ ''امسار کو کسی اور کاہن کے سپرد کر دے اور امسار کی چند حسیناؤں کا تحفہ لے کے میرے علاقے میں آجا۔''

''مقدس جابر!'' وہ وفور مسرت سے بولا۔ ''میں تیرے پاس آرہا ہوں، یقیناً تو مجھ پر مہربان رہے گا کیونکہ تو نے مجھے یاد رکھا ہے۔ میں تیری وساطت سے دیوتاؤں کے اور قریب ہو جاؤں گا۔''

میں نے انگلی کے اشارے سے یہ منظر پلٹ دیا۔ میرے یقین کے لیے امسار کا یہ منظر ہی کافی تھا۔ تاہم میں نے امسار ہی میں قصر جابر سابق قصر شوطار کا جائزہ لینے کے لیے طلسمی عکس نما روشن کیا۔ وہاں میری نائب ایشام، اربان کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔ ان کے بدن چمک رہے تھے۔ میرے کانوں میں وہ موسیقی گھلی جا رہی تھی جو ان کے اردگرد بکھری ہوئی تھی۔ میں نے اربان کے نازک لبوں کی پنکھڑیاں چٹکی میں بھر لیں۔ وہ تلملائی پھر دہشت سے اسے سکتہ ہو گیا۔ ایشام بھی خوف سے زرد ہو گئی۔ میرا ہاتھ اس کے شانوں تک پہنچ گیا، وہ ٹھٹک کر ٹھہر گئی اور میرا ہاتھ اس کے چاندی جیسے بدن کے خدوخال پر منڈلاتا رہا۔ ''ایشام! تو اتنی ہی حسین ہے۔ تو نے امسار میں شوطار کے فرائض حسن و خوبی سے انجام دیئے اور میرا نام روشن کیا اور میرا دل خوش کیا۔ میں تجھے اپنی نیابت سے دست بردار کرتا ہوں۔'' میں نے پُر جلال لہجے میں کہا۔ ''اور تجھے امسار کی ملکہ مقرر کرتا ہوں۔''

''مقدس جابر!'' اس نے اپنے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو نے جاملوش کو زیر کر لیا ہے۔ مجھے اپنے پاس بلا لے۔ میں امسار کی ملکہ ہونے پر تیری رفاقت کو ترجیح دیتی ہوں۔''

''نہیں۔'' میں نے اسے جھڑک دیا۔ ''تجھے وہیں رہ کے دیوتاؤں کی خوش رکھنا ہے، مجھے جب تیری ضرورت ہوگی، تجھے اپنی طرف کھینچ

http://kitaabghar.com

لوں گا۔" میں نے فوراً منظر بدل دیا۔

امسار کے بعد باگمان، باگمان کے بعد تیاما۔ تیاما کے بعد کوراسی، وہ نئے جزیرے جہاں میرے قدم نہیں پہنچے تھے۔ میں دیر تک تاریک براعظم کے مختلف جزیروں میں گشت کرتا رہا اور اپنے آپ پر منکشف ہوتا رہا۔ تاریک براعظم، الاماں ایک بحرِ بے کراں، طلسم وافسوں کا ناقابلِ یقین شعبدہ۔ اب جو میں نے اپنی آنکھوں سے اس طلسمی دنیا کی سیر کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں پہلے کتنی دور کھڑا تھا اور اپنے متعلق کتنی بڑی خوش تصوری میں مبتلا تھا۔ ان تمام جزیروں کے نام یاد رکھنا اور ان کے سیاسی اور انتظامی امور پر نظر رکھنا بجائے خود ایک فن تھا۔ مجھے ایک بار پھر جالموش کی عظمت کا قائل ہونا پڑا۔ وہ ان تمام علاقوں پر نظر رکھتا تھا، معلوم نہیں کہ اس کے پاس رابطوں کے اور کیا ذریعے تھے۔ کیا یہ سب کچھ اس کی خواہش بیدار ہو جانے پر خود بخود ہو جایا کرتا تھا یا پھر اسے بعض مراحل پر سحر پھونکنے کی ضرورت پیش آتی تھی؟ اس نے یقیناً اپنے شب و روز اس طرح منظم کیے ہوں گے کہ تمام ڈوریاں اس کے ہاتھ میں رہیں اور وہ انہیں جیسے چاہے کھینچ لے، جیسے چاہے، ڈھیل دے دے۔ اقتدار کا یہ کھیل عجیب ہے کہ اس کے حصول کے بعد بھی اطمینان کا سانس نصیب نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے زیادہ ہشیاری و بیداری کی اذیت اٹھانی پڑتی ہے، جالموش کو کبھی نیند نہیں آتی ہوگی۔ میں نے اس کی مصروفیات پر غور کیا تو مجھے اس کے پاس سکون اور فراغت کا ایک لمحہ بھی نہیں ملا، ایک بے رس زندگی جو اپنے اقتدار کی غلام ہوتی ہے کہ کہیں وہ چھن نہ جائے۔ آہ، جالموش کتنا بڑا بدنصیب تھا۔

اس کی خواہش آخر وقت تک محدود رہی۔ جالموش اپنی خواہش کے باوجود وہ باتیں جاننے سے محروم رہتا تھا جو حصار کھینچ کر میں اور سرنگا آپس میں کیا کرتے تھے، میں اور سموال کرتے تھے۔ جالموش کی نگاہ اس حصار کے آر پار نہیں جاتی تھی۔ عرصے تک ہم نے اسے لاعلم رکھ کے سنجیدہ گفتگوئیں کی تھیں۔ جالموش کی نگاہ کہاں کہاں جاتی؟ تاریک براعظم میں تو بیک وقت بے شمار مسائل اٹھتے ہوں گے۔ ادھر اسے انگروما کے باغیوں کی سرشوری پر ہمہ وقت دباؤ جاری رکھنا ہوتا ہوگا۔ بہر حال یہ ایک طلسم خانہ تھا اور یہ کل نہیں تھا بلکہ نادیدہ قوتوں کا ایک حقیر مظاہرہ تھا۔ کائنات بہت وسیع ہے اور اس میں کتنے ہی عناصر کی ترکیب و ترتیب سے حیرت انگیز طلسم وجود میں آتے ہیں۔ یہ سب نیلے آسمان کے نیچے تھے اور آسمان جوں کا توں قائم تھا۔ یہ سب ایک زمین کے اوپر تھے، اور زمین پیدا کرنے پر قادر نہیں تھے۔ جالموش کا سحر بھی ایک متعین منزل پر جا کے بے اثر ہو جاتا تھا۔ ورنہ انگروما کا وجود کیسے عمل میں آتا؟ انگروما کے ریما جن نے تاریک براعظم کی برگزیدہ، ہستیوں، جالموش اور اقابلا کی نظروں پر پردہ ڈال کے باغیوں کی ایک آبادی قائم کی تھی۔ وہاں کیا ہوتا تھا؟ جالموش بھی اپنی بے پناہ طاقتوں کے باوجود بے خبر تھا، اقابلا بھی ناواقف تھی اور ادھر ریما جن اپنی سرحدوں کے اندر مختار کل تھا۔ اس کی حدیں انگروما سے شروع ہو کے انگروما ہی پر ختم ہو جاتی تھیں۔ جتنا غور کیجئے۔ یہ تماشا دلچسپ نظر آئے گا۔ میں تھوڑی دیر پہلے اس غرور میں مبتلا تھا کہ جالموش کی مسند تاریک براعظم میں سب سے اونچی جگہ ہے۔ اس کے بعد دیوتاؤں کا درجہ شروع ہوتا ہے اور دیوتا امر ہوتے ہیں، تاہم ان کی طاقتیں بھی متعین ہیں۔ جالموش دیوتا نہیں، ایک بڑا ساحر تھا اور میں اگرچہ علم وفضل، اقتدار و عظمت کی سب سے اونچی جگہ فائز ہو گیا تھا لیکن یہاں سے مجھے اپنے آپ سے چھن جانے کا خدشہ تھا۔ جو فیصلے کرنے کے مختار ہوتے ہیں، انہیں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے دوسروں کی خواہشوں کے مطابق فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ میں جالموش کے عبرتناک انجام سے آشنا تھا۔ کسی دن میرا بھی زوال ہو جائے گا۔ تاریک براعظم کے کسی گوشے سے کوئی شخص ابھرے گا اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کر کے میرے مقابل آ جائے گا۔ میرا حشر بھی جالموش جیسا ہوگا

http://kitaabghar.com

یا پھر چیزیں میرے قابو سے باہر ہو جائیں گی یا میرے جسم میں انحطاط آ جائے گا اور میرا دماغ کمزور ہو جائے گا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکوں گا۔ ثابت ہوا کہ یہ کمال اپنی جگہ مسلم ہے مگر جاملوش کی برتری کا انحصار ہوش مندی، بے ہوشی، باخبری اور بے خبری، مستعدی اور کاہلی پر تھا۔ وہ باخبر رہنے کے تمام ذرائع سے مسلح تھا اور اس نے کبھی آنکھیں بند نہیں کی تھیں، اور اس لیے زمانوں پر حاوی رہا مگر جہاں اس سے چوک ہوئی، اسے اپنی شکست کی صورت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ میں نے اسے سامنے رکھ کے اپنی پیمائش کی تو میں نے خود کو اس سے بہت مختلف شخص پایا۔ یہ طلسمی نظام، اسرار کی یہ پیچیدگیاں، اقتدار کی یہ لذتیں، یہ برتری اور طاقت کا نشہ۔ یہ سب بہت دلکش تھا مگر ان سب سے دلکش تو وہ تھی جس کا نام اقابلا تھا اور میری منزل جاملوش کی مسند نہیں، اقابلا کی آغوش تھی۔ سو میں اور سمتوں کے بارے میں ہوش مندی کا دعویٰ کیسے کر سکتا تھا؟

☆==========☆==========☆

کاغذی قیامت

ہماری دنیا میں ایک ایسا کاغذ بھی موجود ہے جس کے گرد اس وقت پوری دنیا گھوم رہی ہے۔ اس کاغذ نے پوری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ دیوانہ کر رکھا ہے۔ اس کاغذ کے لئے قتل ہوتے ہیں۔ عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ معصوم بچے دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اور یہ کاغذ ہے کرنسی نوٹ...... یہ ایسا کاغذ ہے جس پر حکومت کے اعتماد کی مہر لگی ہے۔ لیکن اگر یہ اعتماد ختم ہو جائے یا کر دیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کاغذ کی اہمیت یکلخت ختم ہو جائیگی اور یقین کیجئے پھر کاغذی قیامت برپا ہو جائے گی۔ جی ہاں! کاغذی قیامت......

اور اس بار مجرموں نے اس اعتماد کو ختم کرنے کا مشن اپنا لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاغذی قیامت پوری دنیا پر برپا ہو گئی۔ اس قیامت نے کیا کیا رخ اختیار کیا۔ پوری دنیا کی حکومتوں اور افراد کا کیا حشر ہوا؟ اسے روکنے کے لئے کیا کیا حربے اختیار کیے گئے۔ کیا مجرم اپنے اس خوفناک مشن میں کامیاب ہو گئے...... یا......؟

اس کہانی کی ہر ہر سطر میں خوفناک ایکشن اور اس کے لفظ لفظ میں اعصاب شکن سسپنس موجود ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو یقیناً اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہیں ابھری۔ اس کہانی کا پلاٹ اس قدر منفرد ہے کہ پہلے دنیا بھر کے جاسوسی ادب میں کہیں نظر نہیں آیا۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کہانی میں کیا کردار ادا کیا ہے جہاں دنیا بھر کی حکومتیں اور سیکرٹ سروسز خوف و دہشت سے کانپ رہی ہوں جہاں موت کے بھیانک جبڑوں نے دنیا میں بسنے والے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو وہاں عمران اور سیکرٹ سروس کے جیالوں نے کیا رنگ دکھائے۔ یہ عمران کی زندگی کا وہ لافانی اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ جس پر آج بھی عمران کو فخر ہے اور کیوں نہ ہو، یہ کارنامہ ہے ہی ایسا......

کاغذی قیامت کتاب گھر کے **جاسوسی ناول سیکشن** میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور تاریک براعظم میں سب سے مشکل مرتبہ غالباً یہی تھا۔ میں نے اس کی ہم نشینی کے لیے، اس کے بدن کی آتش سے جلنے کے لیے، اپنے آپ کو خاک کر دینے کے لیے، اس کی صحبت رنگیں میں اپنی جگہ بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہر مرحلے پر مجھے یہ گمان ہوتا کہ بس اب وہ مجھے طلب کرے گی اور اپنے ہونٹوں کا رس پلائے گی کہے گی کہ ہاں اب تو میرے پہلو میں بیٹھنے کا اہل ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی دانست میں وہ تمام اسناد حاصل کر لی تھیں جو یہاں کی درس گاہوں اور خانقاہوں میں مروج تھیں لیکن اس نے طلسمی عکس نما میں مجھے تادیر اپنا جلوہ نہیں کرنے دیا بلکہ ایک شان بے نیازی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ البتہ اس کا دل نواز تبسم پہلے سے کچھ سوا تھا، اس میں ایک پذیرائی تھی، سپردگی کی ایک کیفیت، جیسے وہ کہہ رہی ہو، ابھی نہیں، ابھی نہیں تو پھر کب؟ کیا اب بھی کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔ اب کیا رہ گیا ہے؟ شاید اس لیے کہ ریماجن ابھی تک بینرنار کے ساحل پر لنگر انداز ہے۔ میں اس بدصورت باغی کا قلع قمع کر دوں گا۔ شاید وہ چاہتی ہے کہ میں تمام قضیے نمٹا کر اس کے پاس آؤں، پھر وہ ہو اور میں ہوں اور خلوتیں ہوں۔ یا ابھی اسے کسی اور چیز کا انتظار ہے؟ کوئی اور مصلحت درپیش ہے؟ میں نے اپنے خوابوں سے چونک کر قارنیل سے کہا۔ ''بینرنار کے ساحل پر ان باغیوں کا حال بتا۔''

قارنیل اب تک کبھی میرا چہرہ، کبھی عکس نماؤں پر متعدد جزیروں میں میرے نام کی ہیبت حیرانی سے دیکھتا رہا تھا۔ وہ میرے اچانک حکم پر گڑبڑا گیا، اس نے بہ عجلت تمام عکس نما پر بینرنار کا ساحل روشن کیا۔ ''ریماجن!'' میں نے دہرایا عکس نما پر منظر بدلتے رہے مگر ریماجن کہیں نظر نہیں آیا۔ میری آنکھیں حیرت سے ایک جگہ ٹھہر گئیں۔ ''وہ چلا گیا ہے۔'' میں نے چند لمحے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا ''وہ وہاں نہیں ہے۔ اس نے خود کو کسی حصار میں محفوظ کر لیا ہے۔ یہاں کچھ اور بھی لوگوں کی کمی معلوم ہوتی ہے۔ آہ شوطار اور فلورا کا انہوں نے کیا حال بنا رکھا ہے۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔ ''ارے یہ ادھر کیا ہے؟ کیا؟ وہ میری تباہی کیلئے جارا کا کا کی عبادت کر رہے ہیں۔'' میرے قہقہے ایوان میں گونجنے لگے۔ ''اور ابھی تک ریت کی فصیل قائم ہے۔ قارنیل! میرا خیال ہے، ہمیں انگروما کے ان ساحروں کا فوراً کوئی بندوبست کرنا ہوگا۔ ایک آخری جنگ ضرور ہوگی۔''

''نہیں مقدس جابر! شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔ انہیں بینرنار کے ساحل کی مچھلیاں کھا جائیں گی، وہ یہیں گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے، دیکھتے نہیں ہو کہ ان کے چہروں سے وحشت برس رہی ہے؟ وہ کیسے بے حال اور ویران نظر آ رہے ہیں؟'' قارنیل نے جرأت سے کہا۔

''مگر وہ ہمارے دشمن ہیں اور میں ان کی سرکشی خوب جانتا ہوں، انہیں تہس نہس کر دینا چاہیے۔ ممکن ہے، وہ پھر انگروما واپس جا کے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کی احمقانہ کوشش کریں، ریماجن کی عدم موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ بوڑھا ساحر مہرے ادل بدل رہا ہے۔ اس کا ذہن شاطرانہ ہے۔ ادھر مجھے شوطار اور فلورا کو ان کے نرغے سے نکالنا ہے۔ دیکھو، ان کم بختوں نے یہ خوب صورت پھول کیسے مسمار کیے ہیں۔'' میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

''تجھ پر ساری باتیں روشن ہیں مقدس جابر! تجھے میری مشورت کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے، ابھی ہمیں اور انتظار کرنا چاہیے۔ ان کی طاقت روز بروز کم ہو رہی ہے۔ ریت کی دیوار ہی ان کی ہزیمت کے لیے کافی ہے اور جب تک مقدس جارا کا کا اور اقابلا کی تائید حاصل نہ ہو جائے، ہمیں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔''

http://kitaabghar.com

''تو سچ کہتا ہے لیکن مجھے جلد سے جلد بڑے فیصلے کرنے کی عادت ہے پھر بھی میں تیری بات مانے لیتا ہوں کیونکہ میرا ذہن میرے قابو میں نہیں ہے، دوسرے معاملوں میں الجھا ہوا ہے۔ میں نتائج حاصل کرنے کی فکر میں ہوں اور تو سوچ رہا ہے کہ سب سے بڑا نتیجہ تو خود میری موجودہ حیثیت ہے لیکن سن لے قارنیل! میری نظر دور تک دیکھ رہی ہے۔ میں اس وقت اپنی ذات کے زنداں میں مقید ہوں، تو سمجھتا ہے، میری ذات سب سے ارفع واعلیٰ مقام پر ہے۔ پر تو نہیں جانتا یہ سب تماشا مجھے اچھا نہیں لگتا، مجھے یہاں نہیں ٹھہرنا۔ کہیں اور جانا ہے۔'' میں نے اس کے گال پر اپنے ناخن چبھوتے ہوئے کہا۔

''مقدس جابر! یہ تو اپنی ذات کا کیا ذکر لے بیٹھا ہے؟ دیوتاؤں نے تیرے کاندھوں پر بڑی ذمے داریاں ڈال دی ہیں، تجھے ثابت کرنا ہے کہ تو ان سے بہ احسن طریق کیسے عہدہ برآ ہوگا۔'' قارنیل نے تعجب سے کہا، اس کا یہ انداز محض اس سبب سے تھا کہ میں نے اس کے اور اپنے درمیان بے تکلفی کی فضا قائم کر دی تھی۔

''یہ بتا کہ کیا یہاں اس وقت میرا کوئی ثانی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔ ''اس وقت صرف تو ہی تو ہے۔''

''کیا میں جالموش کی طرح ہر اعتبار سے مسلح ہوں، کیا تجھے اس کے مقابلے میں مجھ میں کوئی کمی نظر آتی ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے مستعدی سے کہا۔ ''تو ہر طرح سے اس کا مکمل جانشین ہے مگر تجھے خود اپنی عظیم طاقتوں اور دیوتاؤں کی مہربانیوں کا عرفان رفتہ رفتہ ہوگا اور یہ تجھ پر منحصر ہے کہ تو ان صلاحیتوں سے کس طرح کام لیتا ہے؟''

''مگر میں جالموش نہیں ہوں۔'' میں نے مضطرب ہو کے کہا۔ ''اس میں سفاکیت تھی، درندگی، خون آشامی، وہ بڑا نفرت انگیز تھا۔''

''جب تو مکمل طور پر اقتدار سنبھال لے گا تو تیرے اندر بھی یہ جوہر پیدا ہو جائیں گے۔ ان کے بغیر حاکمیت برقرار نہیں رہ سکتی۔'' قارنیل نے جواب دیا۔ ''اور تجھ میں ابھی ایک اور کمی ہے؟''

''وہ کیا؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ایک تو یہ کہ تو جالموش کی خانقاہ میں نیا اور اس کی مسند پر نو وارد ہے۔ جالموش کو تجربوں کی آگ نے پختہ کر دیا تھا، دوسرے یہ کہ تیری عمر مختصر ہے، تجھے دیوتا جب تک چاہیں گے، زندہ رکھیں گے کیونکہ تو نے مشروب حیات نہیں پیا ہے۔''

''مشروب حیات! یہ کہاں دستیاب ہوتا ہے؟''

''مجھے معلوم نہیں لیکن اسے پی کے تیری زندگی ایک مقام پر ٹھہر جائے گی اور تو چونکہ ابھی شباب کے دور میں ہے اس لیے ہمیشہ شباب سے لطف اٹھائے گا اور تجھ پر بہت سے سحر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ تیرے پاس سیکھنے اور لذت اندوزی کے لئے زمانے ہوں گے، تیرے پاس وقت ہی وقت ہوگا۔''

''میں ایک طویل زندگی کا آرزومند نہیں ہوں لیکن اگر یہ میری فضیلت میں کسی کمی کا سبب ہے تو میں مقدس جارا کا سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے یقین ہے، جب وہ مجھ پر اتنا مہربان ہے تو یہ جام بھی عطا فرمائے گا۔ تو بڑے اچھے مشورے دے رہا ہے قارنیل!

http://kitaabghar.com

میرے ذہن کو کیا ہو گیا ہے؟“

”اسے گستاخی پر محمول مت کرنا۔“ قارنیل نے لجاجت سے کہا۔ ”تیرا ذہن اس وقت انتشار کا شکار ہے، تیری کئی آنکھیں اور کئی کان ہیں مگر تو نے کسی ایک جگہ انہیں مرکوز نہیں کیا، یا پھر ایسا ہے کہ تو کسی گہری فکر میں ہے ذرا اپنی طاقت سنبھال، کچھ توازن پیدا کر۔“

قارنیل مجھ سے مرتبے میں بہت پیچھے تھا مگر اس وقت وہ میرے لیے بہترین رفیق کی حیثیت رکھتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ابتدا کہاں سے کروں؟ کیا کروں؟ جی چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے جزیرہ توری کا رخ کروں؟ توری میں سرنگا اور سریتا کو دیکھنے کے لیے جی مچلتا تھا۔ وہ میری اس نئی دنیا کا خاندان تھا جو توری میں رہتا تھا۔ درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ صرف ارادے کی دیر تھی، لیکن اس طرف قدم نہیں اٹھتے تھے۔ یہ خدشہ ابھی تک ذہن پر چھایا ہوا تھا کہ شاید اس بار بھی اس کے قصر کا دروازہ بند ملے یا دروازے کھلے ہوئے ہوں تو وہ تپاک سے خیر مقدم نہ کرے۔ میں اس کے دل میں جھانک نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ ایک بڑی ساحرہ اور جارا کا کا کی نائب تھی، اس کے مقامات بلند تھے۔ اس کی نظروں میں جاملوش کو اپنا درجہ بلند کرنے میں ایک وقت گزرا ہوگا اور میرا ابھی آغاز بھی نہیں ہوا تھا اگر عکس نما میں وہ اپنی طرف بلانے کا ایک موہوم سا اشارہ بھی کر دیتی تو میری حالت اس وقت قطعی مختلف ہوتی۔ میرے پاؤں زمین پر نہ ہوتے۔

قارنیل کا قیاس درست تھا کہ میں جاملوش کی جانشینی اس طرح محسوس نہیں کر رہا ہوں جس طرح محسوس کرنی چاہیے۔ اس کا خیال تھا کہ غاروں میں بیٹھے ہوئے جید عالم اور بزرگ ساحر اس عہدہ جلیلہ پر آنے کے لیے عمریں گنوا دیتے ہیں اور انہیں جارا کا کا کے نشیمن سے ایک حرف ملامت بھی نصیب نہیں ہوتا۔ ایک اجنبی نے جو اس زمین کا فرد نہیں تھا اور اس طلسمی نظام کا پروردہ نہیں تھا، اس نے حیرت انگیز بلندیاں حاصل کی تھیں۔ قارنیل کے لیے یہ ایک بڑی بات تھی اور میرے لیے صرف اتنی تبدیلی واقع ہوئی تھی کہ اس کے عوض اس کی ایک دلکش مسکراہٹ نصیب ہوئی تھی۔ بس یہی اب تک کی خوں ریز سرگزشت کا مآل تھا اور جو میری طرح ایسی شدت انگیز طلب کے جویا ہوتے ہیں، ان کے لیے یہ بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں نے جزیرہ توری کا رخ نہیں کیا۔ ریماجن کا خطرہ ابھی تک بینزنار کے ساحل پر مسلط تھا۔ کتنی عجیب بات تھی، جس لشکر کے ساتھ میں تاریک براعظم پر حملہ کرنے کے لیے آیا تھا، اسی سے مجھے برسرپیکار ہونا تھا، جو میرے رفیق تھے، وہی میرے دشمن تھے، میں ان کا سربراہ تھا۔ زندگی جب سادگی سے پیچیدگی کی طرف کوچ کرتی ہے تو کتنی مشکل ہو جاتی ہے۔ کیا میں اپنے کل میں جاملوش تھا؟ نہیں، میں تو ایک جذباتی، ضدی اور خوش طبع شخص تھا جسے شعر یاد آتے تھے، جس کے پاؤں موسیقی سے تھرکنے لگتے تھے۔ یہ میں کہاں آ گیا تھا؟ جتنی منزلیں گزری تھیں، طلسمی شعور بڑھتا جاتا تھا اور اندیشے پروان چڑھ رہے تھے۔ اس جانشینی کا کیا حاصل تھا؟ بس یہی سرشاری کہ اب حکم کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے مگر حکم دینے کی تمام لذتیں تو مجھے بھی حاصل تھیں۔

یہ کیسی زندگی تھی جو روئے زمین کے اس نادیدہ خطے پر بسنے والے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ آسودہ تھی۔ میرا کام یہ تھا کہ چہار اطراف اپنے احکام نافذ کروں یا اس خانقاہ میں سحر سازی کا کارخانہ کھولوں اور نت نئے سحر جگاؤں۔ میں خود کو اتنا محتاط اور طاقت ور بناؤں کہ کوئی آنکھ مجھ پر نہ اٹھ سکے۔ اجتماع میں میری کرسی سب سے اونچے مقام پر ہو، میں ہجوم میں سب سے آگے کی جگہ نمایاں ہوں۔ سماعتیں میری خوش الحانی کی

منتظر رہیں اور بصارتیں میرے افعال واشغال کو کمال وجلال کا پیمانہ سمجھیں۔

اور زہر میرے ہاتھ میں آتے ہی تریاق ہو جائے۔ میری انا کی گرمی کے لیے کاہنوں کی ایک فوج ظفر موج موجود تھی، جزیروں کے سردار، منتخب عورتیں اور امسار کی حسین وجمیل دوشیزائیں تھیں اور یہ خانقاہ تھی جہاں میں دوبارہ بھٹکتی روحیں قید کر کے انہیں اپنے اشاروں کا مطیع کر سکتا تھا۔ زندگی میں اور کیا چاہیے؟ عیش وعشرت کا ہر باب کھلا ہوا تھا۔

اور مہذب دنیا؟ جس شخص کو انسانوں کے اتنے بڑے مجموعے پر کلی اختیارات حاصل ہوں، وہ مہذب دنیا میں واپسی کے احمقانہ خیال کا تخم کیوں دل میں بوئے گا؟ بیروت میں میرے پُرسان حال مجھے فراموش کر چکے ہوں گے، اگر میں دوبارہ وہاں نازل ہو گیا تو وہ مجھے لبنان کی صدارت پیش نہیں کریں گے۔ وہ میری سرگزشت سن کے دانتوں میں انگلیاں دے لیں گے۔ خوف سے ان کے چہرے زرد ہو جائیں گے، جدید دنیا کے اخبارات صفحہ اول پر یہ عجیب وغریب واقعات اور ہماری تصویریں، سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ شائع کریں گے، پھر لوگ سڑکوں پر گم ہو جائیں گے۔ یہ عارضی سنسنی ہو گی اور پھر ہم تنہا ان سبزہ زاروں کو یاد کیا کریں گے اور ان سامعین کو تلاش کیا کریں گے جو ہماری وحشت انگیز روداد سنا کریں۔ وہ کہیں گے، جھوٹ بولتا ہے۔ بھلا ایسا بھی کہیں ہوا ہے۔

کیا مہذب دنیا میں ہم لوگوں کو موت نہیں آئے گی؟ بوڑھا سرنگا کتنے دن اور زندہ رہے گا؟ اگر وہ مرا تو اس کی موت کا شاندار جلوس نکلے گا، میں نے سوچا، میں سرنگا کو غار سے نکال کے تاریک براعظم کے بہت سے جزیروں کا حکمران بنا دوں گا اور اس کی لڑکی سرینا کو اپنا فیصلہ خود کرنے کا اختیار ہو گا۔ وہ اب بھی کسی ملکہ کی طرح زندگی بسر کرتی ہے۔ مہذب دنیا کے اس بدنصیب قافلے کو معاوضے میں آسودگی دینے کے لیے میرے پاس بہت سے طریقے تھے کیونکہ اب حالات پہلے سے مختلف تھے۔ میں خزانے کے منہ پر بیٹھا تھا۔ مہذب دنیا میں لوگوں کی زندگی کا منتہا کیا ہوتا ہے؟ حصول زر! تاکہ وہ ایک لذت انگیز زندگی گزار سکیں۔ اپنی خواہشیں خریدنے اور آزادی سے گھومنے پھرنے کے اختیارات۔ یہاں زر نہیں تھا مگر زر تو اطمینان کے مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں میرا وجود ہی ان کے لئے سکہ رائج الوقت تھا۔ میری ذات انہیں زمانے کے سرد وگرم سے محفوظ رکھنے کے لئے سائبان تھی۔ اب مجھے بھٹانے کا وقت آ گیا تھا کیونکہ میں ساحر اعظم کے عظیم الشان منصب پر متمکن تھا اگر میرا وجود ان کی انا کو گوارا نہیں تھا تو کیا مہذب دنیا میں ان سب کو بادشاہتیں نصیب ہونے والی تھیں؟

مگر یہ سب ہو گیا، فرض کیجیے، سرنگا بھی آمادہ ہو گیا کہ مفر کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ ریماجن اور انگروما کے باغیوں کا قصہ بھی ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا گیا اور تمام جزیروں میں امن وسکون بحال ہو گیا اور میری مراد بر نہ آئی تو؟ میں اسی طرح اپنے اعصاب پر بوجھ بنا رہا اور اس نے صرف اتنا کیا کہ مجھے اپنے خاص نائب اور پاسبان کے طور پر تسلیم کر لیا تو کیا اس سے میری سیری ہو جائے گی؟ میرا معدہ اس غذا سے اپنی توانائی بحال رکھ سکے گا؟ کیا وہ آگ بجھ جائے گی جو سلگتے سلگتے شعلوں کی صورت اختیار کر گئی ہے؟ اس مفاہمت سے میرے خون کی رفتار اعتدال پر آ جائے گی؟ یہ مغائرت، یہی مصلحتیں، یہی پیچیدگیاں برقرار رہیں۔ یہی طور رہا کہ اب، کہ اب، بس اب اس نے آواز دی، اس نے اپنے نہاں خانے سے پکارا، وہ باد بہاری اب چلی کہ جب چلی۔ وہ ہوا کا جھونکا آیا، اب آیا کہ جب آیا۔ اس انتظار میں سحر ہو جائے گی۔ میں آنے والے وقت کی دہشت

سے لرز گیا۔ یہ جسم کھنڈر بن جائے گا اور یہ طلسم خانہ یوں ہی آباد رہے گا مگر مہذب دنیا کے ان چند نیم جانوں کا کیا حشر ہوگا؟ وہ بھی میرے ساتھ بے وقت غروب ہو جائیں گے۔

میں قارنیل کے کاندھوں پر جھکا ہوا تھا، وہ احترام سے کسی فریضے کے طور پر میرا بوجھ سنبھالے ہوئے تھا اور میرا ذہن اس وقت خود کوئی طلسمی عکس نما تھا جہاں میرے جنوں کارگزرے ہوئے دنوں کی شبیہیں ابھر رہی تھیں اور آنے والے دنوں کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ قارنیل ایک مکمل ساحر تھا، میں اس کا آدرش تھا اور مجھے قارنیل پر رشک آتا تھا کہ اس کا ذہن صاف اور ارادے مستحکم تھے۔ میں نے مضمحل آواز میں اس سے کہا۔

''قارنیل! میں فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیسے فیصلے مقدس جابر؟'' وہ ادب سے بولا۔

''قارنیل! تجھے معلوم ہے، میں جو اس وقت تیرے پاس اس علاقے میں بیٹھا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں کن کن مصائب و آلام سے گزر کے آیا ہوں۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اس نے عقیدت سے کہا۔

''مگر اب میں خود کو تھکا ہوا محسوس کرتا ہوں۔'' میں نے کرب سے کہا۔

''تیرا سورج تو ابھی طلوع ہوا ہے مقدس جابر! ابھی سے تو تھکن کا اظہار کر رہا ہے؟ یقیناً میری رفاقت تیرے لیے کافی نہیں ہے۔ بیتر نار میں بہت سے کاہن جاملوش کے علاقے میں آنے کے لئے تڑپ رہے ہوں گے۔ تو یہ خانقاہ پھر سے متحرک کر دے۔ تیرا دل بہل جائے گا۔ میں بیتر نار سے تیرے لیے کچھ عورتیں لے آتا ہوں، تو اپنے ہاتھوں کو جنبش دے، اب تیرے اختیار میں کیا نہیں؟''

''میں خود اپنے اختیار میں نہیں ہوں قارنیل!'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''سن، تو نے بہت سے مقام حیرت طے کیے ہیں مگر ابھی تجھے بہت کچھ دیکھنا ہے، مقدس جابر! تو بڑا رحم دل ہے کہ اپنے سے کم تر ساحر سے ایسی پرگداز باتیں کر رہا ہے۔''

''چپ رہ۔ میری تعریف نہ کر، مجھے برا بھلا کہہ۔'' میں نے بگڑ کے کہا۔

قارنیل پھر خاموش ہو گیا۔ میں ایوان میں اٹھ کر ٹہلنے لگا اور خود کلامی کرنے لگا۔ ''ہاں جابر بن یوسف! ساحر اعظم! تو نے کیا سوچا؟ اگر اس کا وتیرہ نہ بدلا؟ یہی شیوہ رہا تو؟''

''تو موت۔'' میں نے شکست خوردگی سے خود کو جواب دیا۔ ''لیکن تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟ یقیناً تیری طلب صادق میں کوئی آلودگی ہے، تو وہ تیشہ نہیں جو چٹان کے سینے میں پیوست ہو جائے۔ تیری آواز میں کوئی نقص ہے اس لیے وہ دل میں شگاف نہیں کرتی۔ تو نے کبھی سوچا کہ وہ کیوں گریزاں ہے اور تیرے لفظ، تیرے اظہار، تیری فدائیت اور تیرے ایثار کیوں داد نہیں پا رہے ہیں؟''

''سرنگا کہتا ہے کہ وہ ایک سراب ہے۔''

''تو تو سراب کے پیچھے کیوں دوڑ رہا ہے؟ تجھ سے بڑا پاگل کرہ ارض پر پیدا نہیں ہوا۔''

''مگر میں اسے سراب نہیں سمجھتا۔'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

''تو اسے کیا سمجھتا ہے؟'' میں نے نفرت سے پوچھا۔

''حسن و جمال کی ایک حسین عمارت، لعل بدخشاں، ایک بہشت، میں اسے کائنات سمجھتا ہوں۔ وہ اگر سراب بھی ہے تو بہت خوب صورت ہے۔''

''وہ ایک ملکہ ہے اور یہ سحر و اسرار کی کائنات ہے۔''

''میں نے کون سا سحر چھوڑ دیا ہے؟ کیا یہ سب میں نے اس خطے کے بونوں کے مقابلے میں اپنا قد بڑھانے کے لئے کیا ہے؟ ہر قدم پر وہی میری محرک رہی ہے۔''

''تو نے کتنے مقام حیرت طے کیے ہیں؟ تو نے کبھی سوچا ہے کہ یہ سب کیوں ہے؟ کون یہ نظام چلا رہا ہے؟ تو مہذب دنیا کا ایک شخص، آکسفورڈ کا سند یافتہ، نئی دنیا کا آدمی، تو نے فلسفہ پڑھا تھا، کیا تو نے اس طلسمی نظام کے فلسفیانہ پہلو پر غور کیا؟ تو نے سوچا کہ یہاں یہ ٹھہراؤ کیوں ہے؟ لوگ زمانوں کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی عمریں منجمد ہیں۔ یہاں روحیں غلام کر لی جاتی ہیں اور جدید دنیا کے تمام علوم و فلسفہ و منطق سائنس اور فنون ہیچ ہو جاتے ہیں، تو بہت بڑا ساحر ہے مگر تو نے اس نظام کے بارے میں غور کیا؟''

''اگر میں ان موشگافیوں میں پڑتا تو یہ مدارج طے نہ کرتا، میں نے اسے جوں کا توں تسلیم کر لیا۔ میں نے صرف ایک بات پیش نظر رکھی کہ یہاں فلسفیانہ مباحث بے سود ہیں۔ یہاں دو اور دو پانچ ہو جاتے ہیں۔ سائنس اس طرح بھی اپنا اظہار کر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ سب سائنس ہے۔ یہ فنون اور یہاں کے آداب اگر نہ سیکھو، یہ عمل نہ کرو، وہ جادو نہ آزماؤ تو دو اور دو پانچ کی منطق وجود میں نہیں آتی۔ یہ سب سائنسی مظاہر ہیں مگر میں ان کی تشریح کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ میں نے اس زمین کی ماہیت پر غور نہیں کیا۔ جس طرح جدید دنیا کے سائنس دانوں نے عقل کی منزل ختم ہو جانے پر باقی رموز قدرت پر چھوڑ دیئے ہیں۔ کیا جدید دنیا نے سب کچھ دریافت کر لیا ہے کہ یہ کائنات وجود میں کیسے آئی؟''

''مگر تو نے اسے جاننے کی سعی بھی نہیں کی۔ تو نے ایک حامی ہونے کا ثبوت دیا۔ تو نے فکر ہی نہیں کی کہ یہ دنیا، تیری دنیا کی نظروں سے اوجھل کیوں ہے؟ یہ لوگ کون ہیں؟''

''جب میں نے یہ سوچنا چاہا تو مجھے شدید مایوسی ہوئی، اس لئے میں نے سوچنا موقوف کر دیا کہ اسی میں امان تھی۔ پھر ایسے عالم میں کون شعوری رہ سکتا ہے جس نے اپنی ذات کا ہر جوہر کسی دوسرے مرکز میں ضم کر دیا ہو اور خود اس کی کوئی ذات نہ رہ گئی ہو۔ کیا میں عالم شعور میں ہوں؟ کیا سرنگا کے بقول یہ فریب نظر نہیں ہے کہ میں نے اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کا محور اسی کی ذات کو بنایا ہے۔ کیا مہذب دنیا میں اس قسم کی مثالیں نہیں ملتیں؟ میں پوچھتا ہوں۔ روح کیا ہے؟ جواب دے اے جدید دنیا کے قوطی! روح موجود ہے تو باقی باتیں بھی تسلیم کر۔''

''تیری موجودہ حالت تیری دلیل اور میرے سوال کا بجائے خود جواب ہے مگر میں تیری توجہ ان چند امور کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر تو سوچتے ہوئے ڈرتا ہے اور جب تک تو فکر کے اس مرحلے سے نہیں گزرے گا، ہمیشہ پریشان رہے گا۔ یا تو پرسکون ہونا نہیں چاہتا؟''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''میرا سکون صرف اسی کے حصول میں مضمر ہے کیونکہ میں نے خود کو اس میں شامل کرلیا ہے، اگر تیرے پاس اس کا کوئی حل ہو تو بتا اور باتیں نہ کر۔ فلسفے کی باتیں نہ چھیڑ۔ میں تجھے قائل کردوں گا، تیری سائنسی تاویلات میں ہزار سقم ہیں۔''

''ایک بار ذرا یہ سوچ کے دیکھ لے کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کیا یہ ایک مکمل نظام ہے؟ اچھا جانے دے تیرا جواب وہی ہوگا۔ تو جواب میں مہذب دنیا کے بعض محیر العقول واقعات پیش کردے گا۔ میں انہیں ردوقدح کے بعد اور تیری تسلی کے لیے تسلیم کرلیتا ہوں مگر تو کبھی منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ بعض ابتدائی باتیں تیری عقل میں نہ آجائیں اور تجھے کچھ نہیں معلوم۔''

''تو کہنا کیا چاہتا ہے؟''

میری باتیں واضح اور صاف ہیں، میں تجھے یہاں اتنی منزلیں مارنے کی مبارک باد پیش کرتا ہوں، بلاشبہ اس میں تیری جرأت، شجاعت اور عزم کا بڑا دخل ہے لیکن تجھے یہ سوچنا ضرور ہوگا کہ اقابلا کون ہے؟ جارا کا کون ہے؟ اور کیا تیرے یہ مراتب محض اس سبب سے ہیں کہ تو نے انہیں بہت متاثر کیا ہے یا اس کا سبب کچھ اور ہے؟ جب تک تو ان امور پر توجہ نہیں دے گا، ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا، کیا جدید دنیا میں طلب صادق کے دعوے دار سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں؟ کیا انہیں سماجی شعور نہیں ہوتا؟ تجھ جیسا ذی ہوش شخص آخر اتنی معمولی بات کیوں نہیں سمجھتا؟ سن تیرا ہر علم ادھورا ہے۔ پہلے وہ راستہ سمجھنے کی کوشش کر جو تیرے مقصود کی طرف جاتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب تو ایک شعبدے باز کی بجائے ایک عالم کی حیثیت سے مسائل و مصائب کا جائزہ لے اور جان لے، تو نے اب تک جو کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ ایک طرف، اور آگہی کا یہ کارنامہ ایک طرف ہے۔ سرنگا آگہی کی اس منزل سے گزر رہا ہے مگر اس میں تیری طرح جرأت کا فقدان ہے۔''

''میں یہ نکات ذہن میں رکھوں گا، بے شک مجھے اس پر غور کرنا ہوگا کہ کیا وہ ایک قابل حصول شے ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے کس راستے سے جانا ہوگا؟''

''اور یہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ تجھے تیرا گوہر مقصود نہ ملا تو تیرا رخ کس طرف ہوگا؟''

''میں تو شاید پاگل ہو جاؤں گا۔ پھر مجھ سے خود کو سنبھالا نہ جائے گا کیونکہ میں نے اپنے آپ کو سلب کرکے اس کی آرزو کی ہے۔''

''تو اسے ضرور حاصل کرے گا، یہ شک ذہن سے نکال دے، کچھ حاصل کرنے کا یقین نہ ہو تو آگہی کی ریاضت بے کار ہے۔''

''میں اسے حاصل کرلوں گا۔'' میں نے جوش میں بہ آواز بلند کہا۔ قارنیل دوڑ کر میرے پاس آگیا اور حیرت سے میرا چہرہ تکنے لگا۔ میں اس کی آمد سے چونک پڑا۔

''مقدس جابر! کیا تو نے مجھ سے کچھ کہا؟'' اس نے خوف زدگی سے پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ قارنیل!'' میں نے کسی قدر مطمئن لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''آ میرے ساتھ۔ ہم بینزنار کے ساحل پر چلیں گے۔''

''تنہا؟ وہ وحشت میں چلایا۔''

http://kitaabghar.com

''ہاں تنہا۔ میری ایک عزیز شے وہاں رہ گئی ہے۔ مجھے اسے ان کے قبضے سے ضرور حاصل کرنا ہے تاکہ میں اطمینان کے ساتھ اپنی نئی جدوجہد کا آغاز کرسکوں۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ کے کہا۔ قارنیل حواس باختہ میرا منہ دیکھتا رہ گیا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں بینرنار سے ساحروں کی ایک جماعت ساتھ لیتا چلوں۔

''تیرا یہ مشورہ غیر مفید ہے، میری ان باغیوں سے پرانی شناسائی ہے۔ میں ان سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے یہ کہہ کے جھونپڑی سے اپنے نوادر سمیٹے، ان میں سے چند گلے میں ڈالے اور سبک خرامی سے آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد میں بینرنار کے ساحل کے اس طرف پہنچ گیا۔ جہاں سے ریت کی دیوار شروع ہوتی تھی۔ ایک وقت تھا کہ ایک لمبی مسافت طے کر کے ہم جالموش کی خانقاہ تک پہنچے تھے۔ میرے ذہن میں یہ نکتہ سر ابھارتا رہا کہ یہ فاصلوں کی کمی وبیشی کا کیا کرشمہ ہے؟ ثابت ہوا کہ وہ لمبی مسافت ایک طلسمی شعبدہ تھا، یا یہ مختصر راستہ ایک طلسمی شعبدہ ہے لیکن یہ سب باتیں اتنی آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں۔ میں چھوٹے چھوٹے ذرات کی اس آندھی میں قارنیل کے ساتھ داخل ہوگیا۔ ذرات اب ہمارے راستے میں مزاحم نہیں ہوئے۔ جالموش بھی اس قسم کی حماقت نہیں کرسکتا تھا کہ غنیم کے لشکر میں اپنے ایک معمولی ساحر کے ساتھ جانے کا قصد کرے ان کے غصے عروج پر ہوں گے۔ جب وہ دوبارہ میرا چہرہ دیکھیں گے کہ میں نے اقابلا کا مجسمہ محفوظ کر کے ان کی فتح، شکست میں بدل دی ہے تو ان کی ناراضی اور نفرت کا کیا عالم ہوگا؟ ہم نے تیز رفتاری کے ساتھ ریت کی وہ ہیبت ناک فصیل بھی عبور کرلی جو تاریک براعظم کا ساحرانہ اعجاز تھی۔ اس نے انسانوں کے ایک عظیم انبوہ کو بینائی سے محروم کردیا تھا، مہذب دنیا میں کوئی ایسی سائنسی حقیقت نہیں تھی۔ اس اعتبار سے یہاں کے مجہول اور وحشی ساحر سمندر پار کی دنیا کے سائنس دانوں سے زیادہ برتری کے حامل تھے۔

جب میں قارنیل کے ساتھ فصیل کے اس پار ریت کی آندھی سے برآمد ہوا تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ ان کا سب سے بڑا دشمن بہت سادگی سے ان کے سامنے کھڑا تھا، میرے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور ان کے چہروں پر اضمحلال، پژمردگی، بے یقینی۔ میری آمد پر جیسے ان کے مردہ تنوں میں زندگی کوند گئی۔ وہ چاروں طرف سے میری طرف دوڑ پڑے۔ میں اڑتی ہوئی ریت کے پاس ہی کھڑا تھا اور اس لحاظ سے محفوظ تھا کہ اگر انہوں نے کوئی منتقمانہ کارروائی کی تو میرے لیے اس گرد وغبار میں کودنا آسان ہوگا۔ فی الحال ان سے کوئی بڑا معرکہ کرنا مناسب نہیں تھا، میری آمد کا یہ مقصد بھی نہیں تھا، میں نے ساحل کی اس چوڑی پٹی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ یہاں اب بھی بڑے بڑے ساحر موجود تھے۔ بہت بڑا لشکر سمندر میں کشتیوں پر موجود تھا۔ جگہ جگہ آگ جل رہی تھی لیکن ان عالموں اور ساحروں میں کوئی بھی میرا مدمقابل نہیں تھا۔ ہاں وہ ایک ساتھ مجھ پر حملہ آور ہو جاتے تو میں جالموش کی طرح کسی بے خبر لمحے میں ان کا نشانہ بن سکتا تھا۔ میری آنکھیں فلورا اور شوطار کو تلاش کررہی تھیں۔ ہر سمت سے ان کا چیختا چلاتا ہجوم میری طرف امڈا اور مجھ سے ایک فاصلے پر آکر ٹھہر گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ ان کے چہرے میرا ردعمل دیکھنے کے لیے تپ رہے تھے۔ ''سنو میرے سرکش دوستو!'' میری آواز کسی آلہ مکبر الصوت کے بغیر ساحل کے اس کونے سے اس کونے تک گونجنے لگی۔ ''میں واپس آگیا ہوں۔ میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ شاید تمہیں میرے مزید تعارف کی ضرورت نہ پڑے۔ پہلے ایک مشترکہ مقصد کے لیے ہمارے درمیان اتحاد تھا اور اس اتحاد کی گواہ وہ لوح تھی جو سمندروں میں موجود ہے۔ جس پر میرے اور ریماجن کے درمیان ایک معاہدہ کندہ ہے۔

ریماجن اپنے وعدے اور معاہدے سے منحرف ہوگیا، جب کہ اس سے یہ بات طے ہوگئی تھی کہ مقدس اقابلا کا مجسمہ محفوظ رہے گا۔ تم مجھ سے بخوبی آشنا ہو۔ تم نے میرا جلال، جالوش کا زوال اور اپنے ساحر اعظم ریماجن کی ناکامی دیکھی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

میں نے چند لمحے توقف کیا اور اس پُر جوش مجمع کی طرف غور سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا، وہ جواب میں اپنی گردنیں نفی میں نہیں ہلائیں گے لیکن اس وقفے کا مطلب یہ تھا کہ فلورا اور شوطار میری آواز سن لیں اور انہیں جلد سے جلد ہجوم میں سب سے آگے آنے کا موقع مل جائے۔ میں نے اپنا بیان جاری رکھا۔ ''تم نے دیکھا ہوگا کہ انگرومامیں روحوں کے زنداں سے روحیں آزاد ہوگئیں۔ تم ایک ایک واقعے کے چشم دید گواہ ہو۔ کیا مجھے اپنی عظمتوں اور طاقتوں کی تمام تر روداد تمہارے گوش گزار کرنی ہوگی؟ سنو! میں تم سے چند اہم باتیں کرنے آیا ہوں۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ میں اب بلا شرکت غیرے جالوش کی مسند پر فائز ہوں اور مقدس اقابلا کا مقرب خاص ہوں۔ مجھے مقدس جارا کا کا نے پسند کیا ہے اور تمہارے لیے اس کی ناپسندیدگی کی علامت گرد و غبار کی یہ آندھی ہے۔ میں تمہیں اپنی جانب سے اس شرط پر امان دینے آیا ہوں کہ تم اپنے ارادوں سے تائب ہو جاؤ اور میرے ساتھ اپنی پرانی زمینوں پر چلو جہاں کی عورتیں اور شرابیں تمہارے لبوں کی یہ مردنی دور کر دیں گی۔ میں تمہیں چند لمحے سوچنے کے لیے دیتا ہوں۔ کون ہے جو میرے ساتھ ان مقدس سبزہ زاروں پر چلنے کے لیے آمادہ ہے جہاں مقدس جارا کا کا قیام ہے؟'' یہ کہہ کے میں خاموش ہوگیا۔

ہجوم پر گہرا سناٹا طاری ہوگیا۔ وہ گنگ سے ہوگئے۔

میری نظریں فلورا اور شوطار کے تعاقب میں رواں تھیں، وہ شکستہ یا زخمی پرندوں کی طرح ہجوم چیرتی ہوئی آگے آنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ انہیں راستہ مشکل سے مل رہا تھا۔ میں یہاں اپنا ہاتھ دراز کر کے انہیں اٹھانے کی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ یہی ایک تدبیر تھی کہ میں ہجوم کی توجہ کسی اور جانب مبذول کر دوں، وہ فلورا اور شوطار کو طشتری میں رکھ کے میرے سامنے پیش کرنے سے رہے۔ اس لیے میں نے شعبدہ کاری کی ٹھان لی جو اس نازک موقع پر ایک مہلک اقدام تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ ہذیانی انداز میں اٹھا دیئے، میرے ایک ہاتھ میں چوبی اژدہا لہرا رہا تھا۔ یہ ہاتھ اتنے اونچے تھے کہ دور سمندر میں موجود انگروما کے عام باغیوں کی نگاہیں بھی انہیں دیکھ سکتی تھیں۔ ساتھ ہی میرا پورا جسم لرز رہا تھا۔ یکایک میں نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اس آتشیں ہجوم میں کسی سحرکاری کا مظاہرہ کرنا باقاعدہ جنگ کرنے کے مترادف تھا۔ پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا، میں نے ان سے گرج کر پوچھا۔ ''تمہاری قیادت کون کر رہا ہے؟''

جواب دینے کے بجائے ایک معمر شخص آگے آیا۔ اس کے جبڑے خاصے مضبوط تھے اور رنگ کوئلے سے زیادہ سیاہ تھا۔ ''میں ہوں مقدس جابر! میرا نام لارما ہے۔'' اس کے لہجے سے تھکن نمایاں تھی۔ ''تو شاید مجھے جانتا ہے؟''

''میں تجھے خوب جانتا ہوں۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''تو انگروما کا ایک بڑا ساحر ہے اور ریماجن سے معاہدے کے وقت اس کا ترجمان تھا۔ لارما! اے معزز ساحر! اپنے لوگوں کو اشارہ کر کہ وہ میری بات توجہ سے سنیں۔ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، یاد رکھ، میں انہیں ایک زریں مشورہ دینے آیا ہوں اور اسی لیے اپنے ساتھ لاؤ لشکر نہیں لایا حالانکہ یہ بھی ممکن تھا۔''

''ہمیں سوچنے کا موقع دے۔'' لارما فکرمندی سے بولا۔

http://kitaabghar.com

''سوچ لے، میں یہیں ہوں، اپنے غلاموں کو حکم دے کہ وہ میری خدمت میں کوئی مشروب پیش کریں۔ اس وقت میری حیثیت ایک سفیر کی بھی ہے۔'' میں نے خوش اطواری سے کہا۔

لارما نے پھرتی سے اشارہ کیا۔ ایک لمحے کی مدت میں انگروما کی نوجوان لڑکیاں اپنے شانوں پر شراب کے برتن اٹھائے میرے سامنے آگئیں۔

انہوں نے فلورا کو آگے نہیں آنے دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ اسے یرغمال کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

یہ صورت حال میرے لیے خاصی سنگین تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں سے خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں اور مہذب دنیا کی ایک لڑکی کے لیے تاریک براعظم کے ساحروں کو اکٹھا کر کے ایک اور ہولناک جنگ کا آغاز کروں، میں کش مکش میں پڑ گیا۔ ''ہاں تو تو نے کیا سوچا معزز لارما؟''

لارما تذبذب میں پڑا ہوا تھا۔ ہر شخص اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ''وہ دیکھو، وہ ہماری باتیں سن رہا ہے۔'' میں نے اچانک اس چٹان کی طرف اشارہ کیا جہاں جالموش کے ساتھ آخری معرکہ ہوا تھا۔ چٹان پر ریماجن کا ہیولا موجود تھا۔ یہ وہی کرشمہ تھا جو جالموش نے اقابلا کا ہیولا کھڑا کر کے مجھے ورغلانے کے لیے اختیار کیا تھا۔ ظاہر ہے، میں زیادہ دیر تک ان ہوش مند ساحروں کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا تھا لیکن مجھے صرف چند لمحے درکار تھے۔ میری آنکھوں نے پہلے ہی اس مقام کا تعین کر لیا تھا جہاں فلورا اور شوطار ہجوم کے درمیان گھری ہوئی تھیں۔ میں نے قارنیل کو ہجوم میں دھکا دے دیا۔ اس کے پورے جسم سے آگ نکل رہی تھی اور لوگ سمجھ رہے تھے کہ میں نے اسے کسی گستاخی کی یہ سزا دی ہے۔

تمام لوگوں کی توجہ ریماجن کے ہیولے پر مرکوز ہوگئی۔ ریماجن ہاتھ اٹھائے گم صم کھڑا تھا۔ قارنیل کسی پاگل کی طرح چیختا چلاتا ہجوم میں آگے بڑھ رہا تھا۔ جو لوگ اس کے قریب کھڑے تھے، وہ اسے بدحال، آگ میں جلتا دیکھ کر پیچھے ہونے لگے۔ اس موقع پر اصلی ریماجن سے ایک غلطی ہوگئی۔ اس نے میری موجودگی کی سن گن پا کے اپنا حصار توڑ دیا اور ریت کی دیوار توڑنے کے لیے اپنی طویل ریاضت ادھوری چھوڑ دی۔ اپنے لوگوں کو میری سمت متوجہ دیکھ کے اس سے نہ رہا گیا اور وہ اپنی تمام ساحرانہ صلاحیتیں بروئے کار لا کے یکا یک ساحل پر نمودار ہو گیا۔ ہجوم میں فلک شگاف چیخیں بلند ہوئیں۔ کچھ لوگ اس چٹان کی طرف دوڑے جہاں ریماجن کا میرا تخلیق کیا ہوا ہیولا موجود تھا اور کچھ لوگ اس طرف متوجہ ہوئے جہاں اصل ریماجن ساحل پر آ کے میری طرف بڑھ رہا تھا، وقت بہت کم تھا، ساحل پر افراتفری مچ گئی تھی۔ قارنیل سرشوریاں کرتا ہوا فلورا اور شوطار تک پہنچ گیا تھا اور انہیں اپنے جسم سے نکلتے ہوئے شعلوں کی امان میں لیے تیزی سے واپس آ رہا تھا۔ میں نے اس کی مشکل آسان کر دی اور اپنا ہاتھ دراز کر کے سب سے پہلے فلورا کو اپنے پنجے میں لے لیا اور اس کا بدن میری ٹانگوں میں دبا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے، میں نے شوطار کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ قارنیل نے بھی میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ جلد ہی وہ دونوں میری سانسوں کے قریب موجود تھے۔ یہ لمحوں کا کھیل تھا۔

اب وہاں مزید ٹھہرنا ہمارے لیے کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ میں نے ناتواں فلورا کو ایک بازو میں اور شوطار کو دوسرے بازو میں سمیٹ لیا۔ قارنیل لپک کر میری پشت پر ہو گیا۔ میں ان سے چند اور جملے ادا کرنے کی مہلت چاہتا تھا مگر ریماجن غضب ناک تیوروں سے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اب میرے اور اس کے درمیان چند گزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میں نے سوچا، میں ایک محفوظ جگہ کھڑا ہوں، ریت کی آندھی مجھے ایک جست میں اپنے اندر جذب کر لے گی لیکن ریماجن آ ہی رہا ہے تو اس سے دوستانہ کلمات کا مختصر تبادلہ کیوں نہ ہو جائے؟ میں ہاتھ اٹھا کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کہ مجھے ایک ساتھ بے شمار طلسمی نیزے اور آتشیں گولے فضا میں اٹھتے دکھائی دیئے، میں نے آناً فاناً ریت کی طرف مڑے بغیر الٹے قدموں پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس ایک ثانیے کی غفلت سے میرے جسم پر کچھ اثر ہوتا نہ ہوتا لیکن فلورا اور قارنیل میں سے کوئی ایک ضرور ہلاک ہو جاتا۔ شوطار نے مشروبِ حیات پیا ہوا تھا۔ وہ مرتی تو نہیں مگر ہاں اس کا خوب صورت بدن ضرور داغ دار ہو جاتا۔ ریت کے ذرات میں پہنچ کے ہم بالکل محفوظ ہو گئے۔ میں نے ان دونوں کو سختی سے اپنے بازوؤں میں سمیٹے رکھا تھا، اگر وہ میری دسترس سے نکل جاتیں تو ریت کی آندھی انہیں اپنے دوش پر اٹھا لیتی اور ننھے ننھے ذرات ان کے جسموں میں اتنے سوراخ کر دیتے کہ تھوڑی دیر میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہتا۔ واپسی کے وقت مجھے اس بات کا افسوس رہا کہ میں ریما جن کے تسلط سے آزاد کرا کے ساحروں کا کوئی گروہ اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ پھر بھی میں نے اپنے فصیح اور مدلل بیان سے ان کے الحاق میں دراڑیں ضرور پیدا کر دی تھیں۔

☆==========☆==========☆

ہیرے کے آنسو

ہیرے کے آنسو ایک نوجوان کی کہانی ہے، جس کے ساتھ اس کے اپنوں نے ہی ظلم کیا تھا۔ ایک دن اچانک اس کی زندگی میں ایک موڑ آ گیا۔ ایک شخص نے اس کے والد کی کوئلے کی کانوں کو قیمتی قرار دیتے ہوئے ثبوت بھی فراہم کر دیا کہ وہاں ہیرے موجود ہیں۔ جھوٹ فریب لالچ اور دھوکہ دہی کے تانے بانے سے بُنی جرم و سزا کے موضوع پر ایک دلچسپ کہانی۔ اثر نعمانی کے تخلیق کردہ سراغرساں ندیم اختر کا کارنامہ۔ **ہیرے کے آنسو** کتاب گھر کے **جاسوسی ناول** سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

فاصلوں کا زہر

طاہر جاوید مغل کا خوبصورت ناول۔ محبت جیسے لازوال جذبے کا بیان۔ دیارِ غیر میں رہنے والوں کا اپنے دیس اور وطن سے تعلق اور اٹوٹ رشتوں پر مشتمل ایک خوبصورت تحریر۔ ان لوگوں کا احوال جو کہیں بھی جائیں، اپنا وطن اور اپنا اصل ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ناول **فاصلوں کا زہر** کتاب گھر پر موجود ہے، جسے **رومانی معاشرتی ناول** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

ہم ریت کے صحرا عبور کر کے صاف و شفاف آسمان کے نیچے آ گئے اور کسی جگہ ٹھہرے بغیر چلتے رہے۔ فلورا اور شوطار کی حالت بہت دگرگوں تھی۔ ان کے جسموں پر نیل پڑے ہوئے تھے اور جا بجا خون کے دھبے تھے۔ ان کے زخموں پر ریت نے اور ستم کاری کی تھی۔ جاملوش کی خانقاہ کی آبادی اب دو سے بڑھ کر چار ہو گئی تھی۔ قارنیل نے ان کے لیے فوراً سوکھی گھاس کے نرم بستروں کا انتظام کیا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے زخم دھوئے۔ ریماجن نے انہیں ہیبت ناک سزائیں دی تھیں۔ صرف اتنا رحم کیا تھا کہ ان کی سانس کی ڈوری برقرار ہے۔ جب ان کے حلق میں حرارت پیدا کرنے والا مشروب لوٹایا گیا تو انہیں ہوش آیا کہ وہ کہاں آ گئی ہیں؟ ان کے زرد چہروں پر زندگی کی سرخی رقص کرنے لگی۔ وہ حیرت سے گردوپیش دیکھ رہی تھیں اور میں دور بیٹھا ان کے اوسان بحال ہونے کا منتظر تھا۔ پھر مجھے اس وقت اطمینان نصیب ہوا جب فلورا بے تابانہ میرے سینے سے آ لگی اور زار و قطار رونے لگی۔ اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو میرا انکلہ ر دور کر رہے تھے۔ پہلے میرے دل پر پتھر رکھا ہوا تھا کہ وہ دشمنوں کے نرغے میں ہے مگر اب وہ میری تحویل میں آ گئی تھی، شوطار، فلورا کی طرح شدت کا اظہار کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ میں نے اسے کھینچ کر اپنے دل سے قریب کر لیا۔ میں اسے کیسے فراموش کر سکتا تھا؟ اس نے انگرو ما میں ریماجن سے انقطاع کر کے مجھ سے وفاداری نبھائی تھی۔ فلورا نے رو رو کے مجھے ریماجن کے مظالم کی داستان سنائی۔ شوطار اس دوران میں خاموش رہی کیونکہ فلورا اس کی ترجمانی بھی بخوبی کر رہی تھی۔ اسمار کی یہ سابق ملکہ جو حسن و جمال میں یکتا تھی اور جو انگرو ما میں اقابلا کے باغیوں کی پناہ میں چلی گئی تھی، اب دوبارہ اقابلا کی زمین پر واپس آ گئی تھی۔ شوطار اقابلا کی نظر میں ایک معتوب عورت تھی۔ مجھے گمان تھا کہ اقابلا نے اس کی واپسی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھی ہو گی۔

"تم ہمیں کن درندوں میں چھوڑ گئے تھے جابر؟" فلورا سسکتے ہوئے بولی۔

میں نے اسے سمجھایا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ "مجھے یقین تھا کہ وہ تمہیں مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا نہیں کریں گے۔ وہاں تمہاری موجودگی ان کے لیے اس امر کی ضمانت تھی کہ میں بہر طور واپس آؤں گا۔"

"مگر تم اتنے دنوں رہے کہاں؟" وہ مچل کے بولی۔

"کہاں؟" میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "میں بہت دنوں تک ویرانوں میں بھٹکتا رہا۔ پھر میں اس طرف آ نکلا۔" میں نے مختصراً اسے اپنی روداد سنائی، فلورا کے مقابلے میں شوطار کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں اس نے بے اختیار میرے سینے کا سیاہ نشان چوم لیا۔

"مقدس جابر!" شوطار کا لہجہ جذبات سے لبریز تھا۔ "میری عقیدت قبول کر۔ اتنی جلد یہ سب حیرت انگیز ہے۔"

"اب جو کچھ بھی ہو گا، جلد سے جلد ہو گا شوطار!" میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ مقدس جابر!" شوطار میرے پیروں کو بوسہ دینے لگی۔ "کوئی برگزیدہ سے برگزیدہ ساحر بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ تو اس منصب تک پہنچ جائے گا۔"

"آئندہ بھی جو کچھ ہو گا، وہ اس سے کم عبرت انگیز نہیں ہو گا۔"

"میں تیری رفاقت پر ناز کرتی ہوں۔" شوطار نے جوش سے کہا۔

''مجھے تیری ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اب تو یقیناً میرے بڑے کام آئے گی۔ تیرے اندر ایک عظیم ساحرہ کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور تو بہت سے اسرار و رموز سے واقف ہے۔ ابھی تو میرے پاس رہے گی، پھر میں تیری قسمت کا فیصلہ کروں گا۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

''میں تجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔'' شوطار میرے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''مجھے کسی سلطنت کا اقتدار نہیں چاہیے۔ یہاں اس سے زیادہ متبرک اور شان دار مقام کوئی نہیں ہے۔ میں تیرے قرب سے سعادتیں سمیٹوں گی، میرے لیے یہی سب سے بڑا اعزاز ہے یقین رکھ، میں تجھے خوش کرنے کی کوشش کروں گی۔''

''میں جانتا ہوں۔ شوطار میں تجھے بہت پسند کرتا ہوں۔''

''اور میرے لیے کیا حکم ہے؟'' فلورا کا لہجہ زخمی تھا۔

''تم جو سوال کرنا چاہتی ہو، وہ اب بھی قبل از وقت ہے۔ ابھی مطلع پوری طرح صاف نہیں ہوا۔'' میں نے اس کی زلفیں سنوارتے ہوئے کہا۔ ''تم میرے ساتھ اسی خانقاہ میں رہوگی، حالانکہ میں تمہیں سرنگا کی لڑکی سریتا کے پاس بھی پہنچا سکتا ہوں، یہاں اگر تم چاہوگی تو کنیزوں اور غلاموں کے گروہ تمہاری خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔''

''مجھے ان غلاموں اور کنیزوں سے نفرت ہے۔''

''قارنیل۔'' میں نے اسے پکارا۔ وہ گھبرایا ہوا میرے قریب آ گیا۔ ''فلورا کو عکس نما کے ایوان میں لے جا اور جزیرہ توری میں مہذب دنیا کے لوگوں کی شبیہیں ابھار۔ فلورا کا دل بہل جائے گا اور یاد رکھ، فلورا میری امانت ہے۔''

قارنیل زمین بوس ہو گیا پھر اس نے فلورا کو اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ فلورا وہاں سے جانے پر آمادہ نظر نہیں آتی تھی مگر کسمسا کر اٹھی اور قارنیل کیساتھ باہر نکل گئی۔ میں اور شوطار اس جگہ اکیلے رہ گئے۔ میں نے انگلی کی جنبش سے وہ ایوان بیرونی دنیا سے منقطع کر دیا۔ ''شوطار! مجھے تجھ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' میں نے سرمستی سے کہا۔

''تو مجھے حکم دے مقدس جابر!'' وہ تڑپ کر بولی۔

''تو نے اسمار میں اقابلا سے نبرد آزما ہونے کی جرأت کیوں کی تھی؟''

''اس لیے کہ جالموش مجھے پسند کرتا تھا۔''

''کیا جالموش نے تجھ سے کوئی وعدہ کیا تھا؟''

''نہیں۔'' میں نے اس کا التفات دیکھ کے بہت سے اعتبارات خود قائم کر لیے تھے۔'' شوطار نے سادگی سے جواب دیا۔

''میں تجھے جالموش سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

''مجھے یقین ہے۔ میں نے کبھی جالموش سے اس طرح قریب ہو کے بات نہیں کی۔ وہ بات بہت کم کرتا تھا اور بہت کم وقت دیتا تھا۔ تو اس سے بہت مختلف ہے۔''

http://kitaabghar.com

''سن شوطارا میں بھی جاملوش کی طرح بہت دور تک دیکھ رہا ہوں۔ میں تجھ سے کوئی وعدہ نہیں کرتا لیکن میرے ارادے یقیناً جاملوش کے عزائم سے زیادہ بلند ہیں۔''

''تو اس سے بہت بلند ہے۔'' وہ جذبات میں ڈوب کر بولی۔

''تو پھر میری باتوں کا جواب دے، میں آج تجھ سے بہت اہم معاملوں پر بات کرنے کا آرزومند ہوں۔''

''کیا کوئی ایسی رمز ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہے؟'' اس نے شوخی سے کہا۔

''ممکن ہے، کوئی ہو۔'' میں اس کے سامنے یہ اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا کہ ابھی میں بہت کچھ نہیں جانتا ہوں لیکن شوطار کے اس جملے سے مجھے دھچکا سا لگا کہ جو باتیں مجھے معلوم ہونی چاہئیں، میں ان سے ناواقف ہوں، مجھے احساس ہوا، میرا موجودہ اعزاز دیوتاؤں کی کسی خاص مصلحت کے سبب سے ہے۔ میں کرب سے پہلو بدلنے لگا۔ میں نے شوطار کو اور قریب کر لیا۔

میں اسے بلاغت سے اپنے مقصد کی طرف لے آیا اور سرشاری اور مدہوشی کے ان لمحوں میں طرح دے دے کے میں نے اس سے تعلیم حاصل کرنی چاہی۔ میں نے باتوں باتوں میں اس سے مشروب حیات کے چشمے کا پتہ پوچھا۔ وہ غنچہ دہن بولتی تھی تو پھول جھڑتے تھے مگر اس وقت اس کے منہ سے کانٹے برآمد ہو رہے تھے جو میرے دل و دماغ میں چبھنے لگے تھے۔ میں نے اس پُر اسرار عورت کو کریدا تو مجھے اس کے ذہن کے تہہ خانے سے ایسے نوادر حاصل ہوئے جن کے سامنے میرے شدید مشقت و ریاضت سے حاصل کیے ہوئے نوادر ہیچ تھے۔ شوطار نے اپنی باتوں سے میری آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ وہ دھند صاف کی جو میری بینائی متاثر کر رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ یہ نکتے میرے ذہن پر نقش کرتی گئی، مجھ سے میری برتری کا احساس جدا ہوتا گیا۔ میرے پاؤں زمین پر آتے گئے اور میں نے خود کو یہ باور کرایا کہ میری فضیلت میری خوش بختی محض میری جہالت، نادیدہ طاقتوں کی مصلحت یا کسی اور وجہ سے ہے۔ میری اس لرزہ خیز سرگزشت میں شوطار کے انکشافات سے زیادہ حیرت کا مقام نہیں آیا تھا۔ گو میں نے شوطار پر اپنی کج فہمی اور کم علمی کا کوئی تاثر مرتب نہیں ہونے دیا تاہم میں اپنی آنکھوں کی حیرت اور ماتھے کی شکنیں اس سے پوشیدہ نہیں رکھ سکا۔ میں نے اسے سرسری طور پر سنا۔ ہنس ہنس کر سنا اور درمیان میں اس کے بدن سے مذاق اور اس کے شباب سے چھیڑ خانیاں بھی کرتا رہا، شوطار میرے لیے آگہی کی ایک مکمل درس گاہ نہیں تھی، خود اس کا علم ادھورا تھا مگر میں تو ان ابتدائی رموز سے بھی آگاہ نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے میرا رہا سہا سکون بھی چھین لیا، میری زبان پر خاموشی کی مہر لگ گئی۔ وہ یہ سمجھی کہ میں کسی گہری فکر کے لیے مراقبے میں چلا گیا ہوں، اس کے لیے میری ہر بات نکتہ خیز اور معنی انگیز تھی۔ ادھر میں اس محیر العقول طلسمی دنیا کا احوال سن کے اپنے ہونے یا نہ ہونے کا یقین کر رہا تھا۔

مگر سوال یہ ہے، انہوں نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا؟ مجھ میں انہیں وہ کون سی غیر معمولی خوبی نظر آ گئی جو تاریک براعظم کے کسی اور شخص میں عنقا تھی۔ جرأت و شجاعت؟ بے شک میں نے ان کے سامنے اپنی صلاحیتوں کے اعلیٰ نمونے پیش کیے تھے۔ ذہانت و تدبر؟ کوئی شبہ نہیں کہ میں نے مشکل ترین حالات میں اپنی فکر کے بہترین مظاہرے کیے تھے۔ پھر انہوں نے سب کچھ مجھے منتقل کرنے میں بخل سے کام کیوں لیا؟ اور جب میں ان اسرار و رموز سے بے خبر تھا تو انہوں نے میرے سینے پر سرفرازی کا یہ سیاہ داغ کیوں ثبت کیا؟ اگر اس میں اقابلا کی کسی سفارش کا دخل تھا کہ وہ مجھ پر کسی

قدر مائل نظر آتی تھی تو خود اقابلا گریزاں کیوں تھی؟ یقیناً یہ کوئی اور بات تھی۔ اپنی اس صلاحیت کا مجھے خود عرفان نہیں تھا جسے اس افسوں ساز کارخانے کے لائق منتظمین نے تاک لیا تھا۔ کیا انہیں جالموش کی جگہ اب ایسا ہی شخص مطلوب تھا جو مجھ جیسا بڑا جاہل اور مجھ جیسا بڑا طاقتور شخص ہو۔ جس سے وہ جب چاہیں، کام لے سکیں؟ میں اس دلیل پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکا۔ اگر انہوں نے مجھے بہت بڑا جاہل سمجھا تو بڑی غلطی کی کیونکہ میں اندھا تو نہیں تھا، اگر انہوں نے اقابلا کے سلسلے میں میرے جنون کا استحصال کیا تو میرا اشتعال کیوں نظر انداز کر گئے؟ میرا غضب کیوں بھول گئے؟ نہیں نہیں۔ میں بے سدھ ایک سمت نگاہیں ٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ ''جابر!'' فلورا مجھے چونکاتے ہوئے بولی۔ ''میں نے مہذب دنیا کے لوگوں کی شعبدے دیکھیں۔ میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ یہاں جدید دنیا کی طرح ایسا کوئی طلسمی سلسلہ ہوگا کہ دور دراز کے لوگوں کا حال بہ چشم خود دیکھ لیا جائے۔''

''ہوں۔'' میں نے اداسی سے کہا۔ ''سریتا کیسی ہے؟''

''وہ تو اسی طرح خوب صورت اور دل کش ہے لیکن اس کے چہرے پر سوگواری چھائی ہوئی تھی۔''

''اچھا۔'' میں نے بے اعتنائی سے ردعمل ظاہر کیا۔

''کیا بات ہے؟ تم افسردہ نظر آتے ہو؟ کیا ملکہ شوطار نے تمہیں خوش نہیں کیا؟'' فلورا نے زہرخند سے کہا۔

''اس میں بلا کا نشہ ہے، میں مدہوش ہوگیا ہوں۔''

''بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی تھی نا۔'' فلورا نے شوخی سے کہا۔ ''کیا تخلیے کا کوئی ایسا وقت مجھے نصیب نہیں ہوگا؟''

''تم کہاں توجہ دیتی ہو، تم نے اپنے آپ کو میرے لیے ایک ممنوعہ شجر جو قرار دے دیا ہے۔''

''اس لیے کہ تمہیں اور درختوں کے پھل کھانے سے فرصت نہیں ہے۔ میں نے اپنے ثمر محفوظ کر دیئے ہیں، جب تم پر تنگی اور عسرت کا کوئی وقت آئے گا تو میری یہ کفایت تمہارے کام آئے گی۔'' فلورا نے آکسفورڈ کے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

''تم میرا نقش اول ہو۔'' میں نے حسرت سے کہا۔

''اور نقش آخر دیکھیے کون ہوگا؟'' فلورا نے تیکھے پن سے کہا۔

رات گئے تک ہم مشعلوں کی روشنی میں جالموش کی خانقاہ میں گھومتے رہے، قارنیل ہماری رہبری کر رہا تھا۔ فلورا چہک رہی تھی۔ شوطار کے انداز و اطوار میں بردباری اور سنجیدگی تھی۔ فلورا کی خاطر میں نے یہ گشت گوارا کر لیا تھا۔ جیسے ہی مجھے تنہائی ملی، میں اٹھ کر عبادت گاہ میں چلا آیا اور ایک ستون سے سر ٹکا کے غور و فکر میں ڈوب گیا۔ مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں چلا کہ شوطار بھی اٹھ کر میرے پیچھے پیچھے آگئی ہے اور ایک علیحدہ گوشے میں خاموش بیٹھ گئی ہے۔

سوچتے سوچتے رات گزر گئی، صبح ہوئی تو شوطار نے مجھے اٹھایا۔ میں کسی اونٹ کی طرح اس کے اشارے پر عبادت گاہ سے باہر آگیا۔ کچھ دیر فلورا کے ساتھ رہا، پھر اس کھنڈر میں پہنچ گیا جہاں ایک بدصورت بوڑھی عورت نے مجھے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا تھا۔ تین دن تک میں وہیں بیٹھا ہوا سلگتا، ڈوبتا اور ابھرتا رہا اور میں نے خود کو یقین دلایا کہ اگر تیرے اندر کوئی ایسا وصف ہے جو خود تیری نگاہوں سے اوجھل اور جارا کا کی

http://kitaabghar.com

نظروں میں نمایاں ہے۔ تو وہ اب بھی موجود ہے، سو تیری یہ فکر تضیع اوقات ہے کہ تو بھی اس سے آگاہ ہو۔ تیرے لیے یہی اعتماد کافی ہے کہ تیرے اندر دیوتاؤں کو رجھانے والا کوئی جوہر موجود ہے۔ پہلے یہ تسلیم کر کہ وہ ضائع نہیں ہوا اور تیری مزید بلندی کے لیے اب بھی اتنا ہی سود مند ثابت ہو سکتا ہے جتنا پہلے تھا۔ تیرے لیے اب راستے تلاش کرنا آسان ہے۔ کیونکہ شوطار نے بہت سے اندھیرے مٹا دیئے۔ اگر تیری طبع نازک کو اس امر سے ٹھیس پہنچی ہے کہ تو کچھ نہیں تھا اور تیری ہمتیں، جرائتیں اور ریاضتیں ثانوی خصوصیات کی حیثیت رکھتی ہیں تو یہ بدگمانی بھی دور کر کیونکہ جسم ہلائے اور دماغ کو حرکت دیئے بغیر تیری حیثیت ڈاکٹر جواد، شراڈ اور سرنگا سے زیادہ محترم نہ ہوتی اور پھر تو یہ کیوں بھول گیا کہ تیرا مقصد ان سب سے مختلف تھا، تاریک براعظم کے تمام ساحروں اور عالموں سے جدا، تو نے صرف اقابلا کے متعلق سوچا تھا۔ پھر اس بات کا کیا غم ہے کہ تو نے اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھیں۔ تیری آنکھ تو ایک ہی طرف دیکھ رہی تھی اور یہ کوئی پشیمان ہونے کی بات نہیں ہے۔ کیا اب تیرا مقصد بدل گیا ہے؟ کیا تو اپنے گزشتہ دنوں کی فروگزاشتوں پر شرمندہ ہونے کی حماقت کر رہا ہے؟ اے بدنصیب وہ دن جو گزر گئے، گزر گئے۔ وہ دن جو آنے والے ہیں، ان کا خیال کر۔

میں بے چینی سے اٹھا اور جالموش کی خاص جھونپڑی سے چھڑی اٹھا کے عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں نے اسی پتھر پر مجنونانہ انداز میں لکیریں کھینچنا شروع کر دیں، جہاں سے جاراکا کا دروازہ کھلتا تھا اور جہاں وہ خوب رو نوجوان اندر بیٹھا ہوا نظر آیا تھا جو کاراکا کا ہی کا ایک روپ تھا، میں لکیریں کھینچتا رہا اور جب میں نے دیوار سیاہ کر دی پھر کہیں جا کے پتھر کو میرے حال زار پر رحم آیا۔ وہ ابھی ذرا سا کھلا تھا کہ میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا مگر میری آنکھیں اندھیرے میں راستے تلاش کرنے کی طاقت رکھتی تھیں۔ میں اسی دروازے پر پہنچ گیا۔ وہاں حسب سابق پری چہرہ نازنینیں موجود تھیں۔ مجھے دیکھ کے وہ ٹھٹکیں اور دروازے پر محاصرہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کے انہیں بہ جبر دروازے سے ہٹایا اور اپنے دائیں بازو سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ ایک جھٹکے میں کھل گیا۔ اندر دیو قامت نیولے کا منہ خالی پڑا ہوا تھا اور ہر طرف سکوت چھایا ہوا تھا۔ ''مقدس جاراکا کا!'' میں نے غضب ناک آواز میں کہا۔ ''میں خود کو تیرے سپرد کرنے آیا ہوں تاکہ تجھے یہ تماشا جاری رکھنے کا موقع نہ ملے۔''

کسی سمت سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ میں نے دوبارہ اپنی آواز اونچی کی۔ ''میں اس بار یہیں قیام کے ارادے سے آیا ہوں، اگر تو مجھے اٹھا کے دوبارہ جالموش کی مسند پر پھینکنے کی کوشش کرے گا تو میں پھر یہاں آ جاؤں گا اور اس وقت تک آتا رہوں گا، جب تک مجھے تیری جانب سے مکمل اعتماد کا یقین نہ ہو جائے یا پھر میری روح عالم فنا کی طرف کوچ نہ کر جائے۔'' میں چیخ چیخ کر اسے پکارتا رہا لیکن میری آواز دیواریں پی گئیں۔

میں کب تک ہذیان بکتا؟ آخر میرا گلا بیٹھ گیا اور میں نے خاموش رہ کے اس جگہ کے محل وقوع کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ایک دروازے کے سوا یہاں کوئی راستہ نہیں تھا، میں نے چاروں طرف گھوم کے دیکھا، یہ احتیاط کا وقت نہیں تھا، میں یہاں سرشوری کرنے آیا تھا۔ مجھے نیولے کے دیوزاد منہ سے روشنی کی ایک ہلکی سی لکیر دور سے نظر آئی۔ میں جیسے ہی اونچائی پر چڑھ کے نیولے کے منہ میں رکھی ہوئی کرسی پر پہنچا، مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے نیولا اپنا منہ بند کر رہا ہو۔ بے اختیار میرے ہاتھ نیولے کا بند ہوتا ہوا منہ کھلا رکھنے کے لیے اٹھ گئے۔ میری ساری طاقت ضائع جا رہی تھی۔ نیولا تیزی سے منہ بند کر رہا تھا، میں اس سے اور زور کرتا لیکن میرے ہاتھ اس دیوزاد کی طاقت سے شل ہو گئے۔ میں نے قیاس کیا کہ جاراکا کا مجھ سے

ناراض ہو گیا ہے اور اس کی ناراضی موت کے مترادف ہے لہٰذا میں نے اپنے دفاع میں ایک آخری حربہ استعمال کیا۔ میں نے جلد از جلد شپالی سے آگ روشن کر دی۔ نیولے کی ایک ہول ناک چیخ سے ایوان لرز گیا۔ اس کا منہ بند ہونے کے بجائے چر گیا۔ میں وہاں سے کود کر دوبارہ ایوان میں آنے کے بجائے نیولے کے منہ میں اندر تک داخل ہوتا گیا اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں اس کی دم کے راستے سے ایک ایسے چمن زاد میں پہنچ گیا، جہاں کائنات کے تمام حسین مناظر موجود تھے۔ سرخ پتوں کے درخت چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، زمین سے ابلتے ہوئے پانی کے چشمے اور دور دور سفید عمارتوں کا ایک سلسلہ۔ عمارتوں کا ہر گوشہ سبزے سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ جنت کا کوئی ٹکڑا تھا۔ کچھ دور سبزے پر مجھے آسمان سے اتری ہوئی شفق رنگ دوشیزاؤں کا ایک غول نظر آیا، ان کے حسن کا کیا بیان کیا جائے؟ ہر بیان نامکمل رہے گا۔ ان میں سے ایک کا بازو پکڑ کے میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں ضرور ان کے پاس بیٹھ کے ان کے معطر اجسام سے اپنے احساس کو تازگی بخشتا۔ میں نے ان سے براہ راست ایک سیدھا سادہ سوال کیا۔ ''مجھے مقدس جاراکاکی خدمت میں لے چلو۔''

انہوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا جیسے انہیں میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو۔ ''ہر راستہ مقدس جاراکاکی طرف جاتا ہے۔'' ایک دوشیزہ نے اپنی مترنم آواز میں نخوت سے جواب دیا۔

میں نے جز بز ہو کے کہا۔ ''اس سے کہو کہ اس کا ایک غلام ملنے کا آرزومند ہے۔''

''اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے کان ہر جگہ موجود ہیں، جو تم نے کہا ہے، وہ اس نے ضرور سن لیا ہے۔'' دوشیزہ نے اٹھلا کر جواب دیا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تمہارا کہنا درست ہے۔ میں یہیں اس کا انتظار کروں گا اور جب تک وہ مجھے اذن باریابی نہیں دیتا، میں تمہاری جنتوں کی سیر کروں گا۔ یہ بڑا دل کش مقام ہے، اس جگہ کو کیا کہتے ہیں؟''

انہوں نے مسکرا کے کہا۔ ''خوب، جب تم اس جگہ سے ناواقف ہو تو یہاں کیسے آ گئے؟''

''میں بھٹکتا ہوا آ گیا ہوں۔'' میں نے بے ساختہ کہا۔ ''کیا یہاں کوئی مرد نہیں رہتا؟''

''ہم نے ایک زمانے کے بعد کسی مرد کی شکل دیکھی ہے۔''

''اوہ، تو پھر میری آمد تمہارے لیے خاصی مسرت انگیز ہوگی؟'' میں نے ان میں سے کئی ایک کو ایک ساتھ اپنے حلقے میں لے لیا۔ ''ذرا مجھے اس جگہ کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔''

انہوں نے میرے بازوؤں کے حصار سے نکلنا چاہا اور کبوتریوں کی طرح ادھر ادھر بکھر گئیں۔ میں تھوڑی دیر سستانے کے لیے حوض کے کنارے بیٹھ گیا اور میں نے حوض میں اپنی ٹانگیں ڈال دیں۔ پھر میں نے انہیں آواز دی۔ ''ادھر آؤ۔'' وہ مجھ سے اور دور ہو گئیں لیکن حوض پر بیٹھے بیٹھے میں نے اپنا ہاتھ دراز کیا۔ میرا ہاتھ کئی دوشیزاؤں کو سمیٹتا ہوا حوض تک لے آیا۔ وہ حیرت سے میرا چہرہ تکنے لگیں۔ ''آؤ میرے قریب بیٹھو، میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں اور یہ جگہ کیا ہے؟'' وہ سہم کے میرے ساتھ بیٹھ گئیں۔ ''مجھ سے خوف زدہ مت ہو، میں جاراکاکا ایک حقیر غلام ہوں اور

اس سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے آیا ہوں۔ یہ عظیم جارا کا کا مسکن ہے حالانکہ تمہارا بیان بھی درست ہے کہ وہ ہر جگہ مقیم ہے۔ وہ برسوں سے میری آزمائش کر رہا ہے اور نہ جانے کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟" میں نے مدح سرائی کے انداز میں ان سے کہا۔ "اس کی عظمت ہر شک اور شبے سے بالا ہے۔ جانتی ہو، وہ کون ہے؟" انہوں نے میری طرف اضطراب میں استفہامی نظروں سے دیکھا۔

"وہ ساحروں کا ساحر ہے اور دیوتاؤں کا درجہ رکھتا ہے۔ دیوتا ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے کئی روپ ہیں اور وہ ہر روپ میں آنے پر قادر ہے۔" میں نے اپنا بیان جاری رکھا۔ "وہ کبھی کبھی کسی کے سامنے آتا ہے اور جو اس کا جلوہ دیکھ لیتا ہے۔ دم بخود رہ جاتا ہے۔ تم نے اسے کئی بار دیکھا ہوگا مگر پہچانا نہیں ہوگا۔ اس نے نیولے کو اپنی علامت کے طور پر لوگوں میں شناخت کرایا ہے جب کہ وہ زمانوں سے ایک جیتا جاگتا انسان ہے۔ یہ سب اس کی غیر معمولی ساحرانہ فضیلتوں کی کرشمہ سازی ہے۔ اس کا جادو سر چڑھ کے بولتا ہے۔ وہ اپنے حجرے میں بیٹھا خود اپنے تخلیق کردہ تماشوں سے لطف اٹھاتا رہتا ہے مگر وہ بھول گیا ہے کہ اسے ایک دن اپنے ان شعبدوں سے نفرت ہونے لگے گی۔" میرا مقصد ان دوشیزاؤں پر اپنی آگہی کا اطلاق کرنا نہیں تھا بلکہ کچھ اور تھا۔

یکا یک میں نے دیکھا کہ ہمارے سامنے کی سمت سے ایک ضعیف شخص عصا ٹیکتا ہوا حوض تک آیا۔ اس کی سفید داڑھی کے بال اس کے سینے تک جھول رہے تھے۔ وہ اپنی نحیف آواز میں بولا۔ "بس کر۔ اور اپنا راستہ لے۔"

میں اس کے استقبال کے لیے اٹھ گیا اور میں نے سر جھکا کے کہا۔ "اے مقدس بوڑھے! میں نے تمام راستے طے کر لیے ہیں۔ ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔"

"زبان کو لگام دے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ "میرے ساتھ آ۔"

میں نے دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے برف کے گالوں سے میرا ہاتھ مس ہو گیا ہو۔ "ابھی تو تو نے سفر شروع کیا ہے، پہلی ہی منزل پر بہک گیا، تیرا توازن بگڑ گیا۔ غیر متعلق باتیں کرنے لگا۔" بوڑھے نے ملامت کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھ۔ یہاں سے شمال کی طرف چلا جا۔ وہاں مشروب حیات کا چشمہ ہے۔ پانچ دروازے تیری راہ میں پڑیں گے اگر تو نے انہیں عبور کر لیا تو تجھے ابدی زندگی کا مشروب مل جائیگا۔ پھر سیکھنے کے لیے تیرے پاس عمر پڑی ہوگی۔"

"مگر میں۔ میں۔" بوڑھے نے مجھے کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا۔

"صبح و شام کی گردش میں فیصلے نہیں ہوتے۔" اس نے مجھے دھکا دے دیا۔ "شمال کی طرف بھاگ جا اور اپنا راستہ خود تلاش کر۔"

میں اوندھے منہ زمین پر گر گیا تھا۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر بوڑھے سے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ دبدبے کے ساتھ آہستہ آہستہ واپس ہو رہا تھا۔ حوض کے کنارے دوشیزائیں سراسیمہ کھڑی تھیں۔ چند لمحوں تک میں وہیں گم صم سرے پر جمار ہا پھر میرا سر خود بخود جھک گیا اور میں آگے بڑھ گیا۔

میں نے سوچا، واپس ہو جاؤں؟ انکار کر دوں کہ مجھے ابدی زندگی کی ضرورت نہیں ہے؟ صرف چند سرشار ساعتوں کا طلب گار ہوں، وہ عطا کر دی جائیں۔ میں اپنے تمام مطالبوں اور سرکشیوں سے دست بردار ہو جاؤں گا اور اس نظام کا ایک حصہ بن جاؤں گا لیکن میں واپس کہاں جاتا؟

میں نے مقدور بھر جرأت کی تھی کہ جاراکا کا سے معانقہ کروں اور اپنے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ سن لوں۔ اس جرأت سے صرف اس قدر نتیجہ نکلا کہ اس نے میرا رخ حیات ابدی کے چشمے کی طرف موڑ دیا۔ مشروب حیات زمانوں تک زندہ رہنے کا طلسم، یقیناً یہ جاراکا کا کی خوشنودی اور میرے ضمن میں اس کے مثبت رویے کا ثبوت تھا۔ اس نے مجھے ایک اور کھلونے سے بہلانے کی کوشش کی تھی اور اپنے رعب وجلال کا اظہار عجب طور سے کیا تھا، میں جو سوچ کے گیا تھا، اس کا عشر عشیر بھی نہ کہہ سکا۔ جلد ہی مجھے خیال آ گیا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ یہ ایک طلسمی زنداں ہے، میں دیواروں سے سر پھوڑ کے مر جاؤں گا۔ میری آتش بیانی اور شعلہ نفسی پر جاراکا کا نے سنجیدگی اور برداشت کا رویہ اختیار کیا تھا، چنانچہ میرے لیے یہ کسی طور مناسب نہیں تھا کہ میں اپنے اوسان کھودوں اور جواب تک حاصل کیا ہے، اسے داؤ پر لگا دوں۔ جب تک مجھے مضبوطی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا اعتماد نہ ہو جاتا، میری عافیت اس کا آلہ کار بنے رہنے میں تھی یہی ایک بہترین مشورہ تھا جو میں اپنے ذہن کو دے سکتا تھا۔ میں نے وہ سارا عمل رجائی انداز میں دیکھا۔ بہر حال میری حریف مہذب سائنسی اور سماجی قوتیں نہیں تھیں، نادیدہ طاقتیں تھیں۔ جن سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے غیر معمولی قوت برداشت کا ثبوت دینا تھا۔ جب میں اس سبزہ زار سے دور نکل گیا تو میری رفتار میں بتدریج کمی آ گئی۔ وہی دشت و بیاباں، کوہ و صحرا۔ تاریک براعظم میں زندگی کے بہترین دن اسی سرگشت میں گزار دیئے تھے، میں خود کو پہلے سے نسبتاً زیادہ آسودہ محسوس کر رہا تھا، بوڑھا شخص کہتا تھا کہ پانچ دروازے عبور کر کے میں آب حیات کے چشمے تک پہنچ جاؤں گا، یہ دروازے عزم و ہمت کی آزمائش کے لیے تعمیر کیے گئے ہوں گے کہ کس میں زندگی برتنے کا سلیقہ ہے، کون ابدی زندگی کا اہل ہے، مجھے اندازہ تھا کہ اس بار منزلیں سب سے زیادہ سخت ہوں گی، ممکن ہے، جالموش جب یہ مہم سر کرنے نکلا ہو تو یہاں آنے سے پہلے اس کی کسی ملکہ شوطار سے گفتگو نہ ہوئی ہو اور مشروب حیات پینے کے بعد اس پر رفتہ رفتہ اسرار منکشف کیے گئے ہوں، اگر ایسا تھا تو جالموش نے بڑی دلیری اور استقلال کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ شوطار کے سبب مجھے تھوڑی بہت شدبد ہو گئی تھی۔ میں آنے والے ہول ناک لمحوں سے بے نیاز شمال کی طرف بھاگ رہا تھا۔

دن پر دن گزرتے گئے۔ میں نے کہیں قیام نہیں کیا۔ کئی موسم سر سے گزر گئے۔ میرا کام ناک کی سیدھ میں بے تحاشا اور بے محابا آگے بڑھنا تھا۔ کڑی دھوپ میں جسم کا رنگ بدل گیا تھا اور پیروں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ یہ سفر ایک متحرک ریاضت تھی اور گزشتہ سفروں سے زیادہ شدید تھی۔ مشروب حیات کے حصول کا سفر آسان کیوں ہوتا؟ مہذب دنیا کے لوگ اپنی زندگی کو طول دینے کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ وہاں کی سائنس نے ایسی کوئی دوا ایجاد نہیں کی تھی جو اچھے لوگوں کو بقائے دوام دے دے۔ میری توقع کے مطابق بلاؤں نے میرا تعاقب کیا، مجھے طرح طرح سے ڈرایا اور سہمایا گیا، میں خندہ پیشانی سے انہیں جھیلتا ہوا قطب نما کی سوئی کی طرح ایک ہی جانب مرکوز رہا۔

راستے میں کوئی ذی نفس نہیں ملا۔ میں جانے کتنی مدت بعد آخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں آگے راستہ سمٹ جاتا تھا، ہر طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے جن پر چڑھنا خودکشی کے مترادف تھا۔ یہ پہاڑ عبور کرنے کے لیے یا تو میرے بازوؤں میں پر لگے ہوتے یا میں اپنے جسم سے روح جدا کر کے دوسری طرف لے جاتا۔ میں نے تحمل سے دیواریں دیکھیں اور دیکھتا رہ گیا۔ پہاڑوں میں گہرے گہرے غار تھے، پہلے میرا خیال تھا، انہی غاروں میں کوئی سرنگ ہوگی لیکن اتنے کثیر غاروں میں وہ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا جو مجھے اس پار لے جائے۔ تین چار غاروں کی حد تک اپنی تشفی کے

لیے میں نے یہ عمل کیا بھی۔ نتیجے میں ناکامی ہوئی۔ ایک دن، دو دن، کئی دن، میں کتے کی طرح راستہ سونگھتا رہا۔

واپسی کا سوال نہیں تھا، یہاں سے کوئی سرنگ ایسی ضرور گزرتی تھی جو مشروب حیات کے چشمے تک جاتی تھی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بوڑھے نے شمال کی طرف اشارہ کیا تھا، جو بھی راستہ ہوگا، شمال کی جانب ہوگا مگر شمال کا تعین کرنے کے لیے کتنا بڑا دائرہ بنا کے تلاش جاری رکھی جائے؟ یہ ایک اور وقت طلب مسئلہ تھا۔ جابر بن یوسف، کہیں نہ کہیں کوئی راستہ ضرور ہے، میں بار بار خود کو تسلی دیتا۔ بس ایک مرتبہ اور۔ ذرا یہ پتھر ٹھونک کر دیکھو۔ ذرا وہ پتھر اٹھا کے دیکھو۔

جالموش نے زوال سے پہلے اپنے خاص علاقے کا راستہ اوجھل کر دیا تھا، یہ وہی صورت تھی۔ میں نے وہی عمل دہرانے کا ارادہ کیا لیکن یہ جالموش کا سحر زدہ علاقہ نہیں تھا، جاراکا کا علاقہ تھا۔ چند دنوں میں مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہوگئی اور میں مزید تگ و دو کرنے کے بجائے تھک کر شمال کی جانب بیٹھ گیا، پھر آخر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے کچھ اونچائی پر جا کے بڑے بڑے پتھر نیچے لڑھکانے شروع کر دیئے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ عزم اور طاقت کا امتحان ہے، چٹانوں پر ٹکے ہوئے بڑے بڑے پتھر ہٹانے سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے مگر میں اپنی تمام قوتیں صرف کر کے انہیں نیچے پھینکتا رہا۔ اتنے وزنی پتھر نیچے پھینکنا اور مایوس ہونا اور خود کو بچانا زبردست برداشت کی بات تھی۔ چند ہی دنوں میں نیچے میدان میں پتھروں کا ڈھیر لگ گیا، کچھ پتھر دوسروں پتھروں کے دباؤ اور رگڑ سے خود بخود نیچے گرنے لگے۔ میں وہ مرحلہ یاد کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قصہ مختصر، میں وہ چوڑے چکلے بھاری بھرکم پتھر ہٹاتا رہا اور اس کام میں مجھے کچھ لطف سا آنے لگا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اندر گہرائی میں ایک بہت اونچا دروازہ بنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کے میری حالت غیر ہوگئی۔ میرے غیر معمولی صبر اور قوت کا نتیجہ سامنے تھا۔ سامنے پہاڑوں کے اندر ایک عظیم الشان باب کھلا ہوا تھا۔ میں نے بار بار آنکھیں مل کے دیکھا، وہ میری بے خوابی نہیں تھی۔ میں جست کرتا، قلانچیں بھرتا ہوا دروازے میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک گہری سرنگ تھی۔ تھوڑی دور تک باہر کی روشنی رہی، پھر معدوم ہوگئی۔ میں نے احتیاطاً اپنی رفتار کم کر دی۔

یہ پہلا دروازہ تھا۔ آگے چار دروازے اور تھے، جنہیں عبور کرنے کی سرگزشت طولانی ہے۔ میں قصہ کوتاہ کرتا ہوں، ہر دروازے پر جاراکا کا اپنا امتحان سخت کرتا گیا۔ دوسرے دروازے پر مجھے ایک دیو قامت مکڑی اور اس کے آہنی جال کا سحر توڑنا پڑا۔ اس موقع پر جالموش کے طلسمی ہار کے کئی بچھو ضائع کرنے پڑے۔ یہ ہار جاراکا ہی نے جالموش کو عنایت کیا ہوگا۔ تیسرے دروازے پر مجھے ایک بھیانک عفریت سے نبرد آزما ہونا پڑا، چوتھے پر بھڑوں کے چھتے کے مانند بے شمار گدھ بیٹھے تھے جیسے ہی میں نے داخل ہونے کی کوشش کی، انہوں نے ہلہ بول دیا۔ پانچویں دروازے پر ایک ہیبت ناک طویل قامت درندے نے راستہ روک لیا۔ میں نے اس سے پہلے ایسا درندہ نہیں دیکھا تھا اس کے کئی پاؤں تھے اور وہ بچھو کی طرح اپنا شکار سینے میں جکڑ لیتا تھا اور سر پر نصب لمبے نوکیلے سینگوں پر چیر پھاڑ کر لمحوں میں کئی ٹکڑے کر سکتا تھا۔ ڈبی کے سینگ، شپالی، جالموش کا ہار، جاراکا کی کھوپڑی اور اپنے دوسرے طلسمی نوادر کی مدد سے میں نے ہر دروازے پر اپنی زندگی کی سب سے بھیانک جنگیں کیں۔ آخری دروازہ عبور کرنے کے بعد میرا سر چکرانے لگا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے روح اب رشتہ منقطع کر رہی ہے۔ جسم لہولہان تھا۔ آنکھوں کے سامنے دھند چھائی ہوئی تھی۔ سنبھلنے کی کوشش کرتا تھا تو لڑکھڑا جاتا تھا۔ میں سنبھل نہ سکا۔ پژمردہ ہو کے گر پڑا۔ اچانک سرخ رنگ کی ایک جواں سال لڑکی نے مجھے اپنی باہوں کا سہارا دیا اور میرا سر اپنے زانو پر رکھ کے بیٹھ گئی۔ اس نے ملائم نگاہوں سے میری طرف مسکرا کے دیکھا اور اپنی خوب صورت انگلیوں سے میرے ماتھے کا پسینہ نچوڑنے لگی۔

قوت گویائی جیسے سلب ہوگئی تھی، وہ لڑکی بہار، تازگی، زندگی کی نوید تھی۔ زندگی، زندہ رہنے کا پورا خراج لیتی ہے اور موت کی آزمائشوں میں ڈال کے اپنی اہمیت جتاتی رہتی ہے، اس نازنین نے میری سانس بحال ہونے پر مجھے اٹھایا اور سہارا دے کے آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ اس نے اس پہاڑی کھوہ کا ایک ہی درطے کیا تھا کہ مجھے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی اس آواز سے تن مردہ میں سنسنی پیدا ہوگئی۔ میں نے خود کو لڑکی کے بازوؤں سے چھڑا لیا اور گرتا پڑتا بے تابانہ پانی گرنے کی جگہ جا پہنچا۔ ایک ہلکی مشعل روشن تھی اور ہر طرف سیاہ دیواریں تھیں، میں نے گرتے ہوئے قطروں سے اپنا منہ لگا دیا۔ پہلا قطرہ آنکھ میں گرا۔ آنکھ دھندلا گئی۔ دوسرا گال پر گرا اور تیسرا منہ میں۔ میری سانسوں کی رفتار بہت تیز تھی، یہ تلخ بو جھل اور سیاہ پانی کے قطرے تھے۔ وہ بہت سست رفتاری سے گر رہے تھے اور میری بدحواسی کا عجیب عالم تھا مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ قطرے بند نہ ہو جائیں۔

اس دوران میں مشروب حیات کی نگراں دوشیزہ میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس نے نرمی سے میری کمر پر ہاتھ رکھا۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ اس برتن کی طرف اشارہ کر رہی تھی جو پہلے ہی یہاں قطروں سے آدھا بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے جھپٹ کر اٹھا لیا اور ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر منہ سے لگا لیا۔ میں اسے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ چڑھا گیا۔ جیسے جیسے وہ پانی میرے جسم کا جزو بنتا گیا، میرے زخم مندمل ہونے لگے اور مجھ پر ایسا نشہ چھانے لگا کہ اس تنگ و تاریک کھوہ میں ہلکی نیلی، پیلی، لال اور سبز اودی روشنیاں جھلملانے لگیں اور جسم میں ایسی طاقت محسوس ہوئی کہ دیواروں پر ہاتھ مارنے کو دل مچلنے لگا۔ مشروب حیات طویل زندگی کی ضمانت، آب حیات، دنیا کا تماشا دیکھنے کا اجازت نامہ۔ میں نے سرشاری میں ایک چیخ لگائی اور زمین پر اچھلنے کودنے لگا۔

☆==========☆==========☆

1947ء کے مظالم کی کہانی

خود مظلوموں کی زبانی

ایسے خون آشام قلب و جگر کو تڑپا دینے والے چشم دید واقعات، جنہیں پڑھ کر ہر آنکھ پر نم ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کی خون سے لکھی تحریریں، جنہوں نے پاکستان کے لیے سب کچھ لٹا دیا اور اس مملکت سے ٹوٹ کر پیار کیا۔

تو پھر یہی صدا بلند ہوتی ہے کہ...... کیا آزادی کے چراغ خون سے روشن ہوتے ہیں؟ یوم آزادی پاکستان کے موقع پر کتاب گھر کی خصوصی پیشکش...... نوجوان نسل کی آگہی کے لیے کہ یہ وطن عزیز پاکستان ہمارے بزرگوں نے کیا قیمت دے کر حاصل کیا تھا۔

اس کتاب کو کتاب گھر کے تاریخ پاکستان سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

واپسی کے لیے میں جس دروازے سے گزرا یہ یقیناً وہ دروازہ نہیں تھا جس سے میں اندر داخل ہوا تھا، میں نے ایک پہر کی مسافت طے کی ہوگی کہ مجھے دور سے جالموش کی خانقاہ کی عمارتیں نظر آئیں۔ میں وہیں سے دوڑنے لگا۔ دوڑتا رہا اور میں نے زور سے آواز لگائی۔ ''قارنیل! قارنیل! تو کہاں ہے؟''

خانقاہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جہاں میری آواز نہ پہنچی ہو۔ قارنیل تنہا نہیں آرہا تھا، اس کے ساتھ فلورا اور شوطار بھی تھیں۔ وہ جب میرے قریب آئیں تو میں نے ان دونوں کو ایک ساتھ ہاتھوں پر اٹھالیا۔ فلورا میرے سینے پر گھونسے مارنے لگی۔ میرے قہقہوں سے اس کا ستم اور شدید ہوگیا۔

یہاں آکے مجھے اندازہ ہوا کہ میں کوئی چھ سات مہینے کی طویل مدت تک غائب رہا تھا۔ ''تم کہاں تھے؟'' فلورا ترشی سے بار بار پوچھتی تھی۔ ''تمہاری صحت پر بھی کوئی اثر نہیں ہے۔ تم پہلے سے زیادہ توانا اور شاداب بن کر آئے ہو، ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے تمہاری عمر اور کم ہوگئی ہو۔ تمہارے چہرے پر سرخی ہے اور آنکھوں میں شرارت۔ بتاؤ تم کہاں گئے تھے؟'' قارنیل اور شوطار کو یہ پوچھنے کی جرأت نہیں تھی کہ میں اتنے عرصے کن ویرانوں میں روپوش رہا ہوں؟ مشروب حیات نوش کرنے کے بعد میرے اضطراب میں خاصی کمی آگئی تھی۔ البتہ مجھے بیزنار کے ساحل پر ہونے والی باغیوں کی سرگرمیوں کے متعلق تشویش ہونے لگی تھی۔ میں ان سب کو، سب سے پہلے عکس نما کے ایوان میں لے آیا اور میں نے بیزنار کے ساحل کا منظر روشن کیا۔ وہاں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ نہ ہی دھند کی فصیل تھی۔ یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔ اسے ایک بار پھر اپنی طاقت مجتمع کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا تھا لیکن اب میرے پاس وقت کی کمی نہیں تھی، میں زمان اور مکان دونوں پر اختیار رکھتا تھا۔ اسی لیے میں نے ایک مدت بعد فلورا اور شوطار کو لے کے جزیرہ توری جانے کا قصد کرلیا۔ جزیرہ توری، میرا نقش اول میرے کارناموں کا نقطہ آغاز جزیرہ توری، میرا دوسرا وطن، جہاں میرا خاندان قیام پذیر تھا۔ جہاں سرنگا کی خوب صورت لڑکی سریتا اپنے تیکھے خدوخال کے ساتھ میری منتظر تھی، جہاں ایرانی دوشیزہ فروزیں اپنی نگاہ کا بستر بچھائے اب میرے اندر جذب ہونے کے لیے بے قرار ہوگی اور جہاں بوڑھا سرنگا غار میں بیٹھا مہذب دنیا کو واپسی کا خواب دیکھ رہا ہوگا۔ آدمی اعزازات حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اپنے شناسا لوگوں کا رخ کرتا ہے، دولت، طاقت، حشمت اور شہرت کی داد اسے اپنے عزیزوں اور دوستوں ہی سے ملتی ہے۔

اور جزیرہ توری۔ اقابلا کی کہکشاں کا دروازہ، جہاں وہ رہتی ہے۔ وہ کون؟ وہ اقابلا، نہ اس جیسا کوئی حسین، نہ اس سا کوئی طرح دار۔ اس کا سا بانکپن کسی میں نہیں ہے۔ سب اس کا عکس ہیں، سب اس کی پرچھائیاں ہیں، اصل وہی ہے، وہ نور کا بدن ہے۔ وہ انتہا ہے۔ اس بار اس کے قصر میں کوئی جالموش میرے راستے میں مزاحم نہیں ہوگا۔ تاریک براعظم میں میرا کوئی رقیب میرا کوئی ہم سر نہیں ہے۔ اگر اس بار بھی اس نے سنگ دلی کا شیوہ اختیار کیا تو میں نے طے کرلیا تھا کہ میں قیامت مچادوں گا۔ میں اتنی زور سے چیخوں گا، ایسا ہنگامہ برپا کروں گا کہ آج تک کسی نے اپنے مطلوب کے سامنے نہ کیا ہوگا۔ میں آگ لگادوں گا۔ میں جل جاؤں گا۔

میں نے قارنیل کو حکم دیا کہ وہ خانقاہ ہی میں مقیم رہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کیے رہوں گا۔ قارنیل اداس ہوگیا۔ میں شوطار اور فلورا کو ساتھ لے کے جزیرہ بیزنار سے روانہ ہوا۔ فاصلے ہمارے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، صرف چند ساعتوں بعد، کوئی سمندر عبور کیے بغیر ہم جزیرہ

توری کے جنگل میں موجود تھے، یہ جگہ میں نے دانستہ منتخب کی تھی تاکہ میں سب سے پہلے سرنگا سے ملوں۔ فلورا کو میں نے شوطار کے ساتھ بستی میں بھیج دیا اور خود سرنگا کے غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جوش، مسرت اور اشتیاق سے میرا سینہ پھٹا جاتا تھا۔ میں سرنگا کو اپنی اچانک آمد سے چونکا دینا چاہتا تھا، سوچ رہا تھا، دیکھیے، وہ اب کس طرح پذیرائی کرتا ہے؟ اس کے پندونصائح کا کیا عالم ہے؟ اب وہ بڑھ بڑھ کے کیسی باتیں کرتا ہے؟ اب اپنے علم و فضل کا چرچا کس انداز سے کرتا ہے؟ میں اجازت کے بغیر اس کے غار میں داخل ہو گیا اور میں نے ایک ہولناک چیخ ماری۔ غار تھرا گیا۔ ''بوڑھے سرنگا! اٹھو۔'' میں نے دہاڑ کر کہا۔

''کون؟'' اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اپنا مراقبہ توڑ کر مجھے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''معزز جابر بن یوسف!'' وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''تم؟''

''ہاں میں۔ میں جاملوش کا جانشین، تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر، جابر بن یوسف۔'' میں نے مصنوعی طمطراق سے کہا۔

''مجھے یقین نہیں آتا کہ تم آگئے ہو۔'' وہ اپنی جگہ سے ڈگمگاتا ہوا اٹھا اور مجھے گھور کے دیکھنے لگا۔ ''تم بالکل بدل گئے ہو۔ آؤ۔ بیٹھو میرے نزدیک۔''

''تم کب تک اس غار میں بیٹھے رہو گے سرنگا؟ آؤ باہر چلیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانے اور تاریک براعظم کی سیر کرانے آیا ہوں۔''

''تم نے کمال کر دیا۔ تم نے میری توقع سے زیادہ حاصل کیا ہے۔ مجھے یقیناً تمہارا احترام کرنا چاہیے۔ کیا میں تمہیں مقدس جابر کہہ کے پکاروں؟'' سرنگا کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

''نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔'' میں نے کسمسا کر کہا۔

''میرے عظیم بیٹے! میرے لائق فرزند۔ آ میں تیری پیشانی چومنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا نے اپنا ہاتھ بڑھا کے میرے کاندھے پر رکھ دیا۔

''سرنگا! اب تم اپنا یہ کھلونا جیب میں رکھ لو۔'' میں نے اس سے لطف لینے کے لیے دیوی کی مورتی کی جانب اشارہ کیا۔ ''اب تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے کہہ دو کہ سمندر پار چلی جائے کیونکہ جابر جیسا طاقت ور شخص تمہارے سرہانے موجود ہے۔''

''ٹھہر کر میرے بیٹے معزز جابر! ایک ذرا ٹھہر کر بات کر۔ دیوی کی توہین نہ کر۔ یہ تیرے کام ہی آئی ہے۔ کیا تو اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہے؟'' سرنگا نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

''میں تیری دیوی کا احسان مند ہوں اور تیرا بھی کہ تو نے مجھے مخلصانہ مشورے دیئے لیکن اب تیرے سامنے دیوی سے بھی بڑی طاقت کھڑی ہے۔ تیرے سامنے ایک زندہ دیوتا کھڑا ہے۔ تو اب بھی دیوی کی عظمت پر مصر ہے اور میری توہین کے درپے ہے؟'' میں نے بظاہر غصے سے کہا اور اٹھ کر دیوی کی مورتی اٹھالی۔

''یہ میں کیا سن رہا ہوں مقدس جابر؟'' سرنگا مورتی چھیننے کے لیے میری طرف جھپٹا۔ میں نے اسے دھکا دے دیا۔

''اس تاریک غار سے باہر نکل کے دیکھ سرنگا! توری کی زمین پر آج ایک نئی روشنی پھیل رہی ہے۔''

''دیوی تجھے معاف کرے۔'' سرنگا ہاتھ جوڑ کے ایک سمت کھڑا ہو گیا۔ ''دیوی تجھے معاف کرے جابر بن یوسف!''

http://kitaabghar.com

''سرنگا! یہ کیا دیوی دیوی کی رٹ لگا رکھی ہے، تیرے سامنے ایک دیوزاد کھڑا ہے۔ کیا تجھے میرے علم اور میری طاقت میں کوئی شک ہے؟ تیرے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں۔ تیری آنکھیں اندھیروں میں بھٹکنے کی عادی ہوگئی ہیں۔ مجھے تجھ پر ترس آتا ہے، چل اٹھ، باہر چل۔''

''میری مورتی دے دے۔ میں اب کبھی باہر نہیں آؤں گا۔'' سرنگا گڑگڑا کے بولا۔ ''یقیناً تو بہت عظیم ہے مگر ایک ضعیف آدمی سے اس کا سہارا مت چھین۔''

''اسے تو اپنے پاس رکھ۔'' میں نے ناراضی سے مورتی اس کی آغوش میں پھینک دی اور نفرت سے کہا۔ ''میں تیری دیوی کو قید کرلوں گا۔ کیا تو میری طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہش مند ہے؟''

مجھے یاد تھا کہ شوالا سے جنگ کے درمیان اقابلا نے ایک اشارے سے دیوی کو شیشے کے ایک جار میں قید کر دیا تھا لیکن دیوی مرتبان توڑ کے فرار ہوگئی تھی۔ انگروما کے برگزیدہ ساحروں نے بھی دیوی کے مقابلے میں کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ سرنگا مورتی دوبارہ اپنی آغوش میں پا کے مجھے ممنونیت سے دیکھ رہا تھا۔ ''دیوی اسے معاف کردے۔'' سرنگا نے کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ دیوی مجسم شکل میں نمودار ہو کے مسکراتی ہوئی اس کے قریب گئی اور اس نے سرنگا کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے یہ موقع غنیمت جانا۔ فوراً ایک کاری سحر پھونکا، دوسرے ہی لمحے دیوی کے گرد ایک سنگلاخ پنجرا قائم ہوگیا اور سرنگا میرے دراز ہاتھ کے شکنجے میں جھولنے لگا۔ وہ دور سے تڑپ رہا تھا۔

''تیری دیوی کو میں نے قید کرلیا ہے۔ اب وہ میری نظروں میں دھول جھونک کر یہاں سے واپس نہیں جاسکتی۔'' میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''دیکھا سرنگا؟ میں نہ کہتا تھا کہ تیرے ہاتھ میں بس ایک کھلونا ہے اب کیا کہتا ہے؟''

''جابر! تجھ پر دیوی کا عذاب نازل ہوگا، تو ختم ہو جائے گا۔ دیوی کو آزاد کردے۔'' سرنگا چیختا ہوا بولا۔ اس کا نحیف جسم میرے ہاتھ میں تڑپ رہا تھا۔

''میں نے مشروبِ حیات پی لیا ہے سرنگا! اب مجھ پر تیری دیوی کا کوئی جادو کامیاب نہیں ہوسکتا۔ دیکھا! وہ میرے سامنے کیسی بے بس کھڑی ہے۔ اڑنے کے لیے پر تول رہی ہے، میں نے تیری یہ حسین چڑیا قید کرلی ہے۔'' میں نے سرنگا کو زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔

وہ زمین سے اٹھ کے فوراً جنگلے کی طرف بھاگا اور سجدہ ریز ہوگیا۔ دفعتہً میں نے محسوس کیا کہ پُراسرار طاقتیں تیزی سے غار میں داخل ہو رہی ہیں سرنگا کے غار میں ان کی غیر متوقع آمد خالی از علت نہیں تھی۔ ادھر میں سرنگا کو اپنی ساحرانہ کرشمہ سازی کا مظاہرہ کرنے کے لیے محض پریشان کر رہا تھا۔ دیوی میری محسنہ تھی۔ اس نے مشکل ترین مرحلوں میں میری مدد کی تھی۔ میں نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا، جیسے ہی غار میں نادیدہ طاقتوں کی یلغار ہوئی، میں نے اپنا سحر توڑ دیا۔ طاقتیں دیوی کے گرد حلقہ تنگ کرتی ہوئی منتشر ہوگئیں۔ دیوی فاتحانہ انداز میں ان کے درمیان سے نکل کر نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو میں سرنگا کے سامنے شرمندگی کی وجہ سے کبھی سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر نہ جانے کیا کیا ہوتا؟ غار میں اب میں اور سرنگا اکیلے رہ گئے تھے۔ ''تم نے دیکھا سرنگا؟ میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ تمہیں میرے غیر مناسب اقدام سے سخت اذیت پہنچی۔ میں تمہارے سامنے اپنا اظہار چاہتا تھا، اس کے سوا کچھ نہیں۔''

http://kitaabghar.com

''جابر بن یوسف! میری جان! تم نے بھی دیکھا؟ تمہارے آقاؤں کی نظر میں دیوی کی کیا اہمیت ہے؟ میں یہاں خالی نہیں بیٹھا تھا۔ میں نے تمہاری بلند اقبالی ہی کے لیے یہ گوشہ نشینی اختیار کی تھی مگر تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ تمہاری اس فضیلت میں دیوی کی اعانت کو کتنا دخل ہے، ایک اجنبی کو اتنے اعزازات سے کیوں نوازا گیا؟'' سرنگا تاسف سے بولا۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے اسے جھنجوڑا۔ سرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری زبان پر بھی تالے پڑ گئے۔ سرنگا نے مجھے لرزا کے رکھ دیا تھا۔ ''تم سچ کہتے ہو۔ تم سچ کہتے ہو۔'' میں نے اچانک اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا۔''

''لیکن یہ اسی لیے ممکن ہوا کہ تم جیسا شجیع اور ذہین شخص بھی یہاں موجود تھا۔'' سرنگا نے اعلیٰ ظرفی ہاتھ سے نہ جانے دی۔

''لیکن میں نے کتنا ہولناک اور دردناک مذاق کیا۔'' میں اپنا سر گھٹنوں میں دے کے بیٹھ گیا۔ ''آہ، میرے پاس پشیمانی کے لیے بھی الفاظ نہیں ہیں۔''

''وہ جانتی ہے، وہ سب جانتی ہے کہ تمہارا مقصد کچھ اور نہیں تھا۔ جاؤ، اب تم یہاں سے جاؤ۔ سریتا تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں تم سے بہت سے باتیں کرنا چاہتا تھا مگر اب تم سے اطمینان کے ساتھ ملاقات ہوگی۔ میں خود تمہارے پاس آؤں گا۔ اب شاید میرے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں رہی۔'' سرنگا سرگوشی کے انداز میں بولا۔

میں نے کچھ نہیں کہا۔ سرنگا کے ساتھ خاموشی سے اٹھ کر غار سے باہر نکل آیا۔ سرنگا مجھے دہانے پر چھوڑ کے پھر اندر چلا گیا۔ میں توری کے جنگل میں خاموش کھڑا تھا اور میرے دماغ پر ایک پہاڑ رکھا ہوا تھا۔ دیر تک میری یہی کیفیت رہی۔

پھر میری آنکھوں میں چمک عود کر آئی اور جسم کے سکوت میں ارتعاش سا ہونے لگا۔ دیوی جانتی ہوگی کہ یہ سرنگا کے ساتھ محض ایک اظہار قربت تھا، اس کی تضحیک مقصود نہیں تھی لیکن یہیں سے ایک جلی نکتہ میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا۔

آبادی کی طرف جانے کے بجائے میں نے اقابلا کے قصر جانے کا ارادہ کیا۔ تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر، جالموش کا جانشیں جابر بن یوسف روئے زمین کی سب سے حسین دوشیزہ کی بارگاہ میں جا رہا تھا۔ یقیناً اسے جالموش سے زیادہ اعتماد حاصل ہو گیا تھا۔

میں نے کوئی اور راستہ اختیار کرنے کے بجائے دھڑکتے دل سے دروازہ خاص پر دستک دی تا کہ اسے میرے ساتھ اپنا رویہ متعین کرنے کا وقت مل جائے۔ میں نے پُرسوز لہجے میں آواز لگائی۔ ''ملکہ اقابلا کی خدمت میں جابر بن یوسف حاضر ہوا چاہتا ہے۔''

جو میری اس خوں رنگ سرگزشت سے آشنا ہیں، وہ سمجھتے ہوں گے کہ اس وقت میرے جنوں کا کیا عالم ہوگا؟ میں ایک زمانے کی جدوجہد کے بعد اس کے دروازے پر دستک دے رہا تھا، اس کے دل پر دستک دے رہا تھا اور فیصلے کا منتظر تھا کہ دیکھیں، اندر سے کیا آواز آتی ہے؟

میرے نعرہ شوق کا جواب آنے میں دیر ہوئی تو میں نے زیادہ بلند آواز سے اعلان کیا۔ ''ملکہ اقابلا کی بارگاہ میں جابر بن یوسف حاضر ہوا چاہتا ہے۔'' اس اطلاع کی اب کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اپنی دانست میں ہر وہ شرط پوری کر دی تھی جو اس قصر کا دروازہ کھلنے کے لیے مجھ پر عائد کی گئی تھی۔ میرا دل ناقابل بیان تصورات سے لرز رہا تھا۔ یہ اعلان محض حسن طلب تھا اور اس امر کا اظہار تھا کہ میں نے اقابلا کو دوسری طرح

محسوس کیا ہے، جالموش کی طرح نہیں۔ میں اس سے اپنے تعلق کی نزاکت کا اظہار تمام تر نفاست سے کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میری صدا میں سوز، کرب اور اشتیاق تھا۔ یہ نہاں خانہ دل سے نکلی ہوئی آواز تھی۔ میرے امتحان کا نتیجہ برآمد ہونے کو تھا۔ میں دروازے ہی پر یہ اندازہ کر لینا چاہتا تھا کہ اندر اس کی پذیرائی کا کیا تیور ہوگا؟ کیا مجھے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا؟ اور جب تک یہ طلسم قائم ہے، اس سحر گاہ کے دوسرے ساحروں کی طرح آگ میں جلتے رہنا ہوگا؟ یا پھر اندر مجھے اپنا گوہر مقصود مل جائے گا؟

میری بے قراری بڑھتی گئی اور میں نے ایک بار پھر اپنے گزشتہ دنوں پر نظر ڈالی اور اپنا قد ناپ کر دیکھا۔ جالموش کے زوال کے بعد تاریک براعظم میں کہیں کوئی میرا ثانی نظر نہیں آتا تھا، میں نے خود مشاہدہ کیا تھا کہ اقابلا کی بارگاہ میں ساحر اعظم جالموش کی قدر و منزلت کا کیا عالم تھا۔ وہ درانہ اس کے قصر میں آجاتا تھا۔ اقابلا اس کے مشورے پسندیدہ نظروں سے دیکھتی تھی۔ اب تاریک براعظم کا ساحر اعظم میں تھا اور میں نے مشروب حیات پی کے ایک دائمی زندگی حاصل کر لی تھی۔ میں زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو گیا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ گل بدن مجھے جالموش کی طرح قدر و منزلت کا درجہ دیتی ہے یا اس کا تپاک اس سے سوا ہوتا ہے؟

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پتھر کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلنا شروع ہوا۔ میرے جسم میں ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ سامنے ایک ہوش ربا منظر تھا۔ سب سے پہلے نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی نے میرا خیر مقدم کیا۔ میں نے اپنا دل سینے میں سنبھالے ہوئے قدم بڑھایا جیسے حجلہ عروسی میں داخل ہو رہا ہوں۔ جیسے مدتوں انتظار کے بعد میرے محبوب کا نامہ آیا ہو۔ جیسے وہ دروازہ نہ کھلا ہو۔ بلکہ میری بے نور آنکھوں کو روشنی مل گئی اور میرے تن مردہ میں میری گم شدہ روح واپس آ گئی ہو۔ وہاں کا رنگ وہی تھا۔ قصر کی پری چہرہ نازنینوں کا ایک پرا بھاگتا ہوا میرے قریب آیا۔ انہوں نے اپنے جسموں سے پھول نوچ نوچ کے مجھ پر پھینکنے شروع کر دیئے جب انہوں نے اپنے سر جھکائے تو ان کی دراز سرخ اور سیاہ زلفیں نیچے گر گئیں۔ وہ سب اسی کے جمال کا پرتو تھیں۔ میں ایک شان بے نیازی کے ساتھ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

میں اس قصر سے پہلے بھی کئی بار اپنے آپ کو زخمی کر کے گیا تھا۔ یہاں دنیا کے دل کش نظارے تھے۔ یہاں کی دیواریں بلور کی طرح چمکتی تھیں اور در و بام سے موسیقی پھوٹتی تھی۔ یہاں سرخ و سپید رنگ کی دوشیزائیں حوض کے کنارے اٹھکیلیاں کرتی رہتی تھیں اور جگہ جگہ خوب صورت مجسمے ایستادہ تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ قصر کسی باجبروت بادشاہ نے اپنی محبوب ملکہ کے لیے تعمیر کرایا ہو اور پھر معماروں کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئی ہوں تاکہ وہ فن تعمیر کا ایسا شاہکار دوبارہ نہ بنا سکیں۔ آج مجھے یہاں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کچھ ملکیت کا سا احساس ہو رہا تھا۔ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے مضطرب تھیں۔ آگے جا کے مجھے کچھ گراں باری محسوس ہوئی۔ مہذب دنیا میں سنا تھا کہ اگر کوئی دیوانہ میرے جیسی طلب رکھے، اس کے جذبے اتنے شدید اور نوکیلے ہوں تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔ پھر کیا سبب تھا کہ ان مہ جمالوں میں اقابلا تڑپتی ہوئی نہیں آئی؟ شاید یہ بھی حسن کا کوئی عشوہ ہو، اتنی جلد میں اپنی خوش خیالیوں سے دست بردار ہونے کے لیے آمادہ نہیں تھا، سب کچھ بدلا ہوا تھا۔ ہر شے سے وارفتگی اور آمادگی جھلکتی تھی، جہاں جہاں سے میں گزر رہا تھا خوش انداز دوشیزائیں اپنے سر جھکا لیتی تھیں۔ میں نے یہ بدگمانیاں جھٹک دیں اور ایک بڑے ایوان سے گزر کر اس کے کمرہ خاص میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے جمال کی ضیا پاشیاں عموماً یہیں کیا کرتی تھی۔ اس وقت کوئی میرا رہبر نہیں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

تھا۔ میں اس سجے ہوئے کمرے میں آ کے کچھ دیر انتظار کرتا رہا۔ عذاب نازک انتظار۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک قرن معلوم ہو رہا تھا اور ہر ہر قرن وحشت بڑھتی جا رہی تھی۔

میں نے اپنے لطیف احساسات تھامے رکھے کیونکہ ان معاملات میں نازکی سے شوق کی افزائش ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھلا دیا کہ میں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر ہوں۔ وہ اس قصر کے کس گوشے میں متمکن ہوگی؟ یہ مجھے نہیں معلوم تھا مگر میں نے اپنے باطنی علوم خوابیدہ رہنے دیئے، جب کسی طرف سے کوئی آہٹ نہیں ہوئی تو میں نے آگے قدم بڑھائے۔ ایک کے بعد دوسرا ایوان، ایک نگار خانے کے بعد دوسرا نگار خانہ اس کی خوشبو ہر طرف رچی بسی ہوئی تھی جیسے وہ ابھی ابھی کہیں گئی ہو اور مجھ سے آنکھ مچولی کر رہی ہو۔ بس اب اس نے اپنا جلوہ دکھایا اب دکھایا، کچھ دیر جاتی ہے، وہ اپنی آغوش وا کیے میرے سامنے انجمن آراء ہوگی۔ کہاں تک چھپوگی؟ میں نے اپنے دل میں کہا۔ میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ لوں گا اور اپنے بازوؤں میں لے کے ایسا نچاؤں گا، ایسا نچاؤں گا کہ تم یاد کرو گی۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ میں اس وسیع و عریض عظیم الشان قصر میں تنہا ادھر سے ادھر متر گشت کرتا اور حیرت سے وہ نوادر دیکھتا رہا جو اس نے اپنے ارد گرد جمع کیے تھے۔ اس کا ذوق بہت نفیس تھا۔ اسے پھولوں کا بہت شوق تھا۔ شاید آسمانی رنگ اسے زیادہ پسند تھا۔ جدھر دیکھیے اسی رنگ کا غلبہ تھا، وہ خود بھی تو آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور تھی۔ اس زمین کی کوئی دوشیزہ ہوتی تو کب سے میری نگاہ کے سانچے میں ڈھل گئی ہوتی۔ میرے پاس اسے تلاش کرنے کے لیے اس قصر کے طول و عرض سے زیادہ وقت تھا لیکن رفتہ رفتہ میرے اعصاب تڑخنے لگے اور ہزار واہموں، ہزار گمانوں نے مجھے ڈسنا شروع کر دیا۔

پھر مجھے مجبوراً اپنی باطنی آنکھ جگانی پڑی، میں نے ایک نظر میں اس کے تمام شبستان ٹٹول لیے اور یہ جان کے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ وہ ایسے وقت میں، جب میں یہاں اپنے حسین خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے آیا تھا، اپنے قصر کی عبادت گاہ میں تھی۔ جزیرہ اسرار بھیجنے سے پہلے ایک مرتبہ اس نے میری نقل و حرکت پر پابندی لگا دی تھی اور خود کو اس عبادت گاہ میں محصور کر لیا تھا۔ توری کے کاہن اعظم نے بتایا تھا کہ وہ برہنہ ہو کے دیوتاؤں کی عبادت میں مصروف ہے اور جب بھی اسے دیوتاؤں کی اعانت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہ یہی کرتی ہے۔ اس وقت اس کی وہاں موجودگی کا کیا سبب ہے؟ اب تاریک براعظم میں انگروما جیسا کوئی خطرہ نہیں ہے، ریما جن کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اپنے بکھرے ہوئے لشکر کے ساتھ پھر کہیں روپوش ہو گیا ہے اب دوبارہ طاقت حاصل کرنے سے پہلے وہ اقابلا کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بھلا اب اقابلا پر کون سا مشکل وقت آ پڑا ہے؟ کیا وہ میری وحشتوں سے نمٹنے کے لیے دیوتاؤں کی رائے لینے گئی ہے؟ یا اسے یہ خوف لاحق ہے کہ جالموش کی طرح میں اس کے نجی امور میں دخل دینے کی کوشش کروں گا؟ گویا وہ پیش بندی کے طور پر جاراکاکو ہم نوا بنانے کے لیے وہاں گئی ہے؟ یا وہ جاراکاکو یہ باور کرانے گئی ہے کہ قصر میں میری آمد کوئی انقلاب انگیز نہیں ہے اور اس نے میرے غیر رسمی جذبوں سے نہ متاثر ہونے کا عہد کیا ہے اور وہ اب بھی ایک مجسمے کے مانند یہاں حکومت کرتی رہے گی اور خود کو کسی کے سپرد نہیں کرے گی۔ اس کی تشنہ روح سلطنت و اقتدار کے عوض مزید تشنہ اور مضطرب رہنے کا عہد کر رہی ہوگی؟ میں نے اپنی بے مہار قیاس آرائیاں ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی اور حقیقت حال جاننے کے لیے اس کے استغراق میں مخل ہونے کی ٹھان لی کیونکہ یہ میری زندگی کے سب سے فیصلہ کن لمحے تھے۔

عبادت گاہ چاروں طرف سے بند تھی جب میں درمیان کی ہر رکاوٹ دور کر کے اندر داخل ہوا تو وہاں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر ہر گوشے میں اقابلا کے بدن کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اسے قریب محسوس کر کے میرے ہوش اڑنے لگے۔ میں نے اپنے نزدیک اس کے مہتاب بدن کی سرسراہٹیں محسوس کیں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا، میں نے شپالی روشن کر کے لمحوں میں وہ بڑی عبادت گاہ بقعہ نور بنادی۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ یقین نہیں آیا جو کچھ میرے سامنے ہے، وہ حقیقت ہے۔ وہ وہاں موجود تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو مجھ جیسے سخت جان شخص کے اوسان معطل ہو گئے پھر مجھے کچھ ہوش آیا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک مجسمے کے سامنے عقیدت و احترام سے کھڑی ہے۔ اس کے بدن پر حسب معمول پھولوں کی چادر تھی جیسے رنگ برنگے پھول اس کے بدن سے اگ رہے ہوں اور وہ خود حسن و جمال ایک پودا ہو۔ اس کا سراپا گلاب کی ٹہنی سے مشابہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے جب میری نظر اس مجسمے پر گئی تو مجھے شناخت کرنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ اس نوجوان کا مجسمہ تھا جو مجھے دیوزاد نیولے کے منہ میں بیٹھا ہوا ملا تھا اور جس کی ایک نگاہ نے مجھے جالموش جیسی عظمت عطا کر دی تھی۔ وہ جاراکاکا تھا، جاراکاکا کا ایک روپ، ایک وجیہہ برہنہ نوجوان کا مجسمہ۔ اسے کسی ماہر فن نقاش نے تراشا تھا۔ اسے دیکھ کے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مجسمہ نہ ہو بلکہ خود اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ یہاں موجود ہو۔ عبادت گاہ میں اچانک روشنی پھیل جانے سے اقابلا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں سرتاپا حسرت سے سُن ہو گیا۔ اس کی غزالیں آنکھوں سے بے چینی سی مترشح ہوئی۔ میں نے ان آنکھوں میں اپنے لیے کوئی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے نگاہیں چار نہ ہو سکیں۔ میں جو سوچ کے آیا تھا، وہ سب بھول گیا اور جو بھول گیا تھا، وہ یاد نہیں آسکا۔ جاراکاکا کے مجسمے کے سامنے اقابلا کا والہانہ انداز پرستش دیدنی تھا۔ میں نے سوچا، چلو ہمیشہ کے لیے واپس چلو۔ جاراکاکا کا مجسمہ مسکرا رہا تھا اور اقابلا حیران نظروں سے کبھی اسے، کبھی مجھے دیکھتی تھی۔

☆==========☆==========☆

میرے خواب ریزہ ریزہ

جو چلے تو جاں سے گزر گئے جیسے خوبصورت ناول کی مصنفہ ماہا ملک کی ایک اور خوبصورت تخلیق۔ میرے خواب ریزہ ریزہ کہانی ہے اپنے "حال" سے غیر مطمئن ہونے اور "شکر" کی نعمت سے محروم لوگوں کی۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ زمین سے آسمان تک پہنچ کر بھی غیر مطمئن اور محروم رہتے ہیں۔

اس ناول کا مرکزی کردار زینب بھی ہمارے معاشرے کی ہی ایک عام لڑکی ہے جو زمین پر رہ کر ستاروں کے درمیان جیتی ہے۔ زمین سے ستاروں تک کا یہ فاصلہ اس نے اپنے خوش رنگ خوابوں کی راہ گزر پر چل کر طے کیا تھا۔ بعض سفر منزل پر پہنچنے کے بعد شروع ہوتے ہیں اور انکشافات کا یہ سلسلہ اذیت ناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے رستوں کا تعین بہت پہلے کر لینا چاہیے۔

یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، جسے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

مجھے یہ احساس ہوا کہ میں ایک غلط جگہ آ گیا ہوں اور اس منظر کا اہتمام میرے نظارے کے لیے عمداً کیا گیا ہے، میرا جسم منہدم ہونے لگا۔ پہلے مجھے واپسی کا خیال آیا، پھر خیال آیا کہ یہیں قیام کیوں نہ کیا جائے؟ اسی عبادت گاہ کے تہہ خانے میں اپنا لامحدود وقت کیوں نہ گزار دیا جائے؟ باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر مجھے ایک جسارت کرنے کی ہوک اٹھی کہ اس کے بعد جو بدترین سزائیں تجویز کی جائیں، انہیں شوق سے قبول کروں، کم از کم اس حسرت کا عذاب نہیں بھگتنا پڑے گا کہ اسے اپنے سینے سے بھی نہیں لگایا۔ میں کوئی بھی فیصلہ نہ کر سکا۔ تذبذب اور کشمکش میں خاموش کھڑا رہا۔ مفلوج، گنگ، نیم جاں، میرے دماغ پر اس کے بارے میں کیے جانے والے ان گنت مقولوں کی یورش ہونے لگی لیکن میرا کوئی اشتعال انگیز فیصلہ میری برسوں کی ریاضت اور جدوجہد پامال کر سکتا تھا۔ ابھی سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا بے سود تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں چلنے والی آندھیاں روکنے کی ناتمام کوشش کی۔ ممکن ہے، اسے یہ بات ناگوار گزری ہو کہ میں اس کی خلوت میں مداخلت کا مرتکب ہوا ہوں۔ اس کا ردِعمل جاننے کے لیے میں نے چند لمحے اور توقف کیا۔ پھر وہ جیسے میری موجودگی سے بے نیاز ہو کے دوبارہ جاراکا کے مجسمے کے سامنے مستغرق ہو گئی۔ جاراکا سے اب میرا تعلق بھی اسی کی طرح قریب کا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں پرورش پانے والے اندیشے مختلف سمت میں موڑنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کی پیروی میں ایک یکسانی، ایک تعلق، ایک ایک ربط نظر آتا تھا۔ میں نے کسی آواز کے بغیر جاراکا کو مخاطب کیا۔

''مقدس جاراکا! تو جانتا ہے کہ میں نے جالموش اور ریماجن کے مانند تاریک براعظم کے جلیل مناصب اور اعزازات اس لیے حاصل نہیں کیے کہ مجھے حکم دینے کی لذت اور تیرے قریب ہونے کی سعادت مقصود تھی۔ میرے طویل سفر کی محرک صرف اقابلا ہے۔ میں نے ہمیشہ تیری خوشنودی عزیز رکھی ہے اور خود کو تیرا بہترین غلام ثابت کیا ہے۔ میں اپنے سارے اعزازات واپس کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یاد رکھ! میں اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا جب تک مجھے اس کے قرب کا یقین نہ ہو جائے۔ میں صاف لہجے میں یہ گفتگو اس لیے کر رہا ہوں کہ تو کسی تاخیر اور جھجک کے بغیر یہ سمجھ لے کہ میں اپنی موت یا سزاؤں سے خوف زدہ نہیں ہوتا اور نہ مجھے تیرا خوف ہے۔ میں خوف کی منزل سے گزر گیا ہوں۔ تو اس پُراسرار زمین کے گوشے گوشے پر حاوی ہے اور تجھے غیر معمولی اختیارات حاصل ہیں لیکن میں تیرے ہاتھوں مزید تماشا بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں اسے تجھ سے مانگنے کی درخواست کرتا ہوں۔ میری بات تحمل سے سن لے اور ایک بہترین شخص کی آنکھوں اور دل میں جھانک کر دیکھ۔ اس میں تجھے کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔ اقابلا کو حکم دے کیونکہ وہ ایک زمانے سے تشنہ ہے۔ ہماری پیوستگی و وابستگی کے دلچسپ تماشے بھی دیکھ۔ ذرا فیاضی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کر ورنہ میں اپنے بارے میں تجھے یقین دلاؤں کہ تیرے منفی رویے پر میرا ردِعمل وہی ہوگا جو ایک ناکام، منتشر اور غیر متوازن شخص کا ہو سکتا ہے۔ تو ایک عظیم جادوگر ہے اور میں ایک بے مثال عزم والا آدمی ہوں۔ امید ہے، تو میرے متعلق ہمدردی سے غور کرے گا، اگر میں اپنے مطالبے سے دست برداری کے موقف میں ہوتا تو اس لہجے میں تجھ سے مخاطب ہونے کا فیصلہ نہ کرتا۔ جان لے کہ میں نے صرف اسی کے بارے میں سوچا ہے اور سن لے کہ میں اس کے سوا کسی اعزاز سے مفاہمت کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔''

میں آج سب کچھ کہہ دینا چاہتا تھا اور اپنے تخاطب میں کوئی وقفہ کرنے کا روادار بھی نہیں تھا۔ میری زبان خاموش تھی اور میں دنیا کی کسی زبان میں اس سے مخاطب نہیں تھا لیکن میرے جسم کا ہر حصہ زبان بن گیا تھا۔ یہ ایک ایسی زبان تھی جو دنیا کے ہر کونے میں سمجھی جاتی ہے۔ مجھے وہ تمام

http://kitaabghar.com

اذیتیں، مشقتیں سزائیں، صحرا، آگ، بھوک، پیاس، خون، گندگی، سڑا ہوا انسانی گوشت اور مکروہ مناظر یاد آرہے تھے جن کا تصور کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس کے حصول کی منزل سامنے نہ ہوتی تو میں ان غلیظ اور کثیف مرحلوں سے گزرنے کے بجائے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح موت کا جام نوش کرتا؟ خوش نصیب تھے وہ لوگ جو توری کے ساحل پر قدم رکھتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک جارا کا کا یا اقابلا کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہو جائے گا، میں اسی طرح بولتا رہوں گا اور اسی طرح خاموش کھڑا ان سے اصرار کرتا رہوں گا کہ میں جالوش اور ریما جن نہیں ہوں۔

میرا انہماک اس وقت ٹوٹا جب اقابلا نے ہاتھ بلند کر کے میری جانب نظر کی اور دفعۃً عبادت گاہ سے واپس جانے لگی۔ اس کی رفتار تیزی تھی۔ عبادت گاہ کے دروازے پر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی اور میں جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے تنہا کھڑا رہ گیا۔ یہ رمز سمجھنے کے لیے میں نے سوال طلب نظروں سے جارا کا کا کا مجسمہ دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ ''میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''شاید میرے سوال کا جواب وہیں ملے گا۔'' میں یہ کہتا ہوا عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔

اور دریچے در دریچے، ایوان در ایوان اسے تلاش کرنے کے بجائے میں نے اپنی باطنی قوت سے اس سمت کا تعلق کیا جہاں وہ اس وقت فروکش ہو گی۔ میری حالت کسی پاگل سے مختلف نہیں تھی۔ جی چاہتا تھا، ایک زقند لگا کے چیختا چنگھاڑتا ہوا اس کے روبرو پہنچ جاؤں۔ جارا کا کا کی موجودگی میں اس سے کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ شاید میری شنوائی ہو گئی وہ عبادت گاہ سے اس لیے چلی آئی کہ مجھ سے خلوت میں گفتگو کرے، میں نے سوچا، اس کے پاس جاتے ہی ایوان محصور کر دوں گا، حالانکہ اب کسی جالوش کی مداخلت کا خدشہ نہیں تھا مگر اب بھی اس کا رویہ مشکوک اور ناقابل فہم تھا۔ عبادت گاہ میں اس کی پُراسرار خاموشی اور ہاتھ بلند کر کے خاموشی سے چلا جانا میرے ساتھ پیش آنے والے اس کے مبہم برتاؤ کی نشان دہی کرتا تھا۔ اب میرے اور اس کے درمیان دھند گہری ہو گئی تھی۔ میں اس زریں اور مخملیں ایوان میں اپنے بے لگام دل کے ساتھ داخل ہو گیا۔ یہاں وہ پہلے سے ایک طلائی تخت پر تمکنت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ آج اس کی کوئی کنیز یا ترجمان بھی درمیان میں حائل نہیں تھی۔

میں اس کے تخت سے کچھ دور جا کے ٹھٹک کے رہ گیا اور اس کے حسین سراپا کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ میری محویت اسی نے توڑی۔ اس نے اپنے بدن کا ایک پھول توڑ کے مجھ پر پھینکا۔ کاش وہ خنجر پھینکتی۔ میں نے عجز و نیاز سے سر جھکانا چاہا لیکن میرا سر نہیں جھکا۔ اس احساس نے میرے دل و دماغ پر نشہ طاری کر دیا کہ میں کائنات کی سب سے دل کش، سب سے حسین دوشیزہ کی خلوت میں موجود ہوں۔ وہ دنیا کی ساری شرابوں سے زیادہ نشیلی اور کاری تھی۔ میری منزل میرے سامنے تھی۔ میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ چہرہ وفورِ شوق سے تمتما رہا تھا۔ دل پارے کی طرح بے قرار تھا۔ سینے میں ایک میٹھی آگ جل رہی تھی۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے جلوہ گر تھی اور اشتیاق آمیز نظروں سے میری کیفیت کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں میرے جسم کے ہر علاقے پر محیط تھیں اور مجھ سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ ایک طویل انتظار کے بعد یہ ساعت نصیب ہوئی تھی۔ میں نے اس کے متعلق اتنا سوچا تھا کہ اب مجھے کچھ کہنے کا یارا نہیں تھا۔ میں نے شدت سے طلب کی کہ اس بار وہ خود ہی پہل کرے، اس نے میرے نام کے سوا ابھی تک مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشا تھا۔

آج ہر بات کا امکان تھا۔ وہ مجھے اور میں اسے، ہم دونوں ایک دوسرے کو حسرت اور شوق کی ملی جلی نگاہوں سے دیکھتے رہے، میں اس کے اثبات کا جائزہ لیتا رہا اور وہ غالباً میری وحشتوں کی پیائش کرتی رہی۔ اس وقت نہ وہ تاریک براعظم کی ملکہ تھی اور نہ میں وہاں کا ساحرِ اعظم، کم از کم میں یہی سمجھتا تھا اور میرے ذہن پر اس کے خسروانہ جلال کا خوف غالب نہیں تھا۔ ہاں، اس کے خسروانہ جمال سے میری آنکھیں خیرہ ہوئی جا رہی تھیں جو لفظ زبان پر آ رہے تھے، میں ان سب کو مسترد کر رہا تھا کیونکہ وہ اس سے تخاطب کی عظمت اور شکوہ سے محروم تھے۔ لفظ، انسانی جذبوں کی زنجیریں، ایک بے مایہ اظہار۔ پہلی بار یہاں آ کے میں نے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو جگایا تھا۔ اس بار نہ جانے کیا ہو گیا تھا، زبان فالج کا شکار ہو گئی تھی۔ یقیناً یہ امتناع احساس شدید ہونے کے سبب سے تھا۔ ہر لمحہ جستجو خیز تھا۔ ہر آن دل دھڑک رہا تھا۔ کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ پتہ نہیں، وہ کیا ارشاد کرے؟ سوچا کہ کچھ ایسی طلب کا اظہار کروں، جو آج تک کسی نے کسی سے نہ کیا ہو، میں سرشاری سے ڈگمگاتا، زمین پر اپنے پیر جماتا دھیرے دھیرے آگے بڑھا اور بے اختیار اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا۔ اس نے بھی میری تقلید کی۔ میں نے اس کا مرمریں ہاتھ نزاکت سے تھام لیا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے۔

دروں خانہ بجلی سی چمکی۔ "اقابلا!" میری زبان سے نہ جانے کس طرح اس کا نام ادا ہوا؟ اس کا ہاتھ تھامے تھامے میں اس کے قدموں میں گر گیا۔ میرے لب اس کے ریشمیں پیروں پر نثار ہونے لگے۔ "تو نے مجھے پہچانا؟" میں نے بہکی ہوئی آواز میں کہا۔

اس کی آنکھوں سے شرارے نکلے۔ "جابر بن یوسف!" اس کے شکریں لبوں نے کسی طرح میرا نام لیا۔

"ہاں تیرا غلام، اس بے آب و گیارہ زمین پر تیرا سب سے بڑا طلب گار۔ تو جس کے لیے مشروبِ حیات ہے، تیرا خواب ناک تصور جسے اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے میرے سینے میں جھانک کر دیکھ۔"

اس کے یاقوتی لبوں کے پھول کھل اٹھے اور اس کی ساغر نگاہوں سے شراب چھلک اٹھی۔ "جابر بن یوسف!" اس نے اضطراب آمیز وارفتگی سے میرا نام دہرایا۔

"ہاں میں...... میں" مجھے اپنے لہجے اور آواز پر تعجب ہوا۔ میں نے اس کے پیر بے تابانہ اپنی آنکھوں سے مس کرتے ہوئے کہا۔ "تجھ سے میرے باطن کی کوئی رمز پوشیدہ نہیں ہے، میں جو کچھ ہوں، وہ تیرے سبب سے ہوں اور تیرے سوا کچھ نہیں۔ یقین کر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب تو مجھ سے جدا ہوئی ہو۔ میں نے اسی دن خود کو تیرے سپرد کر دیا تھا جب پہلی بار تیرا نظارہ کیا تھا۔ اس وقت سے اب تک میری جو بھی روداد ہے، اس میں تیرا حسین تصور شامل ہے، تیرے بدن کی روشنی ہے، تیرے جمال کی تحریک ہے۔ آہ، کیا مجھے اپنی وفاؤں کا شمار کرانا پڑے گا؟ میں اس سے بہت سے سوال کر کے اسے ہم کلام ہونے پر مجبور کر دینا چاہتا تھا لیکن گویائی کی قوت سلب ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے والہانہ انداز میں اپنا چہرہ اٹھا کے اس کی طرف دیکھا تا کہ جو لفظ میں ادا نہیں کر سکا ہوں، وہ انہیں میرے چہرے پر پڑھ لے۔ میری تپش سے اس کا پتھر پگھلنے لگا۔ اس کے لبوں پر میرے لیے کوئی حکم آتے آتے رہ گیا۔ "یہ حجابات ختم کر دے۔ اپنے آپ کو اس قدر فریب مت دے۔" میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔

اس نے کرب سے اپنا چہرہ دائیں جانب کر لیا۔ اس کی صراحی دار گردن کی رگیں کھنچ گئیں اور پھولوں کی چادر میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا

http://kitaabghar.com

جیسے ابھی ابھی طوفانی ہوا چلی ہو اور اس کے باغ بدن کے سارے پھول لرزنے لگے ہوں۔ ''میں تجھ سے اپنے بارے میں کچھ سننے کے لیے مضطرب ہوں۔ یاد رہے، میں نے کہا تھا، میں نے کہا تھا تو مجھے اپنی وہ چوکھٹ بنا لے جہاں سے تو گزرتی ہو، ایک ملکہ کی طرح نہیں، ایک ساحر اعظم کے طور پر نہیں۔ میں تجھ سے اپنی اذیتوں کا صلہ مانگنے نہیں آیا۔ یہ سب تو صرف تجھ سے اپنے ربط خاص کا اظہار تھا۔ میں خود کو تیرے سپرد کرنے آیا ہوں، مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔''

میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ میرے استحقاق کے طور پر مجھے اپنی قربتوں سے نوازنے سے گریز کرے کیونکہ میرے لیے جاملوش کی مسند پر متمکن ہونا فضیلت کا باعث نہیں ہے، مجھے اتنا بڑا آزار نہ پہنچائے وہ مجھے جابر بن یوسف کے طور پر برتے۔ وہ مجھ سے تاریک بر اعظم کے امور پر گفتگو نہ کرے کیونکہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں، وہ اپنا ذکر کرے، وہ میرا نام لے رہی تھی اور میں اپنے نام کے بعد اس کا خطاب سننے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اقابلا جب اپنے نطق کو زحمت کلام دیتی ہو گی تو نغمے پھوٹتے ہوں گے۔ میں نے کہا تھا تو مجھے اس جام کی شکل عطا کر دے جو تیرے ہونٹوں سے مس ہوتا ہو۔ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے اپنا غلام بنا لے، یہیں میں تجھے دیکھ دیکھ کے خوش ہوتا رہوں گا اور اس عجوبے کی داد دیتا رہوں گا جو یکتائے روزگار ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔'' میں نے اپنا سر اس کے پیروں پر پٹختے ہوئے کہا۔ ''میں کون ہوں؟ آہ کیا مجھے اپنی شناخت کرانے کی ضرورت ہے؟ کون ہے جو اس سرزمین میں تجھ سے اتنا قریب ہے؟ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے تیرے لیے اتنی فکر کی ہو گی۔ کسی نے نہیں کی۔ کسی نے نہیں۔ سب راستے میں تھک گئے یا تجھ سے منحرف ہو گئے یا تیری طلب سے کنارہ کش ہو گئے۔ صرف میں باقی رہا، یہاں وہاں، ادھر ادھر جہاں جہاں تیرا ذکر ہوا، میں نے تیرا نام بلند کرنا اپنا شعار بنایا۔ میں تیرے لیے صحرائے زارشی گیا، بامگان میں تیری خاطر لوریما سے دست کش رہا۔ میں نے اسمار میں تیرے جلال و مرتبت کے لیے خود سر شوطار سے جنگ کی اور نازنینان اسمار کو تشنہ چھوڑ کے چلا آیا۔ میں نے انگروما کے باغیوں کو ایک ایسے معاہدے پر مجبور کیا جس سے تیری عظمت پر حرف نہ آئے۔ میں نے کہیں ان سے مفاہمت نہیں کی۔ میں نے برگزیدہ ساحروں سے جنگ کر کے جلتے ہوئے شعلوں سے تیرا مجسمہ محفوظ کیا اور سارے انگروما سے جنگ مول لی، میں نے اپنی قدیم دنیا مکمل طور پر ترک کی۔ اپنے تمام رشتے توڑ دیئے اور تجھ سے ایک رشتہ استوار کیا۔ جب میں نے یہ سنا کہ تو مہذب دنیا کے نوجوان شراڈ پر مہربان ہو گئی ہے تو میں نے غضب میں مقدس جاراکا کی مورتی پر اس کی محبوبہ کو غسل دیا۔ میں نے ان گنت راتیں تیری یاد میں جاگتے ہوئے گزار دیں اور حسین عورتوں، شرابوں کو ٹھکرا دیا۔ پھر جب تیری کنیز مجھ سے تیرا مجسمہ مانگنے آئی تو میں نے کسی جھجک کے بغیر مجسمہ اس کے حوالے کر دیا تا کہ میرے ذہن میں کوئی ناقص خیال نہ در آئے۔''

وہ سنتی، بکھرتی، کسمساتی اور پہلو بدلتی میرا شدت انگیز احوال سنتی رہی۔ ''میں پوچھتا ہوں، میری طلب میں کون سی خامی ہے؟ میرے وزن میں اور کیا کمی رہ گئی ہے؟ کیا میں تیرے استغراق میں کسی کوتاہی کا مرتکب ہوا ہوں؟ پھر وہ کون سا عذر مانع ہے جو تو اتنی تنگ دل اور بخیل ہو گئی ہے۔ تو کس سے خوف زدہ ہے؟ مجھے بتا ورنہ اس تاریکی اور حبس میں میرا دماغ پھٹ جائے گا اور سن لے، سن لے، میں یہاں کسی کے آگے سر نہ جھکاتا، یہ سب کچھ تو تیری حضوری اور خوشنودی کے لیے ہوا ہے۔ میں اپنی سرکشی سے باز نہیں آؤں گا۔ میں نے اس طلسمی نظام کا بہ تمام و کمال مشاہدہ

کیا ہے، مجھے معلوم ہے، میں ایسے بیانات کے بعد اپنے لیے راستے محدود کر رہا ہوں لیکن انہوں نے دیکھا ہوگا کہ سخت سے سخت مرحلوں میں بھی میں اپنی طلب سے دست بردار نہیں ہوا۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ میرا مقصود حشمت واقتدار نہیں۔ یہ سب کچھ میں نے اونچی مسند پر بیٹھنے کے لیے کیا ہوتا تو مجھے اس کے چھن جانے کا خدشہ ہوتا۔ میرے لیے سب سے اونچی مسند تیری آغوش ہے۔ تو میری جنت ہے۔ اگر اب بھی کہیں کوئی سقم رہ گیا ہے تو مجھے حکم دے ورنہ یہ بات جان لے کہ اب کے میں یہاں اس قصر میں تیری زبانی اپنے لیے بہترین اور بدترین فیصلے سننے کا حوصلہ لے کے آیا ہوں اور مجھے کسی کا خوف نہیں ہے، کوئی مصلحت بجز تیرے شیشہ و جمال کی نازکی کے، میرے درپیش نہیں ہے۔ میرا درخت تیری زمین پر اگ آیا ہے، تو نے ہی اس کی آب یاری کی تھی۔ اگر تجھے اس کی چھاؤں ناپسند ہے تو اپنے ہاتھوں سے اسے کاٹ دے۔"

اس پر میرے اس منتشر بے ترتیب بیان کا اس قدر اثر ہوا کہ اس کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں، چہرہ گل نار ہو گیا، سانس تیز تیز چلنے لگی اور ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جاں کنی کی کیفیت میں مبتلا ہو، کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہتے ہوئے جھجکتی ہو۔ اس لالہ رخساراں کو اس حالت میں دیکھ کے میرا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ وہ جواب دینے سے گریزاں تھی اور میرے سامنے اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی۔ یہ عجب بے اعتبار لمحے تھے۔ وہ موجود بھی تھی اور ناموجود بھی۔ وہ اضطراب کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ میں اس کا جواب جاننے کے لیے بار بار اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا تھا۔ جہاں ڈوبتے ہوئے سورج کی اداسی تھی۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میرے ذہن سے کنکھجورے چمٹے ہوئے تھے، مجھے اس کے اکراہ و امتناع کا سبب جاننا چاہیے۔ جب تک یہ بنیادی نکتہ مجھ پر آشکار نہیں ہوگا، میرے جذبوں کی بازگشت صرف میری سماعت تک محدود رہے گی۔ ممکن ہے، وہ پہلے سے مشروط اور پابند ہو لیکن میں اس سے پوچھوں کس طرح؟ میں چیختا رہوں گا اور وہ اسی طرح گم صم رہے گی۔ کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ لفظ بے مایہ ہیں۔ اس سے زیادہ سنگین لفظ اس سے کہے گئے ہوں گے۔ میں ابھی تک اس خوش گمانی میں مبتلا ہوں کہ اس سے دعوئ التفات میں میرا ہم سر کوئی نہیں رہا ہوگا۔ اب اس کا ایک ہی چارہ سمجھ میں آتا ہے کہ مجھے اپنے اظہار کے اس ناکارہ طریقے سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ زبان، قواعد اور آداب کے شعوری عمل کی محتاج ہے۔ مجھے اپنی آنکھوں سے کلام کرنا چاہیے اور اظہار میں حسن جمال کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ کوئی قریبی دیوار شق ہونے، کہیں سے کوئی ہیبت ناک چیخ گونجنے اور کسی کے دخل انداز ہونے سے پہلے مجھے صرف ایک مرتبہ اپنی حسرت پوری کر لینی چاہیے۔ "اقابلا!" میں نے بے ہنگم آواز میں نعرہ بلند کیا۔ "میرے پاس کہنے کے لیے اب کچھ نہیں رہ گیا ہے۔"

"جابر بن یوسف! اپنا سمندر روک لے۔" یکایک ایوان میں لرزتی ہوئی ایک دلکش آواز گونجی۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا اور اپنی خوش بختی پر مستی کرنے لگا لیکن یہ محض میرا گمان تھا۔ وہ تو اپنا چہرہ سینے میں چھپائے ہوئے تھی۔ اس آواز کے ساتھ ہی ایوان میں نقرئی گھنٹیوں اور سوز و گداز کی موسیقی تیز ہو گئی۔

میں سمجھ گیا کہ اس نے اپنا جواب منتقل کرنے کے لیے یہ شاہانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں نے تلملا کے کہا۔ "نہیں نہیں، یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ اب مجھ میں تاب انتظار نہیں ہے۔ میری قدرت انتظار کے جتنے شب و روز تھے، وہ میں نے گزار دیئے۔ یہ بڑھتا ہوا سیلاب اب تو ہی روک سکتی ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں رہا۔"

''تیرے اختیار میں سب کچھ ہے، تو نے مشروب حیات پی کے اپنے آپ کو جاوداں بنالیا ہے۔ وہ تیرے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تپش محسوس کرتی ہے مگر اتنی تیز آگ مت جلا کہ سب کچھ خس وخاشاک ہو جائے۔'' اس آواز نے دوبارہ اپنا سحر پھونکا۔ خود اقابلا اپنا جسم سمٹائے چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔

میں نے اس کی ترجمانی کرنے والی آواز نظر انداز کر کے براہ راست اس سے تخاطب جاری رکھا۔ ''کیا تیرا مقصد یہ ہے کہ ابھی میرے تیرے ربط دائم کا وقت نہیں آیا؟ تیرا اشارہ پُراسرار ناسازگار حالات کی طرف ہے یا میں یہ سمجھوں کے درمیان میں اب بھی کوئی طلسمی رکاوٹ موجود ہے؟ یا تو ایک وعدہ فردا کا یقین دلا کے مجھے مزید آزمائشوں میں ڈالنا چاہتی ہے؟ مگر کب تک؟ پھر ایسا کر، تو مجھے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دے اور جب موافق ہوائیں چلنے لگیں تو مجھے بیدار کر دینا کیونکہ مجھ سے اپنا ہوش اب برداشت نہیں ہوگا۔''

''جابر بن یوسف!'' ایک خواب ناک آواز پھر ایوان میں ساز بجانے لگی۔ ''تیری تمام باتیں سن لی گئیں۔ وہ تیرے علم وطاقت سے آگاہ ہے، تو نے مختصر عرصے میں کمال کر دیا۔''

میں نے برہم ہو کے اس کا کلام قطع کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنی تعریف سننے اور داد چاہنے نہیں آیا۔ یہ کمال میرے لیے اس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک مجھے تیری قربت کا اعزاز نصیب نہیں ہو جاتا۔ میرے گلے سے یہ نوادرات اتار لے اور سینے سے مقدس جارا کا کا یہ سیاہ نشان مٹا دے۔ اس کے لیے کوئی اور شخص منتخب کر لے۔''

''ایک ذرا تحمل کر۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''کوئی شبہ نہیں کہ تیرا علم پختہ اور تیری طاقت مستند ہے اور اس کے سامنے اس منکسر اور مشتاق لہجے میں تیرا خطاب تیرے جذبات کا آئینہ دار ہے مگر ابھی تجھے بہت کچھ سیکھنا اور سمجھنا ہے، اقابلا تیرا سوز دروں سمجھتی ہے تاہم وہ ایک عظیم وجلیل ملکہ ہے، دیوتاؤں نے اس کے سر پر اس سرزمین کا تاج رکھا ہے، سو اس کی نظر ہر سو ہے، وہ اس زمین کا ماہتاب ہے جس کی روشنی کا فیض سب کے لیے عام ہے، وہ جمال کا ایک دریا ہے، جس کا رنگین اور ٹھنڈا پانی سب کو سیراب کرتا ہے، ایک زمانے سے یہاں یہی قانون رائج ہے اور یہ قانون دیوتاؤں نے بنائے ہیں۔''

''بس کر۔'' میں نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر چیختے ہوئے کہا۔ ''رحم کر، یہ سنتے سنتے سماعت مجروح ہو چکی ہے کہ ابھی بہت کچھ سیکھنا اور جاننا رہ گیا ہے۔'' میرے لہجے میں اشتعال انگیز حد تک درشتی اور تلخی آ گئی تھی۔ اتنی طویل جدوجہد کے بعد بھی درس سننے کی اس اذیت سے نجات نہیں ملی؟ سن اقابلا! میری زندگی! میری کائنات! تو یقیناً اس زمین کا ماہتاب ہے اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے جس کا فیض سب کے لیے عام ہے مگر میں نے اس طرح نہیں سوچا تھا۔ میں نے تجھے اس سے سوا تسلیم کیا تھا۔ جو تیرا اصل رنگ و روپ ہے۔ تو کہ نور کا بدن ہے اور چاند سے زیادہ حسین اور آب حیات کے چشمے سے زیادہ مفرح ہے، تیری تخلیق تیرے خالق کی صناعی کا شاہکار ہے مگر تو انگڑائیاں لینے، اضطراب سے پہلو بدلنے اور احساسات رکھنے والا ایک بدن ہے۔ جسے لازماً ایک شخص کی تلاش ہوگی، میں تیرے دل کے تار جھنجوڑ دوں گا۔ آ تمام مصلحتوں سے بالا ہو کے میرے پہلو سے لگ جا اور یقین کر کہ اس سے زیادہ سکون، اس سے بڑا نشہ اور اس سے بڑی لذت کسی ساحری میں نہیں۔ یہی دنیا کا سب سے بڑا

شعبدہ ہے۔ میں تجھے سچ کی تلقین کر رہا ہوں۔ بس آج کوئی فیصلہ کر لے۔ یہ زریں قصر، یہ جاہ و جلال میرے بازوؤں سے زیادہ دل کش نہیں ہے۔ جو میں نے نہیں سیکھا، جو میں نے نہیں جانا، میں اس کی پروا نہیں کرتا کیونکہ میں اس سے زیادہ سیکھنے اور جاننے پر قادر نہیں ہوں۔ ذرا اس مسند سے اتر کے دیکھ اور میری بات سن۔ تو نے ابھی کچھ نہیں سیکھا، کچھ نہیں جانا، تو بھی ازلی قانون سے انحراف کر رہی ہے۔" میں نے بے قابو ہو کے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور بے محابا اسے اپنی جانب کھینچنے لگا۔

"نہیں، نہیں...... ابھی نہیں...... ابھی نہیں۔" ایوان میں وہی مرتعش آواز لہرائی۔ "جابر بن یوسف! دیوتاؤں کے لازوال قوانین توڑنے کی کوشش مت کر۔ یہ شیش محل ٹوٹ جائے گا۔" اس کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"سب کچھ ختم ہو جائے۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔ "میں تیرے سوا کوئی قانون نہیں مانتا۔ جب میں اس ایوان میں آ رہا تھا تو میں نے یہ جگہ مخصور کرنے کا ارادہ کیا تھا، پھر میں نے سوچا، بہتر ہے، میرے بارے میں دیوتا ہر بات جان لیں اور ادھر تیرے التفات کا وہی عالم ہے جو پہلے تھا، اس میں کوئی بیشی نہیں ہوئی ہے، پہلے بھی یہی سب کچھ تھا، آج بھی آرزوؤں کی قندیل روشن ہے، تو اسے بجھاتے ہوئے بھی جھجکتی ہے اور ادھر تیرے خیال سے میرے رگ و پے میں ایک آگ مچل رہی ہے۔ میں نے جاملوش کا زوال اسی لیے کیا تھا کہ اب کوئی گستاخ ادھر آنے کی جرأت نہ کر سکے۔" اس نے اپنا چہرہ اٹھایا تو اس کے لانبے بال میرے چہرے پر پھیل گئے۔ وہ بے چینی سے دفعتہً کھڑی ہو گئی۔

"جابر بن یوسف! ابھی نہیں۔" ایوان میں پھر اسی کی دردناک آواز کا سوز جاگا، اس آواز میں تحکم اور درخواست کی آمیزش تھی۔

"ابھی نہیں تو پھر کب؟" میں نے بپھر کے کہا۔

"جب تک تو تنہا نہیں رہ جاتا۔"

"کیا؟ میں کچھ نہیں سمجھا؟"

"کسی ویرانے میں جا کے غور کر کہ یہ سب کیوں ناممکن ہے؟"

میں اپنے بارے میں آخری فیصلہ سننے کے لیے آمادہ ہو کے یہاں آیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو یہ مبہم رویہ اور پُراسرار انداز بیان میری ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ میں نے بڑی دوٹوک باتیں کہی تھیں حالانکہ اسے قریب دیکھ کے صرف اسے دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا یہ وقت رقص نشاط، مدہوشی، نغمہ و موسیقی، گداز اور دل کش باتیں کرنے کا تھا کیونکہ ایک ماہ جبیں روبہ رو تھی، سلگتے ہوئے جذبات تھے، میری آتش نوائی اور برانگیختگی کا حاصل یہ نکلا کہ اس کی رغبت، اس کی جھجک کا کسی قدر اندازہ ہوا۔ وہ ستم پیشہ وضاحتیں کرنے پر تو مجبور ہوئی، اس کے سینے سے آہیں تو نکلیں۔ اس کے بدن میں ایک طوفان تو اٹھا۔ اس کے تمام اکراہ و انکار کے باوجود میرے دل کو یہ فرحت بخش مژدہ ضرور مل گیا تھا کہ میرے کرب، میرے اشتیاق کا جادو بے اثر نہیں رہا ہے۔ میں نے اس کی مضراب شباب چھیڑ دی تھی۔ دیر تک اس کا بیٹھے رہنا اور میرے ستم سہنا، کسمسانا، کروٹیں بدلنا، آنکھوں کا سرخ ہو جانا میرے لیے اس کی تائید کا ایک بڑا اشارہ تھا۔ تاہم اس چشمہ رنگ و نور کے کنارے پہنچ کے تشنہ رہنا ایک عذاب تھا۔ اب میرے پیش نظر ایک ہی نکتہ رہ گیا کہ اس کانٹے اور پتھر کو پہچان لوں جو اسے مجھ سے دور کیے ہوئے ہے۔ میرے اندر ایک ٹھہراؤ پیدا ہوا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں کسی

ویرانے میں جا کے غور کروں کہ یہ سب کیوں ناممکن ہے۔ میں نے نرمی سے اس کی انگلیوں کے ناخن اپنے سینے میں چبھوتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بتا، میں ناممکن کو ممکن بنا دوں گا۔''

''تو پھر یہاں سے چلا جا۔ اپنی فضیلتیں رائیگاں نہ کر، اپنے آپ کو رسوا مت کر اور وہ باتیں نہ پوچھ جو تجھے خود جاننی چاہئیں۔''

''پھر وہی حیلہ سازیاں، وہی نکتہ طرازیاں، وہی ابہام، وہی اسرار۔ میں نے تجھ سے صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اب میں ان ستم کاریوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تیرے بغیر میرا اب کہیں قیام ہے، نہ زندگی ہے۔'' میں نے سر جھٹک کر کہا۔

''کیا تو اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے کا رحم نہیں کر سکتا؟''

''کیوں نہیں، بشرطیکہ تیرا اثبات اور یقین شامل ہو۔''

''تو پھر اپنے اطراف دیکھ اور یہاں عارضی لمحاتی قیام کے بجائے دائمی سکون کی ضمانت حاصل کر۔ جو کچھ تو نے حاصل کیا ہے، اسی پر قناعت نہ کر۔ راستے کا ہر پتھر ہٹا کے شاد کام آ، چاہے زمانے صرف ہو جائیں۔''

''میں سمجھ گیا۔'' میں نے اس کی ہتھیلیاں چومتے ہوئے کہا۔ ''پر میرا ذہن تیرے احساس قرب سے اتنا معمور ہے کہ کوئی اور نکتہ ذہن میں نہیں آ رہا ہے۔ ذرا وضاحت سے کام لے، تیرے سامنے میں غبی ہو جاتا ہوں، مجھے کچھ ہوش نہیں رہتا۔''

''جابر بن یوسف! اے ذہین اور بہادر شخص......''

''شخص کہہ کے اجنبیت کا اظہار نہ کر۔'' میں نے برہمی سے کہا۔

''اے جنوں کار! تو نے کیسے سمجھ لیا کہ اب تو ہی تو ہے؟ تو نے یہاں آنے میں عجلت سے کام لیا۔'' اس کی آواز میں بتدریج اعتماد اور تحکم آتا جا رہا تھا۔

''میں نے سچ جانا۔ اب کون یہاں میرا ہم سر ہے؟''

''یہی تیری نادانی ہے، تو نے ہر طرف سونگھ کر نہیں دیکھا اور تو نے اس نظام کی علت پر غور نہیں کیا جو صدیوں سے قائم ہے۔ تیرے پاس غیر معمولی ماورائی قوتیں ہیں مگر تو اسباب و علل کی مبادیات سے اب تک ناآشنا ہے۔''

''کیا تیرا مقصد ہے کہ مجھے تیرا ہم قد ہونے کے لیے کچھ اور آزمائشوں میں پڑنا چاہیے؟ ابھی حجت باقی رہ گئی ہے؟''

''نہیں، تو پہلے بھی اس کے برابر بیٹھنے کا اہل تھا مگر تیری آنکھوں نے اس کے پیروں میں زنجیریں کیوں نہیں دیکھیں؟'' وہ کرب سے بولی۔

''زنجیریں؟ میں انہیں توڑ دوں گا۔''

''ابھی تو تو نے اپنے سامنے کی چیزیں نہیں پہچانی ہیں۔ تیرا یہ دعویٰ قبل از وقت ہے۔ دیکھ مطلع صاف نہیں ہے۔ اسی لیے تجھے مشورہ دیا جا رہا ہے کہ تحمل اور سنجیدگی سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے اور احتیاطاً وہ تمام اندیشے ختم کر دے جو کبھی تیرے لیے سدِ راہ بن سکتے ہیں، وہ طاقتیں، وہ منحرف قوتیں جو اس وقت بھی تیرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔''

''کون؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''کون؟ تیرا اشارہ کس طرف ہے؟'' پھر اچانک مجھے خیال آیا، کہیں اس کی مراد سرنگا کی پُراسرار دیوی سے تو نہیں ہے؟ میں نے وضاحت کے لیے اس کا نام نہیں لیا اور یہاں آنے سے پہلے سرنگا کے غار کا وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا جب میں نے دیوی کو از راہ تفنن اپنے سحر سے سلاخوں میں قید کر دیا تھا۔ اس وقت غار میں نادیدہ طاقتیں اس کی جانب لپکی تھیں۔ میں اگر دیوی کو بہ عجلت تمام آزاد نہ کر دیتا تو وہ نہ جانے کن مصائب سے دوچار ہو جاتی؟ اسی لمحے میرے ذہن کے اندھیرے میں یہ نکتہ روشنی بن کے چمکا تھا کہ میری سرفرازی کا سبب میری ریاضتوں، ذہانتوں، معرکوں اور آزمائشوں کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ دیوی، سرنگا کی پُراسرار دیوی، جب میں اقابلا کے قصر کی طرف چلا تھا تو اس خیال سے آسودہ تھا کہ دیوی اب بھی موجود ہے اور بزرگ سرنگا میرا محترم دوست ہے۔ اس کی تعلیم اور اعانت نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا ہے لیکن قصر میں آنے اور اقابلا کا بلاخیز نظارہ کرنے کے بعد میرے اعصاب گرفت میں نہیں رہے۔ ان پر اقابلا کے جمال کا سحر طاری ہو گیا تھا۔

اقابلا جن اندیشوں اور طاقتوں کی طرف اشارہ کر رہی تھی، ان میں دیوی سر فہرست ہو گی ایک بار شوالا سے معرکہ آرائی کے دوران میں اقابلا نے دیوی کو شیشے کے ایک جار میں بند کر دیا تھا۔ ظاہر ہے، تاریک براعظم کے ساحروں کے لئے دیوی کا وجود ناقابل برداشت ہو گا۔ اس کا خیال آنے کے بعد میں نے اپنے اندر زیادہ اعتماد محسوس کیا اور اقابلا کو اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ وہ سمٹ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہوا کہ میرے صدق میں ملاوٹ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے، اقابلا کی دور بین نظریں آنے والے دنوں میں دیوی کو میرے لیے خطرہ سمجھتی ہوں؟ سرنگا بھی کسی لمحے اپنا رویہ تبدیل کر سکتا ہے اور اس زمین سے وفادار نہیں ہے اور اب تک مہذب دنیا میں واپس جانے کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ توری میں دیوی کی موجودگی اقابلا کے لیے گرانی کا سبب ہے مجھے سرنگا کو مہذب دنیا میں واپس بھیج دینا چاہیے۔ وہ اپنی دیوی کو لے کر واپس چلا جائے۔ مجھے اقابلا اپنی روح کی خوشنودی کے لیے یہ ایک ناپسندیدہ کام بھی کرنا ہو گا۔ جیسا کہ میں نے اس کا مجسمہ واپس کر کے کیا تھا۔

''میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے اس کی کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھ کے اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ میرے ہاتھوں میں لرزش سی ہونے لگی۔

اس نے میری جسارت پر ایک سسکاری بھری اور تڑپ کر میری دست برد سے آزاد ہو گئی۔ اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ اٹھایا، اسی ثانیے ایوان میں مہربان آواز نے گھبرائے ہوئے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''وہ دیکھ، وہ آ رہا ہے۔''

میں نے مڑ کے دیکھا۔ میری نشست پر نصب طلسمی عکس نما میں سمندر کا منظر تھا۔ کشتیوں کا ایک لشکر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، میں اسے دیکھ کے ششدر رہ گیا اور میں نے قریب جا کے غور سے دیکھا، ریماجن اچھلتی، کودتی لہریں روندتا ہوا طوفان کی طرح جزیرہ توری کی طرف بڑھ رہا تھا غصے اور جلال سے میری مٹھیاں بھینچ گئیں۔ ریماجن، وہ فرعون ابھی تک باز نہیں آیا۔ وہ سچ کہتی ہے، میں نے یہاں آنے میں عجلت کر دی۔ مجھے ریماجن کے سر کا تحفہ لے کے اس کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اس سے عہد کے لیے رخ بدل کے مسند پر نظر کی تو وہ خالی پڑی تھی، وہ جا چکی تھی۔ میں اس کے تعاقب میں قصر کے ہر گوشے میں جا سکتا تھا لیکن میں نے صبر کر کے خود کو اس ارادے سے باز رکھا۔ ایک مرتبہ جالموش نے میری آرزوؤں کی یہ محفل درہم برہم کر دی تھی۔ اب ریماجن بڑھا چلا آ رہا تھا۔ شاید اسے خبر ہو گی کہ میں اقابلا کی خلوت میں موجود ہوں اور کوئی لمحہ جا

رہا ہے کہ وہ خود کو میرے سپرد کر دے۔ ان میں سے کوئی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ کسی ایک پر اپنی نوازشیں مخصوص کر دے اور جارا کا کا ہاں، وہ خوب صورت نوجوان۔ بہر حال مجھے اس وقت اپنا ذہن معطل نہیں کرنا چاہیے اور سکون و استقامت سے نوشتہ تقدیر کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں نے حسرت سے وہ مسند دیکھی جہاں ابھی ابھی وہ جلوہ گر تھی۔ پھول فرش پر بکھرے پڑے تھے۔ میں نے انہیں مٹھی میں اٹھالیا اور اس کی مسند کو ایک والہانہ بوسہ سپرد کیا۔ ''میں جا رہا ہوں، مجھے جانا چاہیے۔'' میں بھاری قدموں کے ساتھ اس ایوان سے باہر آ گیا اور گردن جھکائے قصر کے در و بام اور نازنینوں کے درختوں کے درمیان سے گزرتا ہوا توری کے ساحل کی طرف جانے والے راستے پر گامزن ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

جنگل میں آ کے میں نے فی الفور اپنے نائب قارنیل سے روحانی رابطہ قائم کیا اور حکم دیا کہ وہ ہر جزیرے پر منادی کرا دے کہ انگروما کا باغی ریماجن اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایک بار پھر توری کے ساحل پر لنگر انداز ہوا چاہتا ہے۔ تمام برگزیدہ ساحر توری کی طرف کوچ کریں۔ مجھے یہ حکم دیئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ توری کے جنگل میں نقارے بجنے لگے تاکہ غاروں میں بیٹھے ہوئے عابد باہر آ جائیں۔ قارنیل نے جاملوش کا وہ گجر بجا دیا تھا جو اس کی جھونپڑی میں رکھا ہوا تھا اور جس کی آواز اس وسیع و عریض زمین کے ہر گوشے میں پہنچ جاتی تھی۔ یہ ایک مکمل طلسمی نظام تھا۔ حیرت کی بے شمار منزلیں گزر گئی تھیں۔ اس لیے میں کسی استعجاب کے بغیر حیرت انگیز طلسمی نوادر کا ذکر کر جاتا ہوں۔ اس سرسری پن سے غلو کا گمان ہوتا ہوگا۔ سب سے بڑا مبالغہ تو خود تاریک براعظم تھا۔ مہذب دنیا کے لوگ مشکل سے اس مبالغہ آمیز صداقت پر یقین کریں گے۔ یہاں آ کے خود میری رائے مہذب دنیا کے بارے میں بدل گئی تھی۔ تہذیب بھی ایک مبالغہ ہے۔ بہر حال یہ ایک علیحدہ مبحث ہے۔

خواہش تھی کہ ریماجن سے تنہا جنگ کروں، برائے احتیاط میں نے قارنیل کے ذریعے ساحروں میں منادی کرا دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اقابلا اپنی خلوت سے اٹھ کے فوراً جارا کا کا کے مجسمے کے پاس گئی ہوگی۔ وہ ریماجن کی یلغار سے نمٹنے کے لیے بڑی سرگرم اور فعال ہوگی۔ میں نے اسی لیے جارا کا کا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ مجھے ریماجن کا سر درکار تھا اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب وہ سمندر میں ڈوب جانے کے بجائے جنگ کرتا ہوا خشکی پر آ جائے۔ میں تنہا ہی ساحل پر ریماجن کا انتظار کرنے کے لیے جا نکلا۔ سمندر خاصا برہم تھا۔ لہریں آسمان کی جانب اٹھ اٹھ کے بار بار پسپا ہو جاتی تھیں اور اپنی کوششوں سے باز نہیں آتی تھیں۔ سمندر کی لہریں ان چیونٹیوں سے مختلف نہیں ہوتیں جو گرتی ہیں، اٹھتی ہیں اور پھر اپنے راستے پر چل دیتی ہیں۔ میں بھی ایک سمندر تھا۔ کبھی ابھرا، کبھی ڈوبا۔ ایک چٹان پر خاموشی سے بیٹھ کے میں کنکر سمندر میں پھینکنے لگا جیسے مجھے کوئی کام نہ ہو اور میں اس سرزمین کا سب سے ناکارہ شخص ہوں۔ خشکی میں کچھ دور جانے کے بعد ایک خلقت میرے اشاروں کی منتظر تھی لیکن اب تعمیل حکم کی کشش ہی ختم ہو چکی تھی۔ کیوں حکم دیا جائے اور کیوں تعمیل کرائی جائے؟ میرے وہاں جانے سے خشکی پر رینگنے والی زندگی میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوگا۔ توری کے لوگوں نے مجھے ایک عرصے سے نہیں دیکھا تھا۔ فلورا کے ذریعے جب انہیں میری آمد کی خبر ہوئی ہوگی تو وہ سب بے تاب ہو گئے ہوں گے۔ میں آبادی کی طرف منہ کر کے ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرتا تو وہ چشم زدن میں یہاں موجود ہوتے مگر کیوں؟ انہیں کیوں بلایا جائے؟ ان سے تعلق کی تجدید کیوں کی جائے؟

اقابلا نے جسم میں دراڑیں ڈال دی تھیں، اس ویرانے میں میری نگاہ کے افق پر ایک لمبی چوڑی بساط بچھی ہوئی تھی جہاں جارا کا کا ایک کونے میں محفوظ کھڑا تھا، مسکراتا ہوا اور آنکھوں میں شرارت بھرے ہوئے۔ میرا جی چاہا، اس کی جگہ بدل دوں، مجھے جھرجھری سی آ گئی، توجہ مبذول کرنے کے لئے میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا، ریماجن کی کشتیاں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ میں چٹان پر ڈھیر ہو گیا اور لیٹ کر کھلا آسمان گھورنے لگا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے نہاں خانے میں روپوش ہو گیا۔ میں بھی کتنا عجیب ہوں۔ کیسا بدل گیا ہوں۔ میں نے آکسفورڈ میں پڑھا تھا، کیسا ذی ہوش، چاق و چوبند، خوش اطوار یار باش اور عقل مند نوجوان تھا۔ تین چار کمروں کا ایک مکان تھا۔ جس میں ہم سب دندنایا کرتے تھے۔ زندگی کا وہ میلا ایک خواب تھا یا یہ دوسرا میلا ایک خواب ہے؟ کون جانے؟ کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ایک شخص ایسے اندر داخل ہو جائے گا کہ پتہ بھی نہیں چلے گا، مختلف شاخوں پر بیٹھنے اور نئی نئی کلیوں کا رس چوسنے کی عادت تھی۔ مزاج میں تنوع اور تلون تھا۔ سب کچھ بدل گیا۔ بدل ہی جانا چاہیے تھا۔ میرے پاس ایک طاقت ور دلیل ہے۔ اقابلا کی دلیل۔ اس کا نام آتے ہی دل کے ساز بج اٹھتے ہیں۔ بس اس کا تصور کیا جائے کیونکہ اس سے لطیف اور خوش نما مشغلہ کوئی نہیں ہے۔

''مقدس جابر!'' کسی نے مجھے آواز دی، میں نے چونک کر دیکھا۔ بوڑھا سرنگا اپنی لمبی داڑھی اور خمیدہ کمر کے ساتھ کھڑا تھا۔

''کیا ہے؟'' میں نے الجھ کر کہا۔ ''سرنگا! تم یہاں کیسے آ گئے؟''

''عزیز جابر! شاید تجھے میری ضرورت ہے۔''

''ممکن ہے کبھی پڑے۔ اس وقت تو میں ریماجن کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''تو مقدس اقابلا کے قصر کی طرف گیا تھا؟'' اس نے شفقت سے پوچھا۔

''ہاں، وہیں سے آ رہا ہوں۔'' میں نے اداسی سے کہا۔

تو ریماجن کو تنہا شکست دینے کا ارادہ رکھتا ہے؟''

یہی سوچ رہا ہوں۔'' میں نے آہستگی سے مختصر جواب دیا۔

''کیا میں تیرے پہلو میں کھڑا نہیں ہو سکتا؟''

محمد علی قادری کے قلم سے ایک پُر ہیبت اور وحشتناک ناول
روح کی پیاس
طاقت کے نشے میں چُور ایک نوجوان کی ہنگامہ خیز سرگزشت
اس کے پاس دل و دماغ کو مسخر کرنے والی پراسرار قوت تھی
اس کا راستہ روکنے والا مردِ قلندر کون تھا؟
ابتدا سے انتہا تک اسرار میں ڈوبی داستان
قیمت 120 روپے

''میرے عقب میں تاریک براعظم کے ساحروں کی بے شمار فوج ہے، تم اپنے غار میں سکون سے بیٹھو اور اپنی دیوی سے خوش گپیاں کرو۔''

''عزیز من جابر! تو مجھ سے ناراض معلوم ہوتا ہے؟''

''میں خود سے ناراض ہوں محترم سرنگا! جاؤ، مجھے تنہا چھوڑ دو۔ ریماجن سے نمٹنے کے بعد میں مہذب دنیا میں تمہاری واپسی کے متعلق سوچوں گا۔ تم اپنی لڑکی اور مہذب دنیا کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ چلے جانا۔ شاید اب تمہارے سامنے کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ میں تمہیں یہ مژدہ سناتا ہوں۔'' میں نے کرب سے کہا۔

''اور تو؟'' سرنگا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا تو یہاں سے واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتا؟''

''میں کہاں جاؤں گا سرنگا؟ اسے چھوڑ کے کہاں جاؤں گا؟''

''کیا تو سمجھتا ہے، ہم تیرے بغیر واپس چلے جائیں گے؟'' سرنگا نے حلاوت سے کہا۔ ''ہم تجھے ساتھ لے کے جائیں گے۔''

''مہذب دنیا کے لیے میں مر چکا ہوں، اب میرے پاس ایک طویل زندگی پڑی ہے۔ یہاں رہ کے میں اس کے قریب رہوں گا۔ بوڑھے سرنگا! تم کبھی مجھ سے مطابقت نہیں رکھ سکتے۔ پس تم خاموش ہو جاؤ۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''میں تجھے خوب سمجھتا ہوں میرے لائق بیٹے! میں تیری خاطر غار سے باہر آ گیا ہوں اور تجھ سے درخواست گزار ہوں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میرے بوڑھے مشورے ضرور سن لے۔''

''سرنگا! میرے سامنے درمیانی راہ نہیں ہے، میں قطبین پر موجود ہوں، کبھی اس سرے پر، کبھی اس سرے پر۔ درمیان کی جگہ تمہاری ہے۔''

''درست ہے، درست۔'' وہ سر ہلا کے بولا۔ ''میں تیرے سلسلے میں مکمل طور پر سنجیدہ ہوں، اگر تجھ سے عقل و ہوش چھن گیا ہے تو میرا دماغ ابھی صحیح و سالم ہے اور میں اسی لیے غار چھوڑ کے آ گیا ہوں۔''

''تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟'' میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کتنی عجیب بات ہے، تو مجھ سے یہ بات پوچھ رہا ہے۔''

''اگر تمہاری مراد دیوی سے ہے سرنگا! تو میں تمہیں یقین دلاؤں کہ میں اس سے بہت دور جا چکا ہوں۔''

''یہی تو تیری کوتاہی ہے میرے نادان بچے! حیرت ہے تجھے دیوی کی عظمت کا عرفان نہیں ہے۔''

''تم صرف غار میں بیٹھے رہے ہو جب کہ میں اس طلسمی دنیا کا چشم دید گواہ ہوں، میں جہاں جہاں پہنچا ہوں تمہارا تصور بھی وہاں نہیں جا سکتا۔''

وہ پُراسرار بوڑھا مسکرانے لگا۔ ''میری جان!'' اس نے میرا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ ''میں تجھ سے بحث کرنے نہیں، تیری مدد کرنے آیا ہوں، سردست یہ بحث التوا میں ڈال دے اور مجھے یہ بتا کہ تو نے ریما جن سے معرکہ آرا ہونے کے بارے میں کیا تدبیر سوچی ہے؟''

میں نے برہمی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ''مجھے تمہاری بزرگی پر بعض اوقات ترس آتا ہے، ضروری نہیں کہ تم ہر معاملے میں طاق اور ہر فن میں یکتا ہو۔'' سرنگا خاموش رہا۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ ''اس کے آنے میں ابھی دیر ہے۔ میرا خیال ہے، سمندر کے بجائے ہمیں خشکی پر اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ توری کی زمین اس کے لیے کھول دینی چاہیے، دیکھیں وہ کہاں تک بڑھتا ہے؟''

سرنگا مراقبے میں چلا گیا اور کچھ دیر بعد ہڑبڑا کے بولا۔ ''وہ کبھی خشکی پر نہیں اترے گا، وہ ایک زیرک ساحر ہے۔''

''کب تک؟ جب مدتوں اسے ساحل پر کوئی نظر نہیں آئے گا تو وہ کب تک انتظار کرتا رہے گا۔ ایک دن اسے آنا ہی ہوگا میرے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔''

''تو اس طرح سوچ رہا ہے۔'' سرنگا پر خیال لہجے میں بولا۔ ''ٹھیک ٹھیک جنگ کی طرح جنگ کر...... خطرے مول مت لے۔ اپنے عظیم الشان لشکر کو آواز دے۔'' میں نے اس سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا اور چٹان پر سرنگا کے اس کی موجودگی سے بے خبر ہو گیا۔ سرنگا کا گزشتہ مثبت رویہ

میرے سامنے نہ ہوتا تو میں اس کی بدزبانی انحراف اور سرکشی پر محمول کرتا، وہ دانا و بینا شخص میری برہمی دیکھ کے چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گیا، اس نے جیب سے اپنی مورتی نکال لی اور اسے عقیدت سے پیار کرنے لگا اس کے یہ اعمال میرے لیے انوکھے نہیں تھے میں نے منہ پھیر لیا۔

میں اور وہ ساری رات ساحل چٹان پر بیٹھے رہے میں سستاتا اور سوچتا رہا اور میری پشت پر تاریک براعظم کا عظیم الشان لشکر جمع ہو گیا۔ علی الصباح دور سمندر میں ٹمٹماتی مشعلیں نظر آئیں اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ریماجن کی کشتیاں توری کے ساحل حدود میں داخل ہو گئیں۔

میں نے اپنی سستی دور کرنے کے لیے کئی انگڑائیاں لیں اور ہڈیاں چٹخاتا دھول جھاڑتا ہوا چٹان پر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف نظر دوڑائی، قارنیل سمیت تاریک براعظم کے ممتاز ساحروں کا ہجوم میرے اشارے کا منتظر تھا سرنگا میرے قریب ہی بھٹکتا رہا پہلے میرا خیال تھا کہ کسی مزاحمت کے بغیر توری کا ساحل کھلا رکھ کے ریماجن کو اندر آنے کا موقع دیا جائے اور دور خشکی میں اس سے ایک آخری فساد کیا جائے، اس بار میں انگروما کے کسی ساحر کو فرار ہونے کی مہلت دینے کا قائل نہیں تھا، باغیوں کی یہ سرزمین مکمل طور پر نیست و نابود ہونے کے بعد ہی میں اقابلا کی خدمت میں اعتماد اور اطمینان سے جا سکتا تھا۔ میں نے آج تک کسی شخص سے اتنی نفرت نہیں کی تھی جتنی ریماجن سے کی۔ بظاہر میں نہایت سکون سے اس کا انتظار کر رہا تھا مگر بہ باطن غصے اور غضب کا ایک آتش فشاں کھول رہا تھا میں نے سرنگا کی بات مان لی کیونکہ وہ اور مہذب دنیا کے ساتھی طویل انتظار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ نہ جانے کب تک ریماجن اندر آنے سے کتراتا رہے؟ ممکن ہے، ایک زمانہ بیت جائے مہذب دنیا کے لوگوں نے میری طرح مشروب حیات نہیں پیا تھا اور اب ان کی جلد از جلد واپسی ہی میرے حق میں بہتر تھی۔

سمندر میں ایک فاصلے پر انگروما کے باغیوں کی کشتیاں ٹھہر گئیں۔ وہ ساحل پر ہمارے لشکر کا اندازہ لگا رہے تھے۔ انہیں یقیناً حیرت ہوگی کہ ہم نے حملہ کرنے میں پہل کیوں نہیں کی؟ اس سے قبل کہ وہ اپنے طلسمی نیزے ہماری طرف اچھالتے، میں نے بلند آواز میں ریماجن کے لشکر کو مخاطب کیا۔ میں اتنے فاصلے کے باوجود اپنی آواز ان تک پہنچانے کی قدرت رکھتا تھا۔ ''انگروما کے سابق دوستو! جابر بن یوسف، تمہارا رفیق تم سے مخاطب ہے۔ میں توری کے ساحل پر تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آؤ، اندر آؤ، ہماری میزبانی کا لطف اٹھاؤ۔ مقدس اقابلا سے نفرت کا وتیرا چھوڑ دو کیونکہ اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ تم نے سن لیا ہوگا کہ مقدس جارا کا نے مجھے یہاں کے تمام جزیروں کا ساحر اعظم مقرر کر دیا ہے۔ خود تم نے انگروما میں میری طاقت، ذہانت اور مجھ پر دیوتاؤں کی نوازش کا مشاہدہ کیا ہے۔ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ میں نے روحوں کے زنداں سے روحیں آزاد کر دی تھیں اور انہوں نے کھلی فضا میں میرے احکام کی تعمیل کی تھی۔ میری بات سن لو۔ تمہارا ایک بڑا لشکر پہلے ہی تباہ ہو چکا ہے اور تم ایک زمانے سے ان لذتوں سے محروم ہو جو یہاں ہمارے علاقوں اور تمہاری سابق زمینوں میں موجود ہیں، اگر تم لڑنے کے لیے آئے ہو تو میں تمہیں ایک مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں۔ یہ خیال ترک کر دو اور آؤ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ یہاں کی نئی عورتیں اور پرانی شرابیں تمہاری منتظر ہیں اور یہاں کے باشندوں کو غیر معمولی آزادی حاصل ہے کیونکہ یہاں کا ساحر اعظم اب میں ہوں، جالوش نہیں۔ تم میری آواز سن رہے ہو؟'' میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلا کے پوچھا۔

''جابر بن یوسف!'' ریماجن کے بجائے اس کے ترجمان معمر لارمانے دوسری طرف سے جواب دیا۔ ''تم نے مقدس ریماجن سے کیا ہوا عہد توڑ کے بدعہدی کا ثبوت دیا ہے۔ اب جزیروں کی تقسیم کے بغیر ہمارے درمیان کسی قسم کی مفاہمت ممکن نہیں ہے۔ میں ریماجن کی طرف سے تمہیں

مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم کشت و خون نہیں چاہتے تو اپنے عہد کے مطابق جزیرے تقسیم کرلو، پھر اقابلا کے قصر کی جانب قدم اٹھانے کی کوشش کرنا“۔

”بدبخت لارما!“ میں نے حقارت سے کہا۔”میری فراخ نظری اور وسیع القلبی سے غلط نتیجہ اخذ مت کر۔ اپنے گونگے ساحر اعظم ریماجن سے کہہ کہ بدعہدی اس نے کی ہے۔ اس نے بینزنار کے ساحل پر معاہدے کے باوجود مقدس اقابلا کا مجسمہ مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تھی۔ کیا تو اور تیرے ساحر وہاں موجود نہیں تھے؟“

”خاموش رہ بدزبان جابر! تو اپنے پہلے معاہدے سے منحرف ہوا، پھر تو نے ہم پر اعتبار نہیں کیا۔“ دفعتہً ریماجن کی خوفناک آواز گونجی۔ ”تو نے مجسمہ اپنی تحویل میں رکھ کے ہمیں اقابلا سے اپنی شرطیں منوانے کا موقع نہیں دیا۔ تو انگروما کے لشکر کو بینزنار کے ساحل پر چھوڑ کے تنہا یہاں آ گیا اور بلاشرکت غیرے تمام جزیروں کا مختار بن بیٹھا جب کہ تو جانتا تھا کہ ہم نے تیری خاطر اقابلا کی سرفرازی قبول کرلی تھی۔“

”ریماجن! او بدعہد بوڑھے ساحر! تو نے میری خاطر نہیں، اس مجسمے کی خاطر ایسا کیا تھا جسے تو برباد کرنے کی آرزو میں پامال ہو رہا تھا اور تیرے ساحر تھک گئے تھے۔ تو یہ بات بہ خوبی جانتا تھا کہ میں ہی اس کام کے لیے موزوں شخص ہوں کیونکہ مجھے دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔ تو نے دیکھا کہ میں ریت کی آندھی عبور کر گیا؟ اور تو وہیں چٹانوں سے اپنا سر پھوڑتا رہا۔ تسلیم کرلے کہ دیوتا میرے ساتھ ہیں ورنہ وقت نکل جائے گا اور پھر کہیں تجھے امان نہیں ملے گی۔“

”آہ۔ تو اپنے آپ کو پہچاننے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا ہے بدبخت! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ پر دیوتاؤں کی یہ پیہم نوازشیں تیری ریاضت اور ذہانت کے سبب سے ہیں؟“ ریماجن چیخ کر بولا۔

”یہ تجھے ابھی معلوم ہو جائے گا۔“ میں نے طیش میں جواب دیا۔ ”مسلسل ناکامیوں سے تیری عقل ضائع ہو گئی ہے۔ تجھے سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ تیرا انجام میرے ہاتھ لکھا ہے۔ میں تجھے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے رفیق ساحروں کے ساتھ ایک پہلا اور آخری سلوک کرتا جا۔ کیوں ان سب کو اس معرکے کے جہنم میں جھونکنا چاہتا ہے؟ آ، میں اور تو تنہا مقابلہ کرلیں۔ ان بے گناہ ساحروں کو کیوں پریشان کرتا ہے؟“

جواب میں نیزوں کا ایک طوفان ہماری جانب بڑھا۔ مجھے امید تھی کہ ابھی جنگ کے آغاز میں دیر ہوگی۔ میں ریماجن کے رفیق ساحروں کے پائے استقامت ڈگمگا دینا چاہتا تھا، اس لیے میں نے انہیں توری پر خوش آمدید کہنے، اپنی طاقت سے ڈرانے، اپنے بارے میں دیوتاؤں کی تائید کا یقین دلانے اور ریماجن سے تنہا جنگ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ریماجن میری تدبیر تک پہنچ گیا اور اس نے میری مزید ہرزہ سرائی سے بچنے کے لیے اچانک حملہ کر کے کھلبلی مچا دی۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا، آگے کی صفوں میں کھڑے ہوئے ہمارے متعدد ساحر مارے گئے۔ میں نے جلد از جلد چٹان کا وہ حصہ محصور کیا جہاں میں اور سرنگا کھڑے تھے۔ یہی عمل دوسرے ساحروں نے بھی کیا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ریماجن کی طرف سے دوسرے حملے جاری ہوں، ہماری طرف سے نیزوں کی بارش ہوئی۔ میں نے قارنیل کو اپنے پاس بلایا اور اسے وہیں کھڑے رہنے کا حکم دیا تاکہ وہ میرے احکام ساحروں کو منتقل کرتا رہے۔ ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ جنگ گزشتہ جنگوں سے مختلف نہیں تھی۔ مگر بڑی متشدد اور تیز تھی۔ آغاز ہی میں شباب پر آ گئی۔ ریماجن کے ساتھ اب بہت کم روحیں تھیں۔ پہلے ہی بینزنار کے ساحل پر اس کے لشکر کا خاصا معقول حصہ کام آ چکا تھا۔ وہ مجھ پر

شدید حملے کرتا اور میں اس کا توڑ کرتا اور ہر حملے کا حوصلے سے جواب دیتا رہا۔ میں نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے دیوتاؤں کے تمام نوادر سے کام لینا شروع کیا۔ جلد فضا میں ہر سمت آگ، دھواں اور دھند چھا گئی۔ شور غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ چند ساعتیں گزری تھیں کہ اس طلسمی جنگ کا نتیجہ سامنے آنے لگا۔ ریماجن کی طرف سے حملوں کی شدت میں کمی ہوتی نظر آئی۔ اس وقت توری کے ساحل پر خون اور آگ کے درمیان تاریک براعظم کے ساحر بڑھ چڑھ کے اپنے جوہر آزما رہے تھے۔ نت نئے سحر پھونکے جا رہے تھے۔ جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ میرا لشکر حاوی آنے لگا ہے تو میں ساحرانہ اعمال ترک کر کے ایک تماشائی کی طرح جنگ کے ہولناک مناظر دیکھنے لگا۔ ریماجن کی بہت سی کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئی تھیں اور اس کے لشکر میں افراتفری اور بددلی پھیلی ہوئی تھی۔ ریماجن اور اس کے بااعتماد رفیق اپنے ساتھیوں کو للکار رہے تھے لیکن ان میں تیزی اور جوش مفقود ہو چکا تھا، میں نے اسی لمحے قارنیل کو حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے کیے جانے والے حملوں کی شدت میں کمی کر دے اور سمندر میں آگے بڑھنے کے بجائے خشکی کی طرف پسپا ہوتا رہے۔

یہ ایک عجیب حکم تھا، قارنیل نے اسے حیرت سے سنا، اس نے بوڑھے سرنگا کی طرف دیکھا کہ شاید وہ درمیان میں دخل دے کے مجھے سمجھائے مگر سرنگا خاموش کھڑا رہا۔ قارنیل کو مجبوراً میرا حکم جوشیلے ساحروں کو منتقل کرنا پڑا۔ ان میں ایک اضطراب پھیل گیا اور ان سب کی سوالیہ نظریں میری جانب اٹھ گئیں۔ میری طرف سے کوئی ردعمل نہ دیکھ کے انہوں نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور اپنے عملیات میں بھی کمی کر دی۔ اس کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ ریماجن کے زوال آمادہ لشکر میں جیسے کسی نے برقی رو دوڑا دی۔ ان کا جوش اور غضب پہلے سے کہیں زیادہ شدید ہو گیا اور ان کے بے شمار طلسمی نیزوں نے میرے پسپا ہوتے ہوئے رفیق ساحروں کی ایک بڑی تعداد ساحل پر ڈھیر کر دی۔ قارنیل نے جنگ کی اس نازک صورت حال پر میری توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی مگر میرا سکون دیکھ کے وہ خاموش ہو گیا۔ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا تھا۔ ریماجن کی کشتیاں تیزی سے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہماری جانب سے حملوں کا زور کم ہو گیا تھا اور ساحر بے تحاشا خشکی میں اندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ادھر میں نے اپنے اطراف چٹان پر آگ اور دھوئیں کا ایک طلسمی دائرہ کھینچ دیا تھا۔ جس کے اندر ریماجن اور اس کے ساحر میری نقل و حرکت کا جائزہ لینے سے قاصر ہو گئے تھے۔ ہاں، وہ ساحری کر کے اسے ختم کر سکتے تھے مگر انہیں اس کی فرصت ہی کہاں تھی؟ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ناقابل یقین منظر تھا۔ زمانوں سے دیکھے ہوئے ان کے حسین خواب کی تعبیر آج پوری ہو رہی تھی تاریک براعظم کے ساحر بھاگ رہے تھے، ساحل پر ان کے نیزوں سے گر رہے تھے اور ان کے پھینکے ہوئے شعلوں سے خشکی پر آگ لگ رہی تھی۔ جب وہ خشکی کے نزدیک آ گئے تو میں نے قارنیل کے ہاتھ پکڑے اور اسے چٹان سے نیچے لے آیا۔ قارنیل دم بخود ہو گیا، ہم جنگل کی طرف بڑھتے گئے اور ریماجن کا لشکر خشکی پر اتر گیا۔

''خوب۔'' بہت دیر بعد سرنگا کی آواز آئی۔ ''میرے لائق بیٹے! تو نے میری توقع سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آخر تو نے اسے خشکی پر کھینچ لیا۔''

''ہاں۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔ ''میں نے اسے دوبارہ سرشوری کرنے کی زحمت سے بچا لیا ہے۔ سمندر میں وہ بدخصلت آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''لیکن تو اسے خشکی میں کہاں تک لے جائے گا؟''

''آبادی کے قریب اس میدان میں جہاں میں نے شوالا سے مقابلہ کیا تھا، وہ میدان ایسے کاموں کے لیے نہایت موزوں ہے۔''

''احتیاط کی ضرورت ہے عزیز جابر! خشکی میں وہ آبادی سے زیادہ قریب ہوگا اور خیال رہے کہ وہ کوئی معمولی ساحر نہیں ہے۔''

''تم مسلسل میری توہین کر رہے ہو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''نہیں۔'' سرنگا نے گھبرا کے کہا۔ ''میں تجھے احتیاط کی تلقین کر رہا ہوں۔ اب تجھے زیادہ توجہ صرف کرنی پڑے گی۔''

میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا، ریماجن کے ساتھی دیوانہ وار خوشی نے نعرے لگاتے چیختے، چلاتے آگے بڑھ رہے تھے، قارنیل اب تک میری اور سرنگا کی گفتگو سن رہا اور حیرت سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اب وہ کچھ زیادہ مستعد اور آسودہ نظر آ رہا تھا، میری ہدایت پر اس نے بہت سے ساحروں کو جنگل کے اس راستے پر طلب کر لیا، جہاں ابھی ریماجن کا لشکر داخل نہیں ہوا تھا اور جہاں سے ہم آسانی کے ساتھ دوبارہ ساحل پر جا سکتے تھے۔ جیسے ہی ریماجن جنگل میں داخل ہوا، ہم اپنی سمت بدل کے ساحل پر آ گئے۔ اب فتح کے نشے میں چور انگروما کے باغی درمیان میں تھے اور جنگل کے اس طرف اور اس طرف تاریک براعظم کے ساحر موجود تھے۔ میں نے ساحل پر کھڑے ہو کے جنگل میں آگ لگانے کا عمل شروع کیا اور کسی تردد کے بغیر صحرائے زارشی کی شپالی درختوں میں پھینک دی۔ آگ کے شعلے وحشیانہ انداز میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک پھیل گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی۔ ریماجن کے جو ساتھی پیچھے رہ گئے تھے، وہ آہ و بکا کرتے ہوئے واپس ساحل کی طرف آنے لگے جہاں ہمارے ساحر پہلے سے ان کے منتظر تھے۔ انہوں نے طلسمی نیزوں سے ان کے جسم چھلنی کر دیے۔ جنگل کے اس پار آبادی کی جانب بھی یہی ہوا، جلتے ہوئے جنگل میں ریماجن کے لشکر کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا جو لوگ ادھر ادھر پناہ کے لیے بھاگے، انہیں ایک پل کی بھی مہلت نہیں دی گئی۔ انگروما کے صرف جید ساحر جنگل کی اس آگ سے بچ سکتے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ ریماجن کو یہ آگ بجھانے کے لیے کسی قدر وقت کی ضرورت ہوگی۔ یہ شپالی کی آگ تھی۔ اس دوران میں ہم انگروما کا بڑا لشکر ختم کر کے ان کی طاقت نصف سے کم کر سکتے تھے۔ مجھے اپنے اس عمل میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور یہ سب اس وجہ سے بھی ہوا کہ میں نے بیشتر اوقات خود کو جنگ سے عملاً علیحدہ رکھا۔ کچھ دیر بعد ریماجن جنگل کی آگ بجھانے میں کامیاب ہو گیا تھا یہی موقع تھا۔ ہم نے دونوں اطراف سے جنگل میں داخل ہونا شروع کیا اور دو بدو جنگ ہونے لگی۔ مجھے ریماجن کی تلاش تھی اور میں درختوں درختوں سرنگا اور قارنیل کے ساتھ اس کی بو سونگھتا پھر رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو شاید پھر کسی حصار میں محفوظ کر لیا تھا جو میری نظروں کے احاطے میں نہیں آ رہا تھا۔ ادھر جنگل میں چیخوں، آہوں اور فریادوں کا ایک شور بپا تھا۔

بہت دیر ہو گئی، میں ریماجن کی تلاش میں ناکام رہا تو سرنگا نے ایک جگہ میرا ہاتھ پکڑ کے روک لیا۔ ''جابر! تو ریماجن کو اس طرح دستیاب نہیں کر سکتا اگر دیر ہو گئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے ناراضی سے کہا۔

''تیرا بوڑھا دوست تیرے کام آ سکتا ہے۔''

''کیا مطلب؟ یعنی تم جانتے ہو کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے؟''

''میں نہیں، میری محترم دیوی جانتی ہے۔''

''تمہارا مقصد ہے کہ میں دیوی کی اعانت کے بغیر اسے تلاش نہیں کر سکتا؟'' میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''کر سکتا ہے لیکن تو تاخیر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔''

''میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''ضرور۔'' اس نے مسکرا کے کہا۔ ''میں چلا جاتا مگر مجھے معلوم ہے، تجھے میری ضرورت پڑے گی۔''

''میں اس وقت بھی تمہیں زحمت نہیں دوں گا۔''

''کیسی نادانی کی باتیں کرتا ہے عزیز جابر، کتنے مشکل موقعوں پر دیوی تیرے کام آئی ہے، دیوی کی طاقت لازوال ہے۔ تو اس سے مدد کی درخواست کرنے کے بجائے ضد سے کام لے رہا ہے، تجھے تو اس وقت اپنے ہر اس دوست سے مدد لینی چاہیے جس کے ہاں ذرا سا بھی امکان ہو۔''

''مگر میں یہ معرکہ خود سر کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور تو بھول رہا ہے کہ دعویٰ کرنے کی منزل دیوی کی اعانت کے بغیر نہیں آ سکتی۔'' سرنگا نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم میرا اعتماد متزلزل کرنے کی فکر میں ہو، شاید تم لاشعوری طور پر مجھ سے حسد کرنے لگے ہو، سرنگا، تمہاری دیوی، تمہیں مہذب دنیا میں واپس نہیں لے جا سکی۔''

''میرے عزیز جابر! تو مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ میں نے تیرے متعلق ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔'' سرنگا کی آواز رندھنے لگی۔ ''میں اس وقت تجھ سے ناراض ہونا نہیں چاہتا۔''

''کہاں ہے وہ؟'' میں نے جھنجلا کے کہا۔ ''تمہاری دیوی کہاں ہے؟''

''وہ تیرے پہلو میں موجود ہے۔'' سرنگا نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہ کیا کہتی ہے؟''

''دیکھ۔ وہ کس طرف اشارہ کر رہی ہے۔'' سرنگا نے کہا، میں نے دیکھا دیوی واقعی میرے پہلو میں موجود تھی اور اپنی تمام تر طاقتوں کے باوجود مجھے اس کا علم نہیں تھا، خود بخود میری نظریں ممنونیت کے انداز میں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ ایک جانب اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے دیر نہیں کی، دیوی ہمارے پہلو بہ پہلو بادلوں کی طرح زمین پر اڑ رہی تھی، سرنگا کے جوش کا عالم ناقابل اظہار تھا۔ جنگل میں کئی طرف سے ریماجن کے ساحروں نے ہم پر حملہ کرنے کی گستاخی کی اور انہیں عبرت ناک موت نصیب ہوئی۔ ''وہ دیکھ۔'' سرنگا چیختا ہوا بولا۔ وہ ایک محفوظ مقام پر ہے، اس کے اردگرد طلسمی طاقتیں پہرا دے رہی ہیں۔''

میں نے غور سے دیکھا اور ریماجن کو کچھ فاصلے پر کھڑا پایا، میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ ریماجن یہ دیکھ کے حیرت زدہ رہ گیا کہ میں اس کے

اس قدر قریب موجود ہوں، اسی لمحے دیوی ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ "ریماجن!" میں نے اسے للکارتے ہوئے کہا۔ "اپنے آپ کو میرے حوالے کردے۔ میں تجھے دوستوں سے برتاؤ کا یقین دلاتا ہوں۔ تو شاید اس حقیقت سے واقف نہیں تھا کہ ہماری پسپائی، تجھے خشکی میں اندر بلانے کی ایک تدبیر تھی، جس میں ہم کامیاب ہوگئے تو اب توری کی سرحدوں سے واپس نہیں جاسکتا کیونکہ توری کے ساحلوں پر ایک ایسی ہی ریتی کی دیوار قائم ہو گئی ہے جو بیشتر نار کے گرد تھی تیرا آدھے سے زیادہ لشکر تباہ ہوگیا ہے۔ بہت سے ساحر ہمارے قبضے میں آچکے ہیں، انگروما کی عورتوں نے توری کی آبادی میں پناہ لے لی ہے۔ اب تیری مزاحمت بے سود ہوگی میں تجھے دوستی کی ایک آخری پیش کش کررہا ہوں حالانکہ تو میرے پنجرے میں آچکا ہے۔"

ریماجن نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سارے جسم میں کسی نے تیز مرچیں بھردی ہیں، میں اپنی جگہ سے اچھل پڑا، سرنگا نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑلیا تھا۔ قارنیل زمین پر بے ہوش پڑا تھا، سرنگا پر اس حملے کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ چند لمحوں میں، میں نے خود کو سنبھال لیا اور ریماجن پروار کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن مجھ سے پہلے دیوی نے کوئی حملہ کرکے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی تھی، دیوی تتلی کی طرح تھرک رہی تھی اور ریماجن اپنے دائرے میں اچھل کود کررہا تھا، ہر لمحہ میرے لیے بڑا سخت تھا، دوسری جانب سے میں نے حملہ کیا۔ ریماجن منتشر ہوگیا اور اسے سنبھلنے کا ایک ذرا سا وقت بھی نہیں مل سکا۔ وہ ہماری سحرکاریوں کا توڑ کرنے ہی میں اتنا منہمک رہا کہ اسے دوبارہ حملہ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ بہت بے جگری سے اس نے مدافعت کی، میری اور دیوی کی طرف سے پے در پے وار برداشت کیے جہاں تک بنا اپنے آزمودہ طلسمی حربے بھی آزمائے مگر اس عرصے میں ہمارے گرد بہت سے حلیف ساحر جمع ہوچکے تھے۔ ریماجن زیادہ دیر تک اپنے پیروں میں کھڑا نہیں رہ سکا۔ پہلے اس کا حصار ٹوٹا، پھر جالموش کے ہار کے بچھو اس سے چمٹ گئے۔ شپالی میں نے پہلے ہی جنگل میں پھینک دی تھی ورنہ اس موقع پر وہ بڑا کام کرتی۔ ریماجن ایک مرد کی طرح جنگ کرتے ہوئے زمین پر گرا۔ یہ تاریک براعظم کا سب سے یادگار لمحہ تھا، انگروما کا سب سے بڑا باغی، اقابلا کا سب سے بڑا حریف ریماجن زمین پر تڑپ رہا تھا، مجھے معلوم تھا کہ اس نے مشروب حیات پیا ہے۔ چنانچہ اس کی روح جسم کے ساتھ پیوست ہوگئی ہے۔ پھر بھی اس کا زوال میرے لیے سب سے سنسنی خیز واقعہ تھا۔ میں اسے دوبارہ توانا ہونے سے پہلے معطل کردینا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے جالموش کے ساتھ کیا، جالموش کے زوال کے وقت بھی میں نے اس کا جسم مختلف حصوں میں کاٹ دیا تھا۔ اب بھی کہیں، اس کا مفلوج جسم پھڑک رہا ہوگا۔ ریماجن کی ہزیمت کے بعد انگروما کا باقی لشکر خود ہی تاریک براعظم کے ساحروں کے سامنے سرنگوں ہوگیا۔ ان میں بیشتر مارے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کا سر قطع کرنے کے بعد روح کی کیا حیثیت رہے گی۔ روح سر میں قیام پسند کرے گی یا باقی جسم میں؟

مجھے یقین تھا، وہ طلسمی عکس نما میں ریماجن کی تباہی کا منظر دیکھ رہی ہوگی۔ میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک ساحر سے خنجر طلب کیا اور ریماجن کے تڑپتے ہوئے جسم سے سر علیحدہ کرنے کے لیے اس کے نزدیک پہنچ گیا جب میں اس کا سر کاٹ رہا تھا، تو اس کی فلک شگاف فریادیں جنگل میں لرزہ طاری کیے ہوئے تھیں۔ سر کٹنے کے بعد بھی اس کا جسم پھڑکتا رہا۔ میں نے اسے بالوں سے پکڑ کے اٹھایا اور سرنگا کو تھمانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سرنگا نے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوسری جانب دیکھا، مجھے وہاں امسار کی سابق ملکہ شوطار نظر آئی جسے میں نے فلورا کے ساتھ بستی میں بھیج دیا تھا، میں نے شوطار کو اس کا سر دے دیا۔

جب میں جنگل سے آبادی کی طرف کوچ کر رہا تھا تو میرے دائیں بائیں پشت پر تاریک براعظم کے بدمست ساحروں کا ایک ہجوم بھی چل رہا تھا۔ یہ ساحر، ساحراعظم کے پہلو میں چلنے کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ آگے جا کے میں نے انہیں رخصت کر دیا۔ مجھے اس وقت جلد سے جلد اقابلا کی خدمت میں یہ تحفہ پہنچانا تھا جو شوطار کے ہاتھ میں لٹک رہا تھا، ریماجن کا سر۔ اسے دیکھ کے وہ کس قدر خوش ہوگی، میں اسے سب سے بڑا تحفہ جو دے سکتا تھا، وہ شاید یہی تھا، مجھے خود اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کے یہ تحفہ پیش کرنا چاہیے تھا لیکن ابھی میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا، وہ سچ کہتی تھی، واقعی ابھی مطلع صاف نہیں ہوا تھا، میرے سامنے سرنگا کی دیوی نے ریماجن کو زچ کرنے میں اپنی غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کیا تھا، دیوی کے بارے میں تاریک براعظم کے دیوتاؤں اور اقابلا کے اندیشے درست معلوم ہوتے تھے۔ گو اس نے اس نازک موقع پر میری بڑی مدد کی تھی۔ تاہم ساتھ ہی اس نے مجھے یہ باور بھی کرا دیا تھا کہ وہ یہاں کے عظیم ساحروں کی نظر میں کس حد تک کھٹکتی ہوگی اور کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

☆==========☆==========☆

مشہور ناول نگار

عمیرہ احمد کے ناول

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40-اردو بازار، لاہور۔

فون: 7352332، 7232336 فیکس: 7223584

امربیل	750/-	سحر اک استعارہ ہے	250/-
من و سلویٰ	600/-	میری ذات ذرہ بے نشاں	250/-
تھوڑا سا آسماں	700/-	لاحاصل	250/-
حسنہ اور حسن آراء	250/-	زندگی گلزار ہے	250/-
دربارِ دل	250/-	واپسی	300/-
ہم کہاں کے سچے تھے	250/-	میرے پچاس پسندیدہ سین	150/-
میں نے خوابوں کا شجر دیکھا ہے	250/-	حرف سے لفظ تک	70/-
ایمان، امید اور محبت	250/-	حاصل	250/-

توری میں ایسا جوش اور ولولہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا، مہذب دنیا کی لڑکیوں، فلورا، سریتا، فروزیں، جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد، شراڈ اور توری کے باشندوں نے والہانہ طور پر میرا استقبال کیا، توری کا کاہن اعظم سمورال ان سب کی قیادت کر رہا تھا، سنجیدہ سریتا نے اپنے باپ کی موجودگی کی بھی پروا نہیں کی، جب اس نے مجھے دیکھا تو دوڑتی ہوئی آئی اور بے تابانہ میرے قریب آ کے ٹھٹک کے رہ گئی۔ میں نے اپنے نو اور پشت پر کر کے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ کوئی سیلاب اس کی آنکھوں میں رکا ہوا تھا جو بہہ نکلا۔ وہ کچھ نہیں بولی، بس اس کے آنسو بولتے رہے۔ فلورا ابھی یہ منظر دزدیدگی سے دیکھ رہی تھی، میں نے ان سب کو اپنے پاس بلا لیا اور وہ سب میرے بازوؤں کی دیواروں میں تحلیل ہونے لگیں۔ ایک مدت سے میری آنکھیں بنجر ہو گئی تھیں ان کی وارفتگیاں دیکھ کے پگھل پڑیں۔ آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی تو ناکام رہا۔ سرنگا نے مسکرا کے مجھے دیکھا۔ انہیں مجھ سے جدا کیا، نازک اندام سریتا اور دبلی ہو گئی تھی، البتہ اس کے چہرے پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔ ایرانی دوشیزہ فروزیں کی آنکھوں میں ابھی تک شرم تیر رہی تھی۔ وہ بھی کو کمزور معلوم ہوتی تھی، جولیا اور مارشا میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا تھا، شراڈ پہلے سے صحت مند تھا اور ڈاکٹر جواد نے غیر معمولی سنجیدگی اوڑھ لی تھی۔ میں نے فلورا اور فروزیں کو ایک جانب، سریتا کو دوسری جانب کر لیا۔ آگے ریما جن کا سر لیے شوطار چل رہی تھی۔ توری کا کاہن اعظم سمورال اس کے ساتھ تھا۔

بستی میں آ کے میں نے پتھر کا ایک نفیس طشت طلب کیا اور اسے قارنیل کے حوالے کیا۔ ''قارنیل! کاہن اعظم سمورال کی معیت میں اسے مقدس اقابلا کی خدمت میں پہنچا دے۔'' میں نے ہانک لگائی۔

سمورال میرے قدموں میں جھک گیا۔ ''مقدس جابر!'' تو مجھے بھولا تو نہیں ہے؟'' وہ جذباتی آواز میں بولا۔

''میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں؟ تو نے میری تربیت کی، مجھے اپنی لڑکی ترام بخشی۔ سب سے پہلے تو نے ہی اپنے غار میں مجھے پناہ دی تھی۔ تیری دی ہوئی مالا مجھے ہمیشہ تیری یاد دلاتی رہی۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ کے اسے اٹھایا۔

سمورال کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے مخاطب ہوں۔ میں نے اپنے گلے سے اسمار میں شوطار کی عبادت گاہ سے حاصل کیا ہوا ایک پتھر اسے عطا کیا، اس کی آنکھیں فرط مسرت سے چمکنے لگیں اور وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوا قارنیل کے ساتھ رخصت ہو گیا اور میں اپنے خاندان کے ساتھ محل میں داخل ہو گیا۔ شوطار بھی میرے ساتھ تھی۔ ایک وسیع ایوان میں، انہوں نے مجھے ایک مسند پر جلوہ گر کر دیا۔ میں نے ان سب کو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا تھا۔ ''تمہیں فلورا نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہوگا؟'' میں نے فروزیں کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ سب تمہیں دیکھنے کے مشتاق تھے، میں نے انہیں بتایا کہ وہ بالکل بدل گیا ہے سب کچھ بھول گیا ہے، اب وہ اس سرزمین کا آدمی ہے۔'' فلورا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

میں نے فلورا کی بات نظر انداز کر دی اور سریتا سے پوچھا۔ ''کہو۔ سریتا! کیا تم مہذب دنیا میں واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟''

''میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے۔'' وہ جوش میں بولی۔

''اور تم فروزیں؟ تمہیں یاد ہے، تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اب کیا خیال ہے؟''

وہ بری طرح شرما گئی۔ ''جابر بن یوسف! سب کچھ تمہارے اختیار میں ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ جلد از جلد اپنی دنیا میں واپس

http://kitaabghar.com

چلی جاؤں۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، وہاں میں اپنا اختیار کھو دوں گی اور تم جو چاہو گے.....'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

''اور تم جولیا؟ مارشا؟ شراڈ؟ ڈاکٹر جواد؟ میں نے ان سب سے باری باری پوچھا، ان میں کوئی یہاں رہنے کو تیار نہیں تھا حالانکہ انہیں زندگی کی ہر آسائش مہیا تھی۔ وہ ایک عالی شان محل میں رہتے تھے اور غلام ان کے احکام کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت مضطرب رہتے تھے۔

''میں تمہیں ایک نوید سناتا ہوں، تم سب کو جلد ہی مہذب دنیا کی طرف جانے والے پانیوں میں بہا دیا جائے گا۔ اب یہ اتنی بڑی بات نہیں کیونکہ میں یہاں کا ساحر اعظم ہوں۔ تم وہاں جا کے مجھے یاد کرنا۔''

''کیا؟'' سریتا بے چینی سے بولی۔ ''تم نہیں جاؤ گے؟''

''نہیں۔'' میں نے پُرعزم لہجے میں جواب دیا۔

''کیوں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''میں نہیں جا سکتا۔'' میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔

''تو پھر ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا۔'' سریتا نے بپھر کے کہا، اس کی تائید میں متعدد آوازیں ابھریں، میں نے انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور آخر تھک کے چپ ہو رہا کیونکہ میں ان کے سامنے اقابلا کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''مجھے تم سب کو بھیجنے کے لیے یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔ اگر میں یہ مراتب حاصل نہ کرتا تو تمہاری واپسی کا کوئی امکان بھی نہ ہوتا۔''

''پھر ہم تمہارے مہمان ہی رہیں گے۔'' فروزیں نے شرما کے کہا۔

''تم۔'' میں نے اس کے بال کھینچتے ہوئے کہا۔ ''یہ بات تم کہہ رہی ہو؟''

انہوں نے رات گئے تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ سرنگا درمیان سے اٹھ گیا تھا۔ فلورا جو اس عرصے میں مجھ سے خاصی قریب رہی تھی، میری وحشتوں کے متعلق میرے سامنے حیرت انگیز باتیں انہیں سنا رہی تھی، سریتا نے شوطار کو اپنے پہلو میں بٹھایا ہوا تھا۔ وہ دلچسپی سے ہم لوگوں کی نوک جھونک سن رہی تھی۔ تاریک بر اعظم کا سب سے بڑا شخص عام لوگوں سے اس قدر آزادانہ اور بے تکلفانہ ماحول میں باتیں کر سکتا ہے؟ بڑی عجیب سی بات تھی۔ رات کی یہ محفل ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ میں نے ان سب سے معذرت چاہی اور ایک گوشے میں جا کے اوجھل ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا کہ آج کی شب جابر بن یوسف نہایت پُرتکلف طریقے سے بسر کرے گا۔ میں ان سے اس لیے جدا ہو گیا کہ میرے ذہن میں جھکڑ چلنے لگے تھے۔ اتنی مدت بعد میں ان کے ساتھ چند ساعتیں مسرت کی ضرور گزارنا چاہتا تھا کہ وہ شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے لیکن انہیں کیا معلوم تھا، میں ان کے درمیان موجود نہیں ہوں، فلورا نے سچ کہا تھا کہ میں بہت بدل گیا ہوں۔ میں اتنا بدل گیا تھا کہ خود کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔

☆==========☆==========☆

ریما جن کا سر اقابلا کی خدمت میں پہنچا دیا گیا تھا، یہ بات میں نے اسی وقت جان لی تھی جب میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اقابلا کی ایک شق پوری ہو گئی تھی، اب دور و نزدیک کوئی اس کا حریف نہیں تھا اور وہ انگرو ما سمیت تمام جزیروں کی مختار ہو گئی تھی لیکن ابھی دوسرا

http://kitaabghar.com

مسئلہ باقی تھا۔ میں نے قدم آگے بڑھائے تو میں توری کے جنگل میں تھا، جہاں سکون چھایا ہوا تھا، میں وہیں ایک جگہ دراز ہو گیا۔ سرنگا میرے بغیر جانے پر آمادہ نہیں تھا اور اس کی یہاں موجودگی دیوی کی موجودگی کا سبب بنی ہوئی تھی اور دیوی کی موجودگی اقابلا کی اور تاریک براعظم کے دیوتاؤں کی برہمی کا سبب تھی۔ میں نے سرنگا اور اقابلا کو اپنے ذہن کے میدان میں ایک ساتھ کھڑا کیا، تمام احترام سرنگا کے ساتھ تھے، تمام رغبتیں اقابلا کی طرف تھیں۔ میں اقابلا سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا، بس اس کی ایک صورت تھی کہ سرنگا ہنسی خوشی واپس چلا جائے اور فرض کرو سرنگا واپس نہیں جاتا؟ میں نے خود سے پوچھا۔ مجھے اسے واپس کرنا ہوگا اور اسے میری خوشی کے لیے واپس جانا ہوگا میں نے خود کو جواب دیا، اگر اس نے انکار کر دیا تو؟ میرے اس کے احترام کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور میں اس کے لیے ایک بدترین شخص ثابت ہوں گا۔ میں ایک بار پھر موقع دیکھ کے اس کی دیوی کو پنجرے میں قید کر دوں گا اور اسے اقابلا کی خدمت میں پیش کروں گا مگر دیوی میرے قابو میں آ جائے گی؟ اور آ جائے گی تو کب تک پنجرے میں مقید رہے گی؟ ممکن ہے، وہ درمیان ہی میں ہم سے چھن جائے اور اگر وہ ناراض ہو جائے تو کیا ہوگا؟ میں اس کی طاقت کا مظاہرہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ شاید سرنگا اسی لیے اپنے غار سے نکل آیا تھا کہ وہ ریما جن کی ہزیمت میں اپنی دیوی کی طاقت کا مظاہرہ کر سکے اور مجھے دیوی کی توہین سے باز رکھ سکے، اگر دیوی نہ ہوتی تو اس وقت توری کے جنگل میں شدید لڑائی ہو رہی ہوتی۔

کیوں نہ سرنگا ہی سے دیوی کو مانگ لیا جائے؟ مجھے اپنے اس پاگل پن پر ہنسی آ گئی۔ سرنگا بھلا دیوی مجھے کیوں دینے لگا اور دیوی اس کے قبضے میں کب ہے؟ وہ تو اس کی منتیں کرتا رہتا ہے، اسے راضی رکھنے کے لیے طویل مدت تک غار میں بیٹھا رہتا ہے، دیوی اپنی مرضی کی مختار ہے۔ سرنگا اسے طشتری میں رکھ کے میرے حضور میں پیش کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ سرنگا واپس بھی نہیں جاتا۔ سرنگا یہاں موجود بھی ہے، سرنگا کی دیوی میری سرفرازیوں کی بڑی دلیلوں میں سے ایک ہے، سرنگا کی دیوی کو تاریک براعظم کے ساحر پسند بھی نہیں کرتے، وہ میرے اور اقابلا کے درمیان نزاع کی ایک دیوار بن سکتی ہے اور میں اقابلا کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔

اور اگر میں نے دیوی کو کسی طور حاصل کر کے اقابلا کی خدمت میں پیش کر دیا یا سرنگا کو واپس کر دیا تو تاریک براعظم میں میری سرفرازی اور اقابلا کی خوشنودی کی کیا ضمانت ہے؟ دیوی موجود ہے تو میری ایک عزت بھی بنی ہوئی ہے اگر وہ چلی گئی تو اس پیچیدہ اور پُراسرار زمین میں کون سرنگا اور دیوی کی طرح میری مدد کو آئے گا؟

اقابلا کی تشنہ روح جارا کا کا کی پابند ہے، جارا کا کا کے ہاتھ میں تمام نظام کی تکمیل ہے جب میں اس کے قصر میں داخل ہوا تھا تو وہ جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے عقیدت کا اظہار کر رہی تھی اور مجھے یہ نکتہ سمجھا رہی تھی کہ جو کچھ ہے، وہ جارا کا کا ہے۔ جارا کا کا اس ماہ رخ کا امین ہے اور اس کے شباب پر کسی ناگ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھا ہے۔ جارا کا کا جو ایک حقیقت ہے، جب تک وہ مسلط ہے، اقابلا اپنے جذبات پر قفل لگائے بیٹھی رہے گی اور زمانے گزر جائیں گے۔ نتیجتاً مجھے جاملوش کی طرح حالات سے مفاہمت کرنی پڑے گی، جاملوش میرا مستقبل تھا۔ میں اس آئینے میں اپنے آنے والے دنوں کا عکس دیکھ سکتا تھا۔

ہو سکتا ہے وہ مجھ پر اس لیے مہربان ہیں کہ میری پشت پر ایک دیوی کا ہاتھ ہے؟ یہ نکتہ میرے ذہن میں جم کے رہ گیا اور میں بے چینی سے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

اٹھ کے ٹہلنے لگا تو اب بھی دیوی موجود ہے۔ میں نے سرنگا کو پانی میں نہیں بہایا ہے۔ اب بھی وہ مجھ سے کمال شفقت سے پیش آتا ہے، اس کی لڑکی سربتا سے میرا گہرا الحاق ہے، ہندی دوشیزہ اپنے باپ کے سامنے میرے سینے سے چمٹ گئی تھی، مجھے سرنگا کے سامنے یہ تمام صورت حال پیش کر دینی چاہیے۔ وہ تجربہ کار بوڑھا ضرور میری مرضی اور مفاد کے مطابق مشورے دے گا۔ اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اقابلا شاید صحیح کہتی تھی کہ مجھے کسی ویرانے میں بیٹھ کے فکر کرنی چاہیے، میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبے دیکھے تھے، میں نے دیکھا تھا، وہ میری باتوں اور رویوں پر کیسے تلاطم سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جارا کا کا اقابلا پر کیوں قدغن لگائے ہوئے ہے؟ کیا وہ خود اس سے غیر معمولی طور پر متاثر ہے؟ اگر یہ بات ہے تو اس نے اقابلا کے شباب سے فیض حاصل کیوں نہیں کیا؟ اس کے بدن سے دوشیزگی کی بو اب تک کیوں آتی ہے؟ یہ کیا اسرار ہیں؟

میں جنگل سے اٹھ کے سرنگا کو تلاش کرتا ہوا اس کے پاس جا نکلا وہ خود ایک سنسان جگہ پر ہاتھ باندھے بدلتے ہوئے حالات پر غور کر رہا تھا، جیسے ہی میں پہنچا، اس نے روایتی طور پر میرا خیر مقدم کیا اور میں نے پہلی بار اس کے سامنے سب کچھ بیان کر دیا، جو کچھ میں سوچتا تھا، جو کچھ میں چاہتا تھا، ہاں، یہ بلاغت میں نے قائم رہنے دی کہ اس کی دیوی کے تذکرے میں احتیاط سے کام لیا، اس کا ذکر احترام سے کیا، میری باتیں سن کے اس نے مجھے چونک کر نہیں دیکھا، وہ تحمل سے سنتا رہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

وہ اگر مجھے نہ ملی تو میں اس نظام......''

سرنگا نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''چپ رہو۔'' اس نے ڈانٹ کر کہا۔ ''زبان کا استعمال کم سے کم کرو۔''

''میں انہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ سحر......''

سرنگا نے دوبارہ مجھے ٹہوکا مار کے خاموش کر دیا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے میرا بازو پکڑ کے کہا۔

میں اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا۔ وہ مجھے ساحل تک لے آیا اور اس نے اپنی دیوی کی مورتی سمندر کے پانیوں سے دھوئی اور مجھے ہدایت کی کہ میں اسے تنہا چھوڑ دوں۔ سرنگا کا یہ رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا مگر میں اس سے اپنے دل کا احوال کہہ کے خود کو کمزور محسوس کر رہا تھا، اس لیے میں وہاں سے چلا آیا اور رات انہی پریشان خیالوں میں کاٹتا رہا۔

دوسرے دن صبح توری کے بڑے میدان میں تاریک براعظم کے ساحروں کا عظیم اجتماع تھا، میں ان سے اونچی جگہ پر بیٹھا تھا۔ میدان کے درمیانی علاقے میں توری کی نوخیز لڑکیاں ایک الاؤ کے گرد وحشیانہ رقص کر رہی تھیں۔ ڈھول تاشوں کی آوازوں نے ان کے رقص میں اور شدت پیدا کر دی تھی، یہ جارا کا کا کے حضور تاریک براعظم کے لوگوں کے شکرانے کا جشن تھا۔ مشترکہ عبادت کے بعد کاہن اعظم سمورال نے مجھ سے بہ آواز بلند پوچھا کہ میں نے انگروما کے گرفتار ساحروں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟

''انہیں میرے سامنے پیش کیا جائے۔'' میں نے حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں انگروما کے ساحروں کے گروہ میرے ملاحظے کے لیے پیش کر دیئے گئے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ میں نے انہیں علیحدہ کرنے کا حکم دیا۔ مردوں میں میرے کئی شناسا چہرے تھے، ان میں بوڑھا لارما بھی تھا وہ سب عاجزی سے کھڑے ہوئے تھے۔ ''یہ کیا کہتے ہیں؟'' میں نے سمورال سے پوچھا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نامور تاریخ نگار محترم
اسلم راہی ایم اے
کے قلم سے
ایک تاریخی ناول
بابل و نینوا
قیمت 250 روپے
ایک نوجوان کے عزم و ہمت کی داستان
جس نے بابل شہر کو تخت و تاراج کر کے رکھ دیا!
بابل کے بت کدوں میں زلزلہ برپا کر دینے والے باغی کی کہانی

''یہ معافی کے طلب گار ہیں۔'' سموراں نے مودبانہ جواب دیا۔

''تیرا کیا خیال ہے؟''

''انہیں معاف کر دیا جائے۔'' سموراں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''اور تیرا؟'' میں نے شوطار سے پوچھا۔

''تو ہم سے بہتر فیصلہ کرنے پر قادر ہے۔'' شوطار نے کہا۔

''اور تیرا؟'' میں نے فلورا سے پوچھا۔

''معاف کر دو جابر!'' فلورا مضطرب ہو کے بولی۔

''اور تم سریتا؟''

''میرا جواب تمہیں معلوم ہے۔''

''ہنھ ہنھ۔'' میں نے ان سب کی آرائیں جمع کر کے ہنکاری بھری۔ اس لمحے بوڑھا لارما گڑگڑانے لگا۔ یہ وہی شخص تھا جو ریما جن کی ترجمانی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ میں اس کا ہذیان سنتا رہا اور میں نے کسی طرف دیکھے بغیر اعلان کیا۔ ''ان سب کو جارا کاکا کے نام سے جلتے ہوئے الاؤ میں لوٹ دیا جائے۔'' میرا اعلان سن کے بھی خوف سے لرزنے لگے، سریتا نے وحشت میں اپنی جگہ سے اٹھ کے میرے بال پکڑ لیے۔ میں نے شوطار کو اشارہ کیا اور اسے اپنے پہلو میں سمیٹتے ہوئے وہاں سے چلا آیا۔ پتہ نہیں، میں نے ایسا کیوں کیا؟

شاید اس کا جواب کچھ ایسا مشکل نہیں ہے۔

دو دن تک میں سرنگا کا انتظار کرتا رہا اور شوطار کے ساتھ توری کے ساحل پر مقیم رہا، اس دوران میں شوطار باتیں کرتی رہی۔ تاریک براعظم کی باتیں، طلسم و اسرار کی باتیں، یہ دن سخت ذہنی عذاب میں گزرے۔ میں نے سوچا، ایک بار پھر اقابلا کی بارگاہ میں جاؤں، ممکن ہے، اس کے تیور بدل گئے ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم اس کا چہرہ ہی دیکھ لوں گا چند لمحے اس کی خلوت میں گزاروں گا مگر میں اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا، میں شوطار کو چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوا، اس نے میرا تعاقب کیا۔ میں بہت دور نکل آیا تھا، سرنگا ساحل کی دوسری جانب مراقبے میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اسے اطلاع دی۔ ''سرنگا! میں جارا کاکا کے پاس جا رہا ہوں۔''

اس نے اپنا مراقبہ توڑ دیا اور مجھے آواز دی۔ ''جابر! جابر! میری بات سنو۔''

میں نے اس کی بات نہیں سنی اور دور نکل آیا اور بینر نار میں جالموش کی خانقاہ کی عبادت گاہ کا پتھر ہٹانے لگا۔ یہ راستہ جارا کاکا کی اقامت گاہ کو جاتا تھا۔ ابھی میں درمیان میں حائل سنگی دیوار شق کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ کسی نے میری پشت پر ہلکی سی دستک دی، میں نے وحشت سے سر گھما کے دیکھا، وہ سرنگا کی حسین اور پُر اسرار دیوی تھی۔ میں وہیں جم کے رہ گیا، ممکن تھا کہ دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنے بازوؤں میں گرفتار کرنے کے لئے جھپٹتا مگر وہ اپنی صرف ایک جھلک دکھلا کے چشم زدن میں غائب ہوگئی اور اسی لمحے خانقاہ میں ہر سو ایک بھیانک شور اٹھا۔

http://kitaabghar.com

تھوڑی دیر میں خانقاہ کا نقشہ بدل گیا۔

اور دیکھتے دیکھتے وہاں منتشر اور پریشان حال روحوں کا عظیم الشان اجتماع ہو گیا۔ روحوں کا اتنا بڑا ہجوم میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جیسے ہی دیوی نے میری پشت پر دستک دی وہ زمینوں اور سمتوں سے ابل پڑیں۔ ان کے بین اور فریادوں سے خانقاہ میں دہشت پھیل گئی تھی۔ عبادت گاہ سے جاراکاکا کے علاقے کی طرف جانے والے راستے کی دیوار شق ہو چکی تھی مگر میں روحوں کا یہ وحشت انگیز جلوس دیکھ کے ٹھٹک کر اپنی جگہ جم گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے روحیں دیوی کی تاک میں کہیں چھپی ہوئی بیٹھی تھیں اور دیوی کے نمودار ہونے پر اپنی کمین گاہوں سے نکل آئی ہیں۔ چند ثانیوں کی تاخیر ہو گئی ورنہ اس بار ان کی یلغار اتنی شدید تھی کہ دیوی کے قابو میں آنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ میری گردن تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ دیوی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ اس کے فرار سے مجھے ایک ناقابل بیان خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

اب آگے جانے کا محل نہیں تھا۔ مجھے یہ سوچنے کے لیے وہیں ٹھہر جانا چاہیے تھا کہ توری میں سرنگا اپنا مراقبہ توڑ کے مجھے کیوں روک رہا تھا اور دیوی عین اس وقت کیوں نمودار ہو گئی تھی، جب میں جاراکاکا کے علاقے میں اپنی زندگی کے چند فیصلے کرنے کے لیے داخل ہونے والا تھا۔ شاید میرا غضب نامناسب اور ناوقت تھا۔ اسی لیے دیوی نے مجھے محتاط رہنے کی تاکید کرنے یا کوئی اہم راز منکشف کرنے کے لیے اسی سحر زدہ زمین میں آنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ میں نے عجلت کر دی مجھے اپنے آپ پر قابو پا کے سرنگا کی بات سن لینی چاہیے تھی۔ جاراکاکا نے دیوی کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے اور میرے منحرف باغیانہ تیور دیکھ کے اپنی عظمت اور اپنے جلال کا ایک لرزہ خیز مظاہرہ کیا تھا۔ شاید اسے مجھ پر اپنے رعب اور دبدبے کے اظہار کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے اور دل میں نامعلوم خطروں کا احساس جاگزیں ہو گیا تھا۔ میری آنکھیں جاملوش کی سحر گاہ کے چپے چپے پر وحشیانہ رقص کے نظارے سے دیکھنے لگی تھیں اور میرے کان ان کی ماتمی چیخوں سے پھٹے جا رہے تھے۔

اندر جانے اور جاراکاکا سے تیز زبان میں مخاطب ہونے کی جرأت مفقود ہو گئی تھی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ اندھے کی آنکھیں کھول دی تھیں اور میری سرکشی اعصاب شکنی میں بدل دی تھی۔ مجھے ایک بار پھر اس کی مرتبت کا اعادہ کرنا چاہیے تھا کہ وہ ایک ناقابل تسخیر ساحر، ایک بہت بڑا شعبدے باز ہے۔ میں تو ابھی اس حقیقت سے بھی ناواقف تھا کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کس نے دنیا کی نظروں سے اوجھل یہ عجائب خانہ بنایا ہے؟ زمانوں پہلے کا کوئی مابعد الطبیعاتی معاشرہ ماضی میں کیوں ٹھہر گیا ہے؟ کون اس کے عقب میں کارفرما ہے؟ یہ کس کی شرارت ہے اور کون اس پیچیدہ پُر اسرار نظام کی ڈوری سنبھالے ہوئے ہے؟ جاراکاکا کے عقب میں تاریکی ہے اور جاراکاکا کے آگے بھی تاریکی ہے، کہیں دور میں کھڑا ہوں اسے تاریک براعظم میں دیوتا کا درجہ حاصل ہے، دیوتا اس سے مختلف اور کیسے ہوتے ہوں گے؟ جاملوش اور ریماجن جیسے سفاک اور شقی القلب ساحر بھی اس کی تخلیق کی ہوئی ہوا میں اڑتے ہوئے تنکے تھے۔ اقابلا اس کے مجسمے کے سامنے عقیدت سے جھک جاتی ہے۔ اس زمین کے ہر ذرے پر اس کا نام کندہ ہے۔ میں اسے اپنی مستی دکھانے چلا تھا۔ میں ایک جاہل اور ناتواں شخص، میں ایک چیونٹی اس پہاڑ کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت کر کے آیا تھا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو اسے اس گستاخی پر جلا کے خاک کر دیتا۔ جاراکاکا نے فراخ دلی اور وسیع النظری سے میرا جنون نظر انداز کر دیا تھا۔

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

جب تک خانقاہ میں روحیں آہ و بکا کرتی رہیں، میں عبادت گاہ میں حواس باختہ سراسیمہ کھڑا رہا۔ پھر وہ اطراف میں سمٹنے، سکڑنے اور بتدریج غائب ہونے لگیں یہاں تک کہ خانقاہ میں ہر سو سکوت چھا گیا۔ میں اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سن سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے گمان ہوا تھا کہ دیوی کی تلاش میں ناکامی کے بعد وہ مجھ پر ٹوٹ پڑیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا ایسا کیوں نہیں ہوا؟ جارا کا کا میری طرف سے اتنا غافل کیوں ہے؟ اس لیے کہ اسے میری پستی کا بخوبی اندازہ ہے یا وہ اپنے کسی دور دراز مفاد کی خاطر میری ہرزہ سرائیاں مسلسل برداشت کر رہا ہے؟ وہی خلجان، وہی اضطراب، وہی عذاب ناک کیفیت تھی۔ جواب میرے روز و شب سے جونک کی طرح چمٹ گئی تھی۔ وہی اندھیرا اور حبس، نہ انکار نہ اقرار، نہ اثبات نہ نفی، نہ تائید نہ تردید، میں وہ اندھیرا چاک کرنے کے لیے یہاں آیا تھا اور میں نے یہ سوچا تھا، اب جو بھی ہوگا، اسے سر جھکا کے قبول کیا جائے گا۔ اس وقت بھی میرا ذہن اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھا کہ میں کون سی زمین پر کھڑا ہوں۔ میں نتائج سے بے نیاز ہو کے اپنے خلاف آخری فیصلہ سننے کے لیے آیا تھا کیونکہ اب جسم چھلکنے لگا تھا۔ انسانوں کے لیے سب سے بدترین اور سب سے بہترین سزا موت کی ہوتی ہے۔ سو اس نیم جانی سے تو مر جانا بہتر تھا۔ دیوار شق تھی اور میں اندر جا کے کم از کم ایک بار اپنا غبار تو اتار سکتا تھا۔ اندر پتھر رہتے تھے۔ میں پتھروں سے سر پھوڑنے آیا تھا۔ سرنگا کی دیوی غالباً یہی بتانے آئی تھی کہ اس جنون کا حاصل کچھ نہیں ہے۔

کون کسی کا دکھ سمجھتا ہے اور جن کا سینہ پہلے ہی کثافتوں سے بھرا ہوا ہو، وہ یہ لطافت کیا سمجھیں گے؟ چارہ گر اگر زخم خوردہ نہ ہو تو انصاف کیا کر سکے گا؟ میں نے کئی بار پہلے بھی اپنی وحشتوں کا اظہار شدت سے کیا تھا، نتیجے میں اور وحشتیں نصیب ہوئی تھیں۔ اقتدار، اعلیٰ منصب، یہ سب شعور کے امتحان میں کامیاب ہونے کی اسناد ہیں۔ شعور ایک سنگ دل اور بے رحم چیز ہے۔ جارا کا کا کو ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑتی ہیں۔ اسے کسی کے سوز دروں سے کیا واسطہ ہوگا؟ سارا جسم تڑخ رہا تھا۔ میں بکھر کے وہیں بیٹھ گیا۔ اب کون آگے جائے؟ شعبدے بازوں اور جادوگروں کے اس طلسمی دائرے میں کیوں انسانوں کی امیدیں قائم کی جائیں؟ جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دیا جائے۔ نہ زندگی کی تمنا کی جائے، نہ موت کی آرزو کر کے زندگی سے انتقام لیا جائے۔ دیوار کے اس پار میری پذیرائی کس قدر ہوگی۔ میری آنکھیں خیرہ کرنے کے لیے چند اور حیرت انگیز طلسمی تماشے دکھائے جائیں گے اور مجھے آئینہ دکھایا جائے گا، مجھے ترازو میں تولا جائے گا کہ میں نے بیداری میں اپنے قد و قامت سے بڑا ایک خواب دیکھا ہے۔ مہذب دنیا کے بعض احمق لوگ بھی یہی خواب دیکھتے ہیں۔ پھر ان کی چٹکیاں لے کے سوئیاں چبھو کے، پتھر مار کے انہیں جگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، تمہارا شجرہ، تمہاری نسل تمہاری سماجی حیثیت یہ ہے۔ ان میں سے کچھ ٹوٹ جاتے ہیں، کچھ ہوش میں آ جاتے ہیں وہاں بھی کچھ ایسی ہی رسم ہے، یہاں بھی یہی ہے۔ اس دنیا کی ساخت ہی عجیب ہے۔ ہر امید بر آتی تو پھر کوئی امید کیوں کرتا؟ کائنات کے طول و عرض میں انسانوں کو کیا حیثیت حاصل ہے؟ مہذب دنیا اور اس کے طلسماتی دنیا میں بس اتنا فرق ہے کہ وہاں تکیہ کرنے کے لیے چارہ گر مل جاتے ہیں۔ یہاں یہ گداز بھی عنقا ہے۔

جنگ، فساد، شورش، بغاوت، انتقام مگر کس کے خلاف؟ پہاڑوں کے، چٹانوں کے؟ فولاد کے پتھر کے متحرک مجسموں سے التفات کا دعویٰ؟ بہت ہو چکا۔ اب ایک ہی فریضہ انجام دے کے اپنے آپ سے دست بردار ہو جائے۔ مہذب دنیا کا قافلہ پانیوں میں اتار کے اس مجہول اور مذموم زندگی کا انتقام کیا جائے۔ انہیں اس کرب ناک زندگی سے نجات دلانے تک زندگی کا عذاب سہنا پڑے گا اور اس وقت تک جارا کا کا سے بھی

http://kitaabghar.com

مفاہمت کرنی پڑے گی۔ مفاہمت جو اعتراف شکست ہے مگر یہ شکست نہیں تھی۔ یہ تو سب اس حقیقت کا اعتراف تھا جس کا عرفان نہیں ہوا۔ یہ منطق استخراجی تھی۔ میں نے دلیل تلاش کر لی تھی۔ قوانین اپنی جگہ اٹل ہیں اور میں ایک کمزور جثے کا آدمی ہوں، جو کچھ اب حاصل کیا، جو ریاض کیا، جو اذیت جھیلی، وہ مشاہدے کا فریب تھا، وہ نتائج تک پہنچنے کا طریقہ کار تھا۔ ثابت ہوا کہ طریقہ کار ہی غلط تھا، وہ جہالت اور تاریکی تھی، وہی آغاز، وہی انجام، وہی تکرار، باگمان، زارشی، انگروما، جاملوش، ریماجن۔ ہر منزل پر امید کی روشنی، ہر منزل کے بعد ایک نئی منزل، ہر فتنے کے بعد نیا فتنہ۔ اب ایک ہی منزل رہ گئی تھی کہ میں جاراکاکا عزت مآب مقام حاصل کروں اور زمین کا یہ سحر زدہ حصہ اپنے کاندھوں پر اٹھا لوں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور خاموشی سے دیوار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر قبر کا سکوت طاری تھا۔ دروازے پر حسب معمول پری چہرہ دوشیزائیں منڈلا رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے اندر جانے سے نہیں روکا۔ دیوزاد نیولے کے منہ میں رکھی ہوئی مسند خالی پڑی تھی۔ میں نے احترام سے سر جھکا دیا۔ ''مقدس جاراکاکا!'' شدت کرب سے میری آواز رندھ گئی اور یہ کہتے ہوئے جسم کے اندر ایک سیلاب مچلنے لگا اور آنکھوں کے راستے امڈ پڑا۔ ''مقدس جاراکاکا!'' میں نے اپنی لرزتی ہوئی آواز پر قابو کر کے کہا۔ ''میرے پاس کہنے کے لیے اب کچھ نہیں ہے؟''

اس سے آگے مجھ سے کچھ کہا نہیں گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میری آواز پر کسی سمت سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوگا۔ یہی ہوا، واپس جانے سے پہلے دروازے پر کھڑی ہوئی دوشیزاؤں نے اپنی دراز زلفوں کا ریشم میرے قدموں پر بکھیر دیا۔ میں بھاری قدموں کے ساتھ ان شعلہ رخوں کے درمیان سے گزرتا ہوا واپس آ گیا۔ جاملوش کی خانقاہ پھر میرے سامنے تھی۔ دور تک عمارتوں کا ایک سلسلہ تھا۔ نہ آواز نہ چہکار، کامل سکوت۔ میری حالت اس شخص سے مختلف نہیں تھی جسے دنیا میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہو۔ تھکن، گراوٹ، درد، انہدام، میں خود کو بوڑھا اور بیمار محسوس کر رہا تھا۔ جاملوش کی خاص جھونپڑی میں داخل ہو کے میں اس کی مسند پر گر گیا۔ سینے میں دھونک سی اٹھی، کھانستا ہوا مسند سے اتر کے فرش پر پھیل گیا اور طلسمی عکس نما پر نگاہ جا پڑی۔ انگلی کے اشارے میں اس کا جلوہ دیکھ سکتا تھا، خود بخود میری انگلی مرتعش ہو گئی۔ طلسمی عکس نما میں اس بت طناز کا عکس ابھرا تو مجھ سے رہا نہیں گیا، میں دیوانگی سے اٹھ کے اسے گھورنے لگا۔ کاش میں یہ منظر دیکھنے کی خواہش نہ کرتا۔ اقابلا اب بھی جاراکاکا کے مجسمے کے سامنے عقیدت سے ایستادہ تھی۔ میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ کتنے دن گزر گئے، کتنی شامیں، کتنی صبحیں، کتنے پہر، فرسودگی، شکستگی، زیاں، خالی خالی ذہن، اجڑا ہوا کوئی گھر۔ آگ لگنے کے بعد کوئی کھنڈر، ایسی تنہائی کہ ہوا بھی روٹھ گئی ہو۔ ایک ویرانہ جہاں کبھی شان دار بستی آباد ہو گی۔ اب رونے والا بھی کوئی نہیں ایسا درخت جس کے تنے کا گودا خاک ہو گیا ہو۔ کڑی دھوپ میں اڑتی ہوئی ریت، صحن میں خشک آوارہ پتے۔ میں بے حال اپنے دشت میں پڑا رہا۔

اور مجھے اچانک اٹھنا پڑا۔ مجھے احساس نہیں کہ میں کتنی دیر زبوں حالی اور درماندگی کی کیفیت میں مبتلا رہا ایک بار پھر اس ویرانے میں ہیبت ناک شور ابھرنے لگا، میں تیزی سے باہر آیا، وہی منظر پھر موجود تھا، تملاتی ہوئی روحیں پرندوں کی طرح ادھر ادھر اڑ رہی تھیں اور کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ پہلے میں سمجھا کہ وہ مجھے بلانا چاہتی ہیں، سو میں خود ان کے پاس پہنچ گیا مگر اس بار بھی انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ان کے دوبارہ واویلا کرنے کا مقصد اس امر کی غمازی کرتا تھا کہ انہوں نے اس علاقے میں سرنگا کی دیوی کی بو سونگھ لی ہے، اس کی ایک جھلک دیکھ لی ہے۔ تو کیا دیوی پھر یہاں وارد ہوئی تھی؟ یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ وہ مجھ تک پہنچنے میں اس لیے ناکام رہی کہ میری لاش جاملوش کی خاص جھونپڑی کے

اندر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا یہاں آنا نامناسب تھا۔ جالوش کا پورا علاقہ سحر و اسرار میں جکڑا ہوا تھا اور اس کی جھونپڑی بطور خاص ایک مستقل طلسمی حصار کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے افسوں کار ماحول میں دیوی کا بار بار آنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اس پر غلبہ پانے کے لئے روحوں کے انداز و اطوار میں پہلے سے کہیں زیادہ اضطراب پایا جاتا تھا۔ ادھر یہ شدید مظاہرہ مجھے دیوی کے بارے میں از سر نو سوچنے اور اس کی بلند قامتی کا احساس دلانے پر اکسا رہا تھا گویا جاراکاکا دیوی کے سلسلے میں اس قدر متوحش ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میری سرگزشت دیوی کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے، بلاشبہ سرنگا کی دیوی غیر معمولی ماورائی طاقتوں کی حامل تھی تاہم میں اسے تاریک براعظم کی طاقتوں سے بالا کوئی طاقت تسلیم کرنے سے گریزاں تھا۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ میں نے اس سحرگاہ کے جید ساحروں کے محیر العقول کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ ان کی تعداد بے شمار تھی اور دیوی اس خرابے میں تنہا تھی۔ دیوی کی موجودگی کے باوجود سرنگا یہاں سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ غار میں مقید ہو کے گزارا تھا۔ دیوی گاہے گاہے مشکل موقعوں پر میری مدد کو آتی تھی اور آناً فاناً کسی چڑیا کی طرح آسمانوں میں کھو جاتی تھی۔ وہ حملہ کرنے کے بجائے دفاع کرتی تھی اور اب تک اس کے تیوروں سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سرزمین کی نادیدہ طاقتوں کی عظمت سے خائف ہے اور ان سے الجھنے میں پس و پیش کرتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ دیوی میرے گلے میں پڑے ہوئے معجز نما طلسمی نوادر کی طرح کوئی نادرہ کار مظہر ہے۔ جیسے شپالی، جیسے ڈگی کے سینگ، ورنہ میرے بجائے یہاں یہ اقتدار سرنگا کو حاصل ہوتا کیونکہ اس کا تعلق دیوی سے براہ راست تھا۔ میں نے لیبغو کا سڑا ہوا گوشت کھایا تھا، میں نے سوراال سے علوم سیکھے تھے، میں نے زارشی کے صحرا میں بوڑھے ساحروں کے ساتھ آگ کے گرد بیٹھ کے صبر آزما ریاضت کی تھی۔ میری تدبیر، میرا ذہن، میرے بازوؤں کی طاقت جرأت ہوش مندی۔ دیوی ہر جگہ تو موجود نہیں تھی۔ میں مہذب دنیا کے قافلے میں سب سے غیر معمولی شخص تھا۔ میرا چہرہ وجیہہ، دماغ بڑا، جسم مضبوط، زبان فصیح اور انداز جارحانہ تھے اور میں اقابلا کا دعوے دار تھا۔ جس کی طلب میں تاریک براعظم کا کوئی شخص میرا ہمسر نہیں تھا۔ میں راستے کے تمام پتھر ہٹاتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔ کوئی اور ان صفات سے آراستہ نہیں تھا۔

جب میں تمام اعزازات سے مسلح ہو کے سرنگا کے غار میں گیا تھا اور میں نے دیوی کو سلاخوں میں بند کر دیا تھا تو جاراکاکا کے موکل تیزی سے اندر آ گئے تھے اور جب اقابلا نے عین ہنگام جذبات جن رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا تھا ان میں دیوی بھی شامل تھی۔ اس وقت مجھے اس رمز خفی کا احساس ہوا تھا کہ میری فضیلت اور سرفرازی کا ایک سبب دیوی بھی ہے۔ یہ احساس میرے لیے بڑا اعصاب شکن تھا اور میں کسی طور یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ محض دیوی کی اعانت کے سبب سے ہے۔ میرے خیال میں دیوی ایک ایسا تحفہ ضرور تھی کہ اسے اقابلا کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔ اسی بنیاد پر میں نے سرنگا سے تلخ اور ترش باتیں کی تھیں دیوی نے ریماجن کے زوال کے وقت بھی میرا ساتھ دیا تھا اور اب وہ خطروں میں کود کے مجھے سرشوری سے باز رکھنے کی تلقین کرنے آئی تھی اور جاراکاکا اسے حاصل کرنے میں اتنا سنجیدہ تھا کہ اس نے بے قرار روحوں کی ایک فوج اس کے لئے بھیجی تھی۔ یعنی جاراکاکا نے ایک آخری طلسمی حربہ اختیار کیا تھا اور روحیں جو لمحوں میں فاصلے طے کر لیتی ہیں، وہ دیوی کی منزل تک پہنچنے میں ناکام ہو گئی تھیں۔ ادھر میں تمام منزلیں حاصل کرنے کے بعد خود سے بے خبر ہو گیا تھا کیونکہ اب ہوش رکھنے کا یارا نہیں تھا۔ سرنگا نے کبھی میری

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

طلب کی تائید نہیں کی۔ وہ یہی رٹ لگائے رہتا تھا کہ یہ سب ایک سراب ہے۔ وہ آنے والے خطروں سے دہلاتا اور لرزتا رہا اور میں نے انگرو ما کا قلع قمع کر دیا اور جاملوش سے اس کا اقتدار چھین لیا۔ وہ بکواس کرتا رہا اور اس نے دیکھا کہ میرا ہاتھ جب دراز ہوتا ہے تو فاصلوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ میری پلکیں جنبش کرتی ہیں تو بجلیاں چمک جاتی ہیں۔ میرے ہونٹ ہلتے ہیں تو زمین لرز جاتی ہے۔ آج سرنگا کی ایک ایک بات مجھے یاد آ رہی تھی۔ میری نظر میں یہ سب ہیچ تھا کیونکہ اس مرتبت میں اقابلا کا اعزاز شامل نہیں تھا۔ اس کی نظر میں یہ کمال تھا اور اب وہ شعور کے اطلاق پر اصرار کرتا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ شعور تو میں تمام کا تمام صرف کر چکا ہوں۔ اب میرے پاس کیا رہ گیا ہے؟

شاید جو کچھ میرے پاس رہ گیا تھا۔ دو آنکھیں، کان، دماغ، حواس اقتدار، یہ گھسے ہوئے پرزے وہ اب بھی کار آمد سمجھتا تھا اور اسی لیے اس نے دیوی کو یہاں ارسال کیا تھا کہ میں اب بھی اپنے فرسودہ اعضا سے کچھ کام لے سکتا ہوں۔ روحوں کا جلوس ناکام ہو کے شور مچاتا ہوا دوبارہ رخصت ہو گیا۔ میری کیفیت پہلے سے یقیناً مختلف تھی۔ نگاہوں میں زہر سرایت کر گیا تھا۔ اس بار روحوں کے نالہ و شیون نے مجھے زیادہ متاثر نہیں کیا۔ ایک بے رنگ مسکراہٹ میرے لبوں پر چھا گئی۔ میں نے گزشتہ دنوں اپنے نائب قارنیل سے پوچھا تھا کہ اب مجھ میں کس چیز کی کمی رہ گئی ہے تو اس نے جواب دیا تھا کہ میرے پاس تجربے کی کمی ہے۔ تجربہ جو علم ہے اور علم زندگی ہے۔ سارا قصور جہالت کا ہے، اس اندھیرے کا ہے جہاں چیزیں نظر نہیں آتیں اور آدمی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ سارا کرب نہ جاننے کا ہے، جواب تک جانا ہے وہ نہ جاننے کے مساوی ہے۔ مکمل جہالت اور مکمل علم آسودگی ہے، درمیان کی حالت باعث نزاع۔ تمام اختیار و اقتدار گہرے شعور اور اعلیٰ آگہی کے متقاضی ہیں۔ میں نے کہاں جانا کہ یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے؟ ہم کیا جانتے ہیں؟ جہاں دیدہ سرنگا بھی کچھ نہیں جانتا۔ آگہی کے اس مرحلے کے بغیر ہر برتری خام ہے۔ سرنگا کی پُر اسرار دیوی آگہی کی منزل میں ہے ورنہ وہ سرنگا کو اپنا عرفان منتقل کرنے کی بخشش ضرور کرتی۔

☆==========☆==========☆

http://kitaabghar.com

زندگی کے عجیب دستور ہیں۔ وہ اپنی بقا کے لیے کوئی نہ کوئی گنجائش ضرور نکال لیتی ہے۔ دلیلیں تلاش کر لیتی ہے۔ اپنے آپ کو سرزنش کر کے دوبارہ سرگرم عمل ہو جاتی ہے۔ زندگی اپنے ہونے پر کس کس طرح مصر رہتی ہے، مجھے توری میں سرنگا کے پاس جا کے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ کیوں اپنی دیوی کو اس خطرناک مقام پر بھیج رہا ہے؟ آخر وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس کے پاس کہنے کے لئے اور کیا ہوگا بجز اس کے کہ مجھے جاراکا کو اپنی سرشوری سے ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ اقابلا کو میری آغوش میں آنے کا نسخہ بتانے سے تو وہ رہا۔ میں نے سرنگا کے پاس جانے اور اس سے بازپُرس کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بس یہی احساس توانائی کے لئے بہت تھا کہ سرنگا کی دیوی موجود ہے جو باعث فضیلت اور وجہ امتیاز ہے۔ اسے رائیگاں نہیں جانے دینا چاہیے۔ مہذب دنیا کے ہم نفسوں کے لیے اس کی کرشمہ کار رفاقت بہت سی اذیتوں سے نجات کا سبب ہے۔

آگہی کا عمل بڑا کاری ہے۔ علم کو خراج لینے کی عادت ہے۔ جب تک ہم جاننے کے اس اذیت ناک عمل سے نہیں گزریں گے، اندھیرا دور نہیں ہوگا۔ اس کے سوا کوئی متبادل راستہ نہیں ہے۔ میں طلسمی عکس نماؤں کے ایوان میں جا پہنچا اور میں نے بیک وقت تمام جزیروں کے عکس نما روشن کر دیئے۔ میں دیر تک یہ نظارہ کرتا رہا۔ پھر میں نے امسار کے قرسام کو اپنی خانقاہ میں طلب کیا، امسار کی ایشام، نرماز کو فی الفور یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں نے توری سے سموراں کو بلایا اور غاروں میں بیٹھے ہوئے بے شمار ساحروں کو خانقاہ میں دوبارہ ریاضت کرنے کے لئے اپنے گرد اکٹھا کر لیا۔ میرا نائب قارنیل میرے اشاروں پر کشاں کشاں بینزنار میں وارد ہو گیا اور میرے پیر چاٹنے لگا۔ چند ہی دنوں میں خانقاہ میں تاریک براعظم کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے ساحروں کے غول نظر آتے تھے۔ ہر طرف ریاضتوں اور عبادتوں، مراقبوں اور ساحرانہ عملیات کی گرم بازاری تھی۔ باگمان سے میرا دوست اسٹالا بھی یہاں آ گیا تھا۔ توری سے سموراں، امسار سے قرسام، جہاں جہاں میرے دوست تھے، ان سب کو میں نے طلب کر لیا تھا۔ امسار کی سابق ملکہ شوطار بھی توری سے یہاں آ گئی تھی۔ میں سرنگا کو بھی یہاں بلانا چاہتا تھا مگر توری میں مہذب دنیا کے لوگوں کو اس کی بزرگی کے سائے کی ضرورت تھی۔ میں نے غالباً صحیح سمت میں قدم اٹھایا تھا اسی لیے دیوی دوبارہ اس علاقے میں نظر نہیں آئی۔ بہت سے ساحروں کے لیے یہ بڑی عزت کا مقام تھا کہ میں نے انہیں اپنے قریب بلا لیا ہے۔ میں نے، کس نے؟ تاریک براعظم کے جلیل القدر ساحر اعظم نے۔ اوہ، یہ کیسا بھیانک مذاق تھا۔ سموراں کو یقین نہیں آتا تھا کہ میں اسے تادیر یاد رکھوں گا اور اتنی عزت دوں گا۔ ہم نے مل کے وہاں ریاضتوں کی دھوم مچا دی۔ ہم نے شب و روز کا امتیاز ختم کر دیا اور ایسی آگ لگائی، ایسے جارحانہ طور اختیار کیے کہ جاراکا نے کبھی اپنے ساحروں کو اس عالم میں نہیں دیکھا ہوگا۔ شروع کے چند دنوں میں تو ہم بے تحاشا مصروف رہے، پھر ساحروں کے علیحدہ علیحدہ غول بن گئے اور ان میں ساحری کے حیرت انگیز کمالات کا مقابلہ ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ خانقاہ تاریک براعظم کے منتخب ساحروں، عابدوں اور عاملوں کا عظیم الشان مرکز بن گئی۔ شوطار، اشمار، نرماز اور ایشام یہاں آ کے بہت شاداں تھیں کیونکہ یہ سب وہ جاننے کی آرزومند تھیں جو انہیں نہیں معلوم تھا۔ ان میں سے سموراں میرا سابق اتالیق سب سے زیادہ کام آیا۔ وہ ہمہ وقت میرے قریب رہتا تھا۔ میرا یہ منصب نہیں تھا کہ میں اس جادوگری کے بارے میں ابتدائی قسم کے سوالات کروں۔ تاہم میں دانستہ ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیتا تھا کہ سربستہ راز کے پرت خود بخود کھلتے جاتے تھے۔ سموراں قرسام، شوطار اور دوسرے ساحر نامعلوم زمانوں سے یہاں موجود تھے۔ وہ ایک ہی بات جانتے تھے کہ جاراکا ان کا دیوتا اور آقا ہے، دیوتا زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ جاراکا کا بھی

http://kitaabghar.com

ہمیشہ ان کے درمیان موجود رہتا ہے اور ان کے افعال و اشغال کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ زمانوں سے موجود یہ افراد اس کی خوشنودی کو اپنا مقصود سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جاراکا کا نے روحوں کو جسم کا دوام بخش دیا ہے۔ انہیں آسمان کے نیچے اور بہت سی دنیا میں ہونے کا یقین تھا جیسے مہذب دنیا کے لوگ دوسرے سیاروں کے بارے میں مخلوقات کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب اپنا ماضی، اپنی شناختیں بھول گئے ہیں، جو شناختیں انہیں بتا دی گئی ہیں وہ اسی پر قانع ہیں، مگر جاراکا کا سے زیادہ قریب ہونے اور کچھ رازہائے سربستہ جاننے کی ایک جستجو ان کے ہاں پائی جاتی تھی۔ وہ طاقت کی زبان سمجھتے تھے۔

وقت کے نشیب و فراز، رفتار اور بہار و خزاں سے انہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ زندگی جمی ہوئی، ٹھہری ہوئی تھی۔ حیات کی نمو کا عمل سست تھا۔ میں نے سموراں کے لڑکے جبراں کا نمو پانا، اور دوشیزاؤں کے ننے پودے ابھرتے دیکھے تھے مگر ثابت ہوا کہ ان میں مہذب دنیا کے قریب ترین علاقوں سے کھنچے ہوئے مرد وزن تھے جو اصل میں حیات کا پیش خیمہ تھے اور جن کی زندگیاں یہاں آ کے منجمد ہو گئی تھیں۔ بہر حال یہ عجیب وغریب ماحول تھا۔ پہلے میرا مقصد طاقت کا حصول تھا، اب مقصد کم سے کم مدت میں عرفان و آگہی کا تھا اس کے لئے میں نے ہر ساحر سے خصوصی تعلق قائم کیا۔ میں انہیں حصار میں لے کے بیٹھ جاتا جہاں بیرونی دنیا سے ہمارا رابطہ منقطع ہو جاتا اور پھر میں ان کے بچھڑے ہوئے دنوں کے متعلق پوچھتا۔ اس تگ و دو کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے چند اور ساحرانہ شعبدوں کا تجربہ کر لیا اور یہاں کے مختلف جزیروں کے متعلق معلومات حاصل کر لیں۔ کون سا علاقہ جاراکا کا منظور نظر ہے؟ کہاں اس کی خاص عنایت ہے؟ مگر میں اپنی پیہم کوششوں کے باوجود اس نظام کا سرا نہیں پکڑ سکا جس کے لئے میں نے جگہ جگہ کے ساحر جمع کر کے ان کی نمائش کا انعقاد کیا تھا، آخر ان مظاہروں سے میری طبیعت اکتا گئی اور ایک روز میں نے غیر متوقع طور پر بہت سے ساحروں کو حکم دیا کہ وہ خانقاہ چھوڑ کے اپنی پرانی جگہوں پر واپس چلے جائیں۔ ان کے لیے یہ حکم تازیانہ تھا۔ بہت سوں نے میرا فیصلہ جوں کا توں قبول کر لیا لیکن چند ساحروں نے میری کشادہ دلی اور غیر رسمی سلوک کے اعتماد میں مجھ سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی۔ میں نے انہیں وہیں نذر آتش کر دیا۔ ان میں میرا دوست اسارکا کا ابن اعظم قرسام بھی شامل تھا۔ سموراں، شوطار، نرباز، اشمار، اشالا اور قارنیل کو میں نے اپنے پاس ہی روک لیا۔ مجھے حیرت تھی کہ جاراکا کا اپنے بہترین ساحروں کے ضیاع پر ایک غیر متعلق تماشائی کی طرح خاموش کیوں رہا؟ پھر ایسا ہوا کہ میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا۔ میرے ساتھیوں نے میرے چند ابتدائی سوالوں کے غیر تسلی بخش جواب دے کر مجھے اور پریشان کر دیا۔ میں نے اپنے جوش میں طلسمی عکس نماؤں کا شان دار ایوان تاراج کر دیا۔ اس پر بھی جاراکا کی طرف سے کسی ناراضی اور تکدر کا اشارہ نہیں ہوا۔ نہ اقابلا کی جانب سے کوئی پُرسش ہوئی چنانچہ ایک رات، میں نے زچ ہو کے توری جانے کا ارادہ کیا۔ سرنگا مجھے ساحل پر جاگتا ہوا مل گیا۔ وہ پتھر کی طرح ساکت بیٹھا تھا اور ٹکٹکی باندھے سمندر کی لہریں تک رہا تھا۔ میں نے اسے ٹہوکا مارا۔ میری صورت دیکھتے ہی اس کے جسم میں جیسے زلزلہ آ گیا۔ اس نے کوئی بات کرنے سے پہلے چاروں طرف ہاتھ گھما کے اپنے لب کھولے۔ ''عزیز جابر! تم یہاں کیسے آ گئے؟''

''میں چُور ہو چکا ہوں محترم سرنگا!'' میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''واپس جاؤ اور مقدس جاراجاکا کے سامنے عقیدت و احترام سے سر جھکاؤ کیونکہ اسی پر راستے تمام ہو جاتے ہیں۔ خود کو اس کا بہترین

غلام ثابت کرو۔ وہ ایک بڑا ساحر ہے۔ اسی سے فریاد کرو۔''

''لیکن وہ گونگا اور بہرا ہے۔'' میں نے کرب سے کہا۔

''میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اس کی سماعت اور بصارت کا کوئی ثانی نہیں، جاؤ واپس جاؤ، سب کچھ تمہیں وہیں سے ملے گا۔'' سرنگا نے روکھے لہجے میں کہا۔

میں تو بہت سی باتیں دل میں لے کے آیا تھا۔ سرنگا کے لہجے میں بیزاری اور خوف شامل تھا۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ جارا کا کا کے علاقے میں داخلے کے وقت دیوی کی آمد کا مقصد کیا تھا اور اب وہ جارا کا کا کے پاس واپس جانے کے لیے کیوں اصرار کر رہا ہے؟ میں اس سے ان انکشافات پر بھی گفتگو کرنا چاہتا تھا جو گزشتہ دنوں جالموش کے علاقے میں ریاضت کے دوران میں مجھ پر ہوئے تھے مگر سرنگا نے کوئی توجہ نہیں دی۔ میں اس کے نزدیک دیر تک گم صم کھڑا رہا اور تھوڑی دیر میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ سرنگا گفتگو سے کیوں پہلوتہی کر رہا ہے۔ میں نے اپنی باطنی آنکھوں سے ساحل پر روحوں کی ایک فوج ظفر موج دیکھی۔ حیرت سے میری آنکھیں پھٹ گئیں۔ انہوں نے سرنگا کو پوری طرح نرغے میں لے رکھا تھا۔'' یہ کب سے ہے؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''بہت دنوں سے میں تنہا کب رہا ہوں؟'' سرنگا نے مختصر جواب دیا۔

''ادھر بھی یہی حال ہے۔'' میں نے سرگوشی کی۔

''باتیں کم کرو۔'' اس نے جھڑک کر کہا۔

''میں واپس جا رہا ہوں۔'' میرے لہجے میں ترشی تھی۔

اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ ''دیکھو عزیز من! اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور جو کچھ مقدس جارا کا کا سے ملے، اسے جھولی میں ڈال لینا۔''

''ہونہہ۔'' میں نے معنی خیزی سے سر ہلایا۔ مجھے سرنگا کی حالت زار پر بڑا رحم آیا۔ وہ بوڑھا نادیدہ سرکش قوتوں سے تن تنہا جنگ کر رہا تھا۔ میں یہیں ٹھہر کے سرنگا کو سہارا دینے کا خواہش مند تھا مگر سرنگا نے مجھے دھکا دے کے خود سے دور کر دیا۔

خانقاہ واپس آنے کے بعد میں نے جارا کا کا کے علاقے کا رخ فوراً نہیں کیا۔ میں سوچتا تھا کہ ہر سمت آگ لگا دوں، جو کچھ میرے علم، میری بساط اور میرے قبضہ قدرت میں ہے، آج رات اس کا لرزہ خیز نظارہ جارا کا کا کو کراؤں لیکن میں نے ضبط کی زنجیریں اپنے پیروں، ہاتھوں اور زبان پر ڈال دیں۔ سرنگا اب تک پُر امید تھا۔ اس نے غیر معمولی حالات کے آگے سپر نہیں ڈالی تھی۔ روحیں اس بوڑھے کے قریب آنے سے کتراتی تھیں اور دیوی ابھی تک اس کے پاس محفوظ تھی۔ رات کا آخری پہر تھا۔ میں عبادت گاہ میں داخل ہوا اور میں نے پتھر کی دیوار شق کر دی۔ یہ دیوار ہر بار شق ہونے کے بعد اپنی اصل حالت میں استوار ہو جاتی تھی۔ اندر دن کا گمان ہوتا تھا۔ تیز روشنیوں نے ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں چکا چوند کر دیں۔ دروازے پر دو دوشیزاؤں نے میرا خیر مقدم کیا۔

میں اپنے دل کے کسی نقص کا اظہار جارا کا کا پر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ان کی آنکھیں فرش بن گئیں اور بدن چھلکنے لگے جیسے کلیاں چٹک جائیں۔ وہ کب سے اس دروازے پر کسی کی منتظر تھیں کہ کوئی آئے۔ بادِصبا کا ایک جھونکا چلے اور ان کے پھولوں کا رس چرالے۔ تخلیق ترسیل کی ضرورت مند ہوتی ہے جو دماغ میں مقفل ہے، وہ زمین میں دفن ہے۔ حسن کی تخلیق بھی ترسیل کی محتاج ہے۔ ایک خوب صورت شعر اگر سنا نہ جائے تو اس کا وجود میں آنا نہ آنا یکساں ہے۔ میں نے پہلی بار انہیں اپنی نگاہوں کا خراج پیش کیا جیسے میرے پاس بڑی فراغت ہے اور میرا قلب بہت آسودہ ہے۔ انہوں نے میرا وزن اپنے گداز میں سمیٹ لیا اور مجھے اندر لے آئیں جہاں وہ دیوزاد دیولا موجود تھا۔ میں نے ان سے بہ مشکل نجات حاصل کی۔ دیوزاد دیولے کے منہ سے نکل کے میں دوسری طرف جا پہنچا۔ وہ آہیں بھرتی رہ گئیں۔

اس عالم میں کوئی کیا کرسکتا ہے؟ میں پوچھتا ہوں، کون سی تدبیر ایسی تھی جو میں نے صرف نہیں کی؟ کون سی ایسی طاقت تھی جو میں نے نہیں آزمائی۔ کون سی برداشت تھی جس کا میں نے ثبوت نہیں دیا۔ ہاں صرف ایک کوتاہی ہوگئی تھی کہ ہم مہذب دنیا کے درماندہ لوگوں کو تو مغا کی تقلید کرنی چاہیے تھی۔ جس نے جزیرہ توری کی خشکی پر اترنے کے بجائے خود کو سمندر کی لہروں کے سپرد کردیا تھا۔ ہم نے زندگی کی خواہش کی تھی۔ زندگی نے ہم سے خوب مذاق کیا۔ اندر ایک بڑا حوض تھا جس کے کنارے خوش رنگ مچھلیاں آرام کررہی تھیں۔ جاراکا کے خاص علاقے کی دوشیزائیں میری آہٹ پر تڑپنے لگیں اور میری آغوش کے دریا میں پھدکنے لگیں۔ میں حوض کے کنارے لیٹ گیا اور ان میں میری قربت کے لیے چھینا جھپٹی ہونے لگی۔ میں نے سوچا، میں اپنے جسم کے حصے کاٹ کے ان کے آگے پھینک دوں۔ اس طرح ان کی سیری ہوجائے گی۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں ان کے لئے اجنبی نہیں ہوں، میری آمد متوقع تھی۔ وہ پہلے بھی مجھے دیکھ چکی تھیں۔

میں نے باقی رات ان کے ساتھ ہی گزار دی۔ صبح نور کا تڑکا ہوا تو وہ حوض کے کناروں پر بدمست پڑی تھیں اور میں تمام دنیا سے غافل ایک طرف بکھرا ہوا تھا۔ میں انگڑائیاں لیتا ہوا اٹھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ جب تک جاراکا خود نہ چاہے گا، میں اس عظیم وجلیل ساحر سے ملاقات نہیں کرسکتا۔ یہ اسی وقت ممکن تھا جب میں اس کی عظمت اور جلال کی تمام رموز سے آگاہ ہو کے اس کے وزن کا ساحر بن جاؤں اور محدود زمانوں تک کرب ناک انتظار کروں۔

میں مختلف عمارتوں میں کسی کتے کی طرح جاراکا کی بو سونگھتا اور اپنی ساحرانہ باطنی قوتوں سے اس کے قیام کا اندازہ لگاتا رہا۔ اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔ یہ بات میری توقع کے عین مطابق تھی اس لیے میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہوا۔ پھر میں نے دیواریں ٹھونکنا شروع کردیں۔ یہاں ایک ہیبت طاری تھی، یا یہ میرے دل کی ہیبت تھی۔ ان سنگی عمارتوں میں دنیا کی ہر شے موجود تھی، شراب، عورتیں۔ مجھے سب سے زیادہ جو عمارت پسند آئی، میں نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا اور نہایت سکون سے جاراکا کو اپنی غلامی اور اطاعت کا یقین دلایا۔ جواب میں خوش جمال عورتوں کا پرا اندر آگیا جس میں ایک ایک دوشیزہ بہاروں، لالہ زاروں کو شرماتی تھی۔ میں نے انہیں خندہ پیشانی سے قبول کرلیا۔ بہرحال یہ جاراکا کی طرف سے اس کی فراخ نظری کی علامت تھی۔ میں نے اس طائفے کی منتخب لڑکی سے پوچھا۔ ''اے مہ جمال! کیا تو نے مقدس جاراکا کا نظارہ کیا ہے؟''

''ہاں، یہ سعادت مجھے ایک بار نصیب ہوئی ہے۔'' اس نے شوخی سے جواب دیا۔ ''اسے دوبارہ دیکھنے کی حسرت ہے۔''

محی الدین نواب کے قلم سے محبت کے موضوع پر دلچسپ کتاب
محبت کا عذاب
قیمت 125 روپے

''کیا تو نے خود کبھی اس سے ملنے کی جستجو نہیں کی؟''

''نہیں۔ میں نے یہ جرأت نہیں کی۔''

''کیا تو جانتی ہے کہ اس کا پسندیدہ مقام کون سا ہے؟''

''نہیں میں کچھ نہیں جانتی۔'' اس نے اداسی سے کہا۔

''کیا تجھے معلوم ہے کہ تو کون ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' وہ بے چینی سے بولی۔

''کیا تجھے موت کی خواہش ہے؟''

''موت کیا چیز ہوتی ہے؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''گہری اور ابدی نیند۔'' میں نے سرد آہیں بھر کے کہا۔'' وہ ہر قدم پر اپنی عظمت کے نقش قائم کرتا رہتا ہے۔''

میں ان کے درمیان سے مغلوب ہو کے اٹھ بیٹھا اور عمارت کے باہر آ گیا اور میں نے کڑی دھوپ میں اپنا جسم بانس کی طرح سیدھا کر لیا۔ میرے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے اور جڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور تمام تر توجہ اسی کی طرف مرکوز کر دی۔ جارا کا کا میری نظروں میں اس کا چہرہ سمایا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت نوجوان کا چہرہ، میں نے ہر حرکت منقود کر دی۔ شروع میں مجھے احساس ہوا کہ نازنینوں کا ایک گروہ میرے قریب منڈلا رہا ہے اور اٹکھیلیاں کر رہا ہے وہ میرا جسم نوچ رہی تھیں اور ان کی زبانیں میرے بازوؤں میں پیوست ہوئی جاتی تھیں۔ میں نے حرکت نہیں کی پھر کسی نے میرے شانے پر عصا مارا اور مجھے ہوش میں آنے کی تاکید کی۔ میں نے اس کی بھی پروا نہیں کی۔ میں جانتا تھا کہ یہ وہی بوڑھا ہے جس نے اس مقام پر مشروب حیات کے چشمے کی طرف میری رہنمائی کی تھی۔ آہستہ آہستہ میں گرد و پیش سے ہر قسم کا رابطہ ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور جیسے جیسے میری سماعت مفقود ہوتی گئی، میرے اندر روشنیاں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ مجھے کوئی سدھ بدھ نہیں رہی۔ کون آیا؟ کس نے خوں خوار چیونٹیاں میرے جسم پر پھینک دیں؟ کس نے جسم میں سوراخ کیے؟ کس نے میرے نزدیک آگ جلائی؟ میرا جسم کو کس کس کا نشانہ بنا؟ مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ یہ معجزنما ریاضت، ریاضتوں کے ایک طویل سفر کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے اور کوئی تبھی اس میں کامیاب ہو سکتا ہے جب اس کے دل میں میری طرح شوق کا شعلہ دہک رہا ہو اور وہ اتنا پک گیا ہو اور اس میں اس قدر شدت پیدا ہو گئی ہو جس کی مثال میں خود تھا۔ جیسے جیسے میں اپنے اندر مقفل ہوتا گیا، میرے باطن کے دریچے کھلتے گئے اور سرشاری تھی کہ بڑھتی گئی۔ آگہی کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے، میں اس غرور میں بہت آگے نکل گیا کہ مجھے کوئی طاقت اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکی۔ کوئی عام ساحر اس ریاضت میں مستغرق نہیں تھا، یہ وہ شخص تھا جس کا درجہ جارا کا کا کے بعد سب سے بلند تھا اور جس نے یہ عزم کر لیا تھا کہ وہ اب واپس نہیں جائے گا۔ یہیں سر چھوڑے گا۔

پتہ نہیں کب؟ شاید مہینوں بعد میرے منجمد ہاتھوں میں حرکت پیدا ہوئی کیونکہ اب میں اپنے ارتکاز پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا۔ میرے اندر ایک کھولن، ایک بے چینی پیدا ہوئی اور میرے ہاتھ خود بخود ڈھلک گئے۔ میں نے ایک عرصے بعد آنکھیں کھولیں تو کسی طرف کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

تھی، صرف میں ایک بدلا ہوا شخص تھا۔ میں نے اپنا اکڑا ہوا جسم ہلانے اور آگے بڑھانے کی جلدی کی تو ناکام ہو گیا اور فرش پر گر گیا۔ بوڑھا شخص اور جاراکاکا کے علاقے کی نوخیز لڑکیاں قریب ہی کھڑی تھیں، انہوں نے مجھے تھام لیا اور سہارا دے کے اٹھایا۔ میں نے خود کو بہکی ہوئی حالت میں ان کے سپرد کر دیا۔ وہ مجھے اپنے کاندھوں پر اٹھا کے ایک عمارت میں لے گئیں۔ اندر جا کے انہوں نے میرے جسم کی مالش کی اور حلق میں کوئی تیز کسیلا قسم کا مشروب ٹپکایا۔ کچھ دیر بعد میں اپنے اعضا کو حرکت دینے کے قابل ہو گیا۔ ''سن بوڑھے!'' میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے بوڑھے کو نقاہت سے مخاطب کیا۔ ''مقدس جاراکاکا سے کہنا، اس کے غلام جابر نے اس کی عظمت کی مزید دلیلیں سنی ہیں، اسے میرا احترام، میری عقیدت پہنچا دینا اور کہنا، وہ بھی میری طرح تنہا ہے، مجھ سے اچھا دوست اسے کہیں نہیں ملے گا۔ سن رہا ہے؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

بوڑھے کی آنکھوں میں جنبش نہیں ہوئی بلکہ وہ خاموشی سے رخصت ہو گیا۔ ادھر لڑکیوں کیلئے میں عجوبہ حیرت بنا ہوا تھا۔ وہ میرا جسم ٹٹول ٹٹول کے دیکھ رہی تھیں جس میں تیزی سے زندگی کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ میں ان کے زانوؤں پر دراز تھا اور ان کی تپش سے اپنے اندر حرارت منتقل کر رہا تھا۔ انہوں نے میرے بال سنوارے اور میرے جسم سے کثافتیں صاف کیں۔ مجھے اپنے اضطراب پر قابو پانے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔

آہ، آگہی کی طمانیت اور اس کا جبر، آگہی کا آشوب۔ میں نے اپنی اس طویل سرگزشت میں بارہا ہزار ہا قیاس آرائیاں کی تھیں، اپنے نو بہ نو مشاہدات ہی سے نتائج اخذ کیے تھے جو ایک منطقی طریقہ کار ہے مگر میں نے کبھی اتنا شدید ارتکاز نہیں کیا تھا۔ کبھی میں اتنا یکسو اور مستغرق نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا، کبھی میں اس قدر بے حال، منتشر اور حواس باختہ بھی نہیں ہوا تھا۔ جو نتائج میں نے پہلے اخذ کیے تھے، وہ اب سے بہت مختلف نہیں تھے۔ جاراکاکا میرے ارتکاز کی حیرت انگیز مشق کے بعد بھی ایک عظیم ساحر تھا۔ میں نے اس کی بیخ کنی کے لیے یہ طریقہ کار اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ اتنا آسان کام بھی نہیں تھا۔ میرا مقصد تو اپنے ذہن کے اندھیرے دور کرنا اور یہ معلوم کرنا تھا کہ کون کرشمہ ساز ان کمالات کا خالق ہے؟ کون سی دیوار درمیان میں حائل ہے؟ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا، میری اندر کی آنکھوں نے، اس نے حیرتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ آگہی کا جبر آگہی کی طمانیت سے زیادہ شدید ہوتا ہے، ہونا یہ چاہیے تھا کہ میں جاراکاکا کو تلاش کر کے اور اسے اپنی اطاعت کا کلی یقین دلا کے اس سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو جاتا۔ میں اس تنہا شخص کا بہترین دوست بھی بن سکتا تھا، اس محروم اور مجبور شخص کا۔ میں نے اس کا درد اپنے قلب میں محسوس کیا تھا۔ یا شاید اسی نے میری آنکھیں کھولنے کے لیے یہ اہتمام کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میری طلب میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ اس بار میں مصمم عزم کر کے آیا ہوں کہ میں اس کے علاقے سے واپس نہیں جاؤں گا اور اس کی ہر سزا قبول کر لوں گا۔ ممکن ہے، اس نے اسی لیے مجھے نہ چھیڑا ہو۔ اس نے چھیڑنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر میں گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

میں بہ عجلت تمام سرنگا کے پاس پہنچ کے اس سے اہم مشورے کرنے کا خواہش مند تھا۔ مراقبے کے فوراً بعد یہاں سے جانا جاراکاکا کو مشکوک کر سکتا تھا۔ میرے بے تاب قدم رک گئے، فراغت کے یہ لمحے گزارنے مشکل ہو گئے۔ میں دوبارہ اپنا جسم کارآمد بنا کے باہر وسیع سبزہ زار میں آ گیا جہاں جاراکاکا نے اپنے لیے ایک جنت تخلیق کی تھی اور خوب صورت تتلیاں ادھر ادھر اڑی اڑی پھرتی تھیں۔ میں انہیں کہاں تک پکڑتا؟ تھک گیا۔ صبح و شام میرا کام یہی رہ گیا کہ جاراکاکا کو مخاطب کیا کروں۔ اسے اپنی عقیدت کا یقین دلاتا رہوں اور اقابلا کے ضمن میں اپنی شدتیں منتقل

کرتا رہوں۔ اس خانہ پری کے بعد، میں نے خانقاہ میں جانے کی ٹھانی۔ اب مجھے جارا کا کا سے معانقہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن جب میں دیوزاد نیولے کی دم تک پہنچا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، راستہ مسدود تھا۔ میں نے دوسری سمتوں سے جانا چاہا اور مجھ پر جلد ہی یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ جارا کا کا نے میرے باہر جانے کے تمام راستے اوجھل کر دیئے ہیں اور اب میں اس کے طلسمی پنجرے میں قید ہو چکا ہوں میرے سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسی صورت میں مجھے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟ میں نے وحشت میں مختلف راستوں سے نکل جانا چاہا لیکن میں ایک بے بس پرندے کی طرح پھڑ پھڑا تا رہا۔ دیوتا جارا کا کا کے سامنے ساحرانہ شعبدے بازی کر کے کچھ حاصل ہونے کی امید بھی نہیں تھی اور میرے لیے یہ مناسب بھی نہیں تھا کہ میں براہ راست اس سے کسی قسم کے تصادم کا خطرہ مول لوں مگر جارا کا کا آخر اس سطحی حربے پر کیوں اتر آیا؟ جب کہ تاریک براعظم کے چپے چپے پر اس کا سحر قائم ہے۔ اس بات کی تہہ تک پہنچنا کوئی ایسا مشکل نہیں تھا۔ جالموش کی خانقاہ کی طرح یہ جارا کا کا مخصوص علاقہ تھا۔ اس کا دارالحکومت جہاں وہ قیام کرتا تھا اور جہاں کی زمین پر اس نے کچھ زیادہ ہی توجہ صرف کی تھی تا کہ وہ کسی بھی بیرونی آفت سے محفوظ رہے۔ وہ سرنگا کی دیوی کو اپنی طرف راغب کرنے یا اس پر غلبہ پانے کی ہر کوشش میں ناکام ہو گیا تھا۔ اب وہ مجھے یرغمال بنا کے اسے اپنے مخصوص علاقے میں کھینچنا چاہتا تھا تا کہ اس کے باہر نکلنے کا کوئی امکان نہ رہے۔

میں نے اس طرح تو سوچا بھی نہیں تھا۔ اب مجھے یہ سلسلہ ملانے میں کوئی قباحت نہیں تھی کہ جارا کا کا سرنگا کی دیوی کے حصول میں کیوں اتنا مضطرب ہے؟ شروع میں وہ مجھے متعدد مشاغل میں الجھائے تماشا دیکھتا رہا۔ جب میں نے ساحری میں سب سے اونچا مقام حاصل کر لیا تو اسے میرے بارے میں تشویش ہوئی۔ ادھر اس عرصے میں مجھ پر دیوی کی مہربانیاں بھی پہلے سے سوا ہو گئی تھیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں دیوی یہاں آنے کی غلطی نہ کر بیٹھے۔ جارا کا کا کو یقین ہوگا کہ وہ مجھے نجات دلانے یہاں ضرور آئے گی۔ اس کے لیے وہ مجھے زمانوں تک قید رکھ سکتا تھا۔ اس نے میرے گرد اپنے حسن تدبیر کا ایک خوبصورت جال بن دیا تھا۔ اب مجھی کو دیوی کی آمد سے پہلے اپنی نجات کا انتظام کرنا تھا۔ کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں جارا کا کا کو اپنی عقیدت کا یقین دلاتا رہوں، دانش مندی یہ تھی کہ جلد سے جلد یہاں سے رہا ہو جاؤں۔ جارا کا کا میری طرف سے مطمئن ہو کے سرنگا پر وار کرنے سے نہیں چوکے گا۔ میں عمارتیں مسمار کر سکتا تھا، نہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر سکتا تھا، اپنے غضب کا اظہار، جارا کا کا کے علاقے میں، میری ہر تدبیر میرے لیے اور مشکلیں کھڑی کر دیتی۔

کئی دن، کئی بے کیف دن بیت گئے۔ کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ میں نے اس طائفے سے بھی منہ موڑ لیا جو میری آسودگی جاں کے لیے جارا کا کا نے بھیجا تھا، ہاتھ پیر کٹ گئے تھے۔ میرے پر قینچ کر دیئے گئے تھے۔ اب میرا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ میں جارا کا کا کے طلسمی نوادر دیکھا کروں اور کسی ایسی جگہ جا پہنچوں، جہاں جارا کا کا کی ساحری کا تمام خزانہ چھپا ہو۔ پھر میں اسے آگ لگا دوں۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ یہ کیسی عجیب خوش فہمی تھی۔ آدمی مصیبتوں میں کیا کیا خوش خیالیاں کرتا ہے، چند روز کی تگ و دو کے بعد میں ایک ایسے ایوان میں جا پہنچا جہاں طلسمی نوادر کا انبار تھا۔ شیشے کے ایک جار پر بطورِ خاص میری نظر ٹک گئی۔ اس میں خون بھرا ہوا تھا۔ میں اسے غور سے دیکھتا اور اس کی ساحرانہ صفات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے انگرو ما میں گورمے کے سکھائے ہوئے ایک مشکل عمل کا اعادہ کیا جو اس نے ہربیکا کی سمت کا تعین کرنے کے لیے کیا تھا۔ میں نے کئی چراغ روشن

کیے اور دیواروں پر لٹکی ہوئی کھوپڑیاں جلانی شروع کیں۔ ایوان میں یکایک درندوں کی خوف ناک آوازیں گونجنے لگیں، میں نے یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جب تک تمام کھوپڑیاں راکھ کا ڈھیر نہ بن گئیں، یہ راکھ میں نے خون میں ملا دی اور خون اچھی طرح ہلا کے جار منہ سے لگالیا۔ چند گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد، میں نے اپنی نس کاٹ کر اپنا خون بھی اس خون میں شامل کیا اور اسے جاراکا کا نعرہ لگا کے ایک سمت بہادیا۔ خون تیزی سے ایک طرف بہنے لگا۔ میں اس لکیر کا تعاقب کرتا ہوا جنوبی حصے تک پہنچ گیا۔ جیسے جیسے خون آگے بڑھتا جاتا تھا، میری حالت متغیر ہوتی جاتی تھی۔ جسم میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ خون کی لکیر تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور میرے ہاتھ پاؤں پھولے جاتے تھے۔ جہاں جہاں سے یہ لکیر گزرتی تھی، وہاں کی زمین سیاہ ہوجاتی تھی۔ شاید اسے خبر ہوگئی، اچانک جیسے کسی نے خون کی لکیر تیزے سے قطع کردی۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا اور اچھل پڑا۔ میرے سامنے ایک دیو قامت، دیو ہیکل شخص کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر شاہانہ جلال ہاتھ لانبے اور بال دراز تھے۔ میں اسے دیکھ کے دم بخود رہ گیا۔ چند ثانیوں کے لیے تو میرے اوسان معطل ہوگئے۔ ''مقدس جاراکا کا!'' میں نے بھرائی آواز میں کہا۔ ''یہ میں ہوں۔ تیری طرح کا ایک شخص۔ تجھے میری ضرورت ہے، میں تجھ سے ہر قسم کا وعدہ کرنے کو تیار ہوں۔'' نہ جانے کس طرح یہ لفظ میری زبان سے ادا ہوئے۔ ان میں کوئی ترتیب، فصاحت اور دل کشی نہیں تھی۔ جیسے کسی بچے نے اپنی توتلی زبان میں انہیں ادا کیا ہو۔ ''میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے گھبرا کے کہا۔ ''بس مجھے اپنے قریب کرلے۔''

اس کی آنکھوں کی سرخی اور گہری ہوگئی۔ اس کا کیا دبدبہ تھا۔ میں نظریں نہیں ملا سکا۔ میرے شخصی غرور کا شیشہ پہلے ہی ان مصائب نے چکنا چور کردیا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کے رہے سہے حواس بھی خطا ہونے لگے، پھر مصلحت بھی یہی تھی کہ میں خود کو اس کے روبرو ایک کمزور اور کم تر شخص کی حیثیت سے پیش کروں، کسی طور اس کی کدورت مٹاؤں۔ اس نے خشونت آمیز بے پروائی سے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ پھر مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں میرے سینے میں اتر گئیں۔ میں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ جیسے اس نے میری چوری پکڑلی ہو۔ دوسرے لمحے وہ مجھے تڑپتا، بلکتا اور زمین سے سر پھوڑتا چھوڑ کے کہیں خلاؤں میں گم ہوگیا، وہ یقیناً مجھے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ شاید میری گستاخ آنکھیں پھوڑنے، شاید میرے چہرے پر آبلے ڈالنے، مجھے مفلوج کرنے کی خواہش رکھتا تھا لیکن وہ کسی مصلحت کے پیش نظر محتاط رہا۔ مجھے اس کی مصلحت کا کسی قدر اندازہ تھا۔ اپنے یرغمال کو کوئی گزند پہنچا کے اسے دیوی سے محروم ہونے کا خدشہ تھا۔ وہ اپنی قامت، وجاہت، رعب اور جلال کی ایک جھلک دکھا کے جیسی شان سے آیا، اسی تمکنت سے رخصت ہوگیا۔

اور میں دیواروں، عمارتوں میں کسی دیوانے کی طرح مارا مارا پھرتا رہا میری تمام فضیلتیں دھری رہ گئیں اور صبر وضبط، اداسی اور ویرانی کی ساعتیں مجھے اندر سے کھوکھلا کرتی رہیں۔ میں بار بار اپنے راستے کی طرف جاتا اور ناکام ہو کے واپس آجاتا۔ مجھے دیوی کے آنے کی امید تھی اور میں دیوی کے نہ آنے کی آرزوئیں کرتا تھا، کبھی نفرت میں حملہ کرنے کے لیے اٹھتا، غیظ وغضب میں چیختا اور اپنے بال نوچ کے، اپنے منہ پر طمانچے مار کے خاموش ہوجاتا۔ یہ دیوانگی اتنی بڑھی کہ میں ایک ویران گوشے میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگیا اور میں نے ہر طرح اپنے آپ سے رشتہ منقطع کرلیا۔

اگر سرنگا کی دیوی جاراکاکا کے اس مخصوص طلسمی علاقے میں آنے کی جرأت نہ کرتی تو میں یوں ہی اینڈتا اور سرڈالے پڑا رہتا۔ مجھے اس کی آمد کی اطلاع اس وقت ہوئی جب حسب معمول یہاں ہر طرف ایک شور گونجا اور زمین سے آگ ابلنے لگی اور آسمان کی چھت پر چنگاریاں اڑتی نظر آئیں۔ یہ دیوی کی آمد کا غلغلہ تھا۔ جاراکاکا ہی اس تپاک سے اس کا خیر مقدم کر سکتا تھا۔ میرے تن مردہ میں کسی نے بجلی بھر دی۔ یہ ہوش ربا منظر دیکھنے کے لیے میں اپنی کمین گاہ سے جھپٹ کر باہر نکلا۔ جاراکاکا کے پورے علاقے میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا لیکن ابھی ایک ساعت گزری تھی کہ پھر یہی فشار برپا ہوا، زمین سے آسمان کی طرف چنگاریاں لپکیں، روحوں نے گرجتے بادلوں کی طرح اڑنا شروع کر دیا اور وقفوں کے بعد بار بار اسی طرح کا قیامت خیز شور اٹھتا رہا۔ میں نے سرنگا کی دیوی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ اسے یہاں آنے سے باز رکھ سکوں لیکن میری ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ اس دن دیوی نے جاراکاکا کو کئی بار پریشان کیا۔ ہر بار مستعد روحیں سارے علاقے میں پھیل گئیں۔ ہر بار گہری خاموشی چھا گئی۔ ابھی تک دیوی کی جانب سے مجھے کوئی اشارہ نہیں ملا تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی کی طرح یہ خوں ریز طلسمی مناظر دیکھتا رہا۔ میری ذرا سی لغزش دیوی کے لیے مشکلیں پیدا کر سکتی تھی۔ دونوں شکستوں سے دوچار تھے۔ دیوی مجھے نجات دلانے میں اور جاراکاکا اس پر قبضہ جمانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ دیوی کے بار بار آنے کا مقصد یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ جاراکاکا کو پریشان کر کے کسی رعایت کی امید کرتی ہو۔ مسلسل ناکامی کے بعد جاراکاکا اپنے جادوئی حربوں میں یقیناً ترمیم کر سکتا تھا۔ میرے حواس خبط ہو گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں یہاں ان بلاؤں کے درمیان دیوی کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟

دوسرے دن بھی یہی آنکھ مچولی جاری رہی، اس بار دیوی نے اپنی سمت تبدیل کر دی۔ نتیجتاً روحوں کی یلغار بھی اس سمت ہو گئی۔ جدھر دیوی موجود تھی۔ میں بھی ان روحوں میں شامل ہو گیا اور میں نے نیچے سے آواز لگائی ”سرنگا کی محترم دیوی! یہ مذاق بند کر دے اور جاراکاکا کے لیے التفات پر آمادہ ہو جا۔ جاراکاکا تیرا دوست ہے۔ میں بھی اس کا حامی ہوں، آ نیچے آ جا۔ یہاں تیرا شایان شان خیر مقدم کیا جائے گا۔ میں تجھے ایک بہترین سلوک کا یقین دلاتا ہوں۔“

میری آواز پر روحوں کی چیخ و پکار اچانک بند ہو گئی۔ غالباً جاراکاکا کی بھی یہی خواہش تھی کہ میں دیوی سے اس طرز کا کوئی خطاب کروں۔ جواب دینے کے بجائے دیوی ایک سمت مڑ گئی۔ میں نے بھی روحوں کے جلو میں بھاگتے ہوئے اس کا تعاقب کیا۔ میں جب بھی اس سے خطاب کرتا، روحیں خاموش ہو جاتیں۔ جاراکاکا نے اپنے طلسمی عملیات میں بھی کمی کر دی تھی۔ یہ ایک خوش گوار علامت تھی کہ وہ دیو قامت ساحر دیوی سے مفاہمت پر آمادہ نظر آتا ہے۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ سرنگا کی باتوں میں کتنا وزن تھا۔ وہ دیوی کو کیوں عزیز رکھتا تھا۔ اس نے غار میں مقید ہو کے ایک طویل ریاضت کیوں کی۔ میں نے سرنگا کی دیوی کے سلسلے میں بڑے ناروا کلمات ادا کیے تھے۔ ممنونیت سے میری نظریں اس طرف اٹھ گئیں جدھر اس کے موجود ہونے کا گمان تھا۔ دیوی اب وقفے وقفے سے یکسر معدوم و مفقود ہونے کے بجائے ادھر ادھر تھرک رہی تھی لیکن اس کی سمت واضح طور پر ایک ہی تھی۔ میں اسے جاراکاکا کی عظمت کا احساس دلاتا اور مفاہمت کے لیے فریاد کرتا جاتا تھا، وہ ایک آن کے لیے ٹھہرتی اور دوسری آن اگلی عمارت پر نظر آتی۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ بے تاب مجمع دیوانگی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں بھی انہی لوگوں کے درمیان

http://kitaabghar.com

تھا۔ پھر اچانک وہ ایک اونچی عمارت کے فلک بوس گنبد پر اتر گئی۔ وہ ایک طرف ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ جیسے ہی مجسم شکل میں وہاں نمودار ہوئی، گنبد کے قریب تیز آگ بھڑک اٹھی، روحیں وہاں سے بلبلاتی ہوئی بھاگیں۔ میں اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ دیوی نے اپنی سمت پھر بدل دی تھی، چنانچہ روحوں کا ہجوم پھر اس کی طرف بھاگنے لگا لیکن میں ہجوم کے ساتھ جانے کے بجائے اس جانب تیزی سے دوڑنے لگا جہاں دیوی نے اشارہ کیا تھا۔ جاراکاکا کے علاقے میں بڑی بے ترتیبی پائی جاتی تھی، کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ دیوی تماشا دکھا رہی تھی۔ انگروما کے سحر خانے سے مجھے بھی وہی نکال کے لائی تھی۔ وہ وہاں میری ڈھال بن گئی تھی۔ یہاں جاراکاکا مقابل میں تھا، سو وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہی تھی۔ اس کے پیش نظر ایک ہی بات تھی کہ وہ کسی طور مجھے اس طلسمی پنجرے سے باہر نکال لے اور اس عرصے میں جاراکاکا کو اپنی ہی جانب مائل رکھے اور اسے چند لمحوں کے لیے مجھ سے بے نیاز کر دے، اس نے بار بار سمتیں بدل کے جاراکاکا کے لیے متذبذب صورت پیدا کر دی تھی۔

میرا دوسرا قدم جالموش کی خانقاہ کے اندر تھا۔ مجھے دیوانوں کی حالت میں دیکھ کے شوطار، اشمار، نرماز، ایشام، قارنیل، اسٹالا اور سمورال سکتے میں رہ گئے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑا اور فی الفور توری جانے کا ارادہ کیا۔ جالموش کی مسند حاصل کرنے کے بعد فاصلے میرے ارادوں کے تابع ہو گئے تھے۔ چند لمحوں بعد میں جزیرہ توری کے ساحل پر موجود تھا جیسے درمیان میں کوئی سمندر نہ ہو۔ میں اندھیرے کی اوٹ سے نکلا۔ جب دوسری طرف آیا تو وہ جزیرہ توری تھا۔ ساحل پر حسب توقع سرنگا سمندر کی جانب منہ کیے بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ میری آہٹ پا کے اس کی آنکھیں مسرت سے جگمگانے لگیں اور وہ بے اختیار میرے گلے لگ گیا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔

اس نے گریز نہیں کیا، میں اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ ہم دونوں اس غار میں آ گئے جہاں سرنگا بیٹھ کے ریاض کرتا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے غار محصور کر دیا۔ یہ جاراکاکا کا مخصوص علاقہ نہیں تھا جہاں اس کے سحر کو برتری حاصل تھی۔ ہر طرف سے مطمئن ہو کے میں نے وفور جذبات میں سرنگا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''میرے محترم سرنگا! میرے محسن سرنگا! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں......''

سرنگا نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔ ''آہ جابر! کیا تم یہی کہنے آئے ہو؟'' وہ ناراضی سے بولا۔

''مجھے کہنے دو۔'' میں نے اس کے دونوں ہاتھ سینے سے لگا لیے،

''اس سے زیادہ اہم باتیں بھی تمہارے پاس موجود ہیں، مجھے بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟''

میں نے کسی تکلف کے بغیر اسے شروع سے آخر تک سب کچھ بتا دیا، جو کچھ میں نے قیاس کیا اور جو کچھ میں نے جاراکاکا کے علاقے میں ریاضت کے دوران میں اپنی چشم باطن سے دیکھا، میں نے وہ ڈوری سرنگا کے ہاتھ میں تھما دی جو صدیوں تک پھیلی ہوئی تھی اور جس کا سرا میں نے اپنی دانست میں پکڑ لیا تھا۔ سرنگا کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ تادیر گم رہا اور غار کی دیواریں گھورنے لگا۔

''جابر بن یوسف! میرے لائق بچے!'' اس کی آواز کانپنے لگی۔ ''تو نے ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب سب کچھ اس پر منحصر ہے کہ ہم آئندہ دنوں میں کیسے حسن تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہیں؟''

''تم سچ کہتے ہو۔ میرا فرار جاراکاکا نے نہایت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا ہوگا۔ وہ اشتعال میں آ سکتا ہے۔''

''ہونہہ۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ''ممکن ہے، وہ ایسا نہ کرے، وہ ایک زیرک، متحمل مزاج اور قومی شخص ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں، اب ہم پہلے سے زیادہ خطروں میں گھر گئے ہیں اور تصادم کچھ واضح ہوتا جا رہا ہے۔''

''ہمارے پاس اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ ہم اسے اپنی وفاداری اور کم تری کا یقین دلاتے رہیں۔''

''اپنی برتری کا کیوں نہیں؟'' میں نے جوش میں کہا۔

اس کا بھاری سر ہلنے لگا۔ ''مجھے سوچنے دو۔''

''وہ تا بکے ہم پر یقین کرے گا سرنگا؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

سرنگا گہری فکر میں ڈوب گیا۔ میں نے بھی اسے نہیں چھیڑا کیونکہ مجھے اس کی فکر صائب ہونے کا اعتماد ہو چکا تھا۔ ہمارے لیے یہ آزاد لمحے بڑے سنگین نازک اور وحشت ناک تھے، دیوی کے حصول میں ناکامی کے بعد جارا کاکا کا مشتعل ہو جانا قرین امکان تھا۔

''سرنگا!'' میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''طویل مدت کاری ہو سکتی ہے اور ہم ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تھک بھی چکے ہیں۔ مجھے بتاؤ، کیا تم اپنی عظیم دیوی میرے حوالے کر سکتے ہو؟''

وہ چونک پڑا اور میری صورت دیکھنے لگا۔ ''وہ تیرے پاس رہتی ہے، میں سمجھ رہا ہوں، تو کیا کہنا چاہتا ہے۔''

''تو پھر میں جا رہا ہوں۔ میں اسے ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا پر پھر سکوت کا دورہ پڑ گیا۔ وہ تذبذب میں تھا اور کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر نظر آ رہا تھا۔ ''تم اس ساحلی چٹان پر چلے جاؤ جہاں ریما جن سے مقابلہ کرتے وقت میں آرام کر رہا تھا اور تم میرے قریب بیٹھے تھے۔''

ہم دونوں نے اشاروں کنایوں میں ہر اندیشے پر غور کیا۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میں سرنگا کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی دلیلوں سے اسے قائل کر لیا اور غار سے باہر نکل آیا۔ باہر آ کے ہم نے جارا کاکا کی حمایت میں اپنے سینوں سے آوازیں نکالیں، جب میں اس سے جدا ہو رہا تھا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے شفقت سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

☆==========☆==========☆

شیطان صاحب

عمران سیریز اور جاسوسی دنیا جیسے بہترین جاسوسی اور سراغرسانی سلسلے کے خالق اور عظیم اُردو مصنف ابنِ صفی کے شریر قلم کی کاٹ دار تحریروں کا انتخاب۔ طنزیہ اور مزاحیہ مضامین پر مشتمل یہ انتخاب یقیناً آپ کو پسند آئے گا۔ شیطان صاحب کو کتاب گھر پر **طنز و مزاح** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

میرا رخ اقابلا کے قصر کی طرف تھا۔ اقابلا۔ اقابلا۔ اقابلا حسن کا شجر، زمین کا چاند، نور کا بدن، راگوں کی تجسیم، لالہ رخساراں، بت طناز، زہرہ جمال، شاہ شمشاد قداں، خسرو شیریں دہناں، سیمن بر، زریں کمر، کج کلاہ، مژگان دراز، آہو چشم، میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں کہا۔ تاریک براعظم میں اس کے التفات سے بڑی مہم میرے لیے کوئی نہیں تھی۔ اب اس مہم کا سب سے نازک مرحلہ آ گیا تھا، میں ایک بار پھر کشاں کشاں اس کے قصر کی طرف جا رہا تھا۔ اس بار دل کا عجب عالم تھا، دل اپنی جگہ نہیں تھا بلکہ آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔ رفتار بے توازن تھی۔ جسم دہک رہا تھا۔ سوچا پہلے اوسان درست کرلوں، میں نے قصر کے بڑے دروازے پر دستک بھی نہیں دی، اسے عبور کر کے سیدھا اس کی ماہ وش کنیزوں کے حلقوں میں جا پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کے متبسم ہوئیں۔ کون یہاں جالوش کے جانشین جابر بن یوسف کے راستے میں مزاحم ہو سکتا تھا؟ وہ ایک جانب سکڑتی اور مجھے راستہ دیتی گئیں۔ میں جھلملاتی روشنیوں، رنگ برنگے بادلوں، منقش ستونوں، نغمہ ریز ایوانوں سے گزرتا ہوا اس کی خلوت خاص میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ میرا قیاس تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے کسی تاخیر کے بغیر عبادت گاہ کا رخ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے عبادت گاہ ہی کو اپنی مستقل جولاں گاہ بنالیا ہو۔ جاراکا کے مجسمے پر نظر پڑتے ہی میں نے عقیدت و احترام کی رسمیں ادا کیں۔ ''مقدس جاراکا!'' میں نے اپنی آواز بلند کی تو وہ اپنے خواب سے بیدار ہوئی۔ ''میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔'' میں نے طنطنے سے کہا۔

وہ میری اچانک آمد سے کچھ گھبرا سی گئی۔ جسم پر پھولوں کی جو چادر اس نے پہن رکھی تھی، اس میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ میں نے مشتاق نگاہوں سے اسے جواب دیا۔ ''اقابلا، مقدس اقابلا! آ میری بات سن، اب کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ ریما جن کا سر تیری خدمت میں پہنچ چکا ہے اور میں تیرے اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے آیا ہوں۔''

وہ کسی شاخ کی طرح لہرائی اور اس نے جاراکا کے مجسمے کی طرف نظر کی۔ پھر اس نے میری حسرت آمیز نگاہیں دیکھیں اور چھلکتی ہوئی اپنی جگہ سے حرکت کی۔ میں وہیں ٹھہر گیا تاکہ وہ سکون سے اپنی مسند پر جلوہ نشیں ہو جائے اور اس کے ہاں میرے سلسلے میں ایک آمادگی پیدا ہو جائے۔ وہ آہستہ خرامی کے ساتھ عبادت گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اس کی جگہ لے لی، یہاں اس کے بدن کی خوش بو پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ پر نشہ طاری ہونے لگا اور میں نے سرشاری سے جاراکا کو مخاطب کیا۔ ''میں تجھ سے اپنی رفاقت کے اظہار کے طور پر اور تیری قربت کے لیے اور تیرا جانشین بننے کے لیے اپنے تمام ہتھیار تیرے سامنے رکھ دوں گا لیکن ایک بار مجھے اسے خوب جی بھر کے دیکھ لینے دے۔'' یہ کہہ کر میں نے مجسمے کے ہاتھ چومے اور بے تابانہ عبادت گاہ سے نکل آیا۔ کوئی اس شخص سے پوچھے جو ایک مدت بعد اپنے مقصود سے ہم کنار ہونے جا رہا ہو، جسے چند قدم چلنے کے بعد وصال کا یقین ہو، جس کا انتظار بس لمحوں کا رہ گیا ہو، ایسے عالم میں دل اچھلنے لگتا ہے، چیونٹیاں سی رینگنے لگتی ہیں، برقی لہریں جسم سنسنا دیتی ہیں۔ آج تو کیفیت ہی تمام دنوں سے مختلف تھی۔ پہلے مرحلے پر اس کی طرف سے تائیدی اشارے ملے تھے۔ اگر وہ چاہتی تو عبادت گاہ میں محصور رہتی اور میں چیختا چلاتا رہ جاتا مگر اس کا بدن ازل کا پیاسا تھا اور میری آنکھوں میں شوق کا ایک سمندر موج زن تھا۔

خلوت میں وہ اپنی سابق نشست کے بجائے ایک سفید چوکی پر بیٹھی نظر آئی۔ اس کے زرنگار چہرے پر غیر معمولی حزن اور سوگواری تھی۔ میں نے وہ ایوان وصال اپنے طلسم سے محصور نہیں کیا۔ اس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میرے رگ و پے میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ آج وہ کچھ زیادہ

اداس تھی، کچھ دل گرفتہ، دل شکستہ سی۔ مجھے اس سے کچھ کہنے کے لیے اپنے آپ کو سمیٹنے میں مشکل پیش آئی۔ میں اس کا جمال سرتاپا دیکھتا رہا۔ اتنے غور اور انہماک سے کہ وہ قرار سے نہ بیٹھ سکی، پہلو بدلنے لگی۔ تر و تازہ، معطر، شاداب، گلاب کی ادھ کھلی کلی، نازک سی، میں اس کی تصویر قلب میں اتار رہا تھا، بس زندگی کا حاصل یہی ہے کہ وہ اسی طرح بیٹھی رہے اور میں اسی طرح اس کے گلستان کا نظارہ کرتا رہوں۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔

''میں پھر آ گیا ہوں۔'' میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''مجھ سے تیرا فراق برداشت نہیں ہوتا۔''

وہ کسمسانے لگی۔ میں نے اپنے سینے سے نکلتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اب تو چاہے فیصلہ کر دے۔ میری زبان کاٹ دے یا آنکھیں معدوم کر دے۔ میں اپنے اصرار سے باز نہیں آؤں گا کیونکہ میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ یقین کر کوئی نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ تیرے لیے اس کی طلب مجھ سے زیادہ شدید ہے۔ میں نہ کوئی ساحر ہوں، نہ کوئی مقتدر شخص۔ مجھے ان سے علیحدہ اور بالا سمجھ، بس مجھے تیرا اقتدار مطلوب ہے، تیری مسند، تیرا جلوہ، تیرا وصال۔ تو میری مجبوری ہے۔ میں نے جو کچھ کیا، تیرے لیے کیا۔ بتا، اب تجھے کیا گریز ہے؟'' میرے لہجے میں شدید کرب تھا۔ ''میرے صدق میں اب کون سی آلودگی رہ گئی ہے؟''

وہ مچلنے لگی، اس نے شدت سے اپنی گردن جھٹکی اور میرا سلگتا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔ میرا جی چاہا کہ آگے بڑھ کے اسے دبوچ لوں۔ اس سے پہلے میں نے اس کے سامنے اپنی بے قراریوں کا حال بیان کرنے میں اظہار کی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ کوتاہی کیا، مجھے خوف رہتا تھا کہ کہیں یہ منظر بدل نہ جائے اور وقت نہ ملے، وہ برہم نہ ہو جائے اور میں اپنا احوال کہنے سے رہ جاؤں سو میں دیوانے پن سے عجلت میں نہ جانے کس کس طرح اسے اپنے جذبے منتقل کرتا تھا لیکن آج دل و دماغ کا موسم بدلا ہوا تھا، مجھے اس کی محرومیوں کا عرفان اور اس کے امتناع کا سبب معلوم ہو گیا تھا۔ آج میرے پاس وقت ہی وقت تھا۔ مجھے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو جگانا تھا۔ اگر میں اپنی آگ پر قابو پانے کا جبر نہ کرتا، جیسا کہ میں نے پہلے کیا تھا، گو اس کے ہاں مزید امتناع ہونے اور اس کے شعوری ہونے کا احتمال تھا۔ اس کے دل پر زنگ لگ گیا تھا۔ یہ زنگ مجھے صاف کرنا تھا، میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اس کا لوہا تپانے، اس کا پتھر توڑنے، اس کی برف پگھلانے، اس کے اعصاب جھنجوڑنے اور اس کا خوابیدہ بدن بیدار کرنے کے لئے ایک مشکل عمل سے گزرنا پڑے گا۔ چاہے اس مہم کی تسخیر میں کتنے ہی دن، کتنی ہی صدیاں کیوں نہ صرف ہو جائیں، تاریک براعظم میں میری پہلی اور آخری منزل وہی تھی۔ اس نے گزشتہ مرتبہ بڑی مبہم باتیں کی تھیں۔ کہا تھا کہ مجھے کسی ویرانے میں بیٹھ کے گرد و پیش کے متعلق غور کرنا چاہیے کیونکہ ابھی مطلع پوری طرح صاف نہیں ہوا ہے۔ باغی ریماجن کا سر قلم کر کے میں نے ایک دیوار کاٹ دی تھی اور دیوی؟ سرنگا کی عظیم دیوی جو جاراکا کو بہت پسند تھی۔ اب میں اس کے بارے میں اسے نوید سنانے آیا تھا اس کے سوا مجھ سوختہ جاں کے پاس کوئی راہ نہیں تھی۔ جاراکا کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں اقابلا کے قصر میں موجود ہوں۔ اس کا بت بھی میری نظروں میں کھبا ہوا تھا۔ آگے ایک طوفان امڈ رہا تھا، میرا دل ڈوب رہا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تو نے سچ کہا تھا، پہلے میں ایک بہت بڑا جاہل تھا، کچھ نہیں جانتا تھا۔''

اس نے اپنی گردن کو جنبش دی تو اس کی عنبریں زلفیں بے ترتیب ہو گئیں۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا وہاں اس کی سانسوں کی فرحت بخش ہوا چل رہی تھی۔ میں نے وہ معطر اور تازہ ہوا اپنے سینے میں بھر لی۔ ''میں تیری زبانی اپنے بارے میں کچھ سننے کا منتظر ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی آواز کی موسیقی خلوت میں بکھر گئی اور وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''کہہ دے، جو کہنا چاہتی ہے، کہہ دے۔'' میں نے اضطراب سے کہا۔ ''کیا اب بھی تو یوں ہی خاموش رہے گی؟ مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشے گی؟''

''اوہ۔'' اس نے کرب سے اپنی گردن نیچی کر لی۔ اس کا چہرہ چھپ گیا۔

میں فرش پر اس کے مرمریں پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے ان پر اپنی پلکیں بچھا دیں، میرے آنسوؤں سے وہ گیلے ہو گئے۔ میں اپنے ہی آنسو چاٹتا رہا۔ نمکین، بے مزہ آنسو۔ میں اپنا ہی درد پیتا رہا۔ ''کب تک؟ زمانے بیت گئے۔ آخر کب تک تو اپنے آپ پر ستم کرتی رہے گی؟ ایک بار جرأت کر لے۔ یہ سلطنت، یہ اقتدار، یہ قصر، یہ شبستان، یہ خوب صورت کنیزیں، یہ بادل۔ آ میں تجھے ایک اور جنت کی سیر کراؤں۔''

''جابر بن یوسف!'' اس نے مضطرب ہو کے میرے بالوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''ہاں۔ میری جان! میں سچ کہتا ہوں۔'' میں نے اس کے نازک ہاتھ تھام کے کہا۔ ''میرے پاس تیرے لیے بہت کچھ ہے، وہ گداز جو تجھے درکار ہے، وہ آتش جس کی تجھے ضرورت ہے۔''

وہ کچھ نہیں بولی، میں بھی خاموش ہو گیا۔ دیر تک ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں نے آج اس کے بدن کے پھول بھی وحشت سے نہیں نوچے۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے گالوں پر رکھ لیے اور میرے پاس جتنا درد تھا، وہ میں نے خرچ کر دیا۔ میرے پاس جتنے آنسو تھے، وہ میں نے بہا دیئے، میرے پاس جتنے لفظ تھے وہ میں نے ادا کر دیئے۔ میں اسے اپنی روداد سناتا اور تکرار کرتا رہا۔ کہاں کہاں میں نے اسے یاد کیا؟ اس کے لیے کیسے معرکے سر کیے' میں نے اپنی جلتی راتوں اور دنوں کی سرگزشت سنائی حالانکہ میں پہلے بھی اسے سنا چکا تھا۔ میں نے اپنے اظہار کی تجدید کی کہ وہی میری زندگی کا مال ہے مجھے اس کے بعد زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ میرا بیان توجہ سے سنتی رہی اور اس کی آنکھوں سے شرارے اٹھنے لگے۔ ''بس بس۔'' پہلی بار اپنے نام کے سوا اس کی زبان سے میں نے یہ لفظ سنے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کہ اس کے نطق نے زحمت کلام کی ہے، میرے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ میں اس کے پاس مسند پر بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ اسے آغوش میں لینے کے لیے مچلنے لگے لیکن میں نے انہیں اپنے شعور کی زنجیر پہنا دی۔

''جاناں!'' میری مرتعش آواز ابھری۔ ''میں تو ختم ہو جاؤں گا۔ میں تو تیری آگ میں جل جاؤں گا، یہی کہنے کے لیے آیا ہوں۔ میرے بعد تو مجھے یاد رکھے گی اور صدیاں بیت جائیں گی۔ تیرا پارہ شباب اسی طرح تڑپتا رہے گا، تو مجھے بہت یاد رکھے گی۔''

''جابر بن یوسف!'' اس کے ہاتھوں میں سختی آ گئی۔ اس نے میرا چہرہ بے قراری سے تھام لیا۔

''میں کچھ نہیں چاہتا، مجھے صرف تیری نگاہ کا گداز چاہیے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا شباب کتنی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے اور تیرا فیصلہ نہیں ہے مجھے سب معلوم ہے۔ میں نے تجھ سے کہا تھا، تو مجھے اپنے غلاموں میں شمار کر لے، میں نے کہا تھا، تو مجھے اس مسند میں تبدیل کر دے جس پر تو فروکش ہوتی ہے، تو مجھے ایک پھول کی شکل دے دے جو تو اپنے آپ پر سجاتی ہے، تو مجھے ساغر بنا دے جو کہ تو اپنے ہونٹوں سے لگاتی ہے۔ تو مجھے وہ

ساز بنا دے جسے تو اپنی تنہائیاں کاٹنے کے لئے بجاتی ہے۔ میں تو تیری ایک آزاد نگاہ کا جویا ہوں جو صرف میرے لیے ہو اور اس کے لیے میں نے تیری ہر آزمائش کی تکمیل کی ہے۔ مجھے یہ یقین دے دے کہ میری طلب بے اثر نہیں ہے۔"

"تیری طلب بے اثر نہیں۔" اس نے لرزتی آواز میں تکرار کی۔ "تیری طلب بے اثر نہیں۔"

"ہے۔ مجھے معلوم ہے، ہے۔" میں نے بے چینی سے کہا۔ "میرے بیان میں کوئی خامی ہے، میری طلب تیری مصلحتوں سے زیادہ شدید نہیں ہے تو ایک شہزادی ہے، اس سلطنت کی سربراہ، تو ایک ساحرہ ہے، تیرا حسن ایک اعجاز ہے، تو دنیا کا سب سے نادر عجوبہ ہے مگر تجھے خود پر اختیار نہیں ہے، تیرے حسن کی شراب یوں ہی اپنے شیشے میں بند رہے گی۔ تو اپنے ہی لطف سے نا آشنا ہے، تو اپنی ہی جان کے لیے عذاب ہے۔ تیرا اقتدار، تیری غلامی ہے، تیرا حسن تیری تنہائی ہے۔ تو ایک خوب صورت متحرک پتھر کا مجسمہ ہے۔ بتا، کب تک تو اپنے آپ سے دور رہے گی؟ خوف زدہ، بے قرار؟"

اس نے میرے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ دیں۔ اس کے ہاں پہلے سے کہیں زیادہ حلاوت نظر آ رہی تھی، بظاہر اس ایوان میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا لیکن ظاہر ہے، ہم دونوں کی آوازیں نادیدہ سماعتوں تک پہنچ رہی تھیں۔ میرے لیے یہ مشکل تھا کہ میں اپنے بیان کا ایسا بلیغ اظہار کروں جو ایک طرف اقابلا کے سینے میں شگاف پیدا کر دے، دوسری طرف جارا کاکا کا قلب مضطرب آسودہ رکھے۔ اقابلا پہلے بھی میری جنوں کاریوں میں اپنا شعور کھو چکی تھی اور میری آواز کی خواب ناک فضا میں تحلیل ہو گئی تھی۔ اس کے ہاں زمانوں سے ایک سپردگی تھی، زمانوں سے ایک اکراہ تھا۔ میں اس کے اکراہ و امتناع پر غالب آ چکا تھا لیکن ایک مرتبہ جالوش نے آ کے اسے چونکا دیا، دوسری مرتبہ ریماجن نے توری پر یلغار کر دی تھی۔ اب بھی یہی امکان تھا۔ میں جارا کاکا کے علاقے سے اشتعال انگیز انداز میں فرار ہو گیا تھا اور سرنگا کی دیوی نے اسے ایک بار پھر شکست دے دی تھی۔ ادھر اقابلا کا انفعال برقرار رکھنا، ادھر جارا کاکا کو یقین دلانا کہ آنے والے لمحے دیوی کو اس کے قریب کر رہے ہیں، مکمل شعور اور حسن بیان کے نظم کا متقاضی تھا۔ مجھے احساس تھا کہ جارا کاکا میرے جذباتی رویے اور میرا سرکش مزاج ضرور پیش نظر رکھتا ہوگا۔ اسے یاد ہوگا کہ میں نے اقابلا کا مجسمہ نہایت فراخ دلی سے اس کی کنیز کے حوالے کر دیا تھا، میں اور کچھ بھی کر سکتا ہوں، میرے دعوے بہت جارحانہ اور اطوار سرکشانہ تھے، مجھے اعتماد تھا کہ وہ اقابلا کے سامنے میرے جذباتی بیانات آخری حد تک برداشت کرے گا، اس عرصے میں اگر جارا کاکا کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھا کے میں اقابلا کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی صدیوں کی دھند دور کرنے اور وہ آگ فروزاں رکھنے میں کامیاب ہو گیا جو میں دھیمے دھیمے اس کے نہاں خانے میں لگا رہا تھا تو فیصلے میرے حق میں ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کے لیے جو میری طرح کسی سے اس حد تک مغلوب و محصور ہوا اور اس کا مطلوب قریب ہی بیٹھا ہو اور انتظار بسیار کے بعد اس کا وصال نصیب ہو، وہ کہاں نظم و ضبط رکھ سکتا ہے۔ مجھے اس ہوش کا ستم بھی سہنا پڑا۔ عقل کا پاسبان اس خلوت میں بھی مجھے ٹوکتا رہا۔

میری وارفتگی شیفتگی ہلکی موسیقی کی طرح آہستہ آہستہ اس کے حواس و اعصاب پر چھاتی رہی۔

"اقابلا۔ میری صورت دیکھ اور میرا حوصلہ بیدار کر۔" میں نے اپنا سر اس کے بازو سے رگڑتے ہوئے کہا۔

''تو شکستوں کے درپے ہے۔'' وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

''ہونے دے۔ تیری روح کو قرار آ جائے گا۔ ہم سب برباد ہونے کے لئے ہیں، ایک لمحہ سکوں کئی قرنوں پر محیط ہوتا ہے۔''

''تو کیسی باتیں کرتا ہے؟''

''میں سچ کہتا ہوں اور تو سچ کی شناخت سے محروم ہوگئی ہے، تو نے اپنے آپ کو ایک بے مثال فریب دیا ہے۔''

''جا، مجھے تنہا چھوڑ دے۔'' اس نے وحشت سے کہا۔

''میں چلا جاؤں گا اور پھر تجھے کبھی اپنی صورت نہیں دکھاؤں گا۔ میں سمندر میں غرق ہو جاؤں گا۔'' میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔

''یہاں تمام فیصلے جاراکا کرتا ہے، ہر چیز اس کی امانت ہے، ہر ذرہ اس کا مفتوح ہے۔'' اس کی آواز دکھ سے بھری ہوئی تھی۔

''میں جانتا ہوں، عظیم جاراکا اس سرزمین کا مختار ہے۔ میں اس سے تجھے مانگ لوں گا لیکن اس سے پہلے میں تیرا یقین چاہتا ہوں۔ اسے خوش کرنے کے لیے میرے پاس ایک خوب صورت تحفہ ہے۔ مجھے یقین ہے، اس کے بعد وہ تیرے حسن کی سلطنت مجھے بخش دے گا۔''

''تیرے پاس کون سا تحفہ ہے؟'' اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''میرے پاس ایک پُراسرار ہندی عورت ہے جو اصل میں میرے بوڑھے دوست سرنگا کی ملکیت ہے۔ اس سرزمین میں ایسا کوئی طلسمی جوہر نہیں، جیسی وہ ہے، مجھے معلوم ہے، جاراکا اسے اپنے پاس رکھنے کا خواہش مند ہے۔ اس عورت نے تیرے لیے سر کیے جانے والے معرکوں میں میری بڑی مدد کی ہے۔ میرا بوڑھا دوست سرنگا ہمیشہ مجھ پر مہربان رہا ہے۔ یقیناً وہ میرے اصرار اور درخواست پر اپنی دیوی مجھے بخش دے گا اور میں تجھے اور تو جاراکا کو، اگر اس سرزمین سحر و اسرار کی نادیدہ طاقتیں اس کی موجودگی ایک رکاوٹ سمجھتی ہیں تو میں یہ رکاوٹ ہمیشہ کے لیے انہیں سونپ کر سارا فساد ختم کر دوں گا۔''

''اوہ، جابر بن یوسف!'' اس کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی، جیسے پھول کھل اٹھے ہوں، جیسے جل ترنگ بج اٹھے ہوں مگر دوسرے ہی لمحے وہ فکر میں ڈوب گئی اور اس کی آنکھوں میں چمک معدوم ہوگئی۔ ''اور اگر پھر بھی تجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو؟'' اس نے اداسی سے پوچھا۔

مجھے اس کے مفہوم کی تہہ تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ دیوی سپرد کرنے کے بعد بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ اس کا یہ اشارہ مجھ سے احساس رفاقت کا آئینہ دار تھا، وہ مجھے ایک اندیشے سے باخبر رکھنا چاہتی تھی چونکہ وہ کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی۔ گویا اس نے اپنا وتیرہ بدل لیا تھا۔ ''میں نے اس سرزمین میں پناہ حاصل کی ہے۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔ ''اور خود کو یہاں کا معیاری شخص بنانے اور تیرے قریب بیٹھنے کا اہل ثابت کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے، میں تیرے لیے جیتا ہوں، اس کی کرشمہ ساز ہندی عورت میں بڑی خوبیاں ہیں مگر تو نے گزشتہ ملاقات میں اس کے لیے اپنی دبی ہوئی خواہش کا اظہار کیا تھا، مجھے اپنے دوست سرنگا کو آمادہ کرنے میں دیر لگ گئی، اگر اس کا تعلق مجھ سے ہوتا تو میں اسے تیری خدمت میں پیش کرنے میں تاخیر نہ کرتا۔ میں تو تیری خوشنودی کے لئے جیتا ہوں، اس کے بعد کچھ بھی ہو، اس کی پروا کون کرتا ہے؟ میں نے کہا نا کہ میں تو تیرا اعتماد چاہتا ہوں۔''

تو میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟" اس کی لہجے میں سپردگی تھی۔

جس کے لیے میں نے بہت سوچا تھا، بہت خواب دیکھے تھے، وہ نازک بدن مجھ سے اس قدر قریب تھی اور اپنے شیریں لبوں کو میرے لیے زحمت دے رہی تھی۔ اس کا سوال بے شمار معنی رکھتا تھا، میں نے جانا کہ وہ آج مجھ پر مائل بہ کرم ہے۔ "میں تو یہ جانتا ہوں۔" میں نے لڑکھڑاتی آواز میں جواب دیا۔ "کہ تو دنیا کی سب سے خوب صورت عمارت ہے، میں تیرے محل کے غلاموں کی جگہ چاہتا ہوں۔ میں نے اب تک تجھے جاننے اور خود کو شناخت کرانے کے لیے یہ سفر طے کیا ہے، میں جاملوش بنا، طاقت میں یہاں کا سب سے اعلیٰ شخص قرار پایا، ساحری میں کمال پیدا کیا۔ جارا کا کا کے بعد، جو ایک دیوتا ہے، کون ہے جو مجھ سے زیادہ تجھے جانتا ہو؟"

"جابر بن یوسف!" وہ مچل کے بولی اور پھر خاموش ہوگئی۔

"بس ایک بار۔ ہاں ایک بار۔ ایک بار تو میرے لیے اپنا سینہ کشادہ کردے۔ میں تیری طویل صدیوں کی چند ساعتیں اپنے لیے وقف کرنا چاہتا ہوں، چند گھڑیوں کے لیے اپنے گداز کا اعزاز عطا کردے۔"

"آہ۔" وہ منتشر ہوگئی۔ "جابر بن یوسف! میں تو تیرے پاس موجود ہوں۔"

"تو میرے پاس کہاں ہے؟ تو تو اپنے پاس بھی نہیں ہے، تو اس حبس کی عادی ہوگئی ہے، یہ زنداں تجھے راس آگیا ہے۔ شاید میں تجھے قائل نہیں کر پاؤں گا۔" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

پھر میں نے اس سے کچھ نہیں کہا کیونکہ میری نگاہوں نے بولنا شروع کردیا۔ مجھے معلوم تھا، اس کے ہاں ایک شدید کشمکش ہو رہی ہے، میں نے اپنے آتشیں رویوں سے اسے اور انتشار سے دوچار کردیا وہ بکھرنے لگی، وہ گم صم بیٹھی رہی اور میری خاموشی سنتی رہی۔ وہ خاموشی جس کی زبان تمام دنیا میں سمجھی جاتی ہے، اس نوخیز کلی کا عالم وہی تھا جو کلی کا چٹکنے کے وقت ہوتا ہے۔ گلابی رنگ سرخ ہوگیا تھا۔

میں نے کسی عجلت اور وحشت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ بے قرار ہونے لگی، کبھی اس پہلو، کبھی اس پہلو، آنکھوں میں ڈورے سے پڑ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا سارا بدن شراب میں ڈوب گیا ہو۔ جب اس کی آنکھوں میں شبنم نظر آنے لگی اور مجھے یقین ہوگیا کہ میں اس کی انگلی پکڑ کے کہیں دور لے جاسکتا ہوں تو میں نے مسند سے اتر کے اعتماد سے ہاتھ بڑھادیا، اس نے مجھے مایوس نہیں کیا، ایک شان دل ربائی سے میری پذیرائی کی اور اپنا مرمریں ہاتھ میرے سپرد کردیا، میں نے اسے ہولے سے کھینچ لیا کہ کہیں اسے ٹھیس نہ لگ جائے، اس کا آبگینہ نہ ٹوٹ جائے۔ وہ اٹھی تو جیسے ساری کائنات اٹھ گئی۔ میں اس کا ہاتھ تھامے تھامے ڈگمگاتے قدموں سے خلوت سے باہر آیا۔ "کہاں؟" اس نے نشیلی آواز میں پوچھا۔

"کہیں بھی۔ جہاں میں چاہوں۔" میں نے سرشاری سے کہا۔ "ذرا اس ایوان سے باہر نکل کے دیکھ اور تازہ ہوا اور روشنی میں چل کے دیکھ، انکار نہ کر، عرصے سے تیرے پہلو بہ پہلو سفر کرنے کی حسرت ہے۔ میں اپنے دوست سرنگا کو دکھاؤں گا اور اس سے کہوں گا، دیکھو، یہ ہے میری جدوجہد کا حاصل۔ وہ تجھے میرے ساتھ دیکھے گا تو حیرت زدہ رہ جائے گا۔ وہاں وہ پُراسرار عورت بھی ہے۔ جسے میں تیری خدمت میں پیش کروں گا۔ بس، اب انکار نہ کر۔"

وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں، میں نے اسے اور قریب کر لیا۔ وہ کچھ لرزنے سی لگی، پھر وہ کمال اشتیاق سے میرے ساتھ آگے قدم بڑھانے لگی، میں بتا نہیں سکتا کہ اس وقت میں کیا محسوس کر رہا تھا۔

میں اسے اس سحر زدہ، حبس زدہ قصر سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اقابلا میرے ساتھ تھی اور میں ہواؤں کے دوش پر سوار تھا، تاریک براعظم کی ملکہ، پھولوں کی ملکہ۔ خراماں خراماں' معطر معطر۔ چند لمحوں بعد ہم گھنے جنگل میں پہنچ گئے۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تیرے پیر زخمی ہو جائیں گے، آ میں تجھے اٹھالوں۔''

اس نے سرشاری سے منع کر دیا اور میرے بازوؤں سے چپک کے خاردار زمین میں بہکے ہوئے قدموں سے چلتی رہی۔ کون تھا جو ہمارے قریب آنے کی جرأت کرتا؟ کسی کی مجال تھی جو ہمارے راستے میں خزاں بکھیرتا؟ اس کا بدن ڈولنے لگا تھا اور تمکنت و وقار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، اس حالت میں وہ اور دل کش ہو گئی تھی۔ ہم چاہتے تو ساحری کے زور سے تاریک براعظم کے آخری کناروں تک لمحوں میں پہنچ جاتے لیکن میں نے دانستہ اسے کانٹوں پر چلنے پہ مجبور کیا، اس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ ہم دونوں یار شرابی تھے۔ اتنی پی تھی کہ چھلک گئے تھے، اتنے دنوں بعد پی تھی کہ ہوش ہی نہ رہا تھا۔

میں نے سوچا اب جارا کا جو بھی سزا تجویز کرے' نوکیلے ڈنکوں والے حشرات الارض کے انبار میں ڈال دے، کچھ بھی کرے، اب کسی بات کی پروا نہیں ہے۔

ہم دونوں جب ساحل پر پہنچے تو ایک دوسرے میں گم ہوئے جاتے تھے۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا، سرنگا اس چٹان کی اوٹ سے باہر آ رہا تھا، جہاں میں نے اور جالوش نے انگروما کے باغیوں کا مقابلہ کیا تھا، یہاں آ کے میری بے تابیاں بڑھ گئیں۔ سرنگا ہمیں دیکھ کے اپنی جگہ ٹھٹھر گیا۔ میں نے بلند آواز میں اقابلا سے کہا۔ ''یہ ہے میرا محسن، میرا ابوژحا دوست سرنگا۔ اسی کے پاس وہ طلسمی عورت ہے۔'' سرنگا احترام سے زمین بوس ہو گیا۔

''اے عظیم ملکہ، مقدس اقابلا! اس زمین پر جو کچھ ہے، وہ تیرا ہے، ہمیں بس تیری امان چاہیے۔'' سرنگا نے مودبانہ کہا۔

سرنگا کے قریب ایک لمحے کے لیے اس کی دیوی مجسم شکل میں نمودار ہوئی اور اقابلا کی طرف مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی اوجھل ہو گئی۔ اقابلا نے اسے تجسس اور اشتیاق سے دیکھا مگر دوسرے ہی ثانیے اس کے بدن میں لرزش ہونے لگی اور آنکھیں خوں بار ہو گئیں۔ اس نے وحشت سے اپنا ہاتھ ہلایا، میں نے دیکھا کے ہمارے چاروں طرف نادیدہ روحوں کا حصار تیزی سے تنگ ہو رہا ہے۔ وہ اقابلا کے اشارے پر دور ہو گیا۔ ''تو دیکھتا ہے؟'' اس نے مجھ سے سرگوشی میں کہا۔

میں اس کا مقصد سمجھ گیا، وہ مجھے دیوی کی فراخ دلانہ پیش کش کے بارے میں نظر ثانی کا کنایہ کر رہی تھی۔ ''میں دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے مستی میں کہا۔ ''لیکن تیرے ساتھ ایک رنگین ساعت کے صلے میں مجھے ہر سزا قبول ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میں اسے تیزی سے اس چٹان پر لے آیا جو سرنگا نے اپنی دیوی کی سحر کار قوت سے پہلے ہی مخصوص کر دی تھی۔ ''تمام اندیشے سامنے بہتے ہوئے سمندر میں جھٹک دے اور یہاں میرے پہلو میں آرام کر۔''

http://kitaabghar.com

''جابر بن یوسف!'' وہ اضطراب آمیز سراسیمگی سے بولی۔ ''تو شاید بہک رہا ہے۔ اپنے آپ کو اتنی دور مت لے جا۔ جاراکا کی طاقت بڑی ہے۔''

''میں جانتا ہوں لیکن میری طلب اس سے بھی بڑی ہے۔ تو اب آزادی سے گفتگو کر سکتی ہے۔ میں نے تجھ سے گزارش کی تھی کہ اپنی عمر کے طویل حصے میں سے صرف چند گھڑیاں میرے لیے وقف کر دے۔ بھول جا کہ تو کون ہے۔ تیرا منصب کیا ہے اور یہ اسرار کیا، میں۔ کیا مجھے سب کچھ دوبارہ کہنے کی ضرورت ہے؟'' میں نے اپنے نوادر گلے سے کھینچ کے زمین پر پھینک دیئے۔ اس وقت اگر آسمان سے بجلی گر جاتی یا زمین پر زلزلہ آ جاتا تو میں اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔

''کیا میں اب بھی تیرے لیے اجنبی ہوں دور کا آدمی، کیا کوئی اور تیری نظر میں ہے جو مجھ سے زیادہ تیرا طلب گار ہے؟ پھر تجھے یہ گریز کیوں ہے؟ یاد رکھ، اگر تو نے یہ گھڑیاں گنوا دیں تو ہمیشہ کے لیے تشنگی تیرا نصیب ہوگی۔ پھر کوئی تیرے دل پر دستک نہیں دے گا۔ نہ جاراکا تیرے قریب آئے گا اور نہ کسی کو آنے دے گا تو تڑپتی اور ترستی رہے گی، اس سے پہلے کہ جاراکا کو یہ لمحے منتشر کرنے کا موقع مل جائے مجھے پہچان کہ میں کون ہوں۔ میں تیرا جابر ہوں، میں تیری نجات ہوں، دیوتاؤں نے تیرے لیے مجھے اس زمین پر بھیجا ہے کہ تیری پیاسی روح کو میں قرار بخشوں۔''

''جابر بن یوسف! آہ......آہ'' وہ آہیں بھرنے لگی۔ ''یہ ممکن نہیں ہے۔''

اسی اثنا میں کہیں دور فلک شگاف چیخیں گونجیں، ایسی دردناک اتنی پُرسوز کہ کلیجے شق ہو جائیں۔ اقابلا کی حالت غیر ہو گئی تھی۔ اس کی پتلیاں ساحل کی طرف تک گئیں جہاں ہر سمت روحیں بین کر رہی تھیں، انہوں نے ہمیں متنبہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ جاراکا ہم پر یلغار کرنے میں محتاط رہے گا کیونکہ اقابلا میرے جسم سے پیوست تھی اور میں جالوش کا جانشین تھا اور دیوی ابھی آزاد فضاؤں میں گھوم رہی تھی۔ اقابلا تڑپ رہی تھی۔ اب کہیں پناہ نہیں تھی۔ یہ بہت سنگین اور نازک وقت تھا۔ عظیم جاراکا کا غضب میں آ کے سب کچھ تہہ و بالا کرنے کا ارادہ بھی کر سکتا تھا۔ اس لیے میں اقابلا کو بہت دور لے جانا چاہتا تھا، اتنی دور جہاں سے وہ واپس نہ آ سکے۔ اور میں اسے ساحلوں تک لے آیا تھا، میں اسے بہت دور لے آیا تھا، میں نے ایسی شراب پلانی شروع کی تھی کہ اس کا ہوش میں آنا مشکل تھا۔ وہ بتدریج اپنے حواس کھو رہی تھی۔ وہ پگھلی تو ایسی پگھلی، ٹوٹی تو ایسی ٹوٹی کہ ہمہ جاں، ہمہ دل ہو گئی۔ کبھی کسی نے کسی سے اس طرح بکھر کے اظہار نہ کیا ہوگا۔

ادھر ماتم بپا تھا۔ چٹان کے قریب دور تک ساحل پر آگ فروزاں تھی، الاماں ایسا بین ہو رہا تھا، ایسا شور تھا۔ جس سے سماعتیں ہلاک ہو جائیں، آدمی ٹوٹ جائیں۔ اقابلا نے دزدیدگی سے مجھے دیکھا اور سسکتے ہوئے کہا۔ ''دیکھ، کیسا حشر بپا ہے۔''

''ہم سے زیادہ شدید نہیں۔'' میں نے سرمستی میں کہا۔ ''کیا ہوا اگر اس نے ہمیں غارت کر دیا، پھر کوئی شکوہ تو نہیں رہے گا۔ جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دے اور مجھ سے پیوست ہو جا، اپنی سماعت صرف میرے دل کی دھڑکنوں تک مرکوز دے اور اپنی بصارت صرف مجھ تک محدود کر لے اور اطراف میں جو تماشا ہو رہا ہے، اسے بھول جا، دیر ہو گئی تو سارے خواب منہدم ہو جائیں گے۔''

ابھی میں نے یہ کہا تھا کہ سمتیں گرجنے لگیں اور سمندر کی لہریں بے قابو ہو گئیں جیسے طوفان آنے والا ہو، ہر سو گرج اور چمک تھی، ادھر بھی

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

طوفان آ گیا تھا، پھر اقابلا نے کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ کہنے اور سننے کی منزل سے گزر گئی تھی۔ میں نے اس سے اس کا اختیار چھین لیا تھا، میں نے اس کے کان میں ایسے نغمے گھولے تھے جو اس نے آج تک نہیں سنے تھے۔ میں اسے ایسی جنت میں لے گیا تھا جہاں وہ کبھی نہیں گئی تھی۔ قریب ہی کہیں تیز شور اٹھا۔ حشر کا سا شور اور چٹان کے گرد شعلے رقص کرنے لگے زمین تڑخنے لگی۔ میرے بازو اس کی طرف لپکے اور اس کی چاندنی میں میرا جسم نہا گیا۔ میں نے اس کا گلستان اپنے سینے میں پوری طرح محفوظ و محصور کر لیا۔ وہ چیخنے لگی۔ پھر اسے اور مجھے کچھ سنائی اور دکھائی نہیں دیا، کچھ یاد نہیں رہا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ اس گھڑی گہرے سیاہ بادلوں نے چٹان پر یورش کر دی تھی اور ہر سمت آہ و بکا جاری تھی اور ہم دونوں ہوش کھو بیٹھے تھے۔

☆==========☆==========☆

پاکستان کی نامور ناول نگار
عمیرہ احمد کا نیا ناول
من و سلویٰ
شائع ہو گیا ہے
قیمت: -/550 روپے

پاکستان کے مقبول ترین کالم نگار
جاوید چودھری کے کالموں پر مشتمل کتب
زیرو پوائنٹ 3، 4
شائع ہو گئی ہے
قیمت: -/600 روپے

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں
مشتاق بک کارنر | خزینہ علم و ادب | کتاب گھر | اشرف بک ایجنسی | ویلکم بک پورٹ
علم و عرفان پبلشرز
34۔ اردو بازار، لاہور۔
فون 7352332-7232336

عمیرہ احمد کا نیا ناول

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اردو بازار، لاہور۔
فون 7232336 7352332

کسی نے زور زور سے میرے بازو جھنجھوڑے، میں نے بدمستی سے آنکھیں کھولیں تو بوڑھا سرنگا میرے سرہانے کھڑا تھا اور سارا منظر بدلا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، یہ کوئی اجنبی زمین تھی مگر وہی چٹان جہاں میں اقابلا کے ساتھ موجود تھا۔ تا حد نظر ایک خشک صحرا نظر آ رہا تھا۔ نہ کوئی درخت، نہ سایہ۔ مجھے گمان ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ کوئی بھیانک خواب۔ جسم ٹوٹ رہا تھا اور نگاہیں دھندلی پڑ گئی تھیں۔ ''تم کوئی خواب نہیں دیکھ رہے ہو، جابر بن یوسف!'' سرنگا کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری۔

''وہ کہاں ہے؟'' میں نے چاروں طرف بے تابی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ کون سی جگہ ہے؟''

''یہ جزیرہ توری ہے، سحر و اسرار کی زمین۔ اب وہ کہاں جس کی تمہیں تلاش ہے؟ ہوش میں آؤ سیدی جابر!'' سرنگا کی آواز میں لرزش تھی۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟'' میں نے اس کے شانے پکڑتے ہوئے کہا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں میرے بچے۔ سب ختم ہو گیا۔ سارا طلسم ٹوٹ گیا، ہر شے فنا ہو گئی، وہ عالی شان قصر، وہ طلسمی نوادر، وہ ماہ جبیں اقابلا، اس کی خوب صورت کنیزیں، وہ غلام، وہ عبادت گاہیں۔ اب یہاں لق و دق صحرا ہے۔ ایک بے آب و گیاہ جزیرہ۔ ایک چھوٹا سا جزیرہ جو تاریک براعظم کہلاتا تھا اور جہاں ایک عظیم سلطنت قائم تھی۔''

''یہ سب کیا ہو گیا؟'' میں نے وحشت سے چیخ کر کہا۔ ''میں جانتا تھا کہ یہ سب ممکن ہے مگر اتنی جلد، اتنی تیزی سے۔ وہ بھی ختم ہو گئی؟ وہ بھی اسی طلسم خانے کا ایک حصہ تھی، جب سب راکھ ہوئے تو وہ بھی راکھ ہو گئی۔''

سرنگا نے میری پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔''

''وہ یہیں تو تھی۔'' میری آواز بھرا گئی اور میں اس طرح سمتیں تکنے لگا جیسے وہ کہیں چھپی بیٹھی ہو۔

''آؤ عزیز جابر! یقین کرو، وہ بھی چلی گئی۔ سب چلے گئے۔ وہ سب معلق تھے، ان کی روحیں اپنے مسکنوں میں چلی گئیں۔ اپنے آپ کو سنبھالو سیدی! ہوش میں آؤ۔ تمہارے ساتھی تمہارے منتظر ہیں۔'' سرنگا نے مجھے کھینچتے ہوئے کہا۔

میں وہیں بیٹھ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی خوشبو ابھی وہاں موجود ہے، میں دیوانہ وار زمین سے لپٹ گیا اور بے تحاشا بوسے دینے لگا۔ سرنگا نے مجھے کھینچ کر اٹھایا۔ ''دیوانے مت بنو سیدی! میرے بیٹے! میرے بہادر بیٹے! اپنے اوسان بحال کرو۔ ہمیں ایک اور مرحلہ درپیش ہے۔''

''مجھے یہیں چھوڑ دو۔'' میں نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے ہذیانی انداز میں کہا۔ ''میری قبر یہیں بنا دو۔''

''تم پاگل ہو گئے ہو، کیا یہ سب غیر متوقع تھا؟ چلو۔'' سرنگا نے دبدبے سے کہا اور مجھے دھکیلتا ہوا آگے لے گیا۔ دور ساحل پر کشتی کے چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے آتا دیکھ کے وہ تیزی سے میری طرف بھاگے، وہ مہذب دنیا کے باقی ماندہ لوگ تھے، سریتا، فلورا، فروزیں، جولیا، مارشا، شراڈ اور ڈاکٹر جو دسریتا اور فلورا بھاگتی ہوئی میرے سینے سے چمٹ گئیں۔

''جابر! ہم آزاد ہو گئے۔'' فلورا نے وفورِ مسرت سے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

سریتا میرے شانے سے لگی ہوئی تھی۔ ''سیدی!'' اس نے دھیرے سے آواز دی، خوشی سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

http://kitaabghar.com

وہ سب بری طرح مجھ سے لپٹے جا رہے تھے۔ سرنگا نے انہیں ایک جگہ سکون سے بیٹھنے کی تلقین کی۔ ہم سب لہروں کے نزدیک پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ گئے۔ ''یہاں دور دور تک پانی نہیں ہے، نہ کوئی سایہ، نہ وہ کشتی نظر آ رہی ہے جس میں ہم یہاں آئے تھے اگر ہمیں جلد ہی کہیں سے کوئی مدد نہ ملی تو ہم سب یہاں بھوکے پیاسے مر جائیں گے ہمیں سب سے زیادہ اس مسئلے پر غور کرنا چاہیے۔'' بوڑھے سرنگا نے اعلان کیا۔

''خدا نے ہماری یہاں تک سنی ہے تو باقی انتظام بھی وہی کرے گا۔'' ایرانی دوشیزہ فروزیں نے کہا۔

''میں سوچتی ہوں، ہم ایک ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے، وہ درخت، وہ سبزہ، وہ محلات کہاں غائب ہو گئے؟'' جولیا نے حیرت سے کہا۔

''میری بچی!'' سرنگا نے شفیق لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''ہم سب ایک جہنم میں گرفتار تھے، ایک عذاب سے دوچار تھے۔ اب دعا کرو کہ ہم بہ خیریت اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔''

''یہ سب کیا تھا محترم سرنگا؟'' فروزیں نے معصومیت سے پوچھا۔

''یہ ایک طویل عبرت ناک اور حیرت انگیز کہانی ہے۔ میں سکون سے کسی وقت تمہیں سناؤں گا۔ ہمیں سمندر کی طرف نظر رکھنی چاہیے۔ شاید کوئی بھولا بھٹکا جہاز ادھر آ جائے اور ہم بے سروسامانوں کو ہماری زمینوں پر پہنچا دے۔''

''یقین نہیں آتا کہ ہم کبھی اپنے وطن واپس جا سکتے ہیں۔'' شراڈ نے کہا۔ ''سرنگا فرض کرو اگر کوئی جہاز ادھر نہ آیا تو؟''

''ایسی باتیں مت کرو۔'' سرنگا نے اسے جھڑک کے کہا۔ ''ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔''

وہ سب ایک دوسرے کے چہرے دیکھ رہے تھے، بار بار گردوپیش کو حیرت سے دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کی چٹکیاں بھر کے یقین کرتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں، مسرت سے ان کے چہرے کھلے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی ایک موہوم سا خوف بھی ان کی آنکھوں میں موجود تھا، سرنگا صبر و ضبط کی تلقین کرتا جاتا تھا اور اس کی نگاہیں سمندر کے افق پر پھیلی ہوئی تھیں۔ فروزیں کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے ہوئے تھے۔ صرف میں خاموش تھا۔

''سیدی جابر!'' جولیا نے تیکھی آواز میں کہا۔ ''تم کچھ نہیں بولتے۔ کیا تمہیں یہ صبح نجات طلوع ہونے سے خوشی نہیں ہوئی؟''

''اس سے کچھ مت کہو۔'' سرنگا نے ڈپٹ کر کہا۔

''یقیناً اسے اپنا اقتدار یاد آ رہا ہوگا، وہ ساحر اعظم نہیں رہا۔'' مارشا میرا چہرہ دیکھتے ہوئے بے باکی سے بولی۔

''چپ رہو۔'' سرنگا کی آواز غصے سے لرزنے لگی۔ ''وہ تم سب کا محسن ہے۔ تم لوگوں نے یہ کیسی دل آزاد باتیں شروع کر دی ہیں، اس کے بغیر یہ سب ناممکن تھا، اس کا احترام کرو۔'' پھر اس نے میری جانب ہاتھ اٹھا کے ستائشی انداز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف الباقر! میرا لائق فرزند، وہ ذہانت اور شجاعت میں ہم سب سے بلند ہے۔ بھلا اس کے پاس کس چیز کی کمی تھی؟''

میں نے جولیا، مارشا اور شراڈ سے کچھ نہیں کہا۔ میں تو اپنے آپ میں گم بیٹھا رہا، سرینا نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، مجھے اداس دیکھ کے وہ بھی اداس ہو گئی تھی۔ فلورا کا بھی یہی حال تھا۔ وہ دونوں مسلسل کوششیں کر رہی تھیں کہ میں کسی طرح اپنے تاثر کا اظہار کر دوں لیکن مجھ سے کچھ بولا نہیں جاتا تھا۔ ''سیدی!'' سرینا نے میرا ہاتھ دبا کے کہا۔ ''کیا تم ہم سے ناراض ہو؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان سوالوں اور تبصروں سے تنگ آ گیا تھا اور یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ وہ مسلسل بول رہے تھے۔ فلورا نے میرے کاندھے پر سر رکھ دیا تھا۔ ادھر سریتا میری انگلیوں سے رنگ صاف کر رہی تھی۔ وہ بار بار مجھے ٹوکتی تھیں اور خاموش ہو جاتی تھیں۔

''محترم سرنگا! کیوں نہ ہم پانی تلاش کریں، شاید کہیں زمین نرم اور کہیں شراب کا گھڑا محفوظ رہ گیا ہو یا ہمیں کھانے پینے کا سامان نظر آ جائے۔'' شراڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''بیٹھ جاؤ شراڈ!'' سرنگا کی سرد آواز ابھری۔ ''یہاں اب تمہیں گرم زمین اور ریت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اپنی طاقت بحال رکھو۔''

''کاش ہمیں پہلے سے علم ہوتا تو ہم کچھ شراب، پانی اور غذائیں زمین میں دفن کر دیتے۔'' مارشا مایوسی سے بولی۔

''کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا۔'' سرنگا معنی خیز انداز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف اور میں جانتے تھے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے مگر ہم اپنے سوا کوئی چیز محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔''

''محترم سرنگا! اب کوئی خطرہ تو درپیش نہیں ہے؟'' فروزیں نے خوف سے کہا۔ ''مجھے اس زمین سے ڈر لگتا ہے۔''

''اب یہ ایک بنجر زمین ہے، اب یہاں صرف ہم رہ گئے ہیں میری بیٹی!'' سرنگا نے فروزیں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''دیکھ سمندر بڑھ رہا ہے۔ ممکن ہے ہمیں اس بلند چٹان پر پناہ لینی پڑے۔''

''یہ کیا اسرار تھے محترم سرنگا؟'' فروزیں نے ہیبت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ داستان۔'' سرنگا نے گہری سانس لے کے کہا۔ ''بڑی انوکھی ہے میرے بچو! میں تم سب کی تسلی کے لئے اسے سناتا ہوں، تم سب ذرا جابر کے پاس بیٹھ جاؤ، اسے تمہارے التفات کی ضرورت ہے۔'' وہ سب میرے اطراف بیٹھ گئے اور تجسس سے سرنگا کا چہرہ دیکھنے لگے۔ سرنگا نے کہنا شروع کیا۔ ''معلومہ تاریخ سے کہیں پہلے سرزمین یونان میں ایک بڑا جادوگر رہتا تھا جس کا نام نارما تھا، نارما کو دیوتا کا درجہ حاصل تھا اور وہ ایک طرح سے بے تاج بادشاہ تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، جاراکاکا۔ جسے اس نے اپنی تمام فضیلتیں سونپ دی تھیں۔ ساحری میں وہ اپنے باپ کا ہمسر ہو گیا تھا لیکن وہ اتنا خودسر اور سرکش تھا کہ بستیوں کے لیے مصیبت بن گیا۔ جاراکاکا اقابلا نامی ایک حسین و جمیل شہزادی کے دام الفت میں ایسا گرفتار ہوا کہ اس نے اپنے باپ سے بغاوت کر دی، نارما نے اسے منع کیا تھا کہ وہ شہزادی اقابلا سے دور رہے کیونکہ نارما بادشاہ امارلیس کا خاص رفیق تھا اور اس نے شاہی خاندان کو بلاؤں سے نجات دلانے کے لئے اپنی امان میں لے رکھا تھا جیسا کہ پہلے زمانوں میں دستور تھا، یہ ایک عہد تھا جو بادشاہ اور ساحر نارما کے درمیان تھا، ممکن ہے نارما خود اقابلا کا دعوے دار ہو، جب جاراکاکا کی سرشوریاں حد سے گزرنے لگیں اور وہ اقابلا کی طلب سے باز نہیں آیا تو نارما نے جاراکاکا کو ہمیشہ کے لئے اقابلا سے محروم کر دینے کا ایک اذیت ناک طریقہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے ایک غیر معمولی سحر سے اقابلا کا بدن مقفل کر دیا تاکہ جب بھی اس کی دوشیزگی ختم کر دینے کی کوشش کی جائے تو جاراکاکا کا سارا سحر، ساری طاقت ختم ہو جائے۔ تم نے شاید سنا ہو کہ ساحروں کی طاقت کسی کل یا کسی شے سے وابستہ یا اس میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس طرح نارما نے جاراکاکا کو ہمیشہ کے لیے اذیت میں مبتلا کر دیا۔ نارما ایک بڑا ساحر تھا، وہ یہ کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ اب جاراکاکا کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی محبوب اقابلا کو کہیں محفوظ کر دے،

http://kitaabghar.com

چنانچہ اس نے اسے شاہی محل سے اغوا کر کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا۔ پھر اس نے اپنی ساحری کی طاقت بڑھانی شروع کی اور آب حیات کا چشمہ تلاش کر کے اپنی اور اقابلا کی زندگی جاوداں بنادی۔ وہ اقابلا کو لے کے ایک ویران جزیرے میں چلا آیا لیکن وہ اپنے باپ کا سحر توڑنے میں ناکام رہا۔ اس نے کڑی ریاضتیں کیں، سخت آزمائشوں سے گزرا، اس نے ساحری میں کمال پیدا کیا، بے شمار مدارج طے کیے اور اس قابل ہو گیا کہ نادیدہ روحیں غلام بنالے اور انہیں ان کی سابقہ شکلوں میں واپس لے آئے۔ اس نے ایک چھوٹی سی سلطنت بنائی اور اپنی محبوبہ اقابلا کو اس کی ملکہ بنایا۔ پھر اس نے دنیا کے شاہی محلات اور بستیوں سے حسین وجمیل لڑکیاں اغوا کیں اور انہیں مشروب حیات پلا کے جاوداں کر دیا۔ اس نے قریب کے جزیروں سے سیاہ فام غلام پکڑے اور ان کی نسل کی افزائش کی یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی عمر طبعی سے گزر گئے۔ اس نے عبادت گاہیں اور محلات بنائے پھر اسے اس تماشے میں اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ اس نے ایک ہی زمین کو مختلف جزیروں اور حکومتوں میں تقسیم کر کے مسحور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ وہ ایک عظیم اور ناقابل تسخیر سلطنت کے باشندے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی جزیرہ تھا، اس نے اپنے نائب ساحر پیدا کیے۔ سردار بنائے اور انہیں مختلف جزیروں کی حکومتیں سونپ دیں۔ وہ خود کسی کے سامنے نہیں آیا کیونکہ اس نے خود کو ایک دیوتا کے روپ میں پیش کیا تھا، مختلف جزیروں میں مختلف معاشرے تھے اور یہاں لوگوں کو ترقی کرنے کے مواقع حاصل تھے۔ صدیاں بیت گئیں مگر وہ اقابلا کے لئے ترستا ہی رہا۔ اس نے رقابتیں پیدا کیں اور اپنے ہی لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑوایا۔ اس نے روحوں کی ایک فوج بنائی، ریما جن نے اقابلا کے عشق میں ناکام ہو کے اور بہت سوں نے جالموش کے ظلم وستم سے تنگ آ کے انگرو ما میں پناہ لے لی تھی۔ جارا کا کا ان کا بھی دیوتا تھا اور دور بیٹھا ہوا اپنی کٹھ پتلیوں کی ڈوریاں کھینچتا اور تماشا دیکھتا رہتا تھا، کسی کو نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کس کی کارفرمائی ہے۔ اقابلا کے حسن کے بہت سے اسیر تھے، یہاں نفرتیں عداوتیں اور رقابتیں تھیں، سب جارا کا کا کے سحر کے اسیر تھے اور اپنی شناختوں سے محروم ہو گئے تھے۔ طلسمی نوادر، علوم، جادوگری کے مدارج، کسی کو خبر نہیں تھی کہ جارا کا کا کون ہے؟ غاروں میں ساحر بیٹھے رہتے تھے، ہر طرف ساحری سیکھنے کا زور شور تھا تا کہ وہ جارا کا کا کے بنائے ہوئے سماج میں عزت ومرتبہ حاصل کر سکیں۔

پھر کئی صدیوں سے موجود اس زمین میں ہم بدنصیبوں کا قافلہ آ گا اور جارا کا کا کو پہلی بار اپنی سلطنت میں ایک حریف طاقت۔'' سرنگا نے اپنی مورتی بلند کر کے کہا۔'' نظر آئی۔ جارا کا کا کو مہذب دنیا کے اس قافلے میں غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ ادھر جابر نے کہیں اقابلا کا دیدار کر لیا تھا اور وہ پہلی نظر میں اس کے حسن جہاں سوز کا غلام ہو چکا تھا۔ اقابلا جابر بن یوسف سے متاثر تھی کیونکہ وہ زمانوں سے تشنہ تھی مگر وہ جارا کا کا کے سحر کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔ جارا کا کا کی نگاہ اس پر کڑی تھی۔ اقابلا ہی یہاں ایک ایسی عورت تھی جو کسی سے وابستہ نہیں تھی، جابر نے اقابلا کے حسن کی تحریک پر یہاں کے دستور کے مطابق عذاب ناک مشقیں کیں اور بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو دوسروں کو صدیوں میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس میں میری پُر اسرار دیوی کی اعانت کا بڑا دخل تھا جو جارا کا کا کی نظروں میں بتدریج اہمیت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ جابر بن یوسف کو بہت سی رعایتیں اسی کے سبب سے حاصل ہوئی تھیں۔ یہ بوڑھا سرنگا اپنے معنوی فرزند جابر بن یوسف کے سلسلے میں دیوی کو راضی رکھنے کے لئے غار میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور سخت ریاضت کرتا رہتا تھا۔ ہماری ذرا سی لغزش ہماری موت کا سبب بن سکتی تھی۔ جابر بن یوسف نے دیوی کی وجہ سے دوسروں کے مقابلے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

میں زیادہ بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا کیونکہ اب جاراکا کا کسی طور پر دیوی کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسے یہ شک ہو گیا تھا کہ جابر بن یوسف کو رعایتیں دے کے ہی دیوی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ خود اس پر تسلط جمانے میں ناکام ہو گیا تھا اس لیے اس نے ایک خاص حد تک اقابلا کو جابر سے التفات کی آزادی دے دی تھی لیکن یہ آزاد لمحے اقابلا کو جابر بن یوسف سے قریب لانے کا سبب بن گئے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اپنی کوششوں اور دیوی کی مدد کے باوجود ہم اس طلسمی نظام کی علت اور اس کے ماضی سے ناواقف رہے تھے اور جب تک یہ جہالت باقی تھی، ہم کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے، شاید اقابلا کے مسلسل گریز سے مایوس ہو کے جابر کے ذہن میں یہ نکتہ آ گیا۔ وہ جاراکا کا کے علاقے میں گھس گیا اور وہاں اس نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا کے جاراکا کا کے پس منظر سے واقف ہونے کی بے مثال ریاضت کی۔ پھر اس نے یہ ظاہر کیا کہ اب وہ دیوی سے دست بردار ہوا چاہتا ہے بشرطیکہ اسے اقابلا کے ساتھ مسرتوں کے چند لمحے میسر آ جائیں، وہ اقابلا کے قصر میں ایک عظیم مہم سر کرنے کے لئے داخل ہوا اور اس نے اس کے برف بدن میں آگ لگا دی۔ یقیناً اس موقع پر اقابلا نے جاراکا کا سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور جاراکا کا نے اسے جابر کے ساتھ قصر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی ہوگی کیونکہ اسے دیوی کے حصول کی توقع تھی۔ جابر بن یوسف اقابلا کو اس ساحلی چٹان تک لے آیا جو میں نے اور دیوی نے پہلے ہی مسحور و محصور کر دی تھی۔ جابر نے تشنہ ذہن اقابلا کو زندگی کی ایک نئی رمز سے آشنا کیا اور جاراکا کا دیکھتا رہ گیا۔ وہ آخر تک یہی سمجھا کہ اب جابر اس کے دام میں آ گیا ہے اور اقابلا لمحہ آخر میں جابر کو تڑپتا چھوڑ کے حصار سے باہر آ جائے گی لیکن اقابلا نے جاراکا کا کی صدیوں کی غلامی پر ایک لمحہ نشاط کو ترجیح دی۔ جاراکا کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوا، اسے امید ہوگی کہ شاید دیوی اس کے باپ نارما کا سحر توڑنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس طرف دیوی جاراکا کا کو ساحل پر منتشر کیے ہوئے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ جب جاراکا کا کو ہوش آیا تو بساط الٹ چکی تھی جیسے ہی جابر نے اقابلا پر اقتدار حاصل کیا، سب دھواں ہو گیا، ماضی، ماضی میں دفن ہو گیا۔''

سرنگا خاموش ہو گیا، سب کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا، وہ سب خوف اور حیرت سے میرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے ہمدردی اور خلوص کی لہریں نمودار ہوئیں اور آنسوؤں سے ان کا چہرہ تر ہو گیا، نہ جانے کیوں سریتا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی تھیں۔

''مجھے معاف کر دو سیدی!'' جولیا نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہارا دل دکھایا۔''

''سیدی! تم ایک عظیم آدمی ہو۔'' مارشا میری پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بولی۔

''ہم سب ایک خاندان کے افراد ہیں، میں سوچتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے سے کیسے جدا ہوں گے اور مہذب دنیا کے لوگ تو ہمیں بھول گئے ہوں گے۔'' شراڈ نے کہا۔ ''آؤ، ہم عہد کریں کہ آئندہ سب ایک ساتھ رہیں گے۔''

''یہ قبل از وقت ہے۔'' سرنگا نے فیصلہ صادر کیا۔

''بھلا ہمیں کتنے دن اس جہنم میں ہو گئے ہوں گے؟'' ڈاکٹر جواد نے کہا۔ وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔

''جاراکا کا کی تقویم کے اعتبار سے تو بیس پچیس سال گزر گئے مگر ہم نے یہاں کوئی آٹھ سال کا عرصہ گزارا ہے، جس قافلے میں شراڈ آیا تھا، اسے بھی کوئی پانچ سال تو ہو گئے ہوں گے۔''

http://kitaabghar.com

''آٹھ سال؟'' ڈاکٹر جواد نے تعجب سے کہا۔

سب سرنگا سے مختلف قسم کے سوالات کرتے رہے۔ شراڈ کہنے لگا: ''سرنگا! تم اپنی دیوی سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ ہمیں نجات دلانے کے لیے مدد کرے۔''

''میں نے دیوی کو رخصت کر دیا ہے، اسے میں نے بہت زحمت دی تھی۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ اسے ہمارا حال معلوم ہوگا، میں اسے مزید روکنے سے جھجکتا تھا۔''

پہلا دن گزر گیا، دوسرا دن بھی گزر گیا، ساحل پر سخت دھوپ تھی سب کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے، بھوک اور پیاس سے برا حال تھا۔ انہوں نے اس کنارے سے اس کنارے تک ساری زمین دیکھ ڈالی تھی۔ خشک ریت اور جلی ہوئی چیزوں کے سوا انہیں کچھ نہیں ملا۔ اب رفتہ رفتہ انہیں اپنی برہنگی کا احساس بھی ہو چلا تھا۔ سریتا پہلے کی طرح اپنا بدن چرانے لگی تھی۔ وہ پتوں سے اپنے تن ڈھانپنا چاہتے تھے مگر انہیں کچھ نہیں ملا۔ میں نے ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھا رہا۔ وہ سب دعائیں مانگ رہے تھے۔ ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے، چہرے سُتنے لگے تھے۔ موت ان کی منتظر تھی اور اب وہ موت سے بہت گھبرا رہے تھے۔ تیسرا دن بھی بیت گیا۔ پھر چوتھا سورج ان کے سروں سے گزر گیا۔ اب ان میں چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، سریتا نے میرے زانو پر سر ڈال دیا تھا اور فلورا سمندر کی لہروں میں نہانے کے بعد اپنا جسم خشک کر کے پھر میرے قریب بے سدھ ہو جاتی تھی۔ انہیں کوئی تختہ نصیب نہیں ہوا کہ وہ سمندر میں کسی جہاز کی تلاش کے لیے نکل جاتے، ایرانی دوشیزہ فروزیں سجدے میں گری ہوئی تھی۔ بوڑھا سرنگا ان سب سے زیادہ طاقت رکھتا تھا۔ اب بھی اس کی آواز میں دم تھا، وہ ہدایتیں دیتا جا رہا تھا اور اس نے اپنی آنکھیں سمندر کی طرف کھلی رکھی تھیں۔ وہ بار بار ریاضت کرنے لگتا تھا۔ سات دن اسی عالم میں گزر گئے۔ اب وہ گردن اٹھا کے سمندر کی جانب دیکھتے اور نقاہت سے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔ ان کے پاس کوئی کپڑا بھی نہیں تھا کہ وہ جہاز کو اشارہ کر سکیں۔ شراڈ سمندر میں دور تک تیرتا ہوا جاتا تھا اور مایوس ہو کے واپس آ جاتا تھا، پھر اس میں بھی ہمت نہیں رہی۔

آٹھویں دن شام کے وقت دور کہیں ایک روشنی نظر آئی، سرنگا نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور پھر ان سب کو دکھایا، ان کے زرد چہروں پر سرخی کی لکیریں ابھر آئیں۔ جہاز بہت دور تھا۔ وہ چیخنے چلانے لگے جیسے سمندر کے شور میں ان کی آواز جہاز تک پہنچ جائے گی۔ انہیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ میرے بت کی طرف حسرت و امید سے دیکھنے لگے کہ شاید میں اپنی ساحری کا کوئی کرشمہ دکھاؤں گا، جب سے اب تک میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں تو خلاؤں کو تکتا اور ان کی باتیں سنتا رہتا تھا، وہ مجھے جھنجوڑتے تھے، ہلاتے تھے، روتے تھے، جب ان کے پاس آنسو بھی نہیں رہے اور ان کی آوازیں معدوم ہونے لگیں تو انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ میں اب بھی منجمد بیٹھا تھا اور میرے قلب و دماغ پر اس خبر سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک جہاز دیکھ لیا ہے نہ ان کی طرح مجھے بھوک اور پیاس نے ستایا تھا۔ وہ شور مچانے لگے، ہاتھ ہلانے اور اچھلنے لگے۔ ''مدد مدد۔''

شراڈ سمندر میں کود گیا۔ فلورا نے بھی اس کی تقلید کی، جولیا اور مارشا بھی پُرشور لہروں میں کود گئیں لیکن وہ آگے نہیں جا سکیں، طوفانی لہروں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نے انہیں کچھ دور ہی روک لیا۔ وہ چیختی چلاتی رہیں اور واپس آ گئیں، شراڈ دور تک نکل گیا اور جوش میں اتنی دور تک چلا گیا، سمندر کو غصہ آ گیا۔ وہ واپس نہیں آ سکا۔ وہ جہاز تک پہنچ گیا تھا اور عرشے پر کھڑے ہوئے تجارتی جہاز کے عملے نے اسے دیکھ بھی لیا تھا مگر وہ اسے صحیح و سلامت اوپر لانے میں کامیاب نہیں ہو سکے، البتہ اب ان کی توجہ ساحل پر مرکوز ہو گئی تھی جہاں جاں بلب لوگ اپنے نجات دہندوں کے منتظر تھے۔ جہاز قریب آنے پر ان خستہ حالوں پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی، انہوں نے دیوانوں کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ جہاز کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا، جب ساحل پر کشتی ٹھہری تو وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے، جیسے انہیں کشتی میں جگہ نہ ملنے کا اندیشہ ہو، وہ مجھے بھی ساحل کی طرف کھینچ رہے تھے۔ ''میں واپس نہیں جاؤں گا۔'' میں نے دہاڑ کر کہا۔

سرنگا نے جہاز کے عملے کو اشارہ کیا، غالباً اس نے کہا ہو گا کہ میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے، مجھے بے بس کر دیا گیا۔ میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ انہوں نے مجھے زبردستی کشتی پر لاد دیا اور کشتی توری کے ساحل سے جہاز کی سمت روانہ ہو گئی۔ جہازی ہمیں گھور گھور کے دیکھ رہے تھے، وہ ہمیں کسی نامعلوم دنیا کی مخلوق سمجھ رہے تھے۔ ہمارے بدن رنگے ہوئے تھے۔ بال بڑھے ہوئے تھے۔ اور ہم سرتاپا برہنہ تھے۔ وہ مبہوت سے رہ گئے۔ جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد اور سرنگا نے انگریزی میں انہیں اپنی مختصر روداد سنائی تو ان کی حیرت دوچند ہو گئی۔ انہوں نے پہننے کے لیے ہمیں اپنے لباس دیئے اور کھانے کے لیے خوراک۔ خوراک پر سب بھوکے کتوں کی طرح پل پڑے۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا لیکن میری بھوک اڑ چکی تھی، سریتا اور فلورا نے بھی کھانا چھوڑ دیا اور وہ خود کھانے کے بجائے لقمے بنا بنا کے مجھے کھلانے لگیں، ان کے شکم پُر ہو گئے تو انہیں شراڈ کا خیال آیا اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ شراڈ جہاز تک پہنچنے کی کوشش میں ان سے جدا ہو گیا ہے تو ان کی خوشی ان سے چھن گئی۔ پھر جہاز پر کسی کو ہنستے نہیں دیکھا گیا۔

یہ جرمن جہاز ایک طویل راستے سے گزرتا ہوا ڈربن جا رہا تھا، تین دن بعد راستے میں بیروت جانے والا ایک جہاز ٹکرا گیا اور ہمیں اس میں سوار کرا دیا گیا۔ بیروت پہنچتے پہنچتے ہمیں دس دن لگے۔ ان دس دنوں میں عمدہ غذا اور آرام سے سب کے چہروں پر سرخی آ گئی تھی لیکن شراڈ کے خیال اور میری ناگفتہ بہ حالت نے انہیں اداس اور خاموش کر دیا تھا۔ سریتا اور فلورا ہر دم میرے قریب ہی رہتی تھیں، ایرانی دوشیزہ فروزیں بھی بار بار مجھے دیکھنے آتی تھی۔ بوڑھا سرنگا ایک طرف خاموش بیٹھا اپنی مورتی جیب سے نکالے سمندر کی جانب تکا کرتا تھا۔ بیروت میں ہم سے پہلے ہماری خبر پہنچ گئی تھی۔ سب سے پہلے بیروت کی پولیس نے ہمارا استقبال کیا اور ہم سے طرح طرح کے سوال کیے جانے لگے۔ سرنگا کا خیال تھا کہ ہمیں جزیرہ توری کے اسرار پر کم سے کم گفتگو کرنی چاہیے ورنہ ہم تماشا بن جائیں گے۔ ابھی تک ہماری آمد کی خبر سے اخباروں کو مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ ایک مدت بعد بیروت کی فضاؤں میں میری حالت کسی قدر سنبھلی۔ پولیس کو ہماری کہانی پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ ہم تیرہ بختوں سے شناخت نامے اور راہداری کے اجازت نامے طلب کر رہے تھے۔ آخر مجھے اپنے والد اور چچا کا نام بتانا پڑا جب میرے چچا پولیس اسٹیشن پہنچے تو مجھے پہچاننے میں انہیں خاصی دیر لگی، شاید میں بہت بدل گیا تھا۔ میرا چہرہ سخت اور رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے مجھے گلے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے سنانے کے لیے ان کے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ میرے غم میں میرے والدین رخصت ہو گئے تھے۔ چچا نے ہم سب کو اپنی ضمانت پر پولیس سے رہائی دلوائی۔ یہ خبر چھپی نہیں رہ سکی۔ چچا کے گھر پر اخباری نامہ نگاروں کا تانتا بندھ گیا مگر ہم نے انہیں ملنے سے انکار کر دیا۔

http://kitaabghar.com

ایک ہفتے تک جولیا اور مارشا میرے ساتھ بیروت ہی میں رہیں، پھر اپنے اپنے وطن روانہ ہوگئیں۔ ڈاکٹر جواد مصر چلا گیا۔ فروزیں نے چلتے وقت مجھ سے شرما کے اپنا وعدہ ایفا کرنے کا اظہار کیا۔ میں نے اسے گلے لگا کے اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کے اسے معاف کر دیا، وہ ایران چلی گئی۔ سرنگا ہندوستان جانے پر اصرار کر رہا تھا مگر سریتا نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ فلورا نے بھی مجھ سے جدا ہونا گوارا نہیں کیا، وہ انگلستان واپس نہیں گئی۔ کئی مہینوں تک میری حالت متزلزل رہی۔ میرے سینے پر اب بھی وہ سیاہ نشان تھا جو جارا کا کا نے مجھے جالوش کا جانشین بناتے وقت کندہ کیا تھا۔ آخر سرنگا کی نازک اندام لڑکی نے مجھے شکست دے دی۔ وہ میرے لیے مرہم بن گئی۔ اس نے اپنا نام بدل لیا اور مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور فراخ دلی سے اپنی ملکیت دو حصوں میں تقسیم کر دی۔ فلورا کو بھی اس نے برابر کی شریک بنایا۔ ہم تینوں میں جو اشتراک قائم ہوا تھا، وہ اب بھی جاری ہے۔

لیکن اقابلا؟ کوئی نہیں جانتا کہ وہ اب بھی میرے ساتھ رہتی ہے۔ صبح و شام، شب و روز۔ وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوئی۔ وہ تو میرے سینے میں چھپی رہتی ہے۔

(ختم شد)

خدا اور محبت

کتاب گھر پر نئی آنے والی کتاب۔۔۔۔۔۔

ہاشم ندیم کا خوبصورت اور شہرہ آفاق ناول

خدا اور محبت

21 جنوری بروز جمعہ کو کتاب گھر پر پیش کیا جائے گا۔۔۔۔۔۔